

تلفیق اور تتبع رخص

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

تلفیق اور تتبع رخص

مجموعہ مقالات مجلس تحقیقات شرعیہ ۲۰۲۵ء

مرتب

عبدالرحیم ندوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء،
ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ، یوپی، پن کوڈ: 226007
E-shariahacademynadwa@gmail.com
www.mtsnadwa.org

تفصیلات

نام کتاب	:	تلفیق اور تتبع رخص
نام مرتب	:	عبدالرحیم ندوی
صفحات	:	۳۵۶
سن اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۲۶ء
قیمت	:	

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۔ مکتبہ احسان، نزد شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ، لکھنؤ

فہرست

*	عناوین	صفحہ
۱	مقدمہ	۵
۲	پیش لفظ	۷
۳	عرض مرتب	۱۰
*	تمہیدی مباحث	*
۴	سوالنامہ	۱۳
۵	تجاویز	۱۶
۶	تلخیص	۱۸
۷	عرض مسئلہ	۴۵
*	مقالات	*
۸	مفتی عبدالرزاق امروہوی قاسمی	۵۹
۹	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۷۵
۱۰	مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی	۹۴
۱۱	مفتی اقبال احمد ابن محمد ٹنکاروی	۱۱۱
۱۲	مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی	۱۳۷
۱۳	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۱۵۲
۱۴	مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۱۸۰
۱۵	مفتی رحمت اللہ ندوی	۲۰۶
۱۶	مفتی عبدالرشید قاسمی	۲۲۸

۱۷	مفتی جنید احمد قاسمی	۲۴۰
۱۸	مولانا عبید اللہ ندوی	۲۵۰
۱۹	مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی	۲۷۸
۲۰	مولانا آفتاب دھنبادی	۲۹۸
۲۱	مولانا محمد صابر حسین ندوی	۳۰۰
۲۲	مولانا محمد انیس ندوی	۳۱۸
۲۳	مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی	۳۴۲
۲۴	مولانا اسجد حسن ندوی	۳۵۱

مقدمہ

اس میں شبہ نہیں کہ بنیادوں میں گہرائی اور اصول میں پورے تصلب کے ساتھ فروعات میں توسع ندوہ کا شعار ہے اور آج کے حالات میں اس طرز فکر کی سب سے بڑھ کر ضرورت ہے، آج دنیا ایسے افراد کی متلاشی ہے جو پورے توازن کے ساتھ اس فکر کے حامل ہوں اور پورے اعتدال ووسطیت کے ساتھ وہ امت کو لے کر چلیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء کو امت کا دل بنایا ہے، اگر یہ طبقہ اپنی ذمہ داری کو حقیقی معنی میں سمجھ لے تو واقعہ یہ ہے کہ آج یہ امت جن ناہمواریوں سے گذر رہی ہے' انشاء اللہ ہمارے لیے سارے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔

علماء امت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دین میں تفقہ حاصل کریں، نت نئے مسائل پر گہری نگاہ رکھیں اور امت کی سہولت کو ہمیشہ سامنے رکھیں تاکہ لوگوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا مشکل معلوم نہ ہو، اللہ کا فضل ہے کہ ندوۃ العلماء نے پہلے دن سے اس اہم ضرورت کی تکمیل کا خیال کیا ہے اور خاص طور سے مجلس تحقیقات شرعیہ کے قیام کا یہی مقصد تھا کہ جدید مسائل پر فقہاء ومفتیان کرام کی ایک جماعت غور وخوض کرے اور امت کے سامنے بہتر حل پیش کرے۔

سال گذشتہ مجلس کے زیر انتظام منعقد ہونے والے سیمینار کا ایک اہم موضوع "**تلفیق بین المذاهب اور تتبع رخص**" تھا جو اس وقت کا ایک اہم موضوع ہے، یہ ایک خالص فقہی اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی ناگزیر ضرورت پیش آجائے جس میں کسی دوسرے فقہی مسلک پر عمل کرنا آسان ہو تو اس کے کیا حدود اور شرائط ہیں؟ ظاہر ہے یہ ایک حساس موضوع ہے، اس لیے کہ عام طور پر آدمی خواہشات کی تکمیل میں رخصت کا راستہ تلاش کرتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق فتویٰ چاہتا ہے، ایسی صورت میں وہ کسی ایک خاص مسلک ومنہج کے بجائے اپنے لیے مختلف راستے اختیار کرتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مطابق شریعت کی تفہیم وتشریح شروع کر دیتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کو انتہائی آسان بنایا ہے اور کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر عمل کا مکلف نہیں کیا گیا ہے، تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی اپنی خواہشات پر چلنا آسان سمجھے اور شریعت کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے، یہاں تک کہ اپنے لیے دوسرے فقہی مسالک میں رخصت اور سہولت تلاش کرنے لگے، اسی لیے علماء امت نے ہمیشہ اس سلسلہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ نے اسی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ضرورت محسوس کی کہ اس موضوع پر علمی وتحقیقی انداز میں مفصل بحث کی جائے اور اس سلسلہ میں پورے شرائط اور حدود کے ساتھ ایک معتدل ومتوازن راستہ امت

کے لیے پیش کیا جائے تا کہ دنیا کو نظر آئے کہ اسلام کے فقہی اختلاف میں ایسی تنگی نہیں جو ہر قسم کی وسعت پر بندش لگا دے اور نہ ہی ایسی بے قید آزادی ہے جس کے نتیجہ میں ہر انسان اپنی مرضی کے مطابق مسائل کا استنباط کرنے لگے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس سلسلہ میں ملک کے بھر کے مفتیان کرام نے دلچسپی لی اور مقالات موصول ہوئے، اب یہ مقالات مجموعہ کی شکل میں لوگوں کے سامنے ہیں، امید ہے کہ اس مجموعہ سے فائدہ اٹھایا جائے گا اور یہ لوگوں کے لیے خاصے کی چیز ہوگی۔ میں مبارک باد دیتا ہوں محب گرامی مولوی عبدالرحیم ندوی' استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کو جنھوں نے اس مجموعہ کو لائق اشاعت بنایا، مقالات کی ترتیب دی اور ضروری حذف واضافے بھی کیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اشاعت کو مفید بنائے اور سند قبول سے نوازے۔ آمین!

بلال عبدالحی حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی خاتم النبیین محمد بن عبد الله الأمین وعلی آله وصحبه أجمعین، أما بعد!

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے ساتویں سیمینار منعقدہ ۲۷-۲۸/ستمبر ۲۰۲۵ء کے لئے جو موضوعات طے کئے گئے تھے ان میں سے ایک ''تلفیق اور تتبع رخص'' کا موضوع تھا، یہ موضوع فقہ اسلامی کا انتہائی اہم، نازک اور حساس موضوع ہے، ایک شخص جب کلمہ پڑھتا ہے اور اسلام کو دل سے قبول کرتا ہے تو اس بات کا عہد و پیمان کرتا ہے کہ وہ من مانے طور پر اور خواہشات نفس کی پیروی کر کے زندگی نہیں گزارے گا، بلکہ اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے جو شریعت اور قانون اور زندگی گزارنے کا طریقہ قرآن وسنت کی شکل میں بھیجا ہے اس کا پابند رہے گا، اور اسی کے مطابق عمل کرے گا، دین کا جو حصہ قطعیات میں آتا ہے اور ضروریات دین میں شمار ہوتا ہے اس سے واقف ہونا اور اپنی زندگی میں اسے ہر تناور مسلمان کے لئے ضروری ہے، ان میں عام طور سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف بھی نہیں ہوتا لیکن شریعت کا جو حصہ قطعیات اور ضروریات دین میں نہیں آتا ان کے بارے میں بسا اوقات فکر ونظر اور اجتہاد واستنباط کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

انہیں عام فہم زبان میں اجتہادی امور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اجتہادی مسائل میں کتاب وسنت اور مصادر شریعت پر گہری نظر رکھنے والے وہ علماء جنہیں اللہ جل شانہ نے ادلۂ شرعیہ سے مسائل کے استنباط کرنے کی صلاحیت دی ہے وہ اپنی اجتہادی صلاحیتوں (جن کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں مبحث اجتہاد وتقلید میں درج کی گئی ہے) کو بروئے کار لا کر اپنے علمی اور فکری صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر کے حکم شریعت متعین کرتے ہیں اس پر خود عمل کرتے ہیں، اور دوسروں کی بھی اس بارے میں رہنمائی کرتے ہیں، لیکن عوم کا طبقہ یا وہ علماء جو اجتہادی صلاحیت سے بہرہ ور نہیں ہوتے وہ کسی نہ کسی امام مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں اجتہادی صلاحیتوں کے حامل علماء اور اصحاب افتاء بکثرت ہوئے جن کی عامۃ الناس تقلید کرتے تھے۔ لیکن چار ائمہ (امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت سے سرفراز کیا کہ ان کے اجتہادات اور فقہی آراء کو ان کے شاگردوں نے پورے طور پر مرتب اور مدون کیا، اور ان کا ذخیرہ علم واجتہاد بعد کی نسلوں تک معتبر اور محفوظ طریقے سے منتقل ہوا، عوام وخواص کے دلوں میں اللہ نے ان

کی فقہی آراء اور اجتہادات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا کیا، اور پورے عالم اسلام میں اور مسلمانوں کی تمام آبادیوں میں ان کے فقہی مذاہب کو قبولیت حاصل ہوئی، اور عوام وخواص نے ان کی پیروی کی۔

اکثر ممالک میں کوئی ایک فقہی مذہب زیادہ رائج اور مقبول ہوا، کچھ ہی ایسے ممالک تھے جہاں متعدد فقہی مذاہب مروج اور مقبول ہوئے، علماء ربانیین اور فقہا عارفین جن کی اپنے سماج پر گہری نظر ہوتی ہے۔ اور حالات کی تبدیلیوں کو وہ شدت سے محسوس کرتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر عوام الناس کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ مختلف فقہی مسالک میں سے جس مسئلہ میں ائمہ اربعہ میں کس کا جو قول چاہیں اختیار کرلیں تو اس سے دینی انارکی پیدا ہوگی، اور لوگ اپنی خواہشات اور مفادات کی بنیاد پر اقوال وآرار منتخب کرکے ان پر عمل کریں گے ہیں، اور اتباع شریعت کی جگہ پر اتباع شہوات کا دروازہ کھل جائے گا، اس لئے بابصیرت علماء اور فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عام حالات میں تقلید کرنے والوں کے لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید لازم ہے، اس کی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف فقہی مسالک سے اجتہادی آراء چن چن کر ان پر عمل کیا جائے یا ان پر فتویٰ لیا جائے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے فقہی مسلک کو حق اور دوسروں کے مسلک کو باطل قرار دیا جارہا ہے، بلکہ اس پر اتفاق ہے کہ چاروں معروف مجتہدین اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ اجتہاد (جن کے مذاہب مدون نہیں ہوگئے) کی فقہی آراء اور اجتہادات اسلامی شریعت اور اسلامی قانون کا حصہ ہیں، ان میں کوئی باطل نہیں ہے۔ اجتہادی مسائل میں مسئلہ حق وباطل کا نہیں بلکہ راجح مرجوح یا صواب وخطا کا ہے۔

اسی لئے ہر فقہی مسلک کے بڑے علماء اور اصحاب افتاء نے اپنے مسلک کے کسی قول پر عمل دشوار ہونے کی صورت میں تنگی دور کرنے اور آسانی پیدا کرنے کی خاطر دوسرے فقہی مسالک کی آراء اور اجتہادات سے استفادہ کیا، اور اس پر فتوی دیا تاکہ امت کے لئے سہولت پیدا ہو اور تنگی دور ہو، ایسا کرنے کا اگر ہر ایک کو اختیار دیدیا جائے تو اتباع شریعت کی بجائے اتباع ھواء کا راستہ کھلتا ہے، لیکن اگر یہ کام کتاب وسنت ہے گہری نظر رکھنے والے اصحاب بصیرت فقہاء اور اصحاب افتاء کے باہمی مشورے اور تبادلہ خیالات سے متفقہ طور پر انجام دیا جائے تو اس سے فقہی انارکی اور اباحیت نہیں پیدا ہوتی بلکہ شریعت کے دائرے میں سہولت فراہم ہوتی ہے، اور پیچیدہ مسائل کا حل نکلتا ہے۔

دور حاضر میں ایسے بہت سے مسائل اور سوالات سامنے آتے ہیں اجنکا شرعی حل جو قابل عمل اور اطمنان بخش ہو کسی ایک فقہی مسلک کی تمام جزئیات واجتہادات کا پابند رہ کر پیش نہیں کیا جاسکتا، خصوصا معاملات کے ابواب میں جن کی نت نئی شکلیں وجود میں آتی ہیں اور مروج ہوجاتی ہیں، اس لئے ایسے مسائل جن میں ابتلائے عام ہے اور لوگ ان سے کلیۃ دست بردار نہیں ہوسکتے، ان کا شرعی حل طے کرنے میں بعض اوقات مختلف فقہی مسائل سے استفادہ ناگزیر ہوجاتا ہے، یہ موضوع کیونکہ انتہائی اہم ہونے کیساتھ انتہائی نازک بھی ہے کیونکہ اس میں اعتدال کی راہ اختیار

کرنے کے بجائے اگر دو انتہاؤں میں ہے۔

کسی ایک انتہاء کو اختیار کرلیا جاتا ہے، تو یا تو اتباع شریعت کی بجائے اتباع شہوات کا دروازہ کھل جاتا ہے، یا امت کے لئے ایسی تنگی پیدا ہوجاتی ہے، جو ناقابل برداشت ہوتی ہے اور اسکو اختیار کرنے میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دین وشریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ دور جدید کے مسائل مکمل حل نہیں ہوسکتے، اور دور حاضر میں شریعت پر چلنا انتہائی دشوار ہے۔

اسی پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے ساتویں فقہی سیمنار کا موضوع ''تلفیق اور تتبع رخص'' رکھا گیا، تفصیلی سوال نامہ تیار کر کے علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا، اس موضوع پر مجلس کو اٹھارہ مقالات اور تحریریں موصول ہوئی ہیں، جن کی تلخیص کی ذمہ داری دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حضرت مولانا عبدالرحیم ندوی کو دی گئی، انہوں نے حسن وخوبی کے ساتھ یہ کام انجام دیا، اور انکی تیار کردہ تلخیص مقالات سیمنار کے موقع پر شرائع کر کے شرکاء میں تقسیم کی گئی، اور اس موضوع کا عرض مسئلہ تیار کرنے کا نازک کام جناب مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب کے سپرد کیا گیا ہے، جس کو انہوں نے بخوبی انجام دیا ہے، اور عرض مسئلہ اس موضوع کی نشست میں پیش کیا گیا، شرکار سیمینار نے موضوع کے مختلف مسائل اور سوالات پر تبادلۂ خیال اور مناقشہ کیا، اور تجاویز تیار کرنے کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی اس کمیٹی نے بڑی محنت سے اپنی تجاویز مرتب کیں جسے ساتویں فقہی سیمینار کی آخری نشست میں جزوی تبدیلیوں کے ساتھ اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔

اس موضوع سے متعلق موصول ہونے والے مقالات وتحریرات نیز اس سے تعلق تمام مواد (سوال نامہ، تلخیص، عرض مسئلہ، تجاویز وغیرہ) کو کتابی صورت میں مرتب کرنے کی ذمہ داری دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ جناب مولانا عبدالرحیم ندوی صاحب کے ذمہ کی گئی، جنہوں نے تلخیص مقالات کا کام بھی انجام دیا تھا الحمدللہ انہوں نے یہ خدمت بھی بحسن وخوبی انجام دی، میں ان کا شکر گزار ہوں اللہ انکی کوششوں کو قبول فرمائے اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

تلفیق اور تتبع رخص کے موضوع پر یہ علمی مجموعہ اہل علم کی خدمت میں پیش ہے، اللہ کرے کہ یہ امت مسلمہ کے لئے خصوصا علماء اور اصحاب افتاء کے لئے مفید ثابت ہوا اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت حاصل کرے۔

عتیق احمد بستوی

ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنو

۲۰/ اکتوبر ۲۰۲۶ء

عرض مرتب

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے، شریعتِ اسلامی ایک ابدی اور ہمہ گیر شریعت ہے جو فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہے۔ صلابت و لچک کا سنگم ہے، اعتدال وتوازن اس کا امتیاز ہے، یہی اوصاف اسے ہر زمان ومکان اور ہر خاص وعام کے لیے قابلِ عمل بناتے ہیں۔ حکمتِ الٰہی نے ہر دور میں ایسے اصحابِ کمال پیدا کیے جنھوں نے کتاب و سنت میں غواصی کر کے پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا۔

مصلحتِ خداوندی سے اخیر میں چار فقہی مسالک امت کے اندر مدون شکل میں رائج اور متداول ہو گئے، اور تقریباً پوری امتِ مسلمہ انھیں چار مسالک میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہے۔ علماء نے چاروں اماموں (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) میں سے کسی ایک کی پیروی کو انتظاماً لازم قرار دیا، جسے اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ تاہم، بعض مرتبہ کسی امام کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے میں تنگی کا احساس ہونے لگتا ہے، تو اہل علم، فقہاء اور مفتیانِ کرام امت کی سہولت کی غرض سے دوسرے ائمہ کی اجتہادی رائے سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دین کا مزاج سہولت اور یسر کا حامل ہے؛ دین آسان ہے، لیکن اسی کے ساتھ اتباعِ ہوٰی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے منع بھی کیا گیا ہے۔

اسی احتیاط کے پیشِ نظر اصحابِ ورع وتقویٰ ہمیشہ اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ ان کا کوئی عمل شریعت کے مزاج کے خلاف نہ ہونے پائے اور اسی لیے علماء نے عام حالات میں تلفیق بین المذاہب یا تتبعِ رخص (رخصتوں کی تلاش) کو ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب علماء دوسرے مسالک سے استفادہ کرتے ہیں، تو انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں یہ تلفیق بین المذاہب یا تتبعِ رخص کا غلط ارتکاب تو نہیں ہو رہا ہے اور موجودہ دور میں ورع وتقویٰ کا فقدان، خواہشاتِ نفس کا غلبہ ہے، سیاسی وسماجی دباؤ الگ ہے، اور علمی انحطاط اس پر مستزاد، ایسے میں انفرادی طور پر یہ طے کرنا کہ کس رخصت پر عمل کیا جائے اور کہاں دوسرے مسلک سے استفادہ کیا جائے، خطرہ سے خالی نہیں۔

لہذا ایسی اکیڈمیوں اور مجالسِ فقہیہ کا قیام ضروری ہوا جہاں علمائے امت اجتماعی طور پر بیٹھ کر جدید مسائل پر غور کریں، اجتماعی فیصلوں کے ذریعے نئے مسائل کا حل تلاش کریں، اور دوسرے مسالک سے استفادہ کرنے یا رخصتوں پر عمل کرنے کے حدود طے کریں تاکہ یہ عمل ہوائے نفس یا کسی خارجی دباؤ کا شکار نہ ہونے پائے۔

اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے 1963ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ''مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ'' قائم کی۔ جس میں اس وقت کے تقریباً سبھی مکاتب فکر کے معتبر علماء کرام کا مشورہ اور تعاون شامل رہا، پھر اسی طرز پر کئی فقہی ادارے وجود میں آئے جو اجتماعی طور پر جدید مسائل پر غور کرتے اور ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔

[مجلس کی سرگرمی ایک عرصہ تک رک سی گئی تھی پھر سن ۲۰۱۹ء میں از سر نو مجلس کا احیاء ہوا استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عتیق احمد بستوی صاحب مدظلہ العالی کو اس کی ذمہ داری سونپی گئی، اب آپ کی نگرانی میں مجلس سرگرم عمل ہے ہر سال اس کے فقہی سیمینار منعقد ہو رہے ہیں۔

چنانچہ مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ، ندوۃ العلماء نے اپنے ساتویں سیمینار کے لیے ''تلفیق بین المذاہب اور تتبعِ رخص'' جیسے اہم ترین موضوع کا انتخاب کیا، تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو، اصحابِ فقہ وافتاء اور اہلِ علم سر جوڑ کر غور کریں اور اس نتیجے پر پہنچ سکیں کہ کون سا تتبعِ رخص جائز ہے اور کون سا ناجائز، نیز کس نوعیت کی تلفیق بین المذاہب کا جواز ہے اور کہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر اصحابِ علم اور مفتیانِ کرام نے گراں قدر تحقیقی مقالے لکھے۔ اٹھارہ سے زائد مقالے مجلس کو موصول ہوئے؛ جن میں بعض انتہائی مبسوط تھے، بعض مختصر و جامع اور بعض نے ہر سوال کو الگ قائم کر کے جواب دیا تھا، جب کہ بعض نے ایک مسلسل مضمون کی شکل میں تمام سوالات کے جوابات تحریر کیے۔

ان مقالات کی تلخیص کی ذمہ داری اس سال مجلس کی طرف سے راقم الحروف کو دی گئی تھی۔ میں مجلس کا اور استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی دامت برکاتہم (جنرل سکریٹری مجلس تحقیقاتِ شرعیہ) کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس کے بعد متعینہ تاریخوں میں اس موضوع پر سیمینار منعقد ہوا، جس میں عرضِ مسئلہ اور تفصیلی مذاکرہ کے بعد اتفاق رائے سے تجاویز منظور ہوئیں۔ چونکہ مجلس افادہ عام کے لیے تحقیقی مقالات کو زیورِ طبع سے آراستہ کرتی ہے، لہٰذا ان مقالات پر نظرِ ثانی، ضروری حذف واضافہ کے لیے ایک بار پھر مجلس کے ذمہ داران نے ترتیب وتبویب کی ذمہ داری راقم کے سپرد کی، اور راقم نے اپنی بساط بھر اس تلخیص وترتیب کے فریضہ کو انجام دینے کی کوشش کی ہے۔

اب مجلس قارئینِ کے سامنے موضوع سے متعلق تیار کردہ سوالات، عرض مسئلہ، مقالات کی تلخیص، سیمینار میں پاس کردہ تجاویز اور تنقیح شدہ مقالات، یکجا پیش کر رہی ہے تاکہ استفادہ آسان ہو۔

اس موقع پر میں اس شخصیت کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کی سرپرستی اور اجازت سے یہ تمام امور انجام پا رہے ہیں۔

لہٰذا مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ اپنے صدرِ محترم جناب حضرت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی دامت برکاتہم کا

شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپ ہر علمی اور تعلیمی پروگرام کے لیے پوری فراخ دلی کے ساتھ اجازت مرحمت فرماتے ہیں بلکہ ایسے کاموں کو دینی اور علمی ضرورت سمجھتے ہیں۔

مجلس ہو یا دارالعلوم ندوۃ العلماء کے دیگر شعبہ جات جب بھی کسی دینی، علمی پروگرام یا ورکشاپ کی اجازت چاہتے ہیں آپ بخوشی اجازت عطا فرما دیتے ہیں۔ آپ کی اسی فراخ دلی اور انتظامی تعاون کا نتیجہ ہے کہ آج دارالعلوم کے تمام شعبے فعال ہیں، ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور میں ذاتی طور پر استاذِ گرامی حضرت مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی مدظلہ العالی کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس علمی خدمت کا موقع مرحمت فرمایا۔

اسی طرح ہم تمام مقالہ نگار حضرات کے بھی شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس سیمینار کے لئے اپنا قیمتی وقت فارغ کیا اور قیمتی مقالے تحریر کئے، برادرم محمد ریحان حمید بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ بروقت انہوں نے کمپوزنگ کر کے اس کام کو آسان بنایا، اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کام کو مفید بنائے آمین

والسلام

عبدالرحیم ندوی

۲/ اکتوبر ۲۰۲۶ء

سوالنامہ

تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دور حاضر کے نت نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں کبھی کبھی کوئی ایک فقہی مسلک کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ دوسرے فقہی مسالک (خصوصاً ائمہ اربعہ کے فقہی مسالک) سے مدد لی جائے، اوران کے ذریعہ بعض پیچیدہ مسائل کو حل کیا جائے، کیونکہ یہ تمام فقہی مسالک جو دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں مروج ہیں اور جن کی تقلید کا رواج ہے، یہ سب اسلامی شریعت اور اسلامی قانون کا حصہ ہیں، اجتہادی امور ومسائل میں ان کے اختلافات کی نوعیت حق وباطل، ہدایت وگمراہی کی نہیں ہے بلکہ یہ سب کتاب وسنت کے سمندر سے نکلنے والی بافیض نہریں ہیں جن سے امت مسلمہ سیراب ہورہی ہے، یہی وہ موقف ہے جسے اہل حق فقہائے مجتہدین، فقہ اور اصول فقہ کے ماہرین اور ہر دور کے متبحر علماء نے اختیار کیا ہے، اس لئے ان تمام فقہی مسالک کی کتابوں اور ان کے اجتہادات وآراء کو فقہ اسلامی کا گراں قدر حصہ مانا جاتا ہے، دلوں میں ان کی عظمت پیدا کی جاتی ہے اور ہر دور میں ان سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔

جو علماء اور اصحاب افتاء عام مسائل میں کسی خاص فقہی مسلک کی پابندی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، جب انہیں بعض مسائل میں موجودہ حالات کے تحت اپنے مسلک کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے یا اس پر فتوی دینے میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور وہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ کسی دوسرے فقہی مسلک کی اجتہادی رائے کو اختیار کرکے اس دشواری کا حل تلاش کریں اور امت مسلمہ کے لیے یسر وسہولت پیدا کریں، تو ان کے لئے یہ بات رکاوٹ بنتی ہے کہ کہیں ایسا کرنے میں تلفیق بین المذاھب یا تتبع رخص لازم نہ آئے جسے عام طور سے فقہاء اور اصولیین ناپسند کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء اس بات کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ تلفیق اور تتبع رخص کے موضوع پر مستقلا غور وخوض کیا جائے، ان کے دائروں اور حدود کی تعیین جائے اور یہ طے کیا جائے کہ تتبع رخص اور تلفیق کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ دونوں ہر حال میں ممنوع ہے؟ یا بعض حالات میں ان کی گنجائش ہے؟ ان کی انواع واقسام کیا ہیں اور ہر قسم کا حکم کیا ہے؟ کیا انفرادی استنباط کا احکام میں ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ یا اجتہاد کی صورت ہی میں بروئے کار لانا درست ہے؟

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے ساتویں فقہی سیمینار کے لئے تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص کو موضوع بنانا طے پایا، اور اس کے بارے میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں ،امید ہے کہ آپ درج ذیل سوالات کے تحقیقی جوابات کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تحریر فرمائیں گے، خاص طور سے اس موضوع پر کتب فقہ واصول فقہ سے بھرپور استفادہ کرکے اپنے جوابات تحریر کریں گے۔

محور اول:

تلفیق بین المذاھب

(۱) تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

(۲) تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ تفصیل ووضاحت سے لکھیں اور قسموں کے احکام بھی تحریر کریں۔

(۳) تلفیق کی کونسی شکلیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ اس کے دلائل کیا ہیں؟ کچھ حضرات نے تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے؟ اگر ایسا نقطہ نظر پایا جاتا ہے تو یہ وضاحت کریں کہ کن حضرات کا موقف ہے اور ان کے دلائل کیا ہیں؟

(۴) کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاھب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء اور اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

(۵) کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاھب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

(۶) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں؟ یا ایسا کرنے کی گنجائش نہیں؟

محور دوم

فقہاء اور اصولیین کے یہاں تتبع رخص کی بحث آتی ہے اور بعض مفسرین جو آیات احکام پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استنباط احکام کا ذوق ومزاج رکھتے ہیں، ان کے یہاں بھی کبھی کبھی اس پر گفتگو آتی ہے، دور حاضر میں جہاں تلفیق پر گفتگو آتی ہے وہیں تتبع رخص کا موضوع بھی زیر بحث آتا ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

(۱) تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟

(۲) تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

(۳) تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟ اور احکام کے دلائل کیا ہیں؟

(۴) کتاب وسنت میں نفیاً یا اثباتاً تتبع رخص کا ماخذ کیا ہے؟ یعنی تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

(۵) تتبع رخص اور تلفیق بین المذاھب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

(۶) دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں اور اصول کیا ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔ (۷) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

تجاویز بابت ''تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص''

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کا موضوع منعقدہ ۲۷-۲۸/ستمبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ واتوار کے سیمینار میں زیر بحث آیا۔

اہل سنت کے تمام فقہی مسالک جو دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں مروج ہیں اور جن کی تقلید کی جاتی ہے، یہ سب اسلامی شریعت کا حصہ ہیں، اجتہادی مسائل میں ان کے اختلافات کی نوعیت حق و باطل کی نہیں ہے، بلکہ یہ سب کتاب وسنت کے سمندر سے نکلنے والی بافیض نہریں ہیں، جن سے امت مسلمہ سیراب ہورہی ہے، اس لیے تمام فقہی مسالک کی کتابیں اوران کے اجتہادات فقہ اسلامی کا گراں قدر حصہ ہیں۔

جوعلماء اور اصحاب افتاء عام فقہی اجتہادی مسائل میں کسی خاص فقہی مسلک کی پابندی کرتے ہیں، جب انہیں بعض مسائل میں موجودہ حالات کے تحت اپنے مسلک کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے یا اس پر فتوی دینے میں شدید حرج محسوس ہوتا ہے اور وہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ کسی دوسرے فقہی مسلک کی اجتہادی رائے کو اختیار کرکے اس دشواری کا حل تلاش کریں اور امت مسلمہ کے لیے یسر وسہولت پیدا کریں، تو ان کے لیے یہ بات رکاوٹ بنتی ہے کہ کہیں ایسا کرنے میں ممنوع تلفیق بین المذاہب لازم نہ آئے، اس پس منظر میں بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱۔ تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو یا دو سے زائد فقہاء کی رائے کو اس طرح جمع کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو، یہ شکل ناجائز ہے۔

۲۔ پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لیے درج ذیل شرائط کے ساتھ ظاہری تلفیق (جو درحقیقت دوسرے فقہی مسلک سے استفادہ ہے) کو اختیار کرنے کی اجازت ہے:

الف: تلفیق سے کسی نص یا اجماع کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔

ب: تلفیق اتباع ہویٰ کی غرض سے نہ ہو۔

ج: تلفیق کے نتیجہ میں کسی حرمت شرعیہ کا جواز لازم نہ آتا ہو۔

د: جس مسلک کے فقہی قول کو لیا جائے اس کی تمام شرائط کی رعایت کی جائے۔

۳۔ یہ تلفیق معتبر اصحاب افتاء کے اجتماعی غور وخوض کے ذریعہ انجام پائے، لیکن بوقت ضرورت انفرادی فتاوی میں بھی اس کی گنجائش ہے۔

۴۔ محض خواہش نفس کی بنیاد پر فقہاء کی سہولتوں کو اختیار کرنا درست نہیں ہے کہ یہ احکام شریعت سے آزاد ہونے کا ذریعہ ہے۔

۵۔ فقہاء کے آسان اقوال کو اختیار کرنا درج ذیل شرائط کے ساتھ درست ہے:

الف: وہ اقوال شرعاً غیر معتبر اور شاذ نہ ہوں۔

ب: مشقت کو دور کرنے کے لیے رخصت اختیار کرنے کی حاجت ہو۔

ج: رخصت کا مقصد کسی غیر مشروع عمل کی انجام دہی نہ ہو۔

تلخیص مقالات

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مولانا عبدالرحیم ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے شریعت اسلامی ایک ابدی اور ہمہ گیر شریعت ہے ہر زمان ومکان اور ہر عام و خاص کے لیے اس میں مکمل ہدایت موجود ہے، حکمت خداوندی نے ہر دور میں ایسے افراد کار پیدا کئے جنہوں نے کتاب وسنت میں غواصی کر کے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا اور مصلحت خداوندی سے آخر میں چار فقہی مسالک امت کے اندر مدون شکل میں رائج اور متداول ہو گئے اور تقریبا پوری امت مسلمہ انہیں چار مسالک میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہے اور علماء نے چاروں اماموں (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی ایک کی پیروی کو انتظاما لازم قرار دیا جس کو تقلید کہا جاتا ہے، لیکن بعض مرتبہ کسی امام کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے میں تنگی کا احساس ہونے لگتا ہے تو پھر اہل علم فقہاء اور مفتیان کرام دوسرے ائمہ کی اجتہادی رائے سے استفادہ کرتے ہیں اور امت کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے کہ دین کا مزاج سہولت اور یسر کا حامل ہے دین آسان ہے۔

لیکن اتباع ہوی اور خواہشات نفس کی پیروی سے منع بھی کیا گیا ہے اس لیے اصحاب ورع وتقوی ہمیشہ اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ ان کا کوئی عمل شریعت کے مزاج کے خلاف نہ ہونے پائے، اسی لیے علماء نے تلفیق بین المذاہب یا تتبع رخص کو عام حالات میں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ جب علماء دوسرے مسالک سے استفادہ کرتے ہیں تو ان کو اس بات کا خدشہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں تلفیق بین المذاہب یا تتبع رخص کا ارتکاب تو نہیں ہو رہا ہے۔

اس لیے مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء نے اپنے ساتویں سیمینار کا ایک موضوع ''تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص'' طے کیا ہے تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو اور فقہائے امت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ کون سا ''تتبع رخص'' جائز ہے اور کون سا ناجائز اور کس طرح کی ''تلفیق بین المذاہب'' کا جواز ہے اور کہاں پر عدم جواز ہے، چنانچہ اس موضوع پر اصحاب علم اور مفتیان کرام اور فقہائے عظام نے اپنے تحقیقی مقالے قلم بند کیے ہیں، اٹھارہ سے زائد

مقالے مجلس کو موصول ہوئے بعض انتہائی مبسوط تھے اور بعض مختصر اور جامع ،بعض نے ہر سوال کا جواب الگ الگ سوال قائم کر کے دیا ہے،تو بعض نے ایک مضمون کی شکل میں تمام سوالوں کے جواب پر مشتمل مقالہ تحریر کیا ہے۔

مقالہ نگار حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں: مفتی عبدالرزاق امروہی قاسمی ،مولانا اختر امام عادل قاسمی ،مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی ،مفتی اقبال احمد ابن محمد ٹنکاوری ،مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی ،مفتی حبیب اللہ قاسمی ،مفتی محمد شاہجہاں ندوی ،مفتی رحمت اللہ ندوی ،مفتی عبدالرشید قاسمی ،مفتی جنید احمد قاسمی ،مولانا عبید اللہ ندوی ،مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی ،مفتی توصیف قاسمی ،مفتی عبدالتواب اناوی ،مولانا محمد صابر حسین ندوی ،مولانا محمد انیس ندوی ،مولانا ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی ،مولانا اسجد حسن ندوی۔

سوال نمبر 1 تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

جواب۔ تلفیق کے لغوی معنی ضم یعنی دو چیزوں کو ملانے کے ہیں، ایک کپڑے کو دوسرے کے ساتھ ملا کر سی دینے کے ہیں، تلفیق کبھی کبھی ملمع سازی اور جھوٹ کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے، الفاظ کے فرق کے ساتھ تمام مقالہ نگار تلفیق کے لغوی معنی یہی بیان کرتے ہیں:

لفقت الثوب الفق لفقا وھو ان تضم شقہ الی اخری فتخیطھا

اس کے لیے مقالہ نگار حضرات نے مختلف لغات کا حوالہ دیا ہے مثلا تاج العروس، معجم الوسیط ،لسان العرب وغیرہ

تلفیق کی اصطلاحی حقیقت تمام مقالہ نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ قدیم فقہاء کے یہاں تلفیق کی اصطلاح نہیں ملتی ہے بلکہ یہ اصطلاح ساتویں صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہے، اس سے پہلے فقہاء کے یہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں مستعمل نظر آتا ہے، البتہ متاخرین کے یہاں یہ باقاعدہ ایک فقہی اصطلاح بن گئی ہے چنانچہ مختلف اہل علم نے مختلف الفاظ میں اس کی اصطلاحی تعریف کی ہے، جس کا خلاصہ یوں نکل کر سامنے آتا ہے:

التلفيق هو الجمع بين آراء وأقوال أكثر من مذهب فقهي في مسألة واحدة أو عبادة واحدة أو معاملة على وجه يؤدي إلى صورة من العمل لا يقرها أي مذهب من المذاهب الأربعة لو نظر إليها منفرداً، بل قد يحكم كل مذهب ببطلان تلك الصورة۔ (معجم لغۃ الفقہاء ص:)

تلفیق اس عمل کو کہتے ہیں، جس میں ایک ہی مسئلہ، عبادت یا معاملہ میں ایک سے زائد فقہی مذاہب کے اقوال و آراء کو اس طرح جمع کیا جائے کہ اس سے ایسی عملی صورت پیدا ہو، جو اگر ہر مذہب کے اصول کے مطابق علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے تو کوئی بھی مذہب اسے درست نہ سمجھے بلکہ ممکن ہے کہ ہر مذہب اس عمل کو باطل قرار دے۔

اور فقہاء واصولیین کی اصطلاح میں تلفیق کے معنی میں متعدد مذاہب کو ایک عمل میں اس طرح جمع کر دیا جائے کہ کسی بھی ایک مذہب کے مطابق وہ عمل صحیح نہ ہو سکے۔

التلفيق: هو القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في أي مذهب من المذاهب (لغة الفقهاء ٤٤١)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب قاموس الفقہ میں تحریر فرماتے ہیں: ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف جزوی عدول کی ایک صورت تلفیق ہے۔ تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔۔۔ اگر دو علاحدہ مسئلوں میں مختلف فقہا کی رائے پر عمل کیا جائے گو وہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ ہوں تو اس کا شمار تلفیق میں نہ ہوگا۔ (قاموس الفقہ، ج2 ص532، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

دیکھئے مقالہ: مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، اسی سے ملتی جلتی تعریف تمام مقالہ نگاروں نے کی ہے۔

تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس سوال کے جواب میں بعض مقالہ نگار نے تلفیق کی صرف دو قسم کی ہیں، ایک جائز دوسرے ناجائز، وہیں پر دوسرے مقالہ نگاروں نے تلفیق کرنے والوں کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں کی ہیں ۱ مجتہد مطلق ۲ مجتہد مقید ۳ مقلد محض، جہاں تک مجتہد مطلق کا تعلق ہے تو اس کے یہاں تلفیق کا مسئلہ ہی زیر بحث نہیں آتا کیونکہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے، اسی طرح مقلد محض یعنی عامی آدمی اس کے یہاں بھی تلفیق کا مسئلہ نہیں رہ جاتا ہے، کیوں کہ اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا اب باقی بچتا ہے ''مجتہد مقید'' اس کی تلفیق کی چار شکلیں ہو جاتی ہیں:

۱- الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق یعنی اپنے اجتہاد سے ایک مسئلہ میں ایک امام کی رائے کو ترجیح دے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کے قول کو ترجیح دے تو ظاہرا یہ تلفیق ہے ورنہ حقیقت میں اس مجتہد مقید کا یہ تفرد ہے، یہ اس کے لیے جائز ہے مگر غیر مجتہد کے لیے مجتہد مقید کے تفرد کا اتباع جائز نہیں۔

أما حكمه إذا كان بين قولين فقط دون العمل بأن رجح مجتهد قول الشافعي في الاحتجام، وقول أبي حنيفة في المس، أو في عدم ركنية الفاتحة للصلاة، فهو جائز. (مقدمه اعلاء السن)

۲- دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق، جائز ہے لیکن غیر مستحسن ہے۔

وكذا جاز لو لفق بينهما في عملين لا في عمل واحد بأن صلى صلاة بعد الاحتجام بلا إعادة الوضوء، ولم يترك الفاتحة مثلاً، وصلى أخرى بإعادة الوضوء بعده، واقتصر في القراءة على أية. (مقدمه اعلاء السنن (۲/۹۸))

۳- عمل واحد میں تلفیق یہ خارق اجماع ہے اور سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

دلیل إن التلفیق من أقوال المجتهدین إن کان مبطلاً للإجماع لم یجز والا جاز، نظیره صلاة من احتجم، ومس المرأة بعد الوضوء من غیر تجدیده، فإنها باطلة اجتماعا (مقدمه اعلاء السنن (۹۷/۲)

٤ ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق یہ جائز نہیں۔

وکذا صلاة من أخذ بقول الشافعي في الاحتجام، وبقول أبي حنیفة في عدم رکنیة الفاتحة للصلاة، فاکتفی بآیة من القرآن ولم یقرأ الفاتحة، فإنها باطلة إجماعاً (مقدمه اعلاء السنن)

اسی طرح شیخ عبدالغنی نابلسی شرح جمع الجوامع کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

إذا علمت هذا لم تتوقف في بطلان العمل الملفق من مذهبین أو ثلاثة أو أربعة، إذ التلفیق في مثل ذلك خرق للإجماع، فلا یجوز للمجتهد، فما بالمقلد القاصر (خلاصة التحقیق ص ۲۵)

ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی قاضی مجاہد الاسلام صاحب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ تتبع رخص میں تین نقطہاء نظر ہیں:

۱۔ مطلقا ممنوع

۲۔ مطلقا جواز

۳۔ عام حالات میں ممنوع خاص حالات میں مثلا ضرورت یا مرض یا کسی عذر کی وجہ سے جائز (مباحث فقہیہ، ص:178)

ان کا رجحان جواز کا ہے لیکن شرائط کے ساتھ تلفیق اور تتبع رخص ان کے نزدیک دونوں جائز ہیں اگر ضرورت ہو، شرط یہ ہے کہ دوسرا قول شاذ نہ ہو اور نص سے ٹکراتا نہ ہو

مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی لکھتے ہیں: اصطلاح میں تلفیق اس عمل کو کہتے ہیں، جس میں مختلف فقہی مذاہب کے اقوال کو ایک ہی مسئلے میں اس طرح ملایا جائے کہ ان کا مجموعی نتیجہ کسی ایک مذہب کے اصول کے مطابق درست نہ ہو۔ فقہاء اس لفظ کو دو معانی میں استعمال کرتے ہیں: ایک ضم کے معنی اور دوسرے جمع وتطبیق کے معنی میں۔ مختلف اعتبارات سے تلفیق کی مختلف صورتیں ہیں، جن کے جواز اور عدم جواز کے تعلق سے علماء کی رائیں بھی مختلف ہیں، بعض علماء کے نزدیک تلفیق کی ہر صورت جائز ہے، بعض کے نزدیک ہر صورت نا جائز، جب کہ بعض کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ تلفیق جائز ہے اور یہی راقم کے نزدیک راجح قول ہے۔

سوال نمبر ۳۔ جو حضرات تلفیق کو مطلقا جائز یا مطلقا نا جائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

(۱) عدم جواز کے قائلین کے پیش نظر یہی بات ہے کہ تلفیق کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت لازم آئے گی؛ کیونکہ یہ احداث قول ثالث ہے، جب مجتہدین کے مابین دو قول ہوں تو گویا دو ہی قول میں وہ مسئلہ دائر رہے گا اور گویا

یہ اجماعی مسئلہ ہوگیا، اور اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے۔(اصول الفقہ الاسلامی: ۱۱۴۴/۲ وہبہ زحیلی)

(۲) نیز تلفیق کے عدم جواز پر فقہاء کا اجماع ہے، چنانچہ حصکفی کہتے ہیں:

وأن الحكم الملفق باطل بالإجماع وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا وهو المختار في المذهب، وأن الخلاف خاص بالقاضي المجتهد وأما المقلد فلا ينفذ قضاءه بخلاف مذهبه أصلا كما في القنية. (در مختار: ۱/۵۵-۵۶ مقدمة)

(۳) جب مقلد نے ایک مذہب کے مطابق عمل کرلیا تو گویا اس نے اپنے اوپر لازم کرلیا، اب اس سے گریز کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔(التقریر والتحبیر: ۴۶۸/۳ ابن امیر الحاج)

(۴) اگر اس دروازے کو چوپٹ کھول دیا جائے تو نفس پرستی کا جواز فراہم ہوگا، اور معمولی معمولی وجہ کی بنا پر ایک مسلک سے دوسرے مسلک بلکہ نئے مسلک کی جانب خروج پایا جائے گا۔

مفتی عبدالرزاق امرووی صاحب لکھتے ہیں کہ تلفیق کو جائز قرار دینے سے شریعت میں کئی قباحتوں کا دروازہ کھلتا ہے، مثلاً حرام کو حلال قرار دینا، اور مشکلات شریعت سے جان چھڑانا وغیرہ، اسکی مثال یہ ہے کہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر اس کی عبارت سے صحیح ہوجاتا ہے، نیز امام مالک کے یہاں گواہ کا ہونا مجلس نکاح میں ضروری نہیں ہے، چنانچہ کوئی شخص عورت سے بغیر ولی کے نکاح کرے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے۔ اور گواہ کے بغیر امام مالک کی تقلید کرتے ہوئے۔ تو اس طرح زنا تک جانا آسان ہوگیا، اس کی طرف سفارینی نے اپنی عبارت میں اشارہ کیا ہے:

ولقد كان بعض أشياخنا توقف في القول ببطلان التلفيق، فنازعته في ذلك، ثم إني أتيته بهذه الصورة، فرجع عن قوله، وقال: التلفيق باطل، والقاعدة: أن كل ما أدى إلى محظور فهو محظور، وكل قول يلزم منه إباحة المحرم فهو مردود. (التحقيق في بطلان التعليق للسفارينى، ص/ ۱۷۲)

مولانا ڈاکٹر فہیم ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ، تلفیق کوئی اصولی اصطلاح نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی ذکر قرآن یا سنت میں ہے۔ یہ دراصل مسلکی تقلید کے اندر دو یا زائد مسلکوں کی تقلید جمع کرنے سے پیدا ہونے والی ایک مرکب صورت حال کا نام ہے۔ اس کی مختلف شکلیں بنتی ہیں دو یا زائد مسالک کی ایک ہی مسئلہ میں اس طرح تقلید کرنا کہ اس مسئلہ کی مجموعی حقیقت کسی مسلک کی رو سے درست نہ ہو۔ اس پر فقہاء واصولیین نے طویل کلام کیا ہے، اور جواز وعدم جواز دونوں رائیں پائی جاتی ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے:

"اعلم ان الناس كانوا قبل المأة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه (۲۹)۔

آگے لکھتے ہیں:

وكان خبر العامة أنهم كانوا في المسائل الاجتماعية التي لا اختلاف فيها بين المسلمين أو جمهور المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع وكانوا يتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلاة والزكاة ونحو ذلك من آبائهم ومعلمي بلداتهم فيمشون حسب ذلك، واذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها أي مفت وجدوا من غير تعيين مذهب (۳۰)

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمۃ نے اپنی ایک تحریر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جس میں فقہاء واصولیین کی ہر دو آراء کو نقل کیا ہے، اور آخر میں اپنی رائے دی ہے۔ حضرت قاضی صاحب اپنی رائے یوں لکھتے ہیں:

تلفیق کا مسئلہ تقلید کے زمانہ میں پیدا ہوا جب مشہور مذاہب کے فقہاء نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ میں ورع و تقوی کی کمی ہے، اور لوگوں میں خواہشات نفسانی کی پیروی کا سخت میلان پایا جاتا ہے، تو ان میں سے بہت سے حضرات نے سد ذریعہ کے طور پر، اور تشہی فسق وفجور اور شرعی احکام سے آزادی حاصل کرنے کے رجحان کو ختم کرنے کے لئے تقلید کو واجب قرار دیا۔ فقہاء کی جو تصریحات ہم نے ذکر کی ہیں ان سے واضح ہے کہ تلفیق کے مسئلہ میں علمائے اصول اور حضرات فقہاء کے تین مذاہب ہیں:

اول: تلفیق مطلقاً جائز ہے۔

دوم: تلفیق مطلقا ناجائز ہے۔

سوم: چند شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے۔

اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ پہلا قول یعنی تلفیق کا مطلقاً جائز ہونا بہت خطرناک ہے، خاص کر ہمارے اس دور میں جس میں خواہش کا غلبہ ہے اور ورع وتقویٰ کی کمی ہے، اور اباحت پسندی اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ اگر ہم اس مذہب کو اختیار کریں تو شریعت کو معطل کرنا لازم آئے گا، اور دین مذاق بن کر رہ جائے گا، اور لوگ دین وشریعت کو کھلونا بنالیں گے۔ اس کے برعکس دوسرے مذہب کو اختیار کرنا یعنی تلفیق کو مطلق ناجائز قرار دینا باوجود یکہ یہ قرآن وسنت سے ثابت بھی نہیں ہے، اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

قاضی صاحب آگے لکھتے ہیں:

ہم مختلف فقہاء اور مجتہدین کی آراء سے استفادہ کریں، خصوصاً جب کہ تتبع رخص کی نیت سے نہ ہو، بلکہ امت سے واقعتاً حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لئے ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا خواہشات نفس کی

پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کے لئے حیلہ جوئی ہو۔لیکن صحیح مقاصد کے لئے درج ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے۔

1۔تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہے اس سے رجوع نہ لازم آئے۔

2۔اس سے اس کے لازم اجماعی سے رجوع لازم نہ آئے۔

3۔علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے۔

مختلف پیرائے بیان میں تقریباً سبھی مقالہ نگار نے اسی طرح کی بات لکھی ہے۔

تلفیق کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل درج ذیل ہے:

ا۔تلفیق کی ممانعت پر کوئی نقلی اور عقلی دلیل نہیں ہے۔علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں مذہب معین کی اتباع کی بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں:

وَ الْغَالِبُ أَنَّ مِثْلَ هَذِهِ الْزَامَاتُ مِنْهُمْ لِكَفِّ النَّاسِ عَنْ تَتَبع الرُّخَصِ وَإِلَّا أَخَذَ الْعَامِيُّ فِي كُلِّ مَسْأَلَةٍ بِقَوْلِ مُجْتَهِد قَوْلُهُ أَخَفُ عَلَيْهِ، وَأَنَا لَا أَدْرِي مَا يَمْنَعُ هَذَا مِنْ النَّقْلِ أَوْ الْعَقْلِ وَ كَوْنُ الْإِنْسَانِ يَتَّبِعُ مَا هُوَ أَخَفُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَوْلِ مُجْتَهِدٍ مُسَوَّغٌ لَهُ الاجْتِهَادُ مَا عَلِمْت مِنْ الشَّرْعِ ذَمَّهُ عَلَيْهِ، وَ كَانَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يُحِبُّ مَا خَفَّفَ عَنْ أُمَّتِهِ، وَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (فتح القدیر لابن الھمام ۲۵۸/۷)

صحابہ کرام کا عمل بھی جواز تلفیق کی دلیل ہے، کیونکہ صحابہ کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف تھا؛لیکن کسی صحابی نے کبھی مستفتی کو اپنا پابند نہیں کیا، اور نہ کبھی کسی کو اس بات پر ملامت کی کہ دوسرے صحابہ سے فتوی کیوں لیتا ہے۔ایک ہی مذہب کی پابندی پر اصرار کرنا بعض اوقات حرج اور تنگی کا سبب بنتا ہے جو شریعت کے مقاصد عامہ کے خلاف ہے، کیونکہ یسر، رفع حرج اور عدم مشقت شریعت کے بنیادی اصول ہیں۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی صاحب لکھتے ہیں مطلقا مجوزین کی رائے میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت میں رفع حرج کا اعتبار ہے، اور یسر وسہولت مطلوب شئ ہے، اتنی بات بہت اچھی ہے، مگر یہ بات اپنی جگہ تحقیق طلب ہے کہ کیا ہم نے جس کو یسر وسہل سمجھا ہے وہ شریعت میں مطلوب ہے یا شریعت نے اس کا دائرہ متعین کر دیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ یہ ایسا امر ہے جس میں لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا تھا، ورنہ گمراہی وضلالت پھیل جاتی ہے؛اس لیے اس کا دائرہ عمل متعین کر دیا گیا، اگر امور تکلیفیہ انجام پا جائے اور یسر وعسر دونوں راہ ہوں تو یسر کو اختیار کرنے میں حرج نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یسر کے لحاظ میں اصل حکم تکلیفی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل

ان کی سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ اس سے تتبع رخص کا مزاج بنے گا، اور ہوی پرستی کی راہ کھلے گی، مگر جو

تفصیل پچھلے صفحات میں گزری ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ مقصود تتبع رخص نہ ہو بلکہ بوقت ضرورت امور تکلیفیہ پر عمل کرنا مقصود ہو تب ہی اس کی اجازت ہوگی۔ عدم جواز کے قائلین کی جانب سے جو کہا گیا کہ اس کی ممانعت پر اجماع ہے یہ دعوی محض ہے۔

اس بابت تین آراء ہیں: مطلقا جواز، مطلقا عدم جواز اور مشروط جواز۔ نیز یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے اجماع کی مخالفت لازم آئے گی یہ بات بھی قرین صواب نہیں ہے، اگر اجماع کی مخالفت لازم آرہی ہے وہی تلفیق نا جائز ہے، اور یہ کہنا کہ ایک نئے قول کا احداث ہے یہی تو اجماع کی مخالفت ہے تو جاننا چاہیے کہ جس طرح ایک مذہب کا التزام واجب لغیرہ ہے اسی طرح تلفیق کی جائز صورت (جس میں اجماع کی مخالفت نہ ہو، کسی نص کی مخالفت نہ ہو، اتباع ہوی مقصود نہ ہو، عبادات کے علاوہ میں اگر عمل کرلیا ہو تو پھر رجوع نہیں ہے، حاکم کے حکم کا نقض لازم نہ آرہا ہو) عذر اور ضرورت کے وقت ہی گنجائش رکھتی ہے، واجب لغیرہ کے ضمن میں اس کا واجب نہ ہونا پنہاں ہوا کرتا ہے، لہذا مطلقا عدم جواز کی بات فقہی مزاج سے دور معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۴۔ تلفیق کا دائرہ عمل کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء و اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

اس سوال کے جواب میں مولانا اختر امام عادل قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

تلفیق کا دائرہ عمل اجتہادی مسائل ہیں، مسائل منصوصہ میں اس کی اجازت نہیں ہے، رہی یہ بات کہ کن ابواب میں تلفیق کی اجازت ہے اور کن میں نہیں ہے؟ تو ایسی کوئی تفصیل قدیم وجدید فقہاء واصولیین کے یہاں مجھے نہیں ملی، البتہ عہد جدید کے بعض محققین نے اس طرح کی بعض تفصیلات قلمبند کی ہیں (جیسے شیخ وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں اس پر گفتگو کی ہے) لیکن میرے خیال میں معتقدات اور منصوص مسائل کے علاوہ تمام ابواب میں بوقت ضرورت تلفیق کو حسب شرائط اختیار کیا جاسکتا ہے خواہ وہ عبادات و دیانات کی قبیل سے ہوں یا معاملات کے:

وَاعْلَمْ أَنَّ التَّلْفِيقَ كَمَا يَتَأَتَّى فِي الْعِبَادَاتِ، كَذَلِكَ يَتَأَتَّى فِي. فِي غَيْرِهَا، فَلَوْ اسْتَأْجَرَ مَكَانًا مَوْقُوفًا تِسْعِينَ سَنَةً مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، مُقَدَّدًا فِي الْمُدَّةِ لِلشَّافِعِي وَأَحْمَدَ، وَفِي عَدَمِ الرُّؤْيَةِ لِأَبِي حَنِيفَةَ، جَازَ لَهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: هَذَا مِنْ حَيْثُ التَّقْلِيدِ الْمُنْجِي لِصَاحِبِهِ، وَأَمَّا مِنْ حَيْثُ النزَاعِ، فَالْأَمْرُ بِحَالِهِ، بِمَعْنَى أَنَّ الْأَمْرَ لَوْ رُفِعَ إِلَى حَاكِمٍ يَرَى الْبُطْلَانَ، فَإِنَّهُ يَعْمَلُ بِذَلِكَ فِي مَذْهَبِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا وَجَدَ الْحُكْمَ انْتَهَى مُلَخَّصًا، ثُمَّ قَالَ: فَتَدَبَّرْ مَا قلته فانه الحق ان شاء الله تعالى۔ (مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهى، ج۱ص۳۹۱)

مفتی حبیب اللہ قاسمی (خادم الحدیث والافتاء مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ) نے لکھا ہے کہ فقہ حنفی اور دیگر فقہی مذاہب کے اصولوں کی روشنی میں تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں جائز اور بعض میں ناجائز ہے۔

۱۔ وہ ابواب جہاں تلفیق جائز ہے: معاملات (بیع، اجارہ، شرکت، مضاربت، نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ، مالیات، قانونی امور، جدید مسائل، بینکنگ اخلاقیات، وغیرہ) میں تلفیق کی گنجائش زیادہ ہے، بشرطیکہ وہ شرعی مصلحت اور رفع حرج پر مبنی ہو۔

۲۔ وہ ابواب جہاں تلفیق جائز نہیں: عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) میں تلفیق ناپسندیدہ اور بعض اوقات ناجائز ہے، کیونکہ یہ تعبدی امور ہیں، جن میں فقہاء نے تبدیلی کی اجازت نہیں دی۔ حدود وقصاص میں بھی زیادہ تر تلفیق کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں۔ یعنی اگر مصلحت شرعیہ ہو، تو معاملات اور اجتہادی امور میں تلفیق جائز ہے۔ اگر محض آسانی یا حیلہ جوئی ہو تو یہ کسی بھی باب میں جائز نہیں اس کے لیے انھوں نے کئی کتابوں سے عبارتیں نقل کی ہیں:

امافي المعاملات فالأمر فيه أوسع، لأن المقصود فيه تحقيق المصالح، وأما في العبادات، فلا يجوز التلاعب بين الأقوال لمافيها من التعبد المحض البدائع والصنائع ٥/(157)٢۔ المبسوط (امام سرخسی)

"لا يجوز التلفيق في الأحكام التعبدية، وأما في المعاملات، فمبنى على التيسير ورفع الحرج (ج٣/ص (٢١٢- الهدايه (امام المرغينانی)"

القول المركب غير معتبر في العبادات، وأما في المعاملات، فيجوز عند الحاجة والمصلحة۔ (ج٤ص٩٨)

مرکب قول عبادات میں معتبر نہیں، جبکہ معاملات میں ضرورت اور مصلحت کے تحت جائز ہے۔

مفتی رحمت اللہ صاحب نے لکھا تلفیق بین المذاہب عقائد وایمانیات یعنی قطعی وغیر مجتہد فیہ امور میں جائز نہیں ہے عبادات معاملات اور دیگر ابواب کے وہ مسائل جو فروعی اور مجتہد فیہ ہیں ان میں تلفیق اپنی شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

مولانا اسجد حسن ندوی نے لکھا ہے:

تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں جائز ہے اور بعض میں جائز نہیں ہے، اس طرح کی تفصیل ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب اصول فقہ میں کی ہے جس کا خلاصہ یہاں پر لکھا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ عقائد، ایمان اور اخلاق سے متعلق ابواب میں تلفیق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور ان ابواب میں تلفیق سے کام لینا

درست نہیں ہے۔ جہاں تک بات فروعی اور اجتہادی مسائل کی ہے تو اس کو ڈاکٹر صاحب نے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم: مابني في الشريعة على اليسر و التسامح مع إختلافه بإختلاف أحوال المكلفين۔

دوسری قسم: مابني على الورع و الاحتياط۔

تیری قسم: مايكون مناطه مصلحة العباد و سعادتهم۔

پہلی قسم جس کا تعلق عبادات سے ہے تو عبادات میں ضرورت کے پیش نظر تلفیق جائز ہے، دوسری قسم جس کا تعلق محظورات یعنی ممنوعات سے ہے تو اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اس صورت میں شرعی ضرورت کی بنیاد ہی پر تلفیق کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ اور تیسری صورت جن کا تعلق معاملات سے ہے تو اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اگر ان کی اصل تحریم ہو تو اس میں تلفیق ممنوع ہے لیکن اگر ان کی بنیاد انسانی مصلحتوں پر ہو تو اس میں تلفیق کی اجازت ہوگی۔ یہی رائے مولانا محمد انیس ندوی کھجرانہ اندور کی بھی ہے۔ اور دوسرے مقالہ نگار حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔

مولانا عبدالتواب صاحب اناوی کا کہنا ہے کہ

جن ابواب میں فقہاء متفق ہیں وہاں تلفیق نہیں ہوگی اور جہاں اختلاف ہے وہاں تلفیق جائز ہے کیونکہ فقہاء کا اختلاف ہی تلفیق کی بنیاد ہے مفتی عبدالرزاق امرووی صاحب اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں شریعت کے احکام بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نص سے ثابت ہوتے ہیں) اور دوسرے وہ جو اس نوعیت کے نہیں ہیں۔ جو احکام پہلی قسم کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں وہاں کسی دوسری رائے کی گنجائش نہیں لہذا وہاں تلفیق کی گنجائش بھی نہیں جو احکام دوسری قسم کے تحت آتے ہیں ان کی، ثبوت کے اعتبار سے مزید درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ قطعی الثبوت لیکن ظنی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں، جیسے آیت کریمہ ہے: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ کی تعیین میں فقہاء کے یہاں اختلاف ہے۔

۲۔ وہ احکام جو ظنی الثبوت لیکن قطعی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں۔

۳۔ وہ احکام جو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں جیسے حدیث میں ہے: تحريمها التكبير (سنن ابوداود، حدیث)

یہ خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے اور دلالت کے اعتبار سے بھی ظنی ہے کہ اس کا مدلول صرف اللہ اکبر کہنا ہے یا کوئی بھی ایسا کلمہ کہا جاسکتا ہے جو اللہ کی عظمت و کبریائی بیان کر رہا ہو۔

۴۔ وہ احکام جو ایک ہی جیسی دلیل سے ثابت ہوں اور باہم متعارض ہوں۔ احکام کی ان اقسام میں سے پہلی

قسم کو چھوڑ کر باقی تمام وہ احکام ہیں جہاں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہے وہاں تلفیق کی گنجائش ہوگی، گویا کہ **ان کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ مجتہد فیہ مسائل ہی میں تلفیق کی گنجائش ہے باقی جو قطعی مسائل ہیں اس میں تلفیق کی گنجائش نہیں جیسے عقائد وایمانیات تقریبا تمام مقالہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تلفیق جو جائز ہے وہ صرف مجتہد فیہ مسائل ہی میں جائز ہے دیگر قطعی مسائل میں تلفیق کی گنجائش نہیں ہے۔**

سوال نمبر ۵۔کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو ان میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر فہیم ندوی نے اختصار کے ساتھ لکھا کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ واقعی مشقت اور حرج درپیش ہو اور دوسرا اختیار کردہ قول شاذ نہ ہو۔

مفتی عبدالرزاق امرووی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔تلفیق کا مقصد تتبع رخص نہ ہوں کیونکہ تتبع رخص فسق کا دروازہ کھولتا ہے۔

۲۔اجماع قطعی کی مخالفت نہ کی جائے۔

۳۔جو عمل کسی مجتہد کی تقلید کے طور پر پہلے کرلیا ہے اس میں تلفیق جائز نہیں۔

۴۔ایسی صورت نہ اپنائی جائے جس سے قضاء قاضی کا نقض لازم آئے۔

مفتی فروغ احمد قاسمی دارالعلوم دیوبند اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

تلفیق بین المذاہب تقلید شخصی سے خروج کا ہی باب ہے، یہ انتہائی حساس معاملہ بھی ہے اور خطرناک بھی، ذرا سا نفس وہوی کی گرفت مضبوط ہوئی کہ انسان پھسل جاتا ہے؟ اس کے لیے اجتماعی غور وخوض بہتر سے بہتر راہ ہے، اس غور وخوض میں بھی مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔وہ محل احکام ظنیہ مجتہد فیہا ہیں نیز وہ احکام ہیں جہاں یسر سہولت منشا ہے

۲۔تلفیق سے یہ محظور بھی لازم نہ آوے کہ وہ سارے ہی مسالک کے خلاف ہوجائے۔

۳۔نص موجود نہ ہو۔

۴۔حاکم کا حکم نہ آیا۔ضرورت حقیقی کا وجود ہو

سوال نمبر ۶۔کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لاسکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں مولانا محمد شاہ جہان ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ انفرادی فتاوی میں بھی ضرورت شدیدہ اور عذر شدید کے وقت تلفیق کی گنجائش ہے۔

مولانا عبدالتواب اناوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ بوقت ضرورت و حاجت مفتی کے لیے تلفیق بین المذاہب پرفتوی دینے کی اجازت ہوگی۔

مفتی عبدالرزاق امروہوی صاحب نے بھی لکھا ہے مفتیان کرام مستفتی کے احوال (ضعف دین، عقل، وبدن) کی رعایت کریں، اورشریعت وسیاست کے معاملات میں غوروخوض کے بعد ایسا فتوی دیں جو مستفتی کے لیے آسانی کا باعث بنے، تاکہ اسے تکالیف شرعیہ کی طرف لاسکیں، ورنہ وہ مشقت سمجھ کر بالکلیہ ترک کردے گا۔کوشش یہ ہوکہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے جوشریعت میں موجود مستند اصول کے ہم آہنگ ہو۔

مفتی فروغ احمد قاسمی صاحب کہتے ہیں بعض ایسے حالات آتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں بن پاتی ہے، اگر مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ کر کے مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں مسئلہ بیان کردیں تو اس میں بھی حرج نہیں ہوگا۔لیکن یہ سنگلاخ وادی ہے، سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے، بس ناگزیر حالات میں ہی اس کو اختیار کیا جائے، عام حالات میں مفتیوں کو اپنے مسلک کے مطابق ہی فتوی دینا چاہے، لیکن مواقع عذر اور محل ضرورت اس سے مستثنیٰ ہیں۔

وبه علم أن المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا، وأن المفتي له الإفتاء به للمضطر، فما مر من أنه ليس له العمل بالضعيف ولا الإفتاء به محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه. والله اعلم. (شرح عقود رسم المفتي: ص ۸۹)

یہی رائے مولانا ڈاکٹر فہیم ندوی صاحب کی بھی ہے، مولانا محمد انیس ندی کھجرانہ اندور محمد جمیل اختر جلیلی ندوی ،ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی ان سب حضرات کی رائے یہ ہے کہ انفرادی طور پر بھی تلفیق بین المذاہب مفتی کرسکتا ہے۔

اسی طرح مفتی حبیب اللہ قاسمی تلفیق کی تمام شرطوں کے ساتھ انفرادی طور پر مفتی کو تلفیق کو روبہ عمل لانے کی اجازت دیتے ہیں جبکہ دوسرے کئی مقالہ نگار حضرات انفرادی طور پر مفتی کو تلفیق کی کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

مفتی رحمت اللہ ندوی نے لکھا ہے کہا کہ نفرادی طور پر مفتیان کرام اپنے فتاوی میں تلفیق کو روبہ عمل نہیں لا سکتے ہیں، کم ازکم تین مستند، متدین اور ماہر مفتیان کرام ہوں۔آج کل جب کہ ہر جگہ افتاء کا کورس ہورہا ہے۔اورآن لائن بھی شروع ہوگیا ہے، ایسے حالات میں ایک مفتی کو انفرادی تلفیق کی بالکل اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

مفتی اسجد حسن ندوی لکھتے ہیں: جہاں تک بات ہے انفرادی طور پر فتاویٰ دینے میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق پر عمل کرنے کی ہے تو اس کی اجازت ضروری شرطوں کے ساتھ بھی نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں تشہی اور خرق اجماع کا امکان زیادہ ہے۔

مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور لکھتے ہیں کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے تلفیق کی نوبت آئے تو حتی الامکان علماء کی ایک جماعت غور وخوض کر کے واقعی ضرورت کی صورت میں کسی خاص مسئلے میں تلفیق سے کام لے۔لیکن انفرادی طور پر اس کی عمومی اجازت نہیں دینا چاہیے، البتہ ایک شکل ایسی ہے جس میں اصحاب تمیز مفتیان کرام کو انفرادی طور پر تلفیق کا استعمال کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔وہ یہ ہے کہ تلفیق مذہب واحد میں ہو،جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ مثلا غبن فاحش کے ساتھ فروختگی امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ایسی صورت میں بیع فاسد ہو جاتی ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع جائز ہو جاتی ہے، اب اگر ماہر مفتی حالات اور موقع کے لحاظ سے کبھی امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بیع کو فاسد کہتا ہے اور کبھی امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بیع کو صحیح کہتا ہے،تو یہ مذہب واحد میں تلفیق ہے، یہ باطل نہیں ہے، جائز ہے،اس لئے کہ دونوں اماموں کے اصول مذاہب ایک ہیں:

فأما نقله عن قاضي خان جواز التلفيق من قول أبي حنيفة وأبي يوسف فهو تلفيق من مذهب واحد إذ أصول القولين واحدة، وعبارته ولو باعها بغبن فاحش لا يصح في قول أبي يوسف وهلال؛ لأن القيم كالوكيل ولو أجاز أبو حنيفة الوقف بشرط الاستبدال لأجاز البيع بغير فاحش كما هو مذهبه في بيع.(خلاصة التحقيق فی بیان علم التقلید و التلفیق)

مولانا عبیداللہ صاحب ندوی گجرات لکھتے ہیں:

مقلد کے لیے کسی خاص مسئلے میں اور کسی خاص امام کے مذہب پر عمل کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہو، اتباع ہوی کے لئے نہ ہو،عمل واحد میں تلفیق نہ ہو، خارق اجماع نہ ہو،(الحیلۃ الناجزہ ص: ۴۳) (فتاوی رشیدیہ ص: ۳ عنوان: عندالضرورۃ مذہب شافعی پر عمل کرنا) حضرت گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے، مذہب سب حق ہیں مذہب شافعی پر عندالضرورہ عمل کرنے میں کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو عذر یا حجت شرعیہ سے ہوے کچھ حرج نہیں، معلوم ہوا کہ گنجائش تو ہے مگر شرائط کے تحقق کا فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے،اس لئے خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے ماہر اور متبحر نیز متقی و پرہیز گار مفتیان کرام کے سامنے مسئلہ اور معروضی حالات پیش کر کے ان سے فیصلہ کرایا جائے۔

مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاوری ان کا بھی رجحان اسی طرف ہے کہ جدید مسائل اور پیش آمدہ غیر منصوص صورتوں کو حل کرنے کے لیے اجماعی وشورائی طریقہ ہی اپنایا جائے۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی ان کا بھی رجحان یہی ہے انفرادی فتاوی میں تلفیق کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مقالہ نگار حضرات انفرادی فتوی دینے میں دونوں طرح کی رائے رکھتے ہیں لیکن زیادہ تر لوگوں کا رجحان یہ ہے کہ اس پرفتن دور میں اور تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کی کمی کی وجہ سے انفرادی فتاوی میں تلفیق پر عمل کرنے سے گریز کیا جائے بلکہ اجتماعی اور شورائی طریقے سے ہی تلفیق کو روبہ عمل لایا جائے۔

محور دوم تتبع رخص

سوال نمبر ا

تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت

جہاں تک لغوی حقیقت کا تعلق ہے تو اکثر مقالہ نگاروں نے مختلف لغات کی حوالے سے اس کی جو تعریف کی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاروی لکھتے ہیں:

الرخصۃ: "رخص" سے ہے، آسانی اور سہولت کو کہتے ہیں۔

تطلق الرخصة (بإسكان الخاء وضمها في اللغة، ويراد بها التخفيف والتسهيل والتيسير، وأصل الكلمة كما يقول ابن فارس يدل على لين وخلاف شدة (معجم مقاييس اللغة: ص: ٥٠٠، ط: دار الجبل بيروت)

وانظر مادة (رخص) في المصباح المنير (ص:٨٥) القاموس

اصطلاحی تعریف:

الرخصہ کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں تاہم جامع تعریف وہ ہے جو علامہ آمدی نے ''الاحکام'' میں کی ہے:

الرخصة ما شرع من الأحكام بعذر مع قيام السبب المحرم (الأحكام٩٤/ ١، ط: دار الفكر بيروت)

شرعی احکام میں رخصت وہ ہے جو محرم سبب موجود ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہو۔

الموافقات میں علامہ شاطبی نے رخصت کی تعریف یوں کی ہے:

مَا شُرِعَ لِعَذرٍ شَاق استثناء من أصل كلي يقتضى المنع مع الاقتصار على موضع الحاجة فيه. (الموافقات: /١/٢٦٨)

جس کو کسی مشقت والے عذر کی بنا پر کسی کلی اصول سے مستثنی کر کے جائز قرار دیا گیا ہو اور یہ جواز صرف

حاجت والے مواقع تک محدود ہو۔یعنی کسی عذر کی وجہ سے حکم میں نرمی کی گئی ہو جبکہ اصل حکم کا سبب اسی طرح موجود ہو اور یہ حکم میں نرمی صرف جہاں ضرورت ہو وہیں پر کی گئی ہو،اس کی مثالیں جیسا کہ حالت اکراہ میں زبانی کلمہ کفر کہنا اور ضرورت کے وقت حرام مثلاً مردار کھانا، پہلی صورت میں عذر اکراہ ہے جبکہ دوسری صورت میں عذر حفظ النفس ہے۔دیکھیے مقالہ مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاروی صاحب:

وفي الاصطلاح: هي الأحكام التي شرعها الله تعالى تخفيفا على المكلفين بناء على أعذارهم ورعاية لحاجتهم، وذلك كاباحة الفطر في شهر رمضان بالنسبة للمسافر لأن السفر مظنة المشقة-(أصول الفقة الاسلامی ٦٨)

ترجمہ:اصطلاح میں رخصت ان احکام کو کہتے جن کو اللہ تعالی نے مکلفین پر ان کے اعذار کی بنا اور ان کی حاجت کی رعایت کی وجہ سے بطور تخفیف مشروع کئے ہیں۔جیسے ماہ رمضان میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت کیوں کہ سفر مشقت کا مظنہ ہے۔

دیکھیے مقالہ مفتی رحمت اللہ صاحب

کئی لوگوں نے تتبع رخص میں تتبع کی الگ اور رخص کی الگ تعریف کی ہے جیسے مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی صاحب تعریفات کرنے کے بعد لکھتے ہیں خلاصہ یہ کہ تتبع ،عربی زبان میں ایسی منظم تدریجی اور سنجیدہ تلاش کو کہتے ہیں جو ٹھہراؤ اور گہرائی اور باریک نظر کے ساتھ کی جائے۔جہاں تک "رخص" کی بات ہے تو یہ رخصت" کی جمع ہے،جس کے معنی سہولت ونرمی" ہے" رخص الشارع لنافی کذا ترخیصا" اس وقت کہا جاتا ہے، جب شارع نے اسے آسان اور سہل بنایا ہو، اس طرح نرم وگداز پوروں کو بنان رخص" کہا جاتا ہے (المصباح المنیر ص: ۸۵، القاموس المحیط ص: ۵۷۲)

اب جب ان دونوں لفظوں کو جوڑیں گے تو معنی ہوگا:'' آسانی سہولت اور نرمی کی ایسی منظم تدریجی اور سنجیدہ تلاش جس میں گہرائی اور ٹھہراؤ ہو لیکن جب دونوں لفظ تتبع رخص ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں تو یہ ایک فقہی اصطلاح ہے جس کا مطلب نہ تو عزیمت کے بالمقابل رخصت ہے جو شریعت میں بعض جگہ محمود اور بعض وقت ضروری ہوتی ہے بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ فقہاء کے اقوال میں سے چھانٹ چھانٹ کر سب سے آسان اور سہل قول کو اختیار کرنا اصولیین کی کتابوں میں اس کی مختلف تعریفات آئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

امام عطار نے اپنے حاشیہ میں اسکی تعریف یہ کی ہے:

تتبع الرخص في المذاهب: أن يأخذ من كل منها ما هو الأهون فيما يقع من المسائل (حاشية العطار ٢/٤٤٣/٤٤٢)

ترجمہ: مذاہب میں تتبع رخص یہ ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ہر مسلک میں سے وہ لے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

امام زرکشی نے بھی "البحر المحیط میں اس طرح کی تعریف کی ہے۔(دیکھئے: البحر المحیط ۸/۳۳۲)

تقی الدین ابوالقاء محمد بن احمد فتوحی نے اپنی شرح الکوکب المنیر " میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

هو انه أي المكلف - كلما وجد رخصة من مذهب عمل بها و لا يعمل بغيرها من المذهب.

اس کے علاوہ اور بھی تعریفات کی گئی ہیں، خلاصہ یہ کہ فقہاء کے اقوال میں سے چھانٹ چھانٹ کر سب سے آسان قول بغیر دلیل (یعنی محض خواہش نفس کی بنیاد پر) کے لینا، خواہ وہ معتبر ہوں یا نہ ہوں تتبع رخص کہلاتا ہے، دیکھیے مقالہ مفتی رحمت اللہ ندوی صاحب مفتی عبید اللہ ندوی صاحب وغیرہ۔

مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاروی (گجرات) لکھتے ہیں:

الشیخ الشام السعید نے رخصۃ کی دو قسمیں کی ہے: رخصت شرعی جس کو عزیمت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے، اور رخصت فقہی جو یہاں مراد ہے، اور اس کی تعریف یوں کی ہے:

يظهر من خلال من تتبع استعمالات أهل العلم لكلمة (الرخصة) أن لها في عرفهم معنيين :
الأول: الرخصة الشرعية، وهي (ماثبت على خلاف دليل شرعي لمعارض راجح) (انظر: الإحكام للأمدي (١٣٢/١) شرح العضد (٤/٢)، شرح الكوكب المنير (١/ ٤٨٧)، أصول السرخسي

وهي التي تطلق في مقابل العزيمة وهذا الاستعمال غير مراد في هذا البحث، لأنه لا إشكال في الأخذ بها، بل دلّت النصوص الشرعية على مشروعية الأخذ بها، كما في قوله ،، عليكم برخصة الله الذي رخص لكم "اخرجه مسلم في صحيحه كتاب الصيام رقم الحديث: ٢٦١٣) الثاني الرخصة الفقهية، وهو الأمر الآخر وقد جاء هذا المعنى وفق الاستعمال اللغوي، فهو بمعنى التسهيل والتخفيف، وتتبع الرخص هو طلب التخفيف في الأحكام الشرعية،

مفتی توصیف قاسمی معہد الشریعہ لکھنو نے معروف اصولی و متکلم علامہ ابن امیر حاج کی کتاب ''التقریر و التحبیر'' سے ایک لمبی عبارت نقل کی ہے پھر قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی ایک عبارت عربی کی نقل کی ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ اور خلاصہ لکھا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

تتبع رخص کی گفتگو شروع کرنے سے قبل اتنی بات سمجھ لینا چاہئے کہ تتبع رخص میں رخصت وہ رخصت نہیں جو فقہاء اور اصولیین کے نزدیک عزیمت کی ضد ہے، کیونکہ وہ رخصت تو کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس میں فقہاء اور اصولیین کا کوئی نزاع اور اختلاف نہیں، وہ رخصت کتاب وسنت میں منصوص ہیں، فقہ اور اصول فقہ میں شامل

ہیں۔ بلکہ تتبع رخص کی حقیقت یہ ہے کہ انسان فقہاء اور مجتہدین اور ان کے مذاہب سے آسان سے آسان، ہلکا اور خفیف ترین قول اپنے لئے منتخب کرے۔ نیز اس سہولت پسندی میں کسی امام یا مذہب کی پابندی بھی نہیں کرے اور نہ ہی اس کے کسی قول کو اختیار کرنے میں قوت دلائل، ورع اور احتیاط کا لحاظ کرے، بلکہ کسی قول اور رائے کو اختیار کرنے کا اس کا معیار صرف تخفیف، سہولت پسندی، اور آسانی ہو۔ چنانچہ یہ ہوئی تتبع رخص کی تفصیلی تعریف، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تتبع رخص کا مقصد اچھا نہیں ہوتا، اور نہ ہی یہ کام کوئی پسندیدہ ہے (مقالہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی جلد ۸ ص (۳۲۴)

مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، مولانا ڈاکٹر شاہجہان ندوی، مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی اعظم گڑھ، مفتی اسجد حسن ندوی وغیرہ تقریباً سبھی مقالہ نگار نے یہی تعریف کی ہے۔

سوال نمبر ۲۔ تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

مفتی شاہ جہاں ندوی صاحب نے بڑی تفصیل سے مشہور دبستان فقہ کے اقوال تتبع رخص کے سلسلے میں نقل کیے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

زیادہ تر فقہاء احناف کا رجحان یہ ہے کہ ہر مسئلے میں جس مجتہد کا قول خفیف تر اور آسان تر ہو اسے اختیار کرنے کی عادت بنانا درست نہیں ہے ردالمختار کا حوالہ دیا ہے بعض احناف کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس میں سر فہرست علامہ ابن ہمام، ابن نجیم ،، التحریر،، کے شارح ابن امیر الحاج اور امیر بادشاہ وغیرہ علامہ ابن ہمام کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

ظن غالب یہ ہے کہ یہ سارے امور فقہاء کی طرف سے .ایسی پابندیاں ہیں جو لوگوں کو رخصتوں کی طلب سے روکنے کے لیے لگائی گئی ہیں ورنہ عامی ہر مسئلہ میں اس مجتہد کے قول کو اختیار کرے گا۔ جو اس کے حق میں آسان ہوگا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس بات سے نقلی یا عقلی کونسی دلیل مانع ہے۔ ایسے مجتہد کے قول سے جس کے لیے اجتہاد جائز ہے آدمی اس رائے کو اختیار کرے۔ جو اس کے حق میں آسان تر ہو، میں شریعت کی کوئی ایسی دلیل نہیں جانتا ہوں جو اس سلسلے میں اس کی مذمت کرے۔

مالکیہ کے یہاں بھی اس سلسلے میں دو قول ہیں بعض مالکیہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں جیسے علامہ شاطبی ابراہیم ابن موسیٰ غرناطی مالکیہ کے نزدیک راجح قول تلفیق اور تتبع رخص کا جائز ہونا ہے۔

مشہور مالکی فقیہ احمد ابن محمد خلوتی مصری نے لکھا ہے کہ نکاح کے باب میں یہ مناسب نہیں ہے، ان کی عبارت اس طرح ہے:

انه یمتنع رخص المذاهب و فسرها بما ینقض به حکم الحاکم من مخالف النص و جلی القیاس

ولغیرہ :ان معناہ رفع مشقۃ تکلیف باتباع کل سھل وفیہ ایضا من التلفیق والذی قالہ شیخنا الامیر عن شیخہ العدوی عن شیخصہ الصغیر وغیرہ :ان الصحیح جوازہ وھو فسحۃ لکن لا ینبغی فعلھا فی النکاح۔(بلغۃ السالک لاقرب المسالک، المقدمۃ، ج ۱، ص:۱۵)

شوافع کے نزدیک تتبع رخص صحیح قول کے مطابق ممنوع ہے لیکن ایسا کرنے والے کو فاسق قرار دیا جائے گا یا نہیں، اس سلسلے میں دونوں طرح کے قول ملتے ہیں، اس کے دلائل ان کی کتابوں سے مولانا نے نقل کیے ہیں البتہ امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورتاً کبھی کبھار تتبع رخص کی گنجائش ہے، شرط یہ ہے کہ تتبع کا قصد کرکے دوسرے مفتی سے فتوی نہ لے بلکہ اتفاقاً ایسا ہوا۔

حنابلہ کے نزدیک بھی تتبع رخص ممنوع ہے، البتہ ایسا کرنے والوں کو فاسق قرار دینے کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں نمبر ایک فاسق قرار دیا جائے گا نمبر دو فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، اس سلسلہ میں حنابلہ علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اسی طرح دیگر فقہاء اور اہل علم جیسے امام اوزاعی امام ذہبی، علامہ ابن قیم سب تتبع رخص کو ممنوع قرار دیتے ہیں، علامہ ذہبی نے تتبع رخص کو دینی ضعف کی علامت قرار دیا ہے، علامہ ابن قیم کہتے ہیں مفتی کے لیے جائز نہیں ہے کہ حرام اور مکروہ حیلوں کی طلب میں پڑے اور نہ ہی اس شخص کے لیے رخصتوں کی تلاش جائز ہے جسے نفع پہنچانے کا قصد کرے سو اگر وہ رخصتوں کو طلب کرے تو وہ فاسق ہو جائے گا اور اس سے فتوی پوچھنا حرام ہوگا دیکھیے مقالہ ڈاکٹر شاہجہاں ندوی صاحب۔

اسی طرح کی بات مفتی عبدالرزاق امروہوی صاحب نے لکھی ہے۔

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی لکھتے ہیں:

فقہا واصولین کی بحثوں کا خلاصہ تین آراء ہیں:

الف: تتبع رخص نادرست ہے۔ اس کے قائلین میں علامہ ابن حزم ظاہری، حافظ ابن عبدالبر، امام غزالی، امام نووی امام سبکی، علامہ ابن قیم، اور امام شاطبی وغیرہم ہیں۔

ب: تتبع رخص مطلقا جائز ہے۔ اس کے قائلین میں امام سرخسی، علامہ ابن ہمام، ابن عبدالشکور اور امیر بادشاہ وغیرہم ہیں۔

ج: رخصت کو اختیار کرنا بعض شرطوں کے ساتھ مقید ہے، وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) جن اقوال میں رخصت دی گئی ہو، معتبر اور شرعی طور پر تسلیم شدہ فقہاء کے ہوں، شاذ اور غیر معروف اقوال نہ ہوں۔

(۲) حقیقی ضرورت یا مصلحت کی بنیاد پر رخصت لی جائے، چاہے وہ مصلحت عام ہو یا کسی خاص فرد کے لئے

ہو۔

(۳) رخصت لینے والا صاحب علم وبصیرت اور رائے کی صلاحیت رکھنے والا ہو، یا کسی ایسے شخص پر اعتماد کرے، جو اس کا اہل ہو۔

(۳) رخصت لینے کا نتیجہ کسی ممنوع یا حرام کام میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنے۔

(۵) رخصت کو اس لئے اختیار نہ کیا گیا ہو کہ اصل حکم پر عمل نہ کرنا پڑے؛ بلکہ مقصد شرعی ہو۔

(٦) جس رخصت پر عمل کیا جارہا ہے، خود صاحب رخصت بھی اس پر مطمئن ہو۔ (مجلہ کلیہ اصول الدین والدعوۃ بالمنوفیۃ، العدد التاسع والثلاثون)

راقم کے نزدیک یہی تیسری رائے قابل ترجیح اور قابل عمل ہے، کیوں کہ شریعت نے مطلق رخصت کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے؛ بلکہ شریعت نے تو خود بہت ساری رخصتیں دے رکھی ہیں، لہذا نہ تو مطلق نادرست قرار دیا جائے اور نہ ہی مطلق درست قرار دیا جائے؛ بل کہ بعض شرطوں کے ساتھ درست قرار دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

محور دوم سوال نمبر ۳۔ تتبع رخص کی قسمیں ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں نے دو طرح کی تقسیم کی ہے، بعض مقالہ نگاروں نے کہا کہ رخصت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مطلق ممنوع ۲۔ مطلق جائز ۳۔ کچھ شرطوں کے ساتھ جائز۔

بعض دوسرے مقالہ نگار حضرات نے رخصت شرعی کے اقسام کا ذکر کیا ہے، مفتی عبدالرزاق امروہوی صاحب نے لکھا ہے:

۱۔ واجب رخصت، مثلا حالت اضطرار میں مردار کا کھانا۔ چونکہ انسانی جان بچانا واجب ہے اس لیے یہ رخصت بھی واجب ہوگی۔

۲۔ مستحب رخصت، مثلا حالت سفر میں نمازیں قصر کرنا، جب کہ تمام شرطیں پائی جائیں اور کوئی مانع بھی نہ ہو۔

۳۔ مباح رخصت، مثلاً شدید اکراہ کی حالت میں قلبی ایمان رکھتے ہوئے کلمہ کفر بول دینا۔ ۴۔ خلاف اولی رخصت، مثلا ماہ رمضان میں کوئی ایسا مسافر روزہ نہ رکھے جس کے بارے میں یقین ہو کہ حالت سفر میں روزہ رکھنے سے وہ تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: شرح الکوکب المنیر، ابن النجار)

مفتی عبدالرشید قاسمی (کانپور) کہتے ہیں:

تتبع رخص کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ مفتی کا رخصتیں تلاش کرنا

۲۔ مقلد محض کا رخصت تلاش کرنا

پھر ان دونوں قسموں کی بہت سی صورتیں ہیں۔

مولانا ڈاکٹر فہیم ندوی صاحب لکھتے ہیں:

رخصت ایک شرعی اصطلاح ہے جو عزیمت کے بالمقابل استعمال ہوتی ہے گویا عزیمت کا حکم خاص حالت میں رخصت کے حکم میں منتقل ہو جاتا ہے رخصت کے احکام شرعی رخصتیں کہلاتے ہیں، رخصتوں کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہوتی ہیں ترک واجب کی رخصت اور دوسری ممنوع کے ارتکاب کی رخصت پہلی نوعیت کی رخصت میں ہی کاروبار اور معاملات میں شریعت کے عام اصول سے ہٹ کر دی گئی رخصتیں بھی ہیں جیسے شریعت کا عام اصول یہ ہے کہ انسان غیر موجود سامان کی فروختگی نہیں کر سکتا ضروری ہے کہ جس سامان کو فروخت کر رہا ہے وہ اس کے پاس موجود ہو حدیث میں ہے: **نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع ما لیس عندی۔**

لیکن اس عام اصول اور حکم سے رخصت دیتے ہوئے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر آرڈر پر سامان بنوانے کا معاملہ کرنے یعنی ،،عقد استصناع،، اور اسی طرح پیشگی قیمت دے کر سامان کا اپنا آرڈر بک کرا لینے یعنی ،،عقد سلم ،، کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس سابق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آگے الفاظ ہیں: ورخص في السلم ، یہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ حدیث میں لفظ رخصت کا استعمال کیا گیا ہے۔

مفتی رحمت اللہ ندوی صاحب نے لکھا کہ اطلاق کے اعتبار سے رخصت کی ایک قسم ہے دوسری رخصت کے احکام کے اعتبار سے

اطلاق کے اعتبار سے حقیقی اور مجازی دو قسمیں ہیں اور احکام کے اعتبار سے چار قسمیں: ۱۔واجب، ۲۔مستحب ، ۳۔مباح، ۴۔خلاف اولی۔

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی تتبع رخص کی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔مشروع تتبع رخص یعنی مشروع یا محمود یہ وہ رخصتیں ہیں جو کتاب وسنت سے ثابت ہے جن کی تلاش وتتبع میں کوئی حرج نہیں

۲۔غیر مشروع تتبع رخص یعنی دوسری قسم غیر مشروع یا مذموم یہ تتبع کی وہ قسم ہے جسے اصطلاح میں تتبع رخص کہا جاتا ہے وہ یہ کہ انسان خواہش کی وجہ سے ہر مذہب کے آسان قول کو بغیر علمی دلیل کے اختیار کرے جمہور علماء تتبع کی اس قسم کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

۳۔تتبع کی تیسری قسم محتمل یا مختلف فیہ کی ہے یعنی متعدد مسائل میں مختلف مذاہب کی رخصتوں کو اختیار کیا جائے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی بہت سی کتابوں کے حوالے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فقہ حنفی میں رخصت ایک اہم اصول ہے جو بندوں پر آسانی فراہم کرتا ہے۔اس کی مختلف اقسام (عزیمت کے مقابلے میں، اضطراریہ، سفریہ، مرضیہ، اور عموم البلوای) شریعت کے عمومی مزاج یعنی یسر وآسانی کو ظاہر کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:185)

یہ تمام اقسام فقہ حنفی کی معتبر کتب جیسے المبسوط (سرخی)، البدائع الصنائع (کاسانی، اور ہدایہ (مرغینانی میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

مفتی فروغ احمد قاسمی نے میں لکھا ہے کی بعض صورتیں متفق علیہ ہیں یعنی حلال ہیں یا حرام اور بعض صورتوں میں اختلاف ہے۔

مولانا ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی نے لکھا ہے تتبع رخص کی دو قسمیں ہیں ایک ناگزیر تتبع رخص دوسرے تتبع رخص ممنوع۔

مفتی عبید اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

اول: رخص شرعیہ جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، جیسے نماز میں قصر، جمع بین الصلاتین فی السفر اضطرار کے وقت مردار کھانا وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کو اختیار کرنا مستحب ہے اگر اسباب پائے جائیں، بسا اوقات ان پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے، پھر اسکی بھی واجب مندوب مباح اور خلاف اولی وغیرہ کئی اقسام ہیں۔ دوم فقہی مسالک کی رخصتیں،، اس سے مراد اختلافی مسائل میں کسی عالم کے جواز کے وہ فتاوی ہیں، جو اس نے دئے ہیں، جب کہ اسی مسئلہ میں بعض دوسرے علماء نے عدم جواز اور ممانعت کا فتوی دیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی بنیاد کے محض تشہی اور خواہشات نفس کی بنیاد پر فقہی رخصتوں کو تلاش کرنا اور ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ابن عبد البر اور ابن حزم نے تو اس کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے اکثر مقالہ نگاروں نے اسی طرح کی رخصت کی تقسیم کی ہے کسی نے ممنوع اور غیر ممنوع کی تقسیم کی تو کسی نے واجب اور مستحب اور مباح اور خلاف اولی کی تقسیم کی ہے اور کسی نے شرعی رخصت اور فقہی رخصت کی تقسیم کی

محور دوم سوال نمبر ۴۔تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

مطلق جائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت کی وہ تمام آیتیں اور احادیث ہیں جس میں یسر اور تخفیف اور اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے آسانی کا ذکر ہے چند یہ ہیں:

یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر

هو اجتباكم وما جعل عليكم في الدين من حرج۔

وإن كنتم مرضى او عَلى سَفَرٍ أَو جَاء أَحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لٰمسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُوا مَاءا فتيمموا صعيدا طيبا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوا غَفُورًا۔

اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو، اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں نص جلی کے ساتھ مردار کھانے کی حرمت وارد ہوئی ہے، لیکن آگے چل کر حالت اضطرار میں اس کے ستعمال کی رخصت بھی دی گئی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِبِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالموقودة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع إِلَّا مَا ذَكَيتم وَمَا ذُبح عَلَى النَصبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فسُقُ اليومَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشوهُمْ وَاخْشَوْنِ اليوم أكملت لكم دينكم واتممْتُ عَلَيكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَام فمَنِ اضْطُرَّ فِي مخمصَةٍ غَيْرَ مُتَجانفٍ لا ثم فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (المائدہ ۵۳)

عليكم برخصة الله الذي رخص لكم (حديث)عن عائشه رضي الله تعالى عنها قالت ما خير النبي صلى الله عليه وسلم بين أمرين الا اختار ايسرهما (حديث)

قرآن وسنت میں وارد اس قسم کی آیات واحادیث کی روشنی میں علمائے دین نے ایسے متعدد شرعی قواعد کا استنباط کیا ہے جو اسلام کی کشادگی اور عدل پروری کی جیتی جاگتی دلیل ہیں۔ اس موضوع سے تعلق رکھنے والے چند شرعی قواعد یہ ہیں:

المشقة تجلب التيسير	مشقت کا وجود آسانی لاتا ہے۔
الحرج مرفوع	حرج کا ازالہ ضروری ہے:
لا ضرر ولا ضرار	نقصان اٹھایا جائے نہ کسی کو پہنچایا جائے۔
الضرر يزال	متعدی ضرر کا ازالہ کیا جائے گا۔
اذا ضاق الأمر اتسع	جب معاملہ تنگ ہو جائے تو اس میں وسعت آجاتی ہے۔

مذکورہ بالا آیات، احادیث اور معتبر شرعی قواعد سے ایک طرف جہاں اسلامی شریعت کے عمومی مزاج کا پتہ چلتا ہے، وہیں ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاملات زندگی میں مشقتوں پر سہولتوں کی ترجیح اور رخصتوں کی فراہمی کا پہلو کسی بھی انسانی نظام حیات کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دین فطرت اسلام نے اس پہلو کی کما حقہ رعایت

کی ہے۔ دیکھیے مقالات مفتی عبدالرزاق امروہوی، مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاروی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، اسجد حسن ندوی، مفتی عبدالتواب اناوی صاحبان وغیرہ۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل قران پاک کے اندر سورہ ص میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَ لَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ

اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرنا، ورنہ یہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ ۴۔سورۃ النساء(135:4)

"فَلَا تَتَّبِعُوا ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا" پس خواہش کی پیروی نہ کرو کہ انصاف سے ہٹ جاؤ گے۔

مفتی عبدالرزاق امروہوی صاحب لکھتے ہیں:

تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر شریعت اسلامی نے اپنی تکالیف میں یسر و سہولت کی رعایت کی ہے تو اس کا یہ لازمی نتیجہ کیسے برآمد کرلیا جاے کہ فقہی اقوال میں سے جس کو دل چاہے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ نفس پرستوں کے لیے رخصتیں چھانٹ چھانٹ کر فراہم کرنے اور اسلامی شریعت کی سادگی و آسانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے فقہی رخصتوں کا اتباع کرنے سے متعدد سلبی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو بسا اوقات بے حد سنگین منفی نتائج کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ امام شاطبی، امام نووی، علامہ ابن صلاح اور علامہ ابن القیم وغیرہ۔

محور دوم سوال نمبر ۵) تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

تتبع رخص کے ذریعے سے اختلافی مسائل میں اسہل وخفیف قول پر عمل درآمد ہوتا ہے، جب کہ تلفیق کے ذریعے کسی ایک مسئلے میں دو یا دو سے زیادہ اقوال کو جمع کر کے ان سے کسی شرعی حکم کا استنباط کیا جاتا ہے۔ تلفیق کے ذریعے فقہاء کے اقوال میں تصرف کر کے ایسا حکم نکالا جاسکتا ہے جو کسی مجتہد نے کبھی مستنط نہ کیا ہو، جب کہ تتبع رخص میں صرف موجودہ اقوال کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی اپنا مطلوب حاصل کیا جاتا ہے۔ تلفیق کا عمل بسا اوقات اجماع کی مخالفت کا سبب بن جاتا ہے، جب کہ تتبع رخص میں نقض اجماع کا امکان نہیں ہوتا۔ دیکھیے مقالہ مفتی عبدالرزاق امروہوی مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی مفتی جنید احمد قاسمی، مفتی اسجد حسن ندوی وغیرہ۔

اسی طرح مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی عبدالرشید قاسمی کانپور، ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی وغیرہ نے الفاظ کے فرق کے ساتھ مندرجہ بالا فروق کا ذکر کیا ہے۔

مفتی عبید اللہ ندوی صاحب نے مذکورہ باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی تلفیق اور تتبع رخص دونوں بیک وقت پائے جاتے ہیں،، مثال کے طور پر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہوی اور محض آسانیوں کی تلاش ہو، گویا کی تلفیق اور تتبع رخص میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی ہے اور

دوسرے مادہ افتراقی ہے۔

مفتی صابر حسین ندوی صاحب لکھتے ہیں:

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ تتبع رخص اور تلفیق میں کوئی فرق نہیں لیکن بغائر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں فرق ہے تتبع رخص بوقت ضرورت کسی امام کے قول پر عمل کرنا ہے جبکہ تلفیق ایک ہی عمل میں متفرق امام کے قول پر عمل کرنا ہے انہوں نے مس مراۃ سے شوافع کے یہاں اور سبیلین کے علاوہ بدن سے خون نکلنے پر وضو ٹوٹنے کی مثال دی ہے۔

مفتی اقبال ابن محمد ٹنکاروی ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی وغیرہ نے بھی عموم خصوص من وجہ والی بات کہی ہے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے تتبع رخص مختلف فقہی مذاہب میں سے صرف آسان اور سہولت والے اقوال کو اختیار کرنا ہے بغیر کسی ضابطے کے خواہ وہ دلیل شرعی کے مطابق ہو یا نہ ہو، اس رویے کو اکثر علماء نے ناپسند اور ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے دینی احکام کی پامالی اور خواہشات کی پیروی لازم آتی ہے، جب کہ تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مسئلے میں مختلف مذاہب کے اقوال کو اس طرح جمع کیا جائے کہ اس سے ایک نیا قول نکل آئے جو کسی بھی مذہب کے اصول کے مطابق نہ ہو، یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کسی ایک مذہب کے اندر دی گئی شرائط کو پورا کیے بغیر دوسرے مذہب کا کوئی جزء اپنا لیا جائے۔

کئی مقالہ نگار نے یہ بھی ایک فرق لکھا ہے کہ تتبع رخص اکثر مقصود و مطلوب ہوتی ہے اور تلفیق کبھی مقصود ہوتی ہے اور کبھی بلا قصد و ارادہ واقع ہو جاتی ہے۔

محمد انیس ندوی صاحب نے لکھا کہ یہ فرق ان حضرات کے نزدیک ہے جن کے یہاں تلفیق کا دائرہ تنگ ہے اور جن حضرات کے یہاں اس میں وسعت ہے، میرا خیال یہ ہے کہ تتبع رخص تلفیق کا ایک جز ہے۔

محور دوم سوال نمبر ۶۔ دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟

یہی سوال تلفیق بین المذاہب کے ضمن میں بھی کیا گیا تھا دونوں سوالوں کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں نے ایک ہی طرح کی رائے ظاہر کی ہے:

سب سے پہلے یہ کہ اس سلسلے میں تین نقطہاء نظر سامنے آتے ہیں ۱۔ مطلق جواز ۲۔ عدم جواز ۳۔ کچھ شرطوں کے ساتھ تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کا جواز۔

اسی تیسری والی شکل کے اکثر مقالہ نگار مؤید ہیں وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر فہیم ندوی صاحب مختلف فقہی سیمینار میں کیے گئے فیصلوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

۱۔ان تجاویز میں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ: رفع حرج اور مشقت کے ازالہ کے لئے ایک فقہی مسلک کی رائے سے عدول کر کے دوسرے فقہی مسلک کی رائے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ یہ دوسری رائے ائمہ اربعہ کے مسالک میں سے یا ان سے باہر جا کر ائمہ مجتہدین وائمہ ھدی میں سے بھی کسی کی رائے ہوسکتی ہے۔

۳۔البتہ ایسے موقع پر انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی فتوی اور اصحاب فتوی سے رجوع کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

۴۔اور اگر کچھ اصحاب علم اس عدول سے اتفاق نہیں کر رہے ہوں جب بھی عام لوگوں کے لئے عدول والی رائے پر عمل کرنا جائز ہوگا۔

۵۔اور اصحاب افتاء کے لئے بھی اس رائے پر فتوی دینا جائز ہوگا۔

اوپر کے دونوں نکات سے واضح ہے کہ ایک مسلک کی تقلید کوئی ایسا شرعی حکم نہیں ہے کہ جس کی پابندی ہر جگہ اور ہر حالت میں ضروری ہو۔ بلکہ موجودہ احوال کے پیچیدہ مسائل کا حل ایک مسلک کی پابندی سے نہیں ممکن رہ گیا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ دفع حرج کے لئے تمام احتیاط کے ساتھ دیگر مسالک یا مجتہدین کی آراء میں سے بھی کسی کی رائے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔اب تیسرے نکتہ پر غور کیا جائے کہ تتبع رخص یعنی فقہاء ومجتہدین کی آراء میں سے آسان آسان رایوں کی تلاش کر کے ان پر عمل کرنا کیسا ہے؟ سابقہ دونوں نکات کے مطابق بوقت ضرورت اور دفع حرج کی غرض سے اگر فقہائے ومجتہدین کی وہ رائیں اختیار کی جاتی ہیں جن سے آسانی پیدا ہوتی ہو تو یہ درست ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ درپیش مسئلہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس میں کسی آسان رائے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہاں تتبع رخص درست ہے۔پس شرعی رخصتوں پر عمل کرنا بھی درست ہے، اور دفع حرج کی ضرورت سے کسی بھی فقیہ ومجتہد کی آسان رائے کو اختیار کرنا بھی درست ہے۔غور کیا جائے تو یہ دونوں صورتیں تتبع رخص کی نہیں بنتی ہیں۔کیونکہ ان میں یا تو شرعی رخصتوں پر عمل ہے، یا بوقت ضرورت فقہی اختلاف سے استفادہ کے لئے اجتماعی کوشش ہے۔

مفتی رحمت اللہ ندوی صاحب نے ادارہ مباحث فقہیہ کے چوتھے اجلاس میں متفقہ فیصلہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے ا۔ عام حالات میں اپنے معین مذہب سے خروج کرنا اور دوسرے فقہی مذاہب میں پائے جانے والی سہولتوں کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے البتہ بدرجہ مجبوری خاص حالات میں مندرجہ ذیل ضوابط وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے ان سہولتوں سے استفادہ کی مشروط اجازت دی جاسکتی ہے:

الف۔خاص حالات میں جو قول اختیار کیا جائے وہ مذاہب اربعہ ہی کے دائرے میں ہو کیونکہ دیگر مذاہب باقاعدہ مدون نہیں ہے۔

ب۔ضرورت داعیہ (بمعنی اضطرار یا نا قابل برداشت تکلیف پائی جائے) ضرورت عامہ ہو یا خاصہ عبادات میں ہو یا معاملات میں۔

ج۔ضرورت وہی معتبر ہوگی جس کو اہل بصیرت ارباب فتاوی اجتماعی فیصلے کی بنیاد پر تسلیم کریں۔

د۔جس امام کے قول کو اختیار کیا جائے اس کی تمام شرائط ملحوظ رکھی جائیں۔

ہ۔ دیگر مذاہب کا قول اقوال شاذہ میں سے نہ ہو۔

تلفیق حرام (خارق اجماع) لازم نہ آئے

۲۔اسی طرح کی خصوصی حالات میں اہل بصیرت ارباب فتاوی کے اجتماعی فیصلے کی بنیاد پر اپنے مذہب کے قول ضعیف کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے (ایضاح المسالک ۱۷۹/ ۱۸۰)

اسی سے ملتی جلتی بات مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی عبدالرشید قاسمی ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

ڈاکٹر شاہجہاں ندوی نے لکھا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیچیدہ مسائل کو کتاب وسنت کی نصوص اصول شرع اور مقاصد شریعت کی روشنی میں حل کیا جائے فقہی مذاہب سے استیناس کے وقت ان کے راجح اقوال لیے جائیں جبکہ تتبع رخص میں آسان تر قول مدنظر ہوتا ہے نہ کہ راجح قول، لہٰذا عام حالات میں دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر مجبوری ہو تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے:

۱۔کسی فقہی مذہب کا آسان تر قول کتاب وسنت سے متصادم نہ ہو۔

۲۔وہ آسان تر قول اصول شرع سے متعارض نہ ہو۔

۳۔وہ آسان تر قول مقاصد شریعت سے ہم اہنگ ہو۔

۴۔وہ آسان قول اس فقہی مذہب کا راجح قول ہو۔

۵۔وہ آسان قول اس فقہی مذہب کا ضعیف یا شاذ قول نہ ہو۔

۶۔وہ آسان قول عقلی دلائل سے بھی متصادم نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ کبھی کبھار کسی مذہب فقہی کے آسان تر قول کو اس کے معتبر شرائط کے ساتھ لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو البتہ عام حالات میں اس سے گریز کیا جائے۔

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی نے لکھا کہ مسائل کے حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے اور ضرورت محسوس کرنے پر انفرادی فتاوی میں بھی تتبع رخص کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مفتی صابر حسین ندوی نے لکھا ہے کہ عصر حاضر میں ترقیات کی وجہ سے بالخصوص تجارتی، سفارتی اور صنعت

کاری وغیرہ کے مسائل بے حد پیچیدہ ہو گئے ہیں چنانچہ وہ مسائل جن سے امت مسلمہ کا عمومی مفاد منسلک ہو ان میں تتبع رخص بہتر عمل ہے مگر یہ انفرادی نہیں بلکہ اجماعی اجتہاد سے حل کیے جائیں اور شریعت کے کلی مقاصد، ومصالح کا خیال رکھتے ہوئے معاملات طے پائے (مباحث فقہیہ ۱۸۲)

مفتی عبدالرزاق امروہوی صاحب نے لکھا ہے اگر تتبع رخص کا محرک اتباع نفس، تساہل پرستی، شریعت سے اعراض یا تجاہل جیسی چیزیں نہیں ہیں تو درج ذیل شرائط کی رعایت کرتے ہوئے فقہی رخصتوں کو اختیار کیا جا سکتا ہے:

۱۔ رخصتوں کی اجازت دینے والے فقہاء کے اقوال کا شمار شذوذ میں نہ کیا جاتا ہو۔

۲۔ ان رخصتوں کے اختیار کرنے کی کوئی ضروری وجہ ہو، مثلا انفرادی یا معاشرتی سطح پر کسی واقعی مشقت کا ازالہ مقصود ہو۔

۳۔ رخصت اختیار کرنے والے کی علمی صلاحیت اتنی ہو کہ وہ بذات خود فقہی مسائل میں بحث وتمحیص کر سکتا ہو، یا وہ کسی باصلاحیت خدا ترس عالم کے اعتماد پر ایسا کرے۔

۴۔ ان رخصتوں کا اختیار کرنا تلفیق کا سبب نہ بنتا ہو۔

۵۔ ان رخصتوں کو اختیار کرنے کا سبب کسی غیر شرعی مقصد کا حصول نہ ہو۔

۶۔ رخصت کے اختیار کرنے پر مکلف کا دل آمادہ ومطمئن ہو (قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، ص:۱۵۹۔۱۶۰)

مفتی عبدالتواب اناوی صاحب شرائط کے ساتھ تتبع رخص کا استعمال جائز ہے انفرادی طور پر بھی تتبع رخص کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

اس دور کے نئے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے مخصوص شرطوں کے ساتھ تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کی اجتماعی کوشش کرنے کی اجازت متفقہ طور پر تمام مقالہ نگار حضرات دیتے ہیں، البتہ انفرادی طور پر تلفیق بین المذاہب یا تتبع رخص پر عمل کرنے کے سلسلے میں دو طرح کی آراء ہیں، زیادہ تر لوگ انفرادی طور پر تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کو شرطوں کے ساتھ بھی روبہ عمل لانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں، اس لیے کہ یہ دور علمی وفقہی انحطاط، دینی ضعف اور خواہشات نفس کی پیروی کا دور ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اگر انفرادی طور پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے تو اس کا امکان ہے کہ کسی مفتی یا عالم پر سیاسی دباؤ یا جاہ ومنصب کی چاہت اور مال ودولت کی لالچ کا اثر پڑ جائے۔

عرض مسئلہ بابت

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی

شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتویں فقہی سیمینار منعقدہ 27-28 ستمبر 2025 کے لئے 'تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص' کے موضوع پر عرض مسئلہ تیار کرنے کی ذمہ داری راقم سطور کے سپرد کی گئی ہے۔ اس موضوع پر کل 18 مقالات' مجلس کے دفتر سے راقم کو موصول ہوئے۔ مقالہ نگاران کے اسمائے گرامی اس تحریر کے آخر میں درج ہیں۔

مجلس کی جانب سے اس موضوع پر بھیجا گیا سوالنامہ ایک مختصر تمہید اور دو محوروں پر مشتمل ہے۔ محور اول تلفیق بین المذاہب کے موضوع پر ہے، جس میں چھ سوالات پوچھے گئے ہیں۔ اور محور دوم کا تعلق تتبع رخص سے ہے، اور اس میں سات سوالات ہیں۔ مختصر تمہید میں تین نکات ہیں: نکتہ اول یہ ہے کہ دور حاضر کے نت نئے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے دوسرے فقہی مسالک خصوصا ائمہ اربعہ کے فقہی مسالک سے مدد لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تمام فقہی مسالک جن کی تقلید کا رواج ہے' اسلامی شریعت کا حصہ ہیں، اور ان کے اختلافات کی نوعیت حق و باطل کی نہیں ہے، یہی ہر دور کے اہل حق فقہائے مجتہدین، فقہ و اصول فقہ کے ماہرین اور متبحر علماء کا موقف رہا ہے۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ فقہی مسالک کی پابندی کرنے والے اصحاب افتاء کو بعض مسائل میں اپنے مسلک کی اجتہادی رائے پر عمل اور اس پر فتوی میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور جب وہ دوسرے فقہی مسلک کی اجتہادی رائے سے دشواری کا حل تلاش کرتے ہیں تو ان کے لئے 'تلفیق بین المذاہب' یا 'تتبع رخص لازم' آنے کا خیال رکاوٹ بنتا ہے۔ ان تین نکات کی روشنی میں مجلس نے سوالنامہ تیار کر کے اہل علم و اصحاب فتوی سے یہ جاننا چاہا ہے کہ 'تلفیق بین المذاہب' اور 'تتبع رخص' کی حقیقت کیا ہے؟ کیا بعض حالات میں ان کی گنجائش ہے؟ ان کے دائرے اور اقسام کیا ہیں؟ اور کیا نئے مسائل کے حل میں' اور انفرادی استنباط میں ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے؟

مقالہ نگاران نے موضوع کے دونوں محوروں پر مفصل گفتگو کی ہے، اور قرآن و حدیث نیز فقہ و اصول فقہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے جوابات لکھے ہیں۔ تمام موصولہ مقالات کا مطالعہ کرنے کے بعد راقم سطور کو محسوس

ہوتا ہے کہ موضوع زیر بحث سے تین باتیں متعلق ہیں:

اول ۔ یہ کہ تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص نیا موضوع نہیں ہے، بلکہ ان پر فقہاء اور اہل اصول کا بہت تفصیلی کلام پہلے سے موجود ہے۔ اور علماء امت اس مسئلہ پر مختلف الرائے رہے ہیں، چنانچہ جواز اور عدم جواز دونوں آرء پر مفصل اور قیمتی بحثیں اصول فقہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ گفتگو حالیہ عرصہ میں بھی جاری ہے، چنانچہ متعدد معاصر علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، جن کے حوالے شرکاء سیمینار نے اپنے مقالوں میں دئے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی اصول الفقہ الاسلامی، محمد سعید بن عبدالرحمن البانی کی 'عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق'، ڈاکٹر غازی بن مرشد العتیبی کی 'التلفیق بین المذاہب الفقہیہ وآثارہ فی تیسیر الفتوی'، ڈاکٹر ناصر بن عبداللہ کی 'التلفیق فی الاجتہاد و التقلید'، محمد بن احمد سفارینی کی 'التحقیق فی بطلان التلفیق'، محمد بن عبدالرزاق کی 'التلفیق وموقف الاصولیین منہ'، نیز ان کے علاوہ مختلف علمی رسائل اور فقہی مجلّات میں شائع شدہ اہل علم کے مقالات وبحوث موجود ہیں۔

ایک معاصر عرب مصنف ڈاکٹر غازی عتیبی نے اپنی مذکورہ کتاب کے آغاز میں اس موضوع پر لکھی گئی قدیم و جدید تحریروں کا تذکرہ کرتے ہوئے درج ذیل کتب وابحاث کا ذکر کیا ہے: ۱۔ رسالۃ فی التلفیق للشیخ مرعی بن یوسف الکرمی الحنبلی (متوفی 1033ھ)، ۲۔ القول السدید فی بعض مسائل الاجتہاد والتقلید لمحمد بن عبد العظیم المکی الحنفی (متوفی 1052ھ)، ۳۔ خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید و التلفیق لعبد الغنی النابلسی الحنبلی (متوفی 1143ھ)، ۴۔ التحقیق فی بطلان التلفیق لمحمد بن احمد السفارینی الحنبلی (متوفی 1189، یہ شیخ مرعی کے رسالہ کی تردید پر ہے)، ۵۔ رسالۃ فی التقلید والتلفیق لحسن بن معروف بن شطی بغدادی حنبلی (متوفی 1274، یہ سفارینی کے رسالہ کی تردید پر ہے)، ۶۔ عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق لمحمد سعید البانی (متوفی 1351، یہ اپنے موضوع پر جامع ترین تحریر ہے، اور بعد کے اہل قلم نے عموما اس سے استفادہ کیا ہے)، ۷۔ التلفیق بین احکام المذاہب لمحمد بن احمد السنہوری (مجمع البحوث الاسلامیہ 1383ھ میں شامل مقالہ ہے)، ۸۔ التلفیق بین اقوال المذاہب لعبد الرحمن القلہود (مجمع البحوث الاسلامیہ 1383ھ میں شامل مقالہ ہے)، ۹۔ تبصیر النجباء بحقیقۃ الاجتہاد والتقلید والتلفیق لمحمد بن ابراہیم الحفناوی، التلفیق للشیخ خلیل محی الدین المیس (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد الثامن 1415ھ میں شامل تحریر ہے)، ۱۰۔ الاخذ بالرخص الشرعیۃ وحکمہ للدکتور وہبۃ الزحیلی (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد الثامن 1415ھ میں شامل تحریر ہے)، ۱۱۔ التلفیق فی الفتوی للدکتور سعد العنزی (مجلہ الشریعہ والدراسات الاسلامیہ جامعۃ الکویت، شمارہ 38، 1420ھ میں مطبوعہ مقالہ ہے)، ۱۲۔ التلفیق فی الاجتہاد والتقلید للدکتور ناصر بن عبداللہ المیمان (مجلہ العدل، شمارہ 11، 1422ھ میں مطبوعہ مقالہ ہے)۔

اسی طرح معاصر فقہی اکیڈمیوں نے بھی اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کیا اور فیصلے کئے ہیں، جیسے

مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ نے اپنے آٹھویں فقہی سیمنار منعقدہ برونائی جون 1993ء میں 'الاخذ بالرخصۃ وحکمہ' کے موضوع پر مفصل فیصلہ کیا ہے، ادارہ مباحث فقہیہ نے اپنے چوتھے فقہی اجتماع 1994ء میں 'دوسرے مسلک پر فتوی اور عمل کے حدود وشرائط' کے موضوع پر فیصلہ کیا ہے، نیز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے بارہویں فقہی سیمینار فروری 2000ء میں 'اختلافات ائمہ کی شرعی حیثیت' کے موضوع پر فیصلہ کیا ہے، خود مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابقہ چھٹے فقہی سیمنار دسمبر 2024ء میں بھی اس پر 'یسر وتیسیر اور عصر حاضر کے تقاضے' کے عنوان سے فیصلہ ہوا ہے۔

دوم۔ یہ کہ مجلس تحقیقات شرعیہ کے موجودہ ساتویں سیمینار میں مقالہ پیش کرنے والے شرکاء نے سوالنامہ کے کیا جوابات دئے ہیں، اور اس موضوع پر ان کی کیا آراء ہیں، اور ان کے استدلالات کیا ہیں؟ اس بابت مقالات کے نکات بہم پہنچائے جائیں۔

سوم۔ یہ کہ اس وقت زیر بحث کن نکات اور سوالات پر غور مطلوب ہے؟ کیونکہ فقہی ابحاث اور اصولی مباحث کا اعادہ یہاں مقصود نہیں ہے، کہ ان پر متعدد کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں، جن میں تلفیق اور تتبع رخص پر جامع گفتگو کی گئی ہے۔ پس مطلوب یہ ہے کہ زیر غور سوال کیا ہے؟ اور اس پر شرکاء کی کیا رائے ہے؟

عرض مسئلہ بنیادی طور پر دوسرے اور تیسرے پہلو سے متعلق ہے۔ یہاں اگرچہ مقالہ نگار حضرات نے سوالنامہ میں پوچھے گئے سوالات پر اپنی تحریریں لکھی ہیں، لیکن ان مقالات کا غالب حصہ فقہاء واہل اصول مصنفین کی کتابوں میں موجود مباحث اور معاصر علماء کی آراء کے ذکر واعادہ پر مشتمل ہے۔ اور اسی ضمن میں انھوں نے اپنی رائے اور رجحان کا اظہار کیا ہے۔

محور اول: تلفیق بین المذاہب

سوال نمبر 1۔ تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت اور استعمال

مقالہ نگاروں نے تلفیق کا لغوی معنی مختلف کتب لغت واصول کے حوالہ سے لکھا ہے۔ ان کے مطابق تلفیق' باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ ہے: لفق، جس کا معنی ملانا اور ضم کرنا ہے۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف متعدد حضرات نے وزارت اوقات کویت کی 'الموسوعہ الفقہیہ' کے حوالے سے یوں لکھی ہے: ''**المراد بالتلفیق بین المذاہب اخذ صحۃ الفعل من مذہبین معا بعد الحکم ببطلانہ علی کل واحد منہما بمفردہ**'' (الموسوعہ الفقہیہ، 13/293، مقالہ مولانا اختر امام عادل، مفتی عبد الرزاق امروہوی وغیرہ)۔

کئی مقالہ نگاران نے ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی یہ عبارت نقل کی ہے: ''**التلفیق ہو الاتیان بکیفیۃ لا یقول بہا**

المجتهد، ومعناه ان یترتب علی العمل بتقلید المذاهب والاخذ فی مسالة واحدة بقولین او اکثر' الوصول الی حقیقة مرکبة لا یقرها احد'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ، 1/112، دارالفکر دمشق)۔

بعض مقالہ نگاران نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی یہ تعریف نقل کی ہے: ''تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔

ان تینوں تعریفات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں باہم بنیادی فرق نہیں ہے، اور ان کی حقیقت ایک ہے، یعنی ایک ایسی مرکب شکل کا پایا جانا جس کا قائل کوئی مجتہد نہ ہو۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تعریف اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔

متعدد حضرات نے معاصر مصنفین کے حوالوں سے لکھا ہے کہ تلفیق کی اصطلاح عہد اجتہاد کے بہت بعد' زمانہ تقلید میں پیدا ہوئی، ساتویں صدی ہجری کے بعد یہ اصطلاح پہلی بار استعمال کی گئی، جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی اور سنہوری نے لکھا ہے۔ (مقالہ مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا اختر امام عادل، اور مفتی عبدالرزاق وغیرہ)۔

شیخ جمال الدین نے الفتوی فی الاسلام میں لکھا ہے: ''**لم یسمع لفظ التلفیق فی کتب الائمة ولا فی موطاتهم ولا فی امهاتهم ولا فی کتب امهاتهم ولا اصحاب اصحابهم، ولا یبعد حدوثه فی القرن الخامس لانه اشتد التعصب والتحزب ودخلت السیاسة فی التمذهب**'' (الفتوی فی الاسلام، صفحہ۔104، دارالکتب العلمیہ، مقالہ مولانا عبید اللہ ندوی)۔

بعض مقالہ نگاران نے لکھا ہے کہ تلفیق کی اصطلاح تو بعد کی متاخر اصطلاح ہے، اور اس کا معنی اصولیین نے ذکر کیا ہے، البتہ فقہاء کے یہاں اس لفظ کا لغوی معنی میں استعمال ہوتا رہا ہے، چنانچہ شہادت، ظہار، مسافت قصر، ادراک جمعہ، اور حیض کے ابواب میں تلفیق کے لفظ کا لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے (مقالہ مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی محبوب فروغ قاسمی، مولانا انیس ندوی)۔

سوال نمبر 2، 3۔ تلفیق کی قسمیں اور ان کا حکم

مقالہ نگاران نے تلفیق کی قسمیں الگ الگ اعتبارات سے بیان کی ہیں۔

چند حضرات نے لکھا ہے کہ تلفیق سے متعلق لوگوں کی تین قسمیں ہیں: مجتہد مطلق، مجتہد مقید، اور مقلد محض۔ اس میں زیر بحث تلفیق کا تعلق مجتہد مقید سے ہے، اور مجتہد مقید کی تلفیق کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق ہو۔ لیکن یہ حقیقت میں تلفیق نہیں ہے،

۲۔ دووقتوں میں دوعمل میں تلفیق ہو، یہ بھی زیر بحث نہیں ہے،

۳۔ عمل واحد میں تلفیق ہو، یہی صورت زیر بحث ہے اور اختلافی ہے،

۴۔ ایک وقت میں دوعمل کی تلفیق ہو، مثلاً وضوء ایک مسلک پر اور نماز دوسرے مسلک پر ادا کی جائے۔ یہ صورت بھی اختلافی ہے۔

(مقالہ مولانا عبدالرشید، مولانا عبیداللہ ندوی، مفتی عبدالرزاق امروہوی)۔

بعض مقالہ نگاران نے تلفیق کی تین صورتیں بتائی ہیں:

۱۔ مختلف ابواب میں تلفیق، جیسے نماز ایک مسلک پر اور زکاۃ دوسرے مسلک پر۔

۲۔ ایک باب کے مختلف مسائل میں تلفیق، جیسے وضو ایک مسلک پر اور غسل دوسرے مسلک پر۔

۳۔ ایک ہی مسئلہ کے مختلف اجزاء میں تلفیق، جیسے وضوء میں چند بالوں کا مسح اور پھر مس مراۃ کی شکل۔

(مقالہ مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی اقبال ٹنکاروی)۔

ڈاکٹر شاہجہاں ندوی نے لکھا ہے کہ تلفیق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تلفیق ممنوع: یہ تقلید کی ایسی مرکب شکل ہے جو کسی کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ چنانچہ زیادہ تر فقہائے احناف نے اسے ممنوع کہا ہے، شافعیہ کے یہاں یہ ممنوع ہے، اور زیادہ تر حنابلہ کے یہاں بھی ممنوع ہے، البتہ راجح قول کے مطابق مالکیہ نے اسے جائز کہا ہے۔

۲۔ تلفیق جائز: جو تلفیق دوعمل میں ہو، اور ضرورتاً ہو یا اجتہادی مسئلہ میں ہو، یا مساوی دلائل والا مسئلہ ہو۔ ایسی تلفیق شرائط کے ساتھ درست ہے۔ شرائط یہ ہیں کہ یہ شدید عذر کی بنا پر ہو، اس کی عادت نہ بنائی جائے، یہ قضائے قاضی کے خلاف نہ ہو، نص واجماع کے خلاف نہ ہو، اور عمل کرنے والے کو اس پر انشراح صدر ہو۔

مناقشہ:

مقالہ نگاران کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ تلفیق کا لفظ گو کہ مختلف جگہوں پر استعمال ہوا ہے، لیکن وہ استعمال کبھی لغوی معنی میں ہے اور کبھی ظاہری اور صوری تلفیق کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حقیقی تلفیق جس میں اہل علم کے درمیان اختلاف پیش آیا ہے، وہ دو طرح کی ہیں:

اول۔ ایک مسئلہ کے اندر ایک ہی وقت میں تلفیق ہو۔ تلفیق کی تعریف بھی اسی صورت پر منطبق ہوتی ہے، مثلاً ایک وضو کو اس طرح مکمل کرنا کہ کسی بھی مسلک میں انفرادی طور پر وہ وضو صحیح نہ ہوتا ہو یا باقی نہ رہتا ہو۔

دوم۔ دو مسئلوں میں تلفیق ہو، مثلاً وضو ایک مسلک کے مطابق اور نماز دوسرے مسلک کے مطابق ہو، بایں طور کہ وضو والے مسلک کے لحاظ سے نماز درست نہیں ہوتی ہو، اور نماز والے مسلک کے اعتبار سے وضو صحیح نہ ہو۔

تلفیق کی دیگر اقسام، تلفیق کے محل یعنی وہ مسائل جہاں تلفیق ہوسکتی ہے، اور وہ افراد جن سے تلفیق پیش آئے، یہ تفصیلات مسئلہ زیر بحث سے راست تعلق نہیں رکھتی ہیں۔

چونکہ مقالہ نگاران نے مذکورہ بالا دو قسموں کی تلفیق کے حکم شرعی پر تفصیلی بحث کی ہے، قائلین جواز اور مانعین جواز علماء واصولیین کے نام ذکر کئے ہیں اور ان کے دلائل نقل کر کے ان پر محاکمہ بھی کیا ہے، اور یہی بحث' موضوع نقاش بھی ہے، اس لئے ذیل میں اس بابت مقالہ نگاران کی پیش کردہ تفصیل اور ان کا استدلال درج کیا جاتا ہے۔

عام طور پر مقالہ نگاروں نے تلفیق کی بابت علماء کے تین موقف نقل کئے ہیں:

۱۔ مطلقا جواز، ۲۔ مطلقا عدم جواز، ۳۔ مشروط جواز

(مثلا دیکھئے مقالہ مولانا صابر ندوی، مولانا انیس ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی اور مفتی اقبال ٹنکاروی)

پہلا موقف: قائلین جواز اور ان کے دلائل

حنفیہ میں ابن الہمام، ابن امیر الحاج، ابن عابدین شامی، مفتی روم ابوالسعود العمادی، ابن نجیم مصری، ابن ملا فروخ اور امیر بادشاہ تلفیق کے جواز کے قائل ہیں، مالکیہ کا راجح مسلک تلفیق کے جواز کا ہے، ابن عرفہ، علامہ عدوی اور علامہ دسوقی نے جواز کا ذکر کیا ہے۔ حنابلہ میں شیخ طرسوسی، اور حسن شطی جواز کے قائل ہیں۔ (مقالہ مولانا اختر امام عادل اور مفتی محبوب فروغ وغیرہ)

قائلین جواز کا استدلال یہ ہے کہ:

الف۔ جب کسی مسلک کو مکمل طور پر ترک کر دینے کی اجازت ہے، تو کچھ مسائل کو ترک کرنے میں کیا قباحت ہے۔

ب۔ ممانعت پر کوئی نقلی دلیل نہیں ہے۔

ج۔ صحابہ کرام اور تابعین کا عمل جواز کی دلیل ہے۔

د۔ ایک مسلک کی پابندی پر اصرار بعض اوقات حرج کا سبب بنتا ہے۔

ہ۔ عدم جواز شریعت کے مزاج یسر کے خلاف ہے۔

و۔ تلفیق کی ممانعت پر اجماع کا دعوی درست نہیں ہے۔

دوسرا موقف: عدم جواز کے قائلین اور ان کا استدلال

تلفیق کے مانعین میں شافعیہ میں امام الحرمین عبد الملک جوینی، علی بن محمد الکیا ہراسی، اور شیخ علی اجہوری شافعی، اور حنابلہ میں محمد بن احمد السفارینی ہیں۔ ابن حجر اور علامہ شامی نے ممانعت پر اجماع نقل کیا ہے، علامہ قرافی مالکی، اور حنفیہ میں قاسم بن قطلو بغا سے بھی ممانعت منقول ہے۔

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ:

الف۔ اس سے شریعت میں قباحتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

ب۔ تلفیق کے عدم جواز پر فقہا کا اجماع ہے، علامہ حصکفی نے لکھا ہے: الحکم الملفق باطل بالاجماع (درمختار 1/75)

ج۔ اس سے خرق اجماع لازم آتا ہے۔

تیسرا موقف: مشروط جواز کے قائلین

جمہور محققین اور متاخرین کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ، ابن قیم، حافظ خلیل العلائی، عبدالرحمن معلمی، ملا فرخ حنفی، شاہ ولی اللہ دہلوی، ڈاکٹر عبدالفتاح ابوغدہ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی وغیرہ مشروط جواز کے قائل ہیں۔ بین الاقوامی اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے شرکاء نے بھی مشروط جواز کی رائے اختیار کی ہے۔

ان حضرات نے جواز کے لئے درج ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

الف۔ ہوائے نفسانی کے تحت تتبع رخص کا قصد نہ ہو کہ وہ فسق ہے۔

ب۔ ایسی صورت لازم نہ آئے جو سب کے نزدیک باطل ہے۔

ج۔ انجام پا چکے عمل سے رجوع نہ پیش آئے۔

د۔ یہ دلیل کی قوت کی بنا پر ہو

ہ۔ اس سے قضاء قاضی کا بطلان لازم نہ آئے۔

شرکاء سیمینار مقالہ نگاران میں سے بیشتر اہل علم نے اسی تیسری رائے یعنی مشروط جواز کی رائے کو ترجیح دی ہے، اور اسے اختیار کیا ہے۔

مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں: تلفیق اصطلاحی جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہائے حنفیہ، شافعیہ اور جمہور علماء کی رائے ہے، کیونکہ یہ مذاہب اربعہ سے خروج اور خلاف اجماع ہے، اور اس سے ہوائے نفس کا دروازہ کھل جائے گا۔ جن علماء کی طرف تلفیق کا جواز منسوب ہے وہ چند کو چھوڑ کر تلفیق لغوی یا صوری ہے، اصطلاحی نہیں ہے۔ البتہ بوقت ضرورت مختلف علماء کے مجتہدات سے استفادہ کا جواز قیود کے ساتھ موجود ہے۔ یعنی دوسرے قول کو تمام لوازم کے ساتھ لیا جائے، جو عمل شروع کر چکا ہے اس میں نہ ہو، اس پر شرح صدر ہو، واقعی حاجت درپیش ہو، لازم اجماعی سے رجوع لازم نہ آئے، اور شاذ اقوال نہ اختیار کرے۔

چند حضرات نے تلفیق کو مطلقا منع کیا ہے، چنانچہ مفتی حبیب اللہ قاسمی نے ممانعت کے دلائل کو زیادہ مضبوط بتایا ہے۔ مفتی توصیف قاسمی نے بھی یہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔

مناقشہ:

عارض کے نزدیک اس پوری بحث سے چند امور واضح ہوتے ہیں:

اول۔ اوپر کی تفصیل میں یہ بات آئی ہے کہ تلفیق کی جو صورت اختلافی ہے، وہ تلفیق حقیقی ہے، تلفیق صوری نہیں، یعنی ایک وقت میں ایک عمل کے اندر کی تلفیق ہی زیر بحث ہے۔ مجوزین نے اسی صورت تلفیق کے جواز کی رائے دی ہے، اور مشروط جواز کے قائلین اسی صورت تلفیق کے جواز کے لئے شرائط عائد کرتے ہیں، لہذا تلفیق کی ظاہری صورتیں یہاں زیر بحث نہیں ہیں۔

دوم۔ تلفیق کے جواز اور اس کے لئے شرائط بتانے والے اہل علم میں معاصر دور کے فقہا اور محققین کی ایک خاصی تعداد ہے، چنانچہ اس عرض کے شروع میں جن معاصر مصنفین کی اس موضوع پر تحریروں اور ابحاث کا ذکر کیا گیا' ان میں بیشتر جواز اور مشروط جواز کی رائے رکھتے ہیں، برصغیر کے اکابرین نے یہی موقف اختیار کیا ہے، اور موجودہ وقت کی فقہی اکیڈمیوں میں شریک درجنوں علماء محققین نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

سوم۔ شرکاء سیمینار کی اکثریت بلکہ دو ایک اصحاب کے علاوہ سب ہی مشروط جواز کی رائے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ کیونکہ مانعین جواز نے اس کی ممانعت پر کوئی نص یا شرعی دلیل نہیں پیش کی ہے، اور تلفیق کی وجہ سے شریعت کے تئیں جن خدشات کا اظہار بجا طور پر انھوں نے کیا ہے' وہ مشروط جواز کی شکل میں ختم ہوجاتے ہیں، کیونکہ شرائط کے ذریعہ ان پر پابندی لگائی گئی ہے۔ خود فقہی اکیڈمیوں نے اپنے فیصلوں میں ان شرائط کو ملحوظ رکھا ہے، نیز شریعت کے مزاج یسر و تیسیر کا یہی تقاضا ہے۔ شارع رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے دین کے بارے میں فرمایا ہے کہ: ''**ان الدین یسر، ولن یشاد الدین احد الا غلبه، فسددوا وقاربوا، وابشروا، واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة، وفی روایة القصد القصد تبلغوا**''۔ پس علماء کے شاذ اقوال اور زلات کو اختیار کرنے، یا کسی شرعی ممنوع کے ارتکاب کی حیلہ جوئی کرنے کی صورتیں سب کے نزدیک باطل ہیں اور وہ یہاں زیر بحث نہیں ہیں۔

چہارم۔ یہاں یہ امر بھی غور کا متقاضی ہے کہ قائلین مشروط جواز نے جو شرائط ذکر کی ہیں' ان میں ایک شرط' ایسی صورت کا نہ پیش آنا ہے جو سب کے نزدیک باطل ہو'۔ جبکہ تلفیق اصطلاحی کی تعریف میں اسی صورت کو تلفیق حقیقی بتایا گیا ہے۔ تو مشروط جواز کے ذریعہ سامنے آنے والی شکل 'تلفیق اصطلاحی' کی نہیں رہ جاتی ہے' بلکہ تلفیق سے بچتے ہوئے اختلاف ائمہ سے استفادہ کی بن جاتی ہے، اور اس کے جواز سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے مشروط جواز میں 'ائمہ اربعہ کے مذاہب سے باہر نہ جانے' کی قید لگائی ہے، تو اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا،

اور مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے سیمیناروں میں بحث وفیصلہ ہو چکا ہے، اور حدود وقیود کے ساتھ جواز کا موقف اپنایا گیا ہے، پس وہ شکل بحث مفروغ منہ میں داخل ہے۔

سوال نمبر 4: کن ابواب میں تلفیق درست ہے، اور کن میں نہیں؟

متعدد مقالہ نگاروں نے اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی تقسیم نقل کی ہے، جو یوں ہے:

عقائد، ایمان اور اخلاق سے متعلق ابواب میں تلفیق کا عمل دخل نہیں ہے۔ رہے فروعی اور اجتہادی مسائل، تو وہ تین قسم کے ہیں:

پہلی قسم جو یسر وتسامح پر مبنی ہے، اس میں عبادات آتی ہیں۔ ضرورت کے پیش نظر ان میں تلفیق جائز ہے۔

دوسری قسم جو ورع واحتیاط پر مبنی ہے، اس میں محظورات آتی ہیں۔ اس میں صرف شرعی ضرورت کی بنیاد پر ہی تلفیق کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں۔

تیسری قسم جو انسانی مصالح پر مبنی ہے، اس میں معاملات آتے ہیں۔ ان میں اگر ان کی اصل تحریم ہو تو تلفیق ممنوع ہے، لیکن اگر اصل انسانی مصالح ہو تو تلفیق کی اجازت ہے۔

(مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا اسجد حسن ندوی، مولانا محبوب فروغ قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی)

مفتی عبدالرزاق امروہوی نے قطعی وظنی احکام کی تفصیل پیش کی ہے۔

مولانا عبید اللہ ندوی نے لکھا ہے کہ صرف احکام شرعیہ ظنیہ اجتہادیہ میں تلفیق کی گنجائش ہے، بعض اجتہادی احکام میں وہ بھی معاملات، مناکحات اور عبادات میں تلفیق جائز ہے۔

مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں کہ تلفیق کا دائرہ عمل اجتہادی مسائل ہیں، مسائل منصوصہ میں اس کی اجازت نہیں ہے، ابواب کی تفصیل قدیم وجدید فقہاء کے یہاں مجھے نہیں ملی، عہد جدید کے بعض محققین نے ایسی تقسیم لکھی ہے، معتقدات اور منصوص مسائل کے علاوہ تمام ابواب میں بہ ضرورت تلفیق مشروط درست ہے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی نے لکھا ہے کہ عقود ومالیات جیسے بیع، اجارہ، شرکت، مضاربت، نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ جیسے ابواب میں تلفیق کی زیادہ گنجائش ہے، اسی طرح جدید مسائل جہاں براہ راست نص نہیں ہے، اور تعزیرات وقانونی امور میں گنجائش ہے۔ عبادات میں یہ ممنوع ہے، حدود وقصاص میں ممنوع ہے، اور نکاح وطلاق کی بعض صورتوں میں ممنوع ہے۔ (مفتی اقبال ٹنکاروی، مولانا محبوب احمد فروغ)۔

مناقشہ:

عارض کی رائے میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی بیان کردہ تقسیم واضح اور جامع ہے۔ متعدد مقالہ نگاران نے بھی اسی تقسیم کو اختیار کیا ہے، دیگر حضرات کی بیان کردہ تفصیل میں جزوی مثالوں کا ذکر ہے، بنیادی طور پر وہ بھی اس تقسیم سے

متعارض نہیں ہیں۔

سوال نمبر 5۔ نئے مسائل میں تلفیق اور اس کی شرائط

تقریباً تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض کے موقع پر تلفیق بین المذاہب کو درج ذیل شرائط کے ساتھ روبہ عمل لایا جاسکتا ہے:

الف۔ مقصد تتبع رخص نہ ہو۔

ب۔ اجماع قطعی کی مخالفت نہ ہو۔

ج۔ تقلید کے ساتھ عمل پہلے نہ ہوا ہو۔

د۔ قضائے قاضی کا بطلان لازم نہ آئے۔

ہ۔ شاذ ومرجوح قول نہ لیا جائے۔

و۔ دوسرے قول کو تمام شرطوں کے ساتھ لیا جائے۔

سوال نمبر 6۔ انفرادی فتاوی میں ضرورت کے وقت تلفیق

شرکائے سیمینار کی رائے ہے کہ انفرادی فتاوی میں بھی بوقت ضرورت تلفیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ چند حضرات مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا معین الدین ندوی، مولانا عبدالرشید قاسمی اور مفتی اقبال ٹنکاروی کی رائے ہے کہ صرف اجتماعی طور پر اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

محور دوم: تتبع رخص

سوال نمبر 1۔ تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت:

مقالہ نگاران کے مطابق تتبع کا لغوی معنی ہے: تلاش کرنا، اور رخصت کا لغوی معنی تسہیل اور تخفیف ہے۔

بیشتر مقالہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ تتبع رخص کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان ہر فقہی مسلک سے آسان جزئیہ کو اختیار کرے۔

بعضے حضرات نے اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی تتبع رخص کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے: ''**ما جاء من الاجتهادات المذهبية مبيحا لامر في مقابلة اجتهادات اخرى تحظره**''

متعدد مقالہ نگاروں نے حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی بیان کردہ یہ تعریف ذکر کی ہے: ''فقہاء کے اقوال میں اس قول کو اختیار کرنا جو زیادہ آسان ہو، اور انتخاب کی بنیاد دلائل کی قوت یا ورع واحتیاط نہ ہو، بلکہ محض تخفیف، یسر اور سہولت ہو''۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی نے تعریف میں یہ اضافہ کیا ہے کہ: 'خواہ وہ قول کسی بھی مذہب کے اصول کے مطابق

نہ ہو۔

مولانا عبید اللہ ندوی نے الکوکب المنیر کے حوالے سے یہ اضافہ کیا ہے کہ: 'جب بھی کسی مسلک میں کوئی رخصت ملے تو اس پر عمل کرلے، اس کے علاوہ مسلک کی دوسری باتوں پر عمل ہی نہ کرے'۔

مولانا شاہجہاں ندوی نے اضافہ کیا ہے کہ: 'ہر عمل کے سلسلہ میں ائمہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے آسان تر قول کو اختیار کرنے کی عادت بنالے'۔

مناقشہ:

ان تعریفات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی تعریف 'تتبع رخص' کی مجرد عکاسی کرتی ہے، کیونکہ اس میں صرف اتنی بات ہے کہ 'اجتہادی آراء میں سے جواز کی رائے اختیار کی جائے' جبکہ اس کی ممانعت کی رائے بھی موجود ہو'۔ گویا اس تعریف میں صرف صورت مسئلہ کا بیان ہے، اس کے پیچھے کے محرکات اور اس کے نتائج کی باتیں شامل نہیں ہیں۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی تعریف زیادہ جامع ہے، کیونکہ اس میں 'انتخاب کی بنیاد' قوت دلائل نہ ہو کر محض تخفیف اور یسر وسہولت ہونا' بتایا گیا ہے۔ یہ اضافہ درست ہے، خود اس اصطلاح کے دونوں الفاظ یعنی 'تتبع' اور 'رخص' سے یہ مفہوم متبادر ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس میں 'رخصت' یعنی 'آسان' کا انتخاب ہوتا ہے، اور یہ انتخاب 'تتبع' یعنی 'تلاش محض' نہ کہ 'تلاش بر بنائے دلیل' کی صورت میں ہوتا ہے۔

دیگر حضرات نے تعریف میں جو اضافی قیدیں لگائی ہیں' وہ تعریف کی حقیقت سے خارج امور ہیں۔ چنانچہ مفتی حبیب اللہ قاسمی کی یہ قید کہ 'خواہ وہ قول کسی بھی مذہب کے اصول کے مطابق نہ ہو'، مولانا عبید اللہ ندوی کا یہ اضافہ کہ 'اس کے علاوہ مسلک کی دوسری باتوں پر عمل ہی نہ کرے' اور مولانا شاہجہاں ندوی کی یہ قید کہ 'اختیار کرنے کی عادت بنالے'، یہ باتیں تعریف کا حصہ نہیں ہوسکتی ہیں، کیونکہ تتبع رخص کی حقیقت میں محض شاذ اقوال کا اختیار کرنا داخل نہیں ہے، بلکہ ایسا قول کسی فقیہ کا معتبر قول بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح تتبع رخص کی عادت نہ بنائے یا مسلک کی دوسری باتوں پر عمل پیرا ہو' تب بھی تتبع رخص پایا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 2۔ تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی آراء۔ سوال نمبر 3۔ تتبع رخص کی قسمیں

سوال نمبر 4۔ تتبع رخص کے مجوزین اور مانعین کے دلائل

چونکہ مقالہ نگاران کی تحریروں میں ان تین سوالات کے جوابات عموماً مشترکہ دئے گئے ہیں، اس لئے یہاں تینوں سوالات پر ایک ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔

سوال نمبر 2 میں مقالہ نگاروں سے تتبع رخص کی بابت فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ پیش کرنے کی گذارش کی گئی ہے، اور تیسرے اور چوتھے سوالات میں تتبع رخص کی اقسام اور مجوزین و مانعین کے دلائل ذکر کرنے

کہا گیا ہے، چنانچہ بیشتر شرکاء سیمینار نے تتبع رخص سے متعلق طویل بحثوں کے حصے اپنے مقالات میں نقل کئے ہیں۔ واضح رہے کہ ان تین سوالات میں شرکاء کی اپنی آراء یا ترجیح ان سے نہیں پوچھی گئی ہے۔

مولانا جمیل اختر ندوی نے لکھا ہے کہ تتبع رخص کی بابت فقہا کی تین آراء ہیں:

الف۔ تتبع رخص درست نہیں ہے:

یہ رائے ابن حزم، ابن عبدالبر، غزالی، نووی، سبکی، ابن القیم، اور شاطبی وغیرہ کی ہے۔ ابن حزم اور ابن عبد البر نے اس کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے۔ جمہور مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ب۔ تتبع رخص مطقا جائز ہے:

اس کے قائلین میں سرخسی، ابن ہمام، ابن عبدالشکور، اور امیر بادشاہ وغیرہ ہیں۔

ج۔ مشروط جائز ہے:

البتہ شرائط کی تفصیل میں فرق ہے۔ علامہ عز بن عبدالسلام کے نزدیک تتبع رخص کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ کسی نص قطعی، اجماع امت، شرعی اصول یا صریح قیاس کے خلاف نہ ہو کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ علامہ قرافی نے اضافہ کیا ہے کہ رخصتوں کو اس طرح جمع نہ کیا جائے جس سے خرق اجماع لازم آتا ہو۔ بعض اہل علم نے کہا ہے رخص صرف ان مجتہدین کے مدون مسائل میں ہو جن پر اجماع ہو چکا ہے، نیز ایسی صورت نہ ہو کہ تمام عزیمتوں کو ترک کر کے دائرہ تکلیف سے ہی نکلنا پایا جائے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ محض خواہش نفس کی بنیاد پر فقہاء کی سہولتوں کو لینا درست نہیں کہ یہ شرعی تکالیف سے آزاد ہونے کا ذریعہ ہے۔ البتہ مخصوص شرائط ساتھ رخصت اختیار کرنا جائز ہے، وہ شرائط ہیں: ۱۔ وہ اقوال معتبر ہوں، شاذ اقوال نہ ہوں، ۲۔ مشقت کے ازالہ کی غرض سے رخصت اختیار کرنے کی حاجت ہو خواہ انفرادی حاجت ہو یا اجتماعی، ۳۔ وہ خود صاحب علم وبصیرت ہو یا کسی ایسی صلاحیت والے پر اعتماد کرے، ۴۔ رخصت کا نتیجہ کسی ممنوع تلفیق میں مبتلا ہونے کا سبب نہ ہو، ۵۔ رخصت کا مقصد کسی غیر مشروع عمل کی انجام دہی نہ ہو، ۶۔ اس پر عمل کرنے والے کا دل مطمئن ہو۔

مفتی محبوب فروغ قاسمی نے لکھا ہے کہ امام شاطبی اس بابت بہت متشدد ہیں، تتبع رخص ان کے نزدیک ہوائے نفسانی کا چور دروازہ ہے، ابن عبدالبر نے اس کی ممانعت پر اجماع نقل کیا ہے، حنابلہ و مالکیہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ البتہ قرافی مالکی، اکثر اصحاب شافعیہ، اور حنفیہ میں سے ابن الہمام اور صاحب مسلم الثبوت کے نزدیک تتبع رخص جائز ہے، جبکہ تلفیق ممنوع کی صورت پیدا نہ ہو۔

مفتی عبدالرزاق امروہوی، مولانا اقبال ٹنکاروی اور مفتی توصیف قاسمی نے تتبع رخص کی ممانعت میں ان اقوال کو نقل کیا ہے جو علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار کرنے کی بابت ہیں، جیسے امام ذہبی کا قول کہ جو شخص مسالک کی

رخصتوں اور مجتہدین کی غلطیوں کی تلاش بسیار کرتا ہے، اس کی ایمانی حالت کمزور ہوجاتی ہے۔

تتبع رخص کی ممانعت کے دلائل:

تتبع رخص کے مانعین کے دلائل مقالہ نگاروں نے نقل کئے ہیں۔ ان کے مطابق تتبع رخص خواہش نفس کی پیروی ہے، اس سے انسان دائرہ تکلیف سے نکل جاتا ہے، اس سے دین میں استخفاف پیدا ہوتا ہے، اور دیر سویر انسان تلفیق پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اس کی حرمت پر ابن حزم اور ابن عبدالبر نے اجماع نقل کیا ہے۔

تتبع رخص کے جواز کے دلائل:

- اسلامی شریعت یسر وسہولت پر مبنی ہے۔
- تتبع رخص کی حرمت پر کوئی نص نہیں ہے۔
- صحابہ کرام کا عمل بھی جواز کی تائید میں ہے۔

تتبع رخص کی بابت ان آراء کے تذکرہ کے ساتھ شرکاء سیمینار میں سے بیشتر مقالہ نگاروں نے خود اپنی رائے مشروط اجازت کی اختیار کی ہے۔ ان میں سے متعدد اصحاب نے حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی عبارت نقل کر کے اس سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔ کئی حضرات نے جدہ فقہ اکیڈمی کے فیصلہ کا ذکر کر کے اس سے اتفاق کیا ہے۔ مولانا رحمت اللہ ندوی نے ادارہ مباحث فقہیہ کا فیصلہ نقل کیا ہے کہ مجبوری میں سہولتوں سے استفادہ شرطوں کے ساتھ درست ہے۔ شرطیں ہیں: تتبع رخص مذاہب اربعہ میں ہو، ضرورت داعیہ درپیش ہو، ضرورت کی تعیین ارباب افتا کے اجتماعی فیصلہ سے ہوگی، کسی قول کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ لیا جائے، اور اس سے تلفیق حرام یعنی خارق اجماع لازم نہ آتا ہو۔

مناقشہ:

تتبع رخص کی بابت فقہاء کرام بالخصوص دور جدید کے فقہی اداروں کے مباحث اور شرکاء سیمینار کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ چند شرائط کے ساتھ تتبع رخص سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ان شرائط کی پابندی سے وہ خدشات اور قباحتیں ختم ہوجاتی ہیں جو تتبع رخص کے مانعین نے پیش کئے ہیں۔ پس نادر اور شاذ اقوال اختیار کرنے سے متعلق علماء کے مذمتی اقوال کا تعلق زیر بحث صورت سے نہیں رہ جاتا ہے۔ جہاں تک شرائط کی تفصیل کا تعلق ہے تو جدہ فقہ اکیڈمی کے فیصلہ میں ذکر کردہ شرائط جامع ہیں، اور تقریبا ان تمام ضروری امور کا احاطہ کرلیتی ہیں جو دیگر حضرات نے ذکر کی ہیں، مذاہب اربعہ سے خروج کی نوعیت پر گفتگو اور فیصلہ خود مجلس کے سابقہ سیمینار میں ہو چکا ہے۔

سوال نمبر:5۔ تتبع رخص اور تلفیق میں فرق

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران نے لکھا ہے کہ دونوں میں باہم گہرا تعلق بھی ہے، اور دونوں ایک دوسرے سے علاحدہ بھی ہیں۔اس کی وضاحت درج تفصیل سے ہوجاتی ہے:

تتبع رخص آسان قول کو اختیار کرنا ہے، جبکہ تلفیق مختلف اقوال کو ملا کر نیا قول بنانا ہے۔

تلفیق میں بعض دفعہ ایسا قول وجود میں آتا ہے جس کا قائل کوئی مجتہد نہیں ہے، جبکہ رخصت میں کسی مجتہد کا قول اختیار کیا جاتا ہے۔

تلفیق بعض صورتوں میں اجماع کی مخالفت بن جاتی ہے، جبکہ رخصت کسی معتبر قول کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال نمبر 7-6۔ نئے مسائل میں تتبع رخص اور انفرادی فتاوی میں اس کا استعمال

تقریبا تمام مقالہ نگاران کی رائے ہے کہ نئے مسائل میں تتبع رخص کا مشروط استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک انفرادی فتاوی میں بوقت ضرورت تتبع رخص کے استعمال کی بات ہے، تو بیشتر شرکاء نے انفرادی فتاوی میں بھی اس سے استفادہ کی اجازت دی ہے۔اس کے بالمقابل متعدد شرکاء کی رائے ہے کہ انفرادی فتاوی میں اس کی اجازت نہیں ہوگی۔عدم جواز کی رائے مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محبوب فروغ قاسمی، مولانا اسجد ندوی، مفتی عبدالرزاق امروہوی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا معین الدین ندوی، اور مفتی توصیف قاسمی کی ہے۔

خاتمہ:

سابقہ سطور میں اہل علم شرکاء سیمینار کی آراء اور ان کا استدلال ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، نیز عرض کے لئے منتظمین کے ضابطہ کے مطابق مناقشہ میں ترجیح اور محاکمہ کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس نقل ومحاکمہ میں فاضل مقالہ نگار حضرات کی آراء بالخصوص ان کی قیود کی رعایت پوری طرح نہ ہوسکی ہو، میں ایسی کسی بھی کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ اس کی تلافی منتظمین کی جانب سے پیش کردہ تلخیص مقالات سے کسی حد ہوجارہی ہوگی، نیز سیمینار میں آپ مقالہ نگاران کی، بذات خود موجودگی اور مناقشہ میں شرکت سے مسائل کی تنقیح ان شاءاللہ ہوجائے گی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اسمائے گرامی مقالہ نگاران:

۱۔مفتی عبدالرزاق امروہی، ۲۔مولانا اسجد حسن ندوی، ۳۔مولانا محمد معین الدین ندوی، ۴۔مولانا محمد انیس ندوی، ۵۔مولانا محمد صابر حسین ندوی، ۶۔مفتی عبدالتواب اناوی، ۷۔مفتی توصیف قاسمی، ۸۔مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی، ۹۔ مولانا عبید اللہ ندوی، ۱۰۔مفتی جنید احمد قاسمی مونگیر، ۱۱۔مفتی عبدالرشید قاسمی، ۱۲۔مفتی رحمت اللہ ندوی، ۱۳۔مفتی محمد شاہجہاں ندوی، ۱۴۔مفتی حبیب اللہ قاسمی، ۱۵۔مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، ۱۶۔مفتی اقبال احمد بن محمد ٹنکاوری، ۱۷۔مولانا اختر امام عادل قاسمی، ۱۸۔اور راقم سطور محمد فہیم اختر ندوی۔

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کا حکم شرعی شرعی

مفتی عبدالرزاق امروہی
خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت

سوال (۱) تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

تلفیق کا لغوی معنی

ارباب لغت کے نزدیک "تلفیق" باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ ہے ''الفق''، معنی ہے: ملانا اور ضم کرنا، عرب کہا کرتے تھے: لفق الثوب: کپڑے کو دوہرا کر کے سینا، اور کبھی کہا کرتے تھے: لفق الشقین: یعنی: دونوں سرے ملا کر سینا، نیز تلفیق کبھی جھوٹ اور ملمع سازی کو بھی کہتے ہیں۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف

تلفیق کی اصطلاحی تعریف متقدمین فقہاء کے یہاں نہیں ملتی، ماضی قریب کے بعض اہل علم اور اصول فقہ پر کام کرنے والے بیشتر معاصرین (جن میں سنسوری اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نمایاں ہیں) کا خیال ہے کہ تلفیق کی اصطلاح ساتویں صدی یا اس کے بعد پہلی بار استعمال کی گئی۔ اسی وجہ سے قدیم فقہ میں تلفیق کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں پائی جاتی، البتہ من حیث المجموع اس کا حکم ضرور بیان کیا گیا ہے، ماضی قریب کے فقہاء نے تلفیق کی جو تعریفات کی ہیں وہ عام طور پر ایک مسئلے میں مختلف فقہی مذاہب کو جمع کرنے کے حوالے سے ہی ہیں، چنانچہ مشہور فقہی انسائیکلو پیڈیا الموسوعۃ الفقیۃ الکویتیہ میں تلفیق کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

المُمَرَادُ بِالتَّلْفِيقِ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ أَخْذُ صِحَّةِ الْفِعْلِ مِنْ مَذْهَبَيْنِ مَعًا بَعْدَ الحُكْمِ بِبُطْلَانِهِ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بمفرده. الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۳/۲۹۳)

ترجمہ: تلفیق بین المذاہب سے مراد ایک فعل کو دو مذہب میں بیک وقت درست تصور کرنا جبکہ انفرادی طور پر وہ کسی ایک امام کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔

تلفیق کی اقسام

(۲) تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی جائز ہیں اور کونسی ناجائز؟

تلفیق کے متعلق سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) مجتہد مطلق (۲) مجتہد مقید (۳) مقلد محض. ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مجتہد مطلق:

اس کے لیے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے، بلکہ اس پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، لہذا بایں صورت تلفیق کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

(۲) مجتہد مقید:

جو اصل میں تو اپنے امام کا پابند ہے البتہ فروع میں اجتہاد کی گنجائش ہے، خواہ وہ موجب تلفیق ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ خارق اجتماع نہ ہو۔ یعنی جس میں ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ہٹ کر پانچویں مذہب کا ایجاد لازم نہ آئے، ورنہ ایسی تلفیق بالاتفاق باطل ہے۔

اور مجتہد مقید کی تلفیق کی چار صورتیں ہوتی ہیں:

۱ الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق: دو مسئلے الگ الگ ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ میں اپنے اجتہاد کے ذریعہ امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دیتا ہے، ایسے ہی دوسرے کسی مسئلہ میں امام شافعی کے قول کو اپنے اجتہاد سے ترجیح دیتا ہو۔ مثلا: خروج دم امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے، جب کہ عند الحنفیہ ناقض وضو ہے، اب اگر مجتہد مقید حنفی المسلک ہو اور وہ اپنی دلیل کی روشنی میں بذریعہ اجتہاد امام شافعی کے قول کو ترجیح دیتا ہے کہ خروج دم ناقض وضو نہیں ہے، تو وہ اسکے لیے جائز ہے، مگر یہ ظاہرا تلفیق ہے، حقیقت میں تلفیق نہیں ہے، بلکہ یہ اس مجتہد کا تفرد ہے، اسی طرح عورت امام شافعی کے یہاں ناقض وضو ہے، مگر امام ابوحنیفہ کے یہاں نہیں، اس صورت میں کوئی حنفی مجتہد مقید اپنے دلائل کی روشنی میں اجتہاد سے امام شافعی کے قول کو ترجیح دیتا ہے تو یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ اسکا تفرد ہے، تلفیق نہیں۔ دلیل:

أما حكمه إذا كان بين قولين فقط دون العمل بأن رجح مجتهد قول الشافعي في الاحتجام، وقول أبي حنيفة في المس، أو في عدم ركنية الفاتحة للصلاة، فهو جائز. (مقدمة اعلاء السنن)

۲- دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق: مجتہد مقید الگ الگ دو مسئلوں کی دو عملوں میں تلفیق کرتا ہے، مثلاً: ایک نماز اس طرح پڑھتا ہے کہ وضو کے بعد خروج دم ہو گیا، اور وضو کا اعادہ نہیں کیا اور فاتحہ خلف الامام بھی کی، اسکے بعد

دوسرے وقت میں دوسری نماز اس طرح پڑھی کہ وضو کے بعد خروج دم ہوا، اور وضو کا اعادہ کرلیا، اور فاتحہ خلف الامام نہیں کی، تو ایسی صورت میں پہلی نماز امام شافعی کے مسلک کے مطابق صحیح ہوگئی۔ اور دوسری نماز امام ابوحنیفہ کے بقول صحیح ہوگئی تو یہ خارق اجماع تلفیق نہیں ہوئی، اور اس قسم کی تلفیق صرف مجتہد مقید کے لیے دلائل کی روشنی میں جائز ہے، مگر مستحسن نہیں ہے۔ دلیل:

وكذا جاز لو لفق بينهما في عملين لا في عمل واحد بأن صلى صلاة بعد الاحتجام بلا إعادة الوضوء، ولم يترك الفاتحة مثلاً، وصلى أخرى بإعادة الوضوء بعده، واقتصر في القراءة على أية. (مقدمة إعلاء السنن (٢٨٩٨)

۳۔ عمل واحد میں تلفیق: مجتہد مقید کے لئے دو اماموں کی تقلید کرتے ہوئے ایک عمل کی ایک وقت میں تلفیق جائز نہیں ہے، مثلا: وضو ایک عمل ہے مجتہد مقید وضو کے بعد حجامہ کراتا ہے بنا بریں خروج دم ہوتا ہے، جو عند الشافعی ناقض وضو نہیں ہے، اور بقول امام ابوحنیفہ ناقض وضو ہے، اب اسی وضو کے بعد میں مس عورت بھی کر لیتا ہے، اور مس مراۃ عند الشافعی ناقض وضو ہے، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اگر بغیر اعادہ وضو کے وہ شخص نماز پڑھے گا، تو کسی بھی امام کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس لیے صحیح نہیں کہ خروج دم ناقض وضو ہے، اور امام شافعی کے نزدیک اس لیے صحیح نہیں کہ مس عورت ان کے ہاں ناقض وضو ہے، لہذا دونوں اماموں کے مسلک کے مطابق وضو ٹوٹ گیا اور بغیر وضو نماز پڑھنا لازم آ گیا، ایسی تلفیق سب کے نزدیک خارق اجماع ہے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ دلیل:

إن التلفيق من أقوال المجتهدين إن كان مبطلاً للإجماع لم يجز والا جاز، نظيره: صلاة من احتجم، ومن مس المرأة بعد الوضوء من غير تجديده، فإنها باطلة اجماعا (مقدمة اعلاء السنن (٢٨٩٧)

۴۔ ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق: بیک وقت دو عملوں کی تلفیق مجتہد مقید کے لیے جائز نہیں ہے۔ مثلاً: وضو ایک عمل ہے۔ اور نماز علحیدہ ایک عمل ہے، خروج دم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناقض وضو ہے، جبکہ امام شافعی کے ہاں نہیں۔ اور نماز کے اندر قرآت فاتحہ امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہیں ہے بلکہ قرات خلف الامام نا جائز ہے۔ اب اگر کوئی شخص وضو کر لیتا ہے بعد ازاں خروج دم ہو جاتا ہے، اور اعادہ وضو کے بغیر نماز پڑھ لیتا ہے، جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس صورت میں اسکی نماز امام ابوحنیفہ کے نزدیک خروج دم کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی، اور امام شافعی کے نزدیک ترک سورہ فاتحہ کی بنا پر نماز باطل ہوگی۔

یہ تلفیق اگرچہ دو عملوں میں ہے، لیکن دونوں کو ایک وقت میں ایک ساتھ جمع کرنے کی وجہ سے عمل واحد میں تلفیق کے حکم میں ہو کر تلفیق خارق اجتماع ہوگئی ہے، اس لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کیوں کہ کسی بھی امام کے نزدیک

اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو مذہب خامس کی ایجاد لازم آجائے گی، اس لیے تلفیق کی یہ شکل بھی بالاجماع باطل ہے۔(دراسہ الحق ص ۲۵)

(۳) مقلد محض:

مقلد محض یعنی جس کے اندر اجتہاد کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، ایسے شخص پر اپنے امام کے اصل مذہب کی تقلید واجب ہوتی ہے، اس کے لیے کسی قسم کی تلفیق جائز نہیں ہے۔ دلیل:

إذا كان المجتهد لا يصير له التلفيق إذا أدى اجتهاده إليه على حسب ما قدمناه، فكيف بالمقلد القاصر. (خلاصة التحقيق من: ۲۵)

تلفیق کے جواز اور عدم جواز کے دلائل

(۳) جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطابقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

تلفیق بین المذاہب کے سلسلہ میں فقہاء اور اصولیین کی آراء مختلف ہیں، بعض حضرات کے نزدیک یہ مطلقاً ناجائز ہے، جبکہ دیگر حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں، ذیل میں فریقین کے دلائل پیش خدمت ہیں:

مانعین کے دلائل:

۱۔ تلفیق کو جائز قرار دینے سے شریعت میں کئی قباحتوں کا دروازہ کھلتا ہے، مثلاً حرام کو حلال قرار دینا، اور مشکلات شریعت سے جان چھڑانا وغیرہ، اسکی مثال یہ ہے کہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر اس کی عبارت سے صحیح ہوجاتا ہے، نیز امام مالک کے یہاں گواہ کا ہونا مجلس نکاح میں ضروری نہیں ہے، چنانچہ کوئی شخص عورت سے بغیر ولی کے نکاح کرے امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے۔ اور گواہ کے بغیر امام مالک کی تقلید کرتے ہوئے۔ تو اس طرح زنا تک جانا آسان ہوگیا، اسی کی طرف سفارینی نے اپنی عبارت میں اشارہ کیا ہے:

ولقد كان بعض أشياخنا توقف في القول ببطلان التلفيق، فنازعته في ذلك، ثم إني أتيته بهذه الصورة، فرجع عن قوله، وقال: التلفيق باطل، والقاعدة: أن كل ما أدى إلى محظور فهو محظور، وكل قول يلزم منه إباحة المحرم فهو مردود. التحقيق في بطلان التلفيق للسفاريني، ص/ ۱۷۲)

۲۔ مقلد نے جب ایک مذہب کے مطابق عمل کرلیا تو گویا اس نے اس کو اپنے اوپر لازم کرلیا، اب اس کے لیے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ کسی اور مذہب کی آراء کی طرف رجوع کرے، کیونکہ جب اس نے ایک مذہب کے مبنی برحق کا اعتقاد کرلیا تو اب اس اعتقاد پر ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

٣۔ تلفیق کے عدم جواز پر فقہا کا اجماع ہے۔ چنانچہ مصفی لکھتے ہیں : وَأَنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَأَنَّ الرُّجُوعَ عَنْ التَّقْلِيدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ اتِّفَاقًا، وَهُوَ الْمُخْتَارُ فِي الْمَذْهَبِ، وَأَنَّ الْخِلَافَ خَاصٌ بِالْقَاضِي الْمُجْتَهِدِ. دور الخمار (٥)

تلفیق کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے، کیونکہ تلفیق میں ایک تیسری رائے پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ کسی مسئلے میں مجتہدین کے (باہم مخالف) دونوں اقوال کو چھوڑ کر تیسری رائے اختیار کرنا جائز نہیں۔

مجوزین کے دلائل:

1 - تلفیق کی ممانعت پر کوئی نقلی اور عقلی دلیل نہیں ہے، علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں مذہب معین کی اتباع کی بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں:

وَالْغَالِبُ أَنَّ مِثْلَ هَذِهِ الْزَامَاتُ مِنْهُمْ لِكَفِّ النَّاسِ عَنْ تَتَبُّعِ الرُّخَصِ وَإِلَّا أَخَذَ الْعَامِيُّ فِي كُلِّ مَسْأَلَةٍ بِقَوْلِ مُجْتَهِدٍ قَوْلُهُ أَخَفُّ عَلَيْهِ. وَأَنَا لَا أَدْرِي مَا يَمْنَعُ هَذَا مِنْ النَّقْلِ أَوْ الْعَقْلِ وَكَوْنُ الْإِنْسَانِ يَتَّبِعُ مَا هُوَ أَخَفُّ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَوْلِ مُجْتَهِدٍ مُسَوَّغٌ لَهُ الاجْتِهَادُ مَا عَلِمْت مِنْ الشَّرْعِ ذَمَّهُ عَلَيْهِ، وَكَانَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يُحِبُّ مَا خَفَّفَ عَنْ أُمَّتِهِ، وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. (مع القدیر ابن الحمام ٧/٢٥٨]

٢۔ صحابہ کرام کا عمل بھی جواز تلفیق کی دلیل ہے ہے،؟ کیونکہ صحابہ کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف تھا؛ لیکن کسی صحابی نے کبھی مستفتی کو اپنا پابند نہیں کیا، اور نہ کبھی کسی کو اس بات پر ملامت کی کہ دوسرے صحابہ سے فتوی کیوں لیتا ہے۔

۔ایک ہی مذہب کی پابندی پر اصرار کرنا بعض اوقات حرج اور تنگی کا سبب بنتا ہے جو شریعت کے مقاصد عامہ کے خلاف ہے، کیونکہ یسر، رفع حرج اور عدم مشقت شریعت کے بنیادی اصول ہیں۔

بعض فقہی ابواب میں تلفیق

سوال: (٥) کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہا، اور اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

تلفیق کا محل

شریعت کے احکام بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نص سے ثابت ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس نوعیت کے نہیں ہیں۔ جو احکام پہلی قسم کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں وہاں کسی دوسری رائے کی گنجائش نہیں وہاں تلفیق کی گنجائش بھی نہیں۔ جو احکام دوسری قسم کے تحت آتے ہیں ان کے ثبوت کے

اعتبار سے مزید درج ذیل اقسام ہیں: 1۔قطعی الثبوت لیکن ظنی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں، جیسے آیت کریمہ ہے:

وَ الْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

(مطلقہ عورتیں اپنے کو تین قروء روکے رکھیں) یہ قطعی الثبوت ہے لیکن دلالت کے اعتبار سے ظنی ہے جس کی وجہ سے اس کے مفہوم کی تعیین میں فقہاء کے یہاں اختلاف ہوا۔

۲۔وہ احکام جو ظنی الثبوت لیکن قطعی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں۔

۔وہ احکام جو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت دلیل سے ثابت ہوں جیسے حدیث میں ہے: **تحریمها التکبیر «** (سنن ابو داود، حدیث (٦) یہ خبر واحد ہونے کی وجہ واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے اور دلالت کے اعتبار سے بھی ظنی ہے کہ اس کا مدلول صرف اللہ اکبر کہنا ہے یا کوئی بھی ایسا کلمہ کہا جا سکتا ہے جو اس اللہ کی عظمت و کبریائی بیان کر رہا ہو۔

وہ احکام جو ایک ہی جیسی دلیل سے ثابت ہوں اور باہم متعارض ہوں۔

احکام کی ان اقسام میں سے پہلی قسم کو چھوڑ کر باقی تمام وہ احکام ہیں جہاں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہے تو جہاں بھی قیاس کی گنجائش ہوگی وہاں تلفیق کو بھی دخل کی گنجائش ہوگی۔ جہاں تک پہلی قسم کی بات ہے تو اس کے تحت وہ تمام احکام آجاتے ہیں جن کی ادائیگی تمام مسلمانوں سے یکساں مطلوب تھی اور

> یہ پیغمبر کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ ان تمام امور کو یوں کھول کر بیان کر جائے کہ امت میں ان امور کے حوالے سے کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ اسی بات کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے امام جصاص لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کہتے ہیں: شریعت کے جن احکام کے جاننے کی عام لوگوں کو ضرورت تھی ان کے ثابت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشہور عام ہوں اور ان کی خبر موجب علم ہو۔ ان کا اخبار احاد کے انداز میں بیان کرنا جائز نہیں جیسے عضو مستور کو یا عورت کو چھونے اور آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا، بسم اللہ پڑھے بغیر کیے ہوئے وضو کا اعادہ۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں اس جیسے امور جن سے تمام مسلمانوں کو سابقہ پڑتا ہے ان میں یہ جائز نہیں کہ اللہ کے حکم میں کوئی ابہام ہو ایسے تمام امور میں نبی علیہ السلام نے تمام لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ جب سب لوگوں نے جان لیا تو یہ جائز نہیں کہ لوگ ان کے نقل کرنے کو ترک کر کے صرف اسی کو کافی سمجھ لیں جو ایک کے بعد ایک آدمی کرے کیونکہ ان سب کو اس کے نقل کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور جو چیز ان کو بتائی گئی تھی اس پر وہ ہی حجت تھے اور موضع حجت کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جیسے امور میں توقف کے قائل نہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا قول ہو جس میں کئی معانی کا احتمال ہو اور نقل کرنے والوں نے اسے دوسرے معنی کی بجائے اپنے

گمان کے مطابق ڈھال لیا ہو۔(احکام القرآن جصاص (۲۵۲)

احکام شریعت کے درجات

اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کو جو احکام دیے گئے ہیں ان کے تین درجات ہیں: ا۔ خالص حقوق اللہ ۲۔ خالص حقوق العباد۔ ۳۔ جہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد جمع ہیں۔

ا۔ خالص حقوق اللہ

خالص حقوق اللہ سے متعلق احکام سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق اللہ کے تقرب، اس کی تعظیم اور شعائر دین کے قیام سے ہو یا بلا تخصیص انسانیت کے عمومی نفع سے ہو۔

۲۔ خالص حقوق العباد

اس سے مراد وہ امور ہیں جن کے ساتھ خصوصی مصلحت متعلق ہو جیسے مال غیر کا احترام، مبیع کی ملکیت، ضائع کی ہوئی چیز کا ضمان، مغصوبہ چیز، دیت اور اس جیسے دیگر حقوق۔

جہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد جمع ہیں

اس کی دو صورتیں ہیں: (ا) جہاں اللہ کا حق غالب ہے جیسے حد قذف وغیرہ (۲) جہاں بندے کا حق غالب ہے جیسے قصاص وغیرہ۔ ان میں سے تلفیق کا تعلق ان مسائل کے ساتھ ہوگا جہاں فروع میں فقہا کا اختلاف ہے۔ اس اعتبار سے فروع شریعت کی تین اقسام ہیں:

ا۔ وہ امور جن کی بنیاد شریعت میں یسر اور تسامح پر ہے، مکلفین کے بدلنے سے اس کی صورتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اس میں صرف عبادات داخل ہیں۔ عبادات کا مقصد اللہ تعالی کی حکم بجا آوری اور اس کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرنا ہے لیکن تنگی اور حرج میں پڑے بغیر۔ لہذا ان امور میں غلو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں حد سے زیادہ کوشش کرنا ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے بالخصوص جبکہ بندہ کمزور بھی ہو۔ البتہ مالی عبادات میں سختی برتی جائے گی تاکہ غریبوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور نفس بخل و ذخیرہ اندوزی اور مال کے حرص کا عادی نہ ہو جائے۔ ان معاملات میں مفتی کو چاہیے کہ حریص مستفتی کو کوئی ایسا فتوی نہ دے جس سے غربا سے کے حقوق ضائع ہوتے ہوں۔ اس حوالے سے وہ رائے اختیار کرنی چاہیے جس میں احتیاط کا پہلو زیادہ ہو اور فقیر کی مصلحت کو بھی زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہو۔

۲۔ وہ امور جن کی بنیاد ورع اور تقویٰ پر ہے۔ جیسے ممنوعات شریعت۔ ان میں جہاں تک ممکن ہو تقوے کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے خواہ مخواہ کسی کام سے منع نہیں کرتا۔ لہذا ان میں تسامح کا رویہ نہیں رکھنا چاہیے الا یہ کہ کوئی ضرورت شرعی ہو۔ رسول اللہ اللہ عالم کا ارشاد ہے:

مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

(جس کام سے میں منع کروں اس سے باز رہو اور جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے مقدور بھر ادا کرنے کی کوشش کرو) (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث: ۱۳۳۷)، یہاں مقدور بھر اطاعت کا حکم دیا اور ممانعت کو مطلقاً ذکر کیا کیونکہ ممانعت والا کام کرنے سے جو ضرر لاحق ہوسکتا ہے وہ زیادہ خطرناک ہے ہے اس منفعت سے جو مامور بہ کی ہے۔

۳۔ وہ امور جن کا مقصد بندوں کی مصلحت اور خوشی ہے۔ اس میں معاملات اور حدود داخل ہیں، اسی طرح عشر، زکاۃ، خمس وخراج وغیرہ کی ادائی اور مناکحات شامل ہیں۔ یہ وہ امور ہیں جن کا مدار بندوں کے مصالح، انسانی زندگی کے لوازم اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت پر ہے۔

درج بالا اقسام میں سے وہ امور جن کا تعلق شریعت کی ممنوعات سے ہے ان میں تلفیق کی گنجائش نہیں نہ اپنی ذات کے لیے اور نہ ہی عوام کے لیے سوائے اضطراری حالت کے کیوں کہ اضطرار میں ممنوعات مباح ہوجاتے ہیں جب حلال وحرام جمع ہوجائیں تو ترجیح حرام کو ہوگی۔ اسی طرح وہ معاملات جن کا تعلق مناکحات اور تفریق زوجین سے ہے ان کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ اصول دیا ہے:

فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ.

(دستور کے مطابق روکنا ہے یا اچھے طریقے سے رخصت کرنا ہے)، اس حوالے سے اس اصول کی پاس داری ضروری ہے خواہ تلفیق کو اختیار کرنا پڑے؛ لیکن اس کے ساتھ شریعت کا ایک اور اصول بھی ہے کہ فروج میں اصل تحریم ہے۔ (الاشباہ والنظائر ابن نجیم، ۱: ۲۳)۔

اس اصول کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے لہٰذا کوئی ایسی صورت اختیار نہیں کرنی چاہیے جس سے نکاح وطلاق کے مسائل کھلواڑ بن کر رہ جائیں۔

وہ احکام جن کا تعلق مالی معاملات، سزاؤں اور خون بہا وغیرہ سے ہے ان میں سے کچھ تو وہ احکام ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان میں تو ظاہر ہے کلام نہیں، لیکن جو امور ایسے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے وہاں لوگوں کو سہولت اور گنجائش دینی چاہیے جیسے سیاسی معاملات ہیں، احکام سلطانیہ اور احکام قضا اور دیگر اجتماعی معاملات ہیں ان معاملات میں شریعت کے قواعد عامہ کو سامنے رکھ کر ائمہ

کے ایسے اقوال کو اختیار کرنا چاہیے جو لوگوں کے مصالح کے زیادہ قریب ہوں۔ ان امور میں جو رائے بھی مقاصد شریعت کی حفاظت کرے اسے اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ مقاصد خمسہ کی حفاظت ضروریات دین کی طرح ہے۔

نئے مسائل کو حل کرنے لیے تلفیق بین المذاہب کا حکم

سوال (۵) کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو ان میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

تلفیق بین المذاہب کو نئے اور پیچیدہ مسائل حل کرنے کے لیے اجتماعی غور وخوض کے موقع پر روبہ عمل لایا جاسکتا ہے لیکن ذیل میں مذکور ان شرائط کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا!

۱تلفیق کا مقصد تتبع رخص نہ ہوں؛ کیونکہ تتبع رخص فسق کا دروازہ کھولتا ہے۔

اجماع قطعی کی مخالفت نہ کی جائے۔

جو عمل کسی مجتہد کی تقلید کے طور پر پہلے کرلیا ہے اس میں تلفیق جائز نہیں۔

۴۔ایسی صورت نہ اپنائی جائے جس سے قضائے قاضی کا نقض لازم آئے۔

انفرادی فتاوی میں ضرورت کے وقت تلفیق

سوال: (۷) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لاسکتے ہیں؟

مفتیان کرام مستفتی کے احوال (ضعف دین، عقل، و بدن) کی رعایت کریں، اور شریعت وسیاست کے معاملات میں غور وخوض کے بعد ایسا فتوی دیں جو مستفتی کے لیے آسانی کا باعث بنے، تاکہ اسے تکالیف شرعیہ کی طرف لاسکیں، ورنہ وہ مشقت سمجھ کر بالکلیہ ترک کردے گا۔ کوشش یہ ہو کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے جو شریعت میں موجود مستند اصول کے ہم آہنگ ہو۔

تتبع رخص کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

(1) تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ (۲) تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

عربی زبان میں رخصت کے لغوی معنی تسہیل، تخفیف، تیسیر اور عدم تشدید کے آتے ہیں۔ (مقام میں اللغۃ، ابن فارس، ۵۰۰ / ۲)۔ تتبع رخص کے اصطلاحی معنی کی اہل علم نے متعدد تعریفیں کی ہیں:

علامہ بدرالدین زرکشی کے نزدیک اتباع کی تعریف یہ ہے کہ انسان ہر فقہی مسلک سے اپنے لیے آسان جزیہ کو اختیار کرے (البحر المحیط، ج ۶، ص ۳۲۵)۔

جلال محلی کے نزدیک تتبع رخص یہ ہے کہ انسان اپنے پیش آمدہ مسائل میں ہر مسلک سے وہ لے جو اس کے

لیے آسان ہو۔(شرح المحلی علی جمع الجوامع، ج ۲،ص ۴۰۰)

بین الاقوامی اسلامی فقہی فورم (جدہ، سعودی عرب) نے اس کی تعریف یہ کی ہے: انسان جان بوجھ کر ان مسلکی اجتہادات کو اختیار کرے جو کسی امر کو جائز قرار دیں، حالانکہ ان کے مقابلے میں اس امر کی ممانعت کے اجتہادات بھی پائے جاتے ہوں (قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامي الدولی، ۱۲۰-۱۵۹، قرار رقم: ۷۰)۔

ان جملہ تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان دینی مسائل میں علمائے کرام کا وہ قول اختیار کرے جو اس کے لیے سہولت کا حامل ہو، بایں طور کہ اس کا یہ بین المسلکی اتباع خواہشاتِ نفس کی پیروی، شہوت پرستی یا شریعت سے نا واقفیت یا اعراض ہو۔

تلفیق اور تتبع رخص کے درمیان فرق

(۵) تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

تتبع رخص کے ذریعے سے اختلافی مسائل میں اسہل وخفیف قول پر عمل درآمد ہوتا ہے، جب کہ تلفیق کے ذریعے کسی ایک مسئلے میں دو یا دو سے زیادہ اقوال کو جمع کر کے ان سے کسی شرعی حکم کا استنباط کیا جاتا ہے۔

۲۔ تلفیق کے ذریعے فقہا کے اقوال میں تصرف کر کے ایسا حکم نکالا جا سکتا ہے جو کسی مجتہد نے کبھی مستنبط نہ کیا ہو، جب کہ تتبع رخص میں صرف موجودہ اقوال کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی اپنا مطلوب حاصل کیا جاتا ہے۔

تلفیق کا عمل بسا اوقات اجماع کی مخالفت کا سبب بن جاتا ہے، جب کہ تتبع رخص میں نقض اجماع کا امکان نہیں ہوتا۔

تتبع رخص کی اقسام اور ان کا حکم

(۳) تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

رخصت کی اقسام:

۱۔ واجب رخصت، مثلاً حالت اضطرار میں مردار کا کھانا۔ چونکہ انسانی جان بچانا واجب ہے اس لیے یہ رخصت بھی واجب ہوگی۔ ۲۔ مستحب رخصت، مثلا حالت سفر میں نمازیں قصر کرنا، جب کہ تمام شرطیں پائی جائیں اور کوئی مانع بھی نہ ہو۔

مباح رخصت، مثلاً شدید اکراہ کی حالت میں قلبی ایمان رکھتے ہوئے کلمہ کفر بول دینا۔

۴۔ خلاف اولی رخصت، مثلا ماہ رمضان میں کوئی ایسا مسافر روزہ نہ رکھے جس کے بارے میں یقین ہو کہ حالت سفر میں روزہ رکھنے سے وہ تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: شرح الکوکب المنیر،

ابن النجار، الدرر البهية في الرخص الشرعية، ڈاکٹر اسامہ صلابی)

تتبع رخص کا حکم

رہا مسئلہ حضرات فقہاے کرام کی آراء کو دلیل بنا کر آسانیاں تلاش کرنا سو یہ ایک مذموم عمل ہے۔ محققین نے سختی کے ساتھ اس عمل کی ممانعت کی ہے۔ بعض فقہا جیسے علامہ ابن حزم ظاہری، ابن عبد البر مالکی، ابوالولید باجی، ابن صلاح شافعی اور ابن نجار حنبلی وغیرہ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (مراتب الاجماع، ص ۵۸ - جامع بیان العلم وفضلہ، ۹۱ / ۲ - حاشیہ الموافقات، ۸۲ / ۵ - ادب المفتي والمستفتی، ص ۱۳۵) خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر ابن الخطاب فرماتے ہیں: "دین کو تین چیزیں مسمار کر سکتی ہیں کسی عالم کی لغزش، منافق کا قیل وقال اور ائمۃ المسلمین کی گمراہی"۔ (جامع بیان العلم وفضل، ج ۲، ص ۱۳۵)

امام اوزاعی فرماتے ہیں: ''جو شخص علما کے نادر اقوال اختیار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ (سیر اعلام النبلائ، ۱۳۹۶ / ۷) عز بن عبد السلام کہتے ہیں: ائمہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرنا جائز ہے لیکن رخصتوں کا تتبع جائز نہیں''۔ (فتاوی العز بن عبد السلام، ص ۱۲۲)

امام ذہبی کہتے ہیں: ''جو مسالک کی رخصتوں اور مجتہدین کی غلطیوں کی تلاش بسیار کرتا ہے، اس کی ایمانی حالت کمزور ہو جاتی ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۸۱)

''حضرت ابراہیم ابن علیہ کہتے ہیں: جو شخص بھی علمی شذوذ کی پیروی کرتا ہے، ضلالت اس کا مقدر ہوتی ہے''۔ (تذکرہ الحفاظ، ص ۱۸۷)

تتبع رخص کے جواز وعدم جواز کے دلائل

(۴) تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

جواز کے دلائل

بعض حضرات تتبع رخص کو علی الاطلاق جائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کا مجموعی خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ دین اپنے آپ میں آسان ہے اور اسلامی شریعت کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس کی بنیاد سہولت اور رفع حرج جیسے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اگر چند مسائل کے اندر ان اصولوں کی روشنی میں اپنے فقہی سرمائے سے سہولت پر مبنی اقوال کو ترجیح دے دی جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

مثال کے طور پر جو شخص کسی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو، یا پانی ناپید ہو گیا ہو، تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَ إِنْ كُنتُمْ مُرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُوا مَاء فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ طإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوا غَفُورًا (النساء: ۴۳)

اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو، اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں نص جلی کے ساتھ مردار کھانے کی حرمت وارد ہوئی ہے، لیکن آگے چل کر حالت اضطرار میں اس کے استعمال کی رخصت بھی دی گئی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

مذکورہ بالا دونوں مثالوں جیسی بے شمار مثالیں ہیں جو اسلامی شریعت میں رخصتوں کے ضمن میں آتی ہیں۔ بندگانِ خدا کے لیے سہولتوں کی فراہمی کا اہتمام اور رخصتوں کی مشروعیت ایک ایسا اسلامی اصول ہے جس کی تائید قرآن وسنت کی لاتعداد نصوص کی واضح دلالت سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ (۱۸۵)

اللہ تمھارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔

هو اجتباكمْ وَمَا جَعَلَ عَلَى كَمْ فِي الدِّينِ مِن خرج ط (الج ۷۸: ۲۲)

''اس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے، اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی'' اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم لوگ اللہ کی عطا کردہ رخصتوں پر عمل پیرا ہونے کو لازم پکڑو''۔

[عليكم برخصة الله الذي رخص لكم] (مسلم، حدیث/۱۱۱۵)

قرآن وسنت میں وارد اس قسم کی آیات واحادیث کی روشنی میں علمائے دین نے ایسے متعدد شرعی قواعد کا استنباط کیا ہے جو اسلام کی کشادگی اور عدل پروری کی جیتی جاگتی دلیل ہیں۔ اس موضوع سے تعلق رکھنے والے چند شرعی قواعد یہ ہیں:

المشقة تجلب التيسير «، مشقت کا وجود آسانی لاتا ہے۔

الحرج مرفوع، حرج کا ازالہ ضروری ہے۔

ضرر ولا ضرار «، نہ نقصان اٹھایا جائے نہ کسی کو پہنچایا جائے۔

الضرر يزال «، متعدی ضرر کا ازالہ کیا جائے گا۔

اذا ضاق الأمر اتسع، جب معاملہ تنگ ہو جائے تو اس میں وسعت آجاتی ہے۔

مذکورہ بالا آیات، احادیث اور معتبر شرعی قواعد سے ایک طرف جہاں اسلامی شریعت کے عمومی مزاج کا پتہ چلتا

ہے، وہیں ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاملات زندگی میں مشقتوں پر سہولتوں کی ترجیح اور رخصتوں کی فراہمی کا پہلو کسی بھی انسانی نظام حیات کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دین فطرت اسلام نے اس پہلو کی کما حقہ رعایت کی ہے۔

(رفع الحرج في الشريعة الاسلامية، ضوابطه و تطبيقات، ڈاکٹر صالح بن حميد، ص ۹۳، الدرر البهية في الرخص الشرعية، ڈاکٹر اسامة الصلابی، ص ۶۰)

عدم جواز کے دلائل

تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر شریعت اسلامی نے اپنی تکالیف میں یسر و سہولت کی رعایت کی ہے تو اس کا یہ لازمی نتیجہ کیسے برآمد کرلیا جائے کہ فقہی اقوال میں سے جس کو دل چاہے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ نفس پرستوں کے لیے رخصتیں چھانٹ چھانٹ کر فراہم کرنے اور اسلامی شریعت کی سادگی و آسانی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور پھر شارع کی نافذ کردہ شرعی تکالیف کی مشقت کو کیسے کسی عالم یا فقیہ کے شذوں کی بنیاد پر رفع کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک بنیادی غلطی اور مغالطہ آمیزی ہوگی کہ ہم کسی صحیح اصول پر فاسد جزیے کی بنا رکھیں۔ مسئلے کی اس سنگینی کی وجہ سے ہی قدیم علمائے اسلام نے بڑی شدومد کے ساتھ اس کی ممانعت کی ہے۔

(رفع السلام عن الأئمة الاعلام، ابن تيميه اعلام الموقعين، ابن القيم، ج ۱، ص ۸۷)

فقہی رخصتوں کا اتباع کرنے سے متعدد سلبی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو بسا اوقات بے حد سنگین منفی نتائج کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ امام شاطبی، امام نووی، علامہ ابن صلاح اور علامہ ابن القیم وغیرہ متعدد اہل علم حضرات نے اس بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ رخصتوں کا اتباع کرنے سے اسلامی شریعت کے اصول و مقاصد کی مخالفت لازم آتی ہے۔ شریعت اسی لیے نازل ہوئی ہے کہ انسان اپنی خواہشات نفس کی غلامی سے آزاد ہوجائے۔ جب کہ رخصتوں کا اتباع کرنے والا شخص ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفس کا اسیر بنا رہتا ہے۔

رخصتوں کا اتباع تکالیف شرعیہ کے خلاف بلکہ عین تکلیف بشر کی ضد ہے، کیونکہ تتبع کی رو سے ہر شرعی حکم میں مکلف کو جو چاہے کرنے کی آزادی مل جاتی ہے اور یہ بالآخر اسقاط تکلیف کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

دلیل کی اتباع چھوڑ کر اختلاف کی اتباع کرنا، اسلام کے عمومی مزاج کے خلاف ہے۔

۲۔ رخصتوں کا اتباع کرنے سے دین اور احکام شرع کے لیے اہانت و استخفاف کا رویہ پیدا ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ایک مرتبہ جب یہ سیلاب بہ نکلتا ہے، تو کوئی اخلاقی و دینی بند بھی اس کے آگے کام نہیں دیتا۔

۳۔رخصتوں کا اتباع کرنے میں انسان معلوم ومبرہن چیز کو چھوڑ کر مجہول وغیر ثابت چیز کو اختیار کرنے کا عادی ہوجاتا ہے۔

۴۔رخصتوں کا اتباع کرنے کے نتیجے میں شریعت کا سیاسی وحکومتی نظام پارہ پارہ ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی بدولت اجتماعی قوانین کا نفاذ ناممکن ہوجاتا ہے جو عام انارکی وبدامنی پر منتج ہوتا ہے۔

۵۔رخصتوں کا اتباع دیرسویر انسان کو تلفیق اور اجماع کی خلاف ورزی پر آمادہ کردیتا ہے۔

تتبع رخص کی شرائط

(۲) دورحاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟

اگر تتبع رخص کا محرک اتباع نفس، تساہل پرستی، شریعت سے اعراض یا تجاہل جیسی چیزیں نہیں ہیں تو درج ذیل شرائط کی رعایت کرتے ہوئے فقہی رخصتوں کو اختیار کیا جاسکتا ہے:

ارخصتوں کی اجازت دینے والے فقہاء کے اقوال کا شمار شذوذ میں نہ کیا جاتا ہو۔

۲۔ان رخصتوں کے اختیار کرنے کی کوئی ضروری وجہ ہو، مثلا انفرادی یا معاشرتی سطح پر کسی واقعی مشقت کا ازالہ مقصود ہو۔

۳۔رخصت اختیار کرنے والے کی علمی صلاحیت اتنی ہو کہ وہ بذات خود فقہی مسائل میں بحث وتمحیص کرسکتا ہو، یا وہ کسی باصلاحیت خداترس عالم کے اعتماد پر ایسا کرے۔

۴۔ان رخصتوں کا اختیار کرنا تلفیق کا سبب نہ بنتا ہو۔

۵۔ان رخصتوں کو اختیار کرنے کا سبب کسی غیر شرعی مقصد کا حصول نہ ہو۔

۶۔رخصت کے اختیار کرنے پر مکلف کا دل آمادہ ومطمئن ہو۔ (قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، ص ۱۲۰۔۱۵۹)

دورحاضر میں تتبع رخص سے اجتناب ہی بہتر ہے

(۷) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

یہ سوال کہ عصر حاضر میں مشکل مسائل حل کرنے کے لیے کیا کوئی مفتی اپنی یا مستفتی کی خواہش کی موافقت میں کسی فقہی قول پر فتوی دے سکتا ہے؟

امام ابن القیم اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "ایسا کرنا بہت برا فسق اور بہت بڑا گناہ ہے، واللہ المستعان" اعلام الموقعین،

ج ۴،ص ۱۸۵)

امام شاطبی نے اس سوال کے جواب میں علامہ ابوالولید باجی کا یہ قول نقل کر دیا ہے: "کسی کے لیے بھی جائز، مناسب اور حلال نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں ایسا فتوی دے جس کے حق ہونے کا وہ اعتقاد نہیں رکھتا، قطع نظر اس سے کہ اس کے فتوے سے کون راضی ہوتا ہے اور کون ناراض۔ مفتی کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کا حکم بتاتا ہے، پھر بھلا کیسے وہ اللہ کی طرف سے ایسا حکم بیان کر سکتا ہے جس کے حکم الٰہی ہونے کا وہ خود بھی معتقد نہیں۔ اللہ نے ایسے مواقع کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا:

و آن احکم بینهم بما أنزلَ اللهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَ احْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَيْكَ ط (مائدہ ۵:۴۹)"

پس اے محمد! تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنے میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمھاری طرف نازل کی ہے۔ (الموافقات، ج ۵، ص ۹۱) مسئلے کی سنگینی کے پیش نظر متعدد اہل علم نے مفتی ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط عدم ترخیص پسندی کو بھی شامل کیا ہے۔

حضرت قاضی اسماعیل کہتے ہیں: "میں عباسی خلیفہ معتضد باللہ کے یہاں حاضر ہوا تو اس نے ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی۔ میں نے کتاب کے مشمولات کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کسی چاپلوس درباری نے فقہا کی غلطیوں اور رخصتوں کو مع دلائل جمع کر کے خلیفہ کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کتاب کا مصنف ملحد و زندیق ہے۔ خلیفہ نے کہا: کیا اس کتاب میں مذکورہ احادیث صحیح نہیں ہیں؟ میں نے کہا: احادیث تو درست ہیں لیکن جس فقیہ نے نبیذ کو حلال کہا ہے اس نے متعہ کو حرام مانا ہے، اور جس نے متعہ کو مباح کہا ہے اس نے نبیذ کو حرام مانا ہے۔ دیکھیے ہر فقیہ دین کا کوئی نہ کوئی موقف غلط ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص ان کی غلطیوں کو جمع کر کے اسے اسلام بتائے تو اس کا دین باقی نہیں رہتا۔ یہ سن کر خلیفہ نے اس کتاب کے تمام نسخوں کو جلانے کا حکم صادر کر دیا"۔ (السنن الکبری، بیہقی، ج ۱۰، ص ۳۵۶)

خلاصہ

تلفیق کہتے ہیں: کسی ایک عملی مسئلہ میں دو یا دو سے زائد مذاہب سے مرکب تقلید کو۔

تلفیق اور احداث قول ثالث میں فرق ہے، وہ یہ کہ تلفیق میں دو اقوال کو جمع کر کے اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ احداث قول ثالث: دو مختلف اقوال کو ترک کر کے تیسرے کسی نئے قول کا قائل ہونا ہے۔

مانعین تلفیق و مجوزین کے دلائل کو بنظر غائر پڑھنے سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ: ادلہ شرعیہ میں غور وفکر کے بغیر مجتہد کے لیے تلفیق کا قصد ممنوع ہے۔ بلکہ مجتہد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معتبر دلائل شرع میں غور کرے، پھر اس کا اجتہاد جس نتیجہ پر پہنچائے اس کے مطابق عمل بھی کرے اور فتوی بھی ہے، اور اگر کسی ایسی رائے تک اس کا اجتہاد پہنچا جس سے تلفیق لازم آتی ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ تلفیق تو ضمنا حاصل ہوئی ہے، اول وہلہ اس نے اجتہاد ہی کو اپنایا تھا۔

عامی شخص کے لیے تلفیق جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ ترجیح فی الدلائل کر سکے، اگر کرے بھی تو وہ خواہشات نفسانی کی اتباع میں ہوگا۔

مفتی تیسیر کے ضوابط وحدود کو مدنظر رکھ کر مستفتی کے ساتھ سہولت کا معاملہ کرے۔

ضرورت وحاجت تلفیق کی اباحت کا سبب نہیں بن سکتے۔ کیونکہ امت کی کوئی ایسی حاجت وضرورت نہیں ہے جس کا حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہو۔

رخصتوں کی اجازت دینے والے فقہاء کے اقوال کا شمار شذوز میں نہ کیا جاتا ہو۔

ان رخصتوں کے اختیار کرنے کی کوئی ضروری وجہ پائی جائے، مثلا انفرادی یا معاشرتی سطح پر کسی واقعی مشقت کا ازالہ مقصود ہو۔

رخصت اختیار کرنے والے کی علمی صلاحیت اتنی ہو کہ وہ بذات خود فقہی مسائل میں بحث وتمحیص کر سکتا ہو، یا وہ کسی باصلاحیت خداترس عالم کے اعتماد پر ایسا کرے۔

۱۰۔ان رخصتوں کا اختیار کرنا تلفیق کا سبب نہ بنتا ہو۔

ان رخصتوں کو اختیار کرنے کا سبب کسی غیر شرعی مقصد کا حصول نہ ہو۔

۱۲۔رخصت کے اختیار کرنے پر مکلف کا دل آمادہ ومطمئن ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالرزاق قاسمی امروہی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

یکم ذوالحجہ ۱۴۴۶

تلفیق بین المذاہب کا حکم

مولانا اختر امام عادل قاسمی

سوال نمبر(۱): تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنیٰ کے لئے کرتے ہیں؟

سوال نمبر(۲): تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کون سی شکلیں جائز، اور کون سی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

سوال نمبر(۳): جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، ان کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: "تلفیق" کے لغوی معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے ہیں، جیسے دو الگ الگ کپڑوں کو جوڑ کر سل دیا جاتا ہے، کبھی فاصلوں اور وقفات کو ختم کر کے چند منتشر اجزاء کو ایک کرنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، مثلاً ایک مجلس میں وقفہ وقفہ سے پیش آنے والی چیزوں کو شئے واحد کا درجہ دیتے ہیں، یا جس خاتون کو حیض کا خون رک رک کر آتا ہو اور یہ وقفہ پندرہ دن سے کم ہو تو وقفوں کو ختم کر کے سارے خون کو ایک حیض قرار دے دیا جاتا ہے۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف

فقہی اصطلاح میں تلفیق یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ میں دو اماموں کے دو اقوال پر بایں طور عمل کرنا کہ مجموعی طور پر دونوں کے نزدیک وہ عمل باطل قرار پائے، بالفاظ دیگر کسی واقعہ میں دو یا چند ائمہ کے اقوال کو اس طرح جوڑ دیا جائے کہ ایک نیا مرکب تیار ہو جائے، جس کا کوئی امام قائل نہ ہو، نہ وہ امام جس کا صاحب واقعہ مقلد ہو اور نہ وہ امام جس کے قول کو اس نے اپنے عمل کے جواز کے لئے اختیار کیا ہو، مثلاً کوئی شخص وضو کرتے وقت مسلک شافعیؒ کے مطابق صرف تین بال کے برابر مسح کرے اور وضو کے بعد کسی عورت کو بلا شہوت چھو دے تو مسلک مالکی اختیار کر لے، یہ تلفیق ہے، اس لئے کہ مجموعی طور پر اس شخص کا وضو دونوں اماموں کے نزدیک باطل ہے، امام مالکؒ کے یہاں پورا سر مسح نہ کرنے کی وجہ سے، اور امام شافعیؒ کے یہاں عورت کو مس کرنے کی وجہ سے، اور کسی ایک ہی واقعہ میں دو اماموں کی اس طرح تقلید کرنا کہ دونوں میں سے کسی کے یہاں وہ عمل صحیح ثابت نہ ہو جائز نہیں۔

اسی طرح اگر وضو کرنے کے بعد خون نکل آیا تو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعی کے مذہب کے مطابق نہیں ٹوٹا، تو یہاں پر مذہب شافعی اختیار کر لے تاکہ دوبارہ وضو کی زحمت سے بچ جائے، پھر

اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا، تو امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق اس کا وضو ٹوٹ گیا اور امام ابوحنیفہؒ کے مطابق نہیں ٹوٹا ، تو یہاں حنفیہ کا مذہب لے لے، حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک اس کا وضو نہیں رہا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے الموسوعۃ الفقہیۃ میں تلفیق کی تعریف یہی کی گئی ہے:

محمد رواس قلعہ جی لکھتے ہیں:

التلفيق: مص لفق، ضم شقة إلى أخرى . . . Collection* القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب، حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا "في أي مذهب من المذاهب.

عہد جدید کے معروف روشن خیال محقق شیخ وہبہ زحیلیؒ نے بھی یہی تعریف لکھی ہے:

التلفيق: هو الإتيان بكيفية لا يقول بها المجتهد. ومعناه أن يترتب على العمل بتقليد المذاهب، والأخذ في مسألة واحدة بقولين أو أكثر: الوصول إلى حقيقة مركبة لا يقرها أحد، سواء الإمام الذي كان على مذهبه، والإمام الذي انتقل إليه، فكل واحد منهم يقرر بطلان تلك الحقيقة الملفقة. ويتحقق ذلك إذا عمل المقلد في قضية واحدة بالقولين معاً، أو بأحدهما مع بقاء أثر الثاني.

فالتلفيق إذاً: هو الجمع بين تقليد إمامين أو أكثر في فعل له أركان أو جزئيات لها ارتباط ببعضها، لكل منها حكم خاص، كان موضع اجتهادهم وتباين آرائهم، فيقلد أحدهم في حكم، ويقلد آخر في حكم آخر، فيتم الفعل ملفقاً من مذهبين أو أكثر.

اسی لئے اگر الگ الگ واقعات میں ضرورت، عذر یا تبدیلئ رائے کی بنا پر دو یا چند ائمہ کے اقوال پر عمل کیا جائے تو اس کو تلفیق نہیں کہیں گے بلکہ یہ عدول عن المذہب ہے، جس کی اجازت فقہاء نے دی ہے، بشرطیکہ مسئلۂ متعلقہ میں اس امام کے تمام حدود وشرائط کی رعایت ملحوظ رکھی جائے، اسی طرح اس عمل کی تکمیل سے قبل کسی دوسرے امام کی رائے اس عمل میں اختیار نہ کی جائے وغیرہ، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں یہی بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے:

والتلفيق المقصود هنا هو ما كان في المسألة الواحدة بالأخذ بأقوال عدد من الأئمة فيها. أما الأخذ بأقوال الأئمة في مسائل متعددة فليس تلفيقا وإنما هو تنقل بين المذاهب أو تخير منها.

علامہ شامیؒ اور دیگر فقہاء نے بھی ممنوعہ تلفیق کا مصداق اسی صورت کو قرار دیا ہے جب کہ بعینہ ایک واقعہ میں مذکورہ مرکب صورت اختیار کی جائے:

وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى، وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر؛ لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي لا ينقض.

ترجمہ: دوسرے امام کی تقلید میں اپنے مذہب کے خلاف اس کو عمل کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ اس امام کی تمام شرطوں کا لحاظ رکھے، البتہ دو الگ الگ واقعوں میں جن میں دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ ہو، دو متضاد اقوال پر عمل کرسکتا ہے۔

تلفیق کی اصطلاح ۔ پس منظر اور ضرورت

تلفیق کی اصطلاح ایک متأخر اصطلاح ہے، جو عہد اجتہاد کے بہت بعد زمانۂ تقلید میں پیدا ہوئی، کہتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری سے قبل اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا دراصل یہ اصطلاح نظام تقلید کے تحفظ اور متبعین کو آزادروی کی روش سے بچانے کے لئے وضع کی گئی، چوتھی صدی ہجری کے بعد جب امت نے ائمۂ اربعہ کی تقلید پر اتفاق کرلیا، اس لئے کہ ان چاروں کے علاوہ کسی امام کا مذہب بلکہ کسی صحابی کا مذہب بھی مدون طور پر موجود نہیں تھا، جس میں زندگی کے اکثر مسائل کے لئے رہنمائی موجود ہو، تو ضرورت تھی کہ کوئی شخص محض اپنے طبعی کسل یا سہولت پسندی کی وجہ سے کوئی نیا قول یا نئی صورت کا اختراع نہ کرے اس کے لئے تلفیق کی ممانعت کا اصول جاری ہوا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عام لوگ جن میں اجتہاد و ترجیح کی صلاحیت موجود نہ ہو، وہ اہل علم اور مفتیان سے مسائل دریافت کرنے کے پابند ہیں، خود قرآن کریم نے حکم دیا ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: اگر تمہیں علم نہیں ہے تو علم والوں سے پوچھو۔

تلفیق کا جواز اجماع کے خلاف ہے

بلاشبہ قرآن کریم یا زبان رسالت مآب ﷺ نے کسی ایک مفتی یا فقیہ کو لازم پکڑنے کا پابند نہیں کیا ہے، اور نہ عہد صحابہ و تابعین بلکہ خود ائمۂ مجتہدین کے زمانے میں اس طرح کا کوئی التزام پایا جاتا تھا، لوگ اپنی سہولت کے مطابق جو علماء میسر آجاتے تھے ان سے مسائل پوچھ لیتے تھے، اور نہ کبھی خود ائمہ مجتہدین نے لوگوں کو اپنی تقلید و اتباع کا مشورہ دیا، یا دوسرے علماء وفقہاء کے متبعین کو غلط قرار دیا، لیکن چوتھی صدی ہجری کے اختتام پر جب عملی طور پر چار مذاہب فقہیہ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) پر اجماع امت منعقد ہوگیا، تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ اب کسی پانچویں قول یا مذہب کی گنجائش نہیں رہی، اب اگر کوئی نیا قول یا نیا مذہب وجود میں آتا ہے تو وہ اجماع امت کے

خلاف اور قابل رد ہوگا، تلفیق کی اصطلاح اسی خطرہ کے سد باب کے لئے وجود میں آئی، کوئی شبہ نہیں کہ ضرورت کے وقت اپنے امام کے علاوہ دوسرے فقہاء ومجتہدین کی آراء سے استفادہ کرنا ممنوع نہیں ہے، لیکن مختلف ائمہ وفقہاء کی آراء کو جوڑ کر کسی نئی حقیقت مرکبہ کو وجود بخشنا جس کا چاروں اماموں میں سے کوئی قائل نہ ہو، یقیناً ایک نیا قول یا نیا مذہب وضع کرنے کے مترادف ہے، جو اجماع امت کے خلاف ہے، اسی لئے جن علماء اور مصنفین نے صراحت کے ساتھ تلفیق کے جواز کو اجماع امت کے خلاف قرار دیا ہے وہ اسی تاریخی حقیقت کا اظہار ہے اور ہرگز غلط نہیں ہے، اور اس میں صرف حنفیہ یا شافعیہ ہی منفرد نہیں ہیں، بلکہ جن فقہاء نے صراحت کے ساتھ اس کا ذکر اپنی کتابوں میں نہیں کیا ہے فکری طور پر وہ بھی اس سے مختلف نہیں ہیں، کیونکہ تلفیق کو جائز قرار دینے کا مطلب اجماع امت کے خلاف ایک نئے قول فقہی کی ایجاد اور تقلید سے رجوع کو جواز بخشنا ہے۔

کتب حنفیہ میں اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا گیا ہے ۔

طحطاوی میں ہے:

ولا بأس بالتقليد كما في البحر والنهر لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام لأن الحكم الملفق باطل بالإجماع كما في ديباجة الدر فيقرأ إن كان مؤتما ولا يمس ذكره ولا أمرأة بعد وضوء ويحترز عن إصابة قليل النجاسة وحكاية الإجماع على بطلان الملفق منظور فيها فإن الأصح من مذهب الإمام مالك رضي الله عنه جوازه والمنهي عنه تتبع الرخص من المذاهب. (شامی: ص: ۱۰)

تلفیق کے جواز کے قائلین

اس پس منظر میں تلفیق کے لئے اصل حکم عدم جواز ہی کا ہے، البتہ بعض فقہاء کی طرف اس کے جواز کی نسبت بھی کی گئی ہے، مثلاً حنفیہ میں کمال ابن ہمام اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج اس خیال کے پرزور حامی رہے ہیں، ابن عابدین کی تنقیح فتاویٰ حامدیہ کے حوالے سے منیۃ المفتی میں ہے کہ اس میں حکم مرکب کے جواز کا فتویٰ موجود ہے، قاضی طرسوسی (م ۷۵۸ھ)، مفتی روم ابوالسعود العمادی (م ۹۸۳ھ) اور ابن نجیم مصری (م ۹۷۰ھ) بھی تلفیق کے جواز کے قائل ہیں، ابن نجیم نے فتاویٰ بزازیہ سے جواز کا فتویٰ نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ اصل مذہب تلفیق کا جواز ہے، امیر بادشاہ (م ۹۷۲ھ) بھی پوری قوت کے ساتھ جواز کی طرف گئے ہیں، مفتی نابلس منیب آفندی ہاشمی نے اپنے رسالہ تقلید میں آزادانہ تقلید کی تائید کی ہے۔

مالکیہ کا صحیح اور راجح مسلک تلفیق کے جواز کا ہے، جیسا کہ ابن عرفہ المالکی نے شرح کبیر کے حاشیہ میں اس کی تصریح کی ہے، علامہ العدوی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، دسوقی نے جواز کو ترجیح دی ہے، الامیر الکبیر نے اپنے مشائخ

کے حوالے سے جواز کے قول کو درست قرار دیا ہے۔

حنابلہ میں طرسوسی کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ حکم ملفق کے نفاذ کو درست قرار دیتے تھے، وغیرہ

عمل ملفق کے باطل ہونے کا مطلب

(۱) تلفیق کے قائلین کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ تلفیق کی یہ صورت دونوں اماموں کے نزدیک باطل ہے، یہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ ان ائمہ نے اعلان کیا ہو کہ میرے علاوہ دوسرے اماموں کے متبعین باطل ہیں، حالانکہ ایسا اظہار کسی امام سے ثابت نہیں، لیکن میرے خیال سے یہ الفاظ کو غلط محمل پر لے جانا ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ وہ عمل دونوں اماموں میں سے کسی کے اصول پر درست نہ ہو، کوئی مذہب فقہی کسی مذہب فقہی کو باطل قرار نہیں دیتا، مسئلہ مذہب یا اتباع مذہب کے بطلان کا نہیں، بلکہ عمل کے غیر صحیح ہونے کا ہے، کوئی مقلد کسی عمل میں دوسرے امام کی طرف اسی لئے رجوع کرتا ہے کہ اس کا عمل از روئے شرع صحیح ہو جائے، لیکن جب دوسرے امام کی تقلید کے بعد صورت حال یہ بنے کہ دونوں مذاہب فقہیہ میں سے کسی مفتی کے نزدیک وہ عمل صحیح قرار نہ پائے تو انتقال مذہب کا کیا فائدہ ہوا، کہ عمل کے جواز کے بجائے دونوں طرف کے علماء نے اسکو ناجائز قرار دیا۔

(۲) قائلین تلفیق کو ایک اشکال یہ بھی ہے کہ کوئی شخص ایک ہی واقعہ میں دو یا چند ائمہ کی کچھ بات لے لے اور کچھ چھوڑ دے اور مسئلہ کسی کے مطابق نہ ہو تو اس میں کیا قباحت ہے؟ جب شریعت میں کسی امام کو کلیتاً چھوڑ دینے کی اجازت ہے تو جزوی طور پر اس کی کسی بات کو چھوڑنے کی کیوں اجازت نہ ہوگی، کل کو چھوڑنے کے مقابلے میں جزو کو چھوڑنا تو زیادہ آسان ہے، جیسا کہ تیسیر التحریر میں ہے:

وقد يجاب عنه | بأن الفارق بينهما ليس إلا أن كل واحد من المجتهدين لا يجد في صورة التلفيق جميع ما شرط | في صحتها، بل يجد في بعضها دون بعض، وهذا الفارق لا نسلم أن يكون موجبا للحكم بالبطلان | وكيف نسلم والمخالفة في بعض الشروط أهون من المخالفة في الجميع فيلزم الحكم بالصحة في الأهون | بالطريق الأولى، ومن يدعي وجود فارق أو وجود دليل آخر على بطلان صورة التلفيق على خلاف | الصورة الأولى فعليه بالبرهان * فإن قلت لا نسلم كون المخالفة في البعض أهون من المخالفة في | الكل، لأن المخالفة في الكل تتبع مجتهدا واحدا في جميع ما يتوقف عليه صحة العمل، وههنا | لم يتبع واحدا * قلت هذا إنما يتم لك إذا كان معك دليل من نص أو إجماع أو قياس قوي | يدل على أن العمل إذا كان له شروط يجب على المقلد اتباع مجتهد واحد في جميع ما يتوقف عليه | ذلك فائت به إن كنت من الصادقين والله تعالى أعلم

اس طرح یہ حضرات تلفیق اصطلاحی میں قباحت محسوس نہیں کرتے، انہوں نے اس کو کل اور جزو کے زاویہ

سے دیکھا،لیکن ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ مسئلہ کسی امام کو چھوڑنے کا نہیں ہے،مسئلہ یہ ہے کہ تقلید کے دائرے میں رہتے ہوئے کسی باب میں کوئی ایسی رائے وضع نہ کی جائے جس کا قائل چار اماموں میں سے کوئی نہ ہو،اس لئے کہ یہ پانچویں رائے بن جائے گی، جو اجماع امت کے خلاف ہے، کیونکہ اہل سنت نے صرف چار مذاہب کی اتباع پر اتفاق کیا ہے،مسئلہ کسی امام کو کلاً یا جزءاً چھوڑنے کا نہیں بلکہ نئے حکم فقہی کی ایجاد کا ہے، بنیاد اس اجماع پر ہے کہ تقلید کے باب میں ائمۂ اربعہ سے خروج نہیں کیا جائے گا، یہاں کسی ایک امام کو نہیں بلکہ چاروں ائمہ کو کلیتاً ترک کرنا لازم آتا ہے، تلفیق کی شناعت کا مدار اسی پر ہے۔

زرکشی لکھتے ہیں:

الدليل يقتضي التزام مذهب معين بعد الأئمة الأربعة لا قبلهم - والفرق أن الناس كانوا قبل الأئمة الأربعة لم يدونوا مذاهبهم ولا كثرت الوقائع عليهم (ص:۱۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

أن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة - أو من يعتد به منها - على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لاسيمافي هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأي برأيه

ایک مذہب کے مختلف اقوال میں تلفیق درست ہے

یہی وجہ ہے کہ اگر ایک ہی مذہب فقہی کے مختلف اقوال کے درمیان تلفیق کی جائے تو گو کہ وہ اصطلاحی تلفیق ہو لیکن ممنوع نہیں ہے،اس لئے کہ ایک مذہب کے مختلف اقوال امام مطلق ہی کی مختلف روایات ہیں،اور ان کی ترکیب سے اسی مذہب کا نیا قول تیار ہوگا، مذاہب اربعہ سے خروج اور خلاف اجماع لازم نہیں آئے گا، علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب "العقود الدریۃ" میں وقف علی النفس کے ایک مسئلہ کے ضمن میں اس نکتہ کی وضاحت کی ہے:

(وَأَقُولُ أَيْضًا) قَدْ يُوَجَّهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ الْحُكْمِ الْمُلَفَّقِ الَّذِي نَقَلَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ أَنَّهُ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِمَا جَزَمَ بِبُطْلَانِهِ مَا إذَا كَانَ مِنْ مَذَاهِبَ مُتَبَايِنَةٍ كَمَا إذَا حُكِمَ بِصِحَّةِ نِكَاحٍ بِلَا وَلِيٍّ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَبِلَا شُهُودٍ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِ مَالِكٍ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ مُلَفَّقًا مِنْ أَقْوَالِ أَصْحَابِ الْمَذْهَبِ الْوَاحِدِ فَإِنَّهَا لَا تَخْرُجُ عَنْ الْمَذْهَبِ فَإِنَّ أَقْوَالَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَغَيْرِهِمَا مَبْنِيَّةٌ عَلَى قَوَاعِدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ هِيَ أَقْوَالٌ مَرْوِيَّةٌ عَنْهُ وَإِنَّمَا نُسِبَتْ إلَيْهِمْ لَا إلَيْهِ لِاسْتِنْبَاطِهِمْ لَهَا مِنْ قَوَاعِدِهِ أَوْ لِاخْتِيَارِهِمْ إيَّاهَا كَمَا أَوْضَحْت ذَلِكَ فِي صَدْرِ حَاشِيَتِي عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ بِمَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ فَارْجِعْ إلَيْهِ

ابن نجیم لکھتے ہیں:

أما مسألة بيعه بغبن فاحش فقال مولانا قاضيخان في فتاواه: ولو باع أرض الوقف بثمن فيه غبن فاحش لا يجوز بيعه في قول أبي يوسف وهلال لأن القيم بمنزلة الوكيل فلا يملك البيع بغبن فاحش ولو كان أبو حنيفة يجوز الوقف بشرط الاستبدال لا يجيز بيع القيِّم إذا كان بغبن فاحش كالوكيل بالبيع، ويمكن أن تؤخذ صحة الاستبدال من قول أبي يوسف وصحة البيع بغبن فاحش من قول أبي حنيفة بناء على جواز صحة التلفيق في الحكم من قولين

اس لئے میرے نزدیک درست رائے وہی ہے جو فقہاء حنفیہ وشافعیہ اور جمہور علماء کی ہے کہ تلفیق اصطلاحی جائز نہیں ہے، ایک تو اس بنا پر کہ یہ مذاہب اربعہ سے خروج اور خلاف اجماع ہے، دوسرے اگر اس طرح کی تلفیقات کی گنجائش دے دی جائے تو ہوائے نفس کا دروازہ کھل جائے گا، اور شریعت ایک کھلونا بن جائے گی۔

تلفیق اصطلاحی اور تلفیق لغوی کا فرق

جن فقہاء کی طرف تلفیق کے جواز کی نسبت کی جاتی ہے ان میں چند کو چھوڑ کر زیادہ تر علماء کے نزدیک وہ تلفیق لغوی یا تلفیق صوری ہے، تلفیق اصطلاحی نہیں، تلفیق لغوی کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں تقلید کے ساتھ نیک مصالح کے تحت دوسرے فقہی مذاہب سے بھی استفادہ کیا جائے، یعنی ایک شخص جس نے کسی امام کی تقلید کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال رکھا ہو اور اپنے کو ان کے ساتھ منسوب کرتا ہو، کیا اس کے لئے دوسرے ائمہ وفقہاء کی آراء پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی؟ یا ہر حال میں اسے اپنے ہی مذہب کی جزئیات کا پابند رہنا ضروری ہوگا؟ اس باب میں علماء محققین کی رائے یہ ہے کہ ایک مذہب کی تقلید دوسرے مذاہب سے استفادہ میں مانع نہیں ہے، بلکہ ضرورت کے وقت دوسرے ائمہ کے اقوال پر بھی عمل کرنا جائز ہے، مذہب معین کا التزام عام انسانوں کے لئے بہت سے مصالح ومضرات کے پیش نظر محض ایک انتظامی قانون ہے، تاکہ انسان مختلف علماء وفقہاء کی رخصتوں کو تلاش کرتا ہوا دین سے ہی باہر نہ نکل جائے، البتہ یہ اجازت علی الاطلاق نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں، جن میں ایک شرط تلفیق حقیقی سے تحفظ کی بھی ہے، جیسا کہ زرکشی اور شامی وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے:

(قوله: وإن الرجوع .....إلخ) صرح بذلك المحقق ابن الهمام في تحريره، ومثله في أصول الآمدي وابن الحاجب وجمع الجوامع، وهو محمول كما قال ابن حجر والرملي في شرحيهما على المنهاج وابن قاسم في حاشيته على ما إذا بقي من آثار الفعل السابق أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء لا يقول به أحد من المذهبين، كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس، ومالك في طهارة الكلب في صلاة واحدة، وكما لو أفتى ببينونة زوجته بطلاقها مكرها ثم نكح أختها مقلدًا للحنفي بطلاق

المكره - ثم أفتاه شافعي بعدم الحنث ، فيمتنع عليه أن يطأ الأولى مقلدًا للشافعي والثانية مقلدًا الحنفي.

خودعہد جدید کے علماء میں شیخ وہبہ زحیلی جو بڑی وسعت کے ساتھ تلفیق کے جواز کے قائل ہیں، اور اس فکر کے بہترین وکیل ہیں، وہ بھی علی الاطلاق تلفیق (آزادانہ تقلید) کی اجازت نہیں دیتے ہیں، وہ ایسی تلفیق کے قائل نہیں ہیں، جس میں بلاضرورت اور بلاعذر مختلف مذاہب کی رخصتیں تلاش کی جائیں، جس سے حکم حاکم ٹوٹ جائے، جس سے اس عمل سے رجوع لازم آئے جو کسی امام کی تقلید میں انجام دیا جاچکا ہو اور جو کسی امر اجماعی کے خلاف ہو، یا جس سے کسی محظور شرعی کا ارتکاب لازم آئے، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے بغیر ولی، بغیر مہر اور بغیر گواہ کے نکاح کرے، اور ہر مذہب سے ایک ایک چیز اخذ کرے تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایسے نکاح کا کوئی قائل نہیں ہے۔

تلفیق کی علی الاطلاق اجازت نہیں

(۱) بہر حال تلفیق بایں معنیٰ کہ ایک امام کی تقلید کے ساتھ دیگر مجتہدین کی آراء سے بھی استفادہ کیا جاسکے، ظاہر ہے اس کی علی الاطلاق اجازت نہیں دی جاسکتی، ورنہ شریعت ایک کھلواڑ بن جائے گی، اگر انسان مختلف مذاہب کے اقوال کو جمع کرنے پر تل جائے تو دین کی کوئی حرام سے حرام چیز بھی حرام باقی نہیں رہے گی، اور سارا نظام دین معطل ہوکر رہ جائے گا، مثلاً کوئی مرد کسی عاقلہ بالغہ لڑکی سے جو کسی کی زوجیت یا عدت میں نہ ہو، مخصوص رقم کے عوض اپنی ہوس پوری کرے اور کہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ کے نکاح کے لئے ولی کی شرط نہیں ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک گواہوں کی شرط نہیں ہے، حالانکہ کسی کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہے، بلکہ زنا کاری ہے، لیکن اس شخص نے اپنی پسند کے مطابق دونوں اماموں کی ایک ایک شق لی، اور دوسری شقوں کو چھوڑ دیا امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں جو شخص علماء کے تفردات اور رخصتوں کے درپے ہوگا وہ اسلام سے نکل جائے گا، اور انہی سے یہ بھی منقول ہے کہ متعہ اور صرف کے بارے میں اہل مکہ کا قول، سماع اور عورتوں سے دبر کاری کے مسئلے میں اہل مدینہ کا قول، جنگ اور طاعت کے باب میں اہل شام کا قول اور نبیذ کے حق میں اہل کوفہ کا قول متروک ہے، قابل عمل نہیں ہے۔

حضرت اسماعیل قاضیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن معتضد باللہ کے دربار میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے ایک کتاب پیش کی جس میں علماء کے اقوال رخصت جمع کئے گئے تھے، میں نے کہا: اس کتاب کا مصنف زندیق ہے، معتضد نے دریافت کیا: کیا یہ باتیں صحیح نہیں ہیں؟ میں نے کہا صحیح ہیں، لیکن جس فقیہ نے نشہ کی اجازت دی ہے اس نے متعہ کی اجازت نہیں دی، دنیا میں کوئی عالم وفقیہ نہیں جس سے کوئی بھول چوک نہ ہوئی ہو، اس لئے جو شخص علماء کی

لغزشوں اور تفردات کو جمع کرے گا اوران پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے گا،اس کا دین ختم ہوجائے گا، چنانچہ معتضد نے اس کتاب کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا: بحوالہ سنن بیہقی

امت کو کسی ایک فقہ کا پابند نہیں کیا جاسکتا

(۲)اسی طرح امت کو کسی ایک امام وفقیہ کے اقوال کا پابند بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ مسائل بے شمار ہیں، حالات متنوع ہیں ،اورکوئی شبہ نہیں کہ ہمارے تمام فقہاء اور ان کا فقہی اثاثہ اس امت کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہیں ، اورمختلف احوال کے لئے ان میں بہترین رہنمائیاں موجود ہیں ،ایک شخص کی فقہ ہر دور کے حالات کے لئے کافی نہیں ہوسکتی ،اسی لئے امام مالکؒ کے زمانے کے بعض خلفاء نے جب ارادہ کیا کہ ساری دنیا کے لوگوں کو امام مالکؒ کی کتاب پر جمع کردیں تو امام مالکؒ نے اس سے روک دیا اور فرمایا کہ اہل علم ہر طرف موجود ہیں ،اور اللہ پاک نے علم کو ہر طرف پھیلا دیا ہے،اس لئے لوگوں کو کسی ایک شخص کی آراء کا پابند کرنا مناسب نہیں

امام احمدؒ کے بارے میں بھی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا تھا کہ لوگوں کو میرے مذہب کا پابند نہ کرو، بلکہ ان کو دیگر علماء سے بھی استفادہ کرنے دو۔

تلفیق کے استعمال کے حدود وشرائط

غرض بوقت ضرورت مختلف علماء کے مجتہدات سے استفادہ کا جواز موجود ہے،مگر اس کے لئے کچھ حدود وقیود ہیں، جو مذاہب کے باہمی امتیازات کے تحفظ، ان کے بنیادی اصولوں اور مقتضیات کی رعایت، اور حقیقی ضرورت اور ہوئی وہوس کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں، ہمارے علماء نے اپنی کتابوں میں ان حدود وشرائط کا ذکر کیا ہے،ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۔کسی مسئلے میں دوسرے مذہب فقہی کی تقلید کی اجازت اس وقت ہے، جب کہ خاص اس مسئلہ میں ان تمام لوازم ومقتضیات کی رعایت کی جائے ، جو اس مذہب میں مصرح ہیں، ایک ہی واقعہ میں دو اماموں کے دو اقوال پر بایں طور عمل کرنا کہ مجموعی طور پر دونوں کے نزدیک وہ عمل باطل قرار پائے ، ناجائز ہے۔

ولا باس بالتقليد كما في البحر لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذالک الامام لان الحكم الملفق باطل بالاجماع إذا تقرر هذا فمقلد الشافعي إذا غسل نجاسة الكلب على مذهبه وأراد بعد ذلك أن ينتقل ويقلد غيره فيها فله ذلك لكن بشرط مراعاة ذلك المذهب في جميع شروط الطهارة والصلاة من مسح كل الرأس أو الربع والدلك ومراعاة الترتيب في قضاء الصلوات ، فإن أخل بشيء من ذلك كانت صلاته باطلة باتفاق المذهبين

وَحَاصِلُ الْمُعْتَمَدِ مِنْ ذَلِكَ أَنَّهُ يَجُوزُ تَقْلِيدُ كُلٍّ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ ، وَكَذَا مَنْ عَدَاهُمْ مِمَّنْ حُفِظَ مَذْهَبُهُ فِي تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ وَدُوِّنَ حَتَّى عُرِفَتْ شُرُوطُهُ وَسَائِرُ مُعْتَبَرَاتِهِ فَالْإِجْمَاعُ الَّذِي نَقَلَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَلَى مَنْعِ تَقْلِيدِ الصَّحَابَةِ يُحْمَلُ عَلَى مَا فُقِدَ فِيهِ شَرْطٌ مِنْ ذَلِكَ وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ التَّقْلِيدِ أَيْضًا أَنْ لَا يَكُونَ مِمَّا يُنْقَضُ فِيهِ قَضَاءُ الْقَاضِي هَذَا بِالنِّسْبَةِ لِعَمَلِ نَفْسِهِ لَا لِإِفْتَاءٍ ، أَوْ قَضَاءٍ فَيَمْتَنِعُ تَقْلِيدُ غَيْرِ الْأَرْبَعَةِ فِيهِ إجْمَاعًا كَمَا يُعْلَمُ مِمَّا يَأْتِي ؛ لِأَنَّهُ مَحْضُ تَشَبُّهٍ وَتَغْرِيرٍ ، وَمِنْ ثَمَّ قَالَ السُّبْكِيُّ : إذَا قَصَدَ بِهِ الْمُفْتِي مَصْلَحَةً دِينِيَّةً جَازَ أَيْ: مَعَ تَبْيِينِهِ لِلْمُسْتَفْتِي قَائِلَ ذَلِكَ .وَعَلَى مَا اخْتَلَّ فِيهِ شَرْطٌ مِمَّا ذُكِرَ يُحْمَلُ قَوْلُ السُّبْكِيِّ: مَا خَالَفَ الْأَرْبَعَةَ كَمُخَالِفِ الْإِجْمَاعِ

مثلاً ایک شخص وضو کے باب میں امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق عورت کو بغیر شہوت چھونا ناقض وضو نہیں سمجھتا، تو اس پر لازم ہے کہ امام مالکؒ کی ان تمام شرائط کا بھی لحاظ رکھے، جو وضو کے باب میں ان سے منقول ہیں، مثلاً ان کے نزدیک وضو کرتے ہوئے صرف پانی بہالینا کافی نہیں ، بلکہ جسم کو رگڑنا بھی ضروری ہے، اسی طرح ان کے نزدیک پورے سر پر مسح کرنا ضروری ہے، تو جو شخص وضو کے مسئلے میں مسلک مالکی اختیار کرتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ تمام شرائط مالکیہ کا بھی لحاظ رکھے، ورنہ یہ تقلید جائز نہ ہوگی ، جیسے کوئی وضو کرتے وقت مسلک شافعیؒ کے مطابق صرف تین بال کے برابر مسح کرے اور جب وضو کے بعد کسی عورت کو بلا شہوت چھودے تو مسلک مالکی کو اختیار کرلے، یہ تلفیق ہے، اس لئے کہ مجموعی طور پر ایسے شخص کا وضو دونوں اماموں کے نزدیک باطل ہے، امام مالکؒ کے یہاں پورا سر مسح نہ کرنے کی وجہ سے ، اور امام شافعیؒ کے یہاں عورت کو مس کرنے کی وجہ سے ، اور کسی ایک ہی واقعہ میں دو اماموں کی اس طرح تقلید کرنا کہ دونوں میں سے کسی کے یہاں وہ عمل صحیح ثابت نہ ہو جائز نہیں

لیکن اگر کوئی شخص دو اماموں کی آراء پر الگ الگ واقعات میں عمل کرے تو اگرچہ یہ لغوی اعتبار سے تلفیق ہے، مثلاً کہ ایک مسئلہ میں حنفی ہے تو دوسرے موقعہ پر اسی مسئلہ میں شافعی ، واقعہ الگ الگ ہونے کی صورت میں دو اماموں کی رائے پر عمل کرنے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔

مثلاً وضو کرتے وقت وہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق بغیر نیت اور بسم اللہ کے وضو کرے، لیکن نماز میں شافعیہ کے مطابق قرأت خلف الامام کرے تو یہ تلفیق ناجائز نہیں ہے۔

(۲) اسی شرط سے ایک اور شرط متفرع ہوتی ہے کہ جس عمل کو ایک امام کے مسلک کے مطابق شروع کر چکا ہو، اسی میں دوسرے امام کے قول پر عمل نہ کرے بلکہ جس امام کی تقلید میں اس نے عمل شروع کیا ہے، اسی کی تقلید میں اس کو تکمیل تک پہونچانا بھی ضروری ہے ، دوسرے امام کی تقلید دوسرے عمل میں درست ہے ، نہ کہ بعینہ اسی عمل میں ۔۔مثلاً کسی نے وضو کے بعد اجنبی عورت کو ہاتھ لگایا، لیکن امام ابوحنیفہؒ کی تقلید میں وضو کا اعادہ نہیں کیا، اور ظہر کی

نماز شروع کردی، نماز شروع کرنے کے بعد وہ امام شافعیؒ کا مقلد ہوجائے، اور اس نماز کو توڑ کر دوبارہ وضو کرنا ضروری سمجھے، تو یہ جائز نہیں، بلکہ جس امام کے مسلک پر اس نے عمل شروع کیا ہے اس پر لازم ہے کہ اسی امام کے مطابق اس کو مکمل بھی کرے، البتہ آئندہ دوسری ظہر جب پڑھے گا تو اگر چاہے تو مسلک شافعی کی تقلید کرسکتا ہے۔ اسی بات کو علامہ شامیؒ نے اس طرح ادا کیا ہے:

لأن المستفتي إذا عمل بقول المفتي في حادثة فأفتاه آخر بخلاف قول الأول ليس له نقض عمله السابق في تلك الحادثة نعم له به في حادثة أخرى كمن صلى الظهر مثلا مع مس امرأة أجنبية مقلدا لأبي حنيفة فقلد الشافعي ليس له إبطال تلك الظهر نعم يعمل بقول الشافعي في ظهر آخر وهذا هو المراد من قول من قال ليس للمقلد الرجوع عن مذهبه

(۳) عمل کرنے والے یا فتویٰ دینے والے کو اس پر شرح صدر ہو۔

(۴) واقعی ایسی کوئی حاجت درپیش ہو، جو مذہب غیر پر عمل کے لئے داعی ہو، محض نفس پرستی اور راحت پسندی کے لئے اپنا مذہب چھوڑنا جائز نہیں، ورنہ دین و مذہب ایک کھلواڑ بن جائے گا۔

البتہ ضرورت سے کیسی ضرورت مراد ہے؟ تو فقہاء کی تصریحات اور ان کی ذکر کردہ مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضرورت سے وہ اصطلاحی ضرورت مراد نہیں ہے، بلکہ حاجت و مشقت بھی اس میں داخل ہے، اس لئے کہ فقہاء کے نزدیک کبھی حاجت بھی ضرورت کے قائم مقام ہوتی ہے، الاشباہ والنظائر میں ایک مشہور قاعدہ ذکر کیا گیا ہے:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت و خاصة

حاجت ضرورت کے قائم مقام بھی ہوتی ہے، خواہ وہ حاجت عامہ ہو یا خاصہ۔

اس قاعدہ سے ایک طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاجت ضرورت کے قائم مقام ہوسکتی ہے، دوسرے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کا قائم مقام ہونے کے لئے حاجت عامہ ہونا ضروری نہیں، بلکہ حاجت خاصہ بھی ہو تو ضرورت کے احکام اس پر جاری کئے جاسکتے ہیں۔

(۵) اس کو اپنے حقوق و فرائض سے فرار یا لوگوں کے حقوق یا شرعی حدود ضائع کرنے کا ذریعہ نہ بنالیا جائے۔

(۶) بہتر ہے کہ یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی غور و خوض کے ذریعہ انجام پائے، انفرادی فتاوی میں اس سے ہر ممکن گریز کیا جائے، اس لئے کہ تلفیق بجائے خود ایک جائے خطر ہے، انفرادی زندگی میں اس کا خطرہ دوچند ہوجاتا ہے۔

(۷) تقلید کے طور پر جو عمل ہوچکا ہے، اس سے رجوع لازم نہ آئے، مثلاً ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا"

انت طالقۃ البتۃ" تجھے قطعی اور یقینی طلاق ہے، اور اس سے اس کی نیت تین طلاق کی ہے، پھر اس نے اس مسئلہ میں اپنی رائے کو نافذ کیا اور یہ یقین کرلیا کہ وہ عورت اس پر حرام ہوچکی ہے، پھر اس کی رائے یہ ہوئی کہ اس طلاق کو رجعی قرار دے کر اس سے رجعت کرلے اور اپنی زوجیت میں باقی رکھے ۔

(۸) اس سے اس کے لازم اجماعی (یعنی پہلے تقلید کے طور پر عمل کرنے کی وجہ سے جو صورت لازم آتی ہے) سے رجوع لازم نہ آتا ہو، مثلاً ایک شخص نے بغیر ولی کے نکاح کے صحیح ہونے میں امام بوحنیفہؒ کی تقلید کی اور ایک بالغہ لڑکی سے بلا ولی نکاح کرلیا تو اس میں شک نہیں کہ اگر نکاح کی صحت تسلیم کرلی جائے تو اس سے طلاق واقع کرنا بھی لازماً صحیح ہوگا، تو اگر یہ شخص اپنی منکوحہ کو جس سے بغیر ولی کے نکاح کیا ہے، تین طلاق دیدے، پھر طلاق واقع نہ ہونے میں امام شافعیؒ کی تقلید کرنا چاہیئے (کہ امام شافعیؒ کے مسلک کی رو سے یہ نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، کیونکہ بغیر ولی کے تھا) تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ سابق تقلید کے نتیجے میں لازم آنے والے لازم اجماعی حکم سے رجوع کرنا ہے۔

(۹) علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے کیونکہ علماء کے وہ نادر اور شاذ اقوال جنہیں امت نے قبول نہیں کیا ہے، انہیں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں، جو شخص علماء کے نادر اقوال کو اختیار کرے گا، وہ اسلام سے نکل جائے گا،، سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں: اگر تو ہر عالم کی رخصت اختیار کرے تو تجھ میں تمام برائیاں جمع ہوجائیں گی، اور علماء کے شاذ و نادر سے مراد وہ اقوال ہیں جنہیں زلات (لغزشیں) کہا جاتا ہے۔

تلفیق کا دائرۂ عمل

سوال نمبر (۴): کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء و اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

جواب: تلفیق کا دائرۂ عمل اجتہادی مسائل ہیں، مسائل منصوصہ میں اس کی اجازت نہیں ہے، رہی یہ بات کہ کن ابواب میں تلفیق کی اجازت ہے اور کن میں نہیں ہے؟ تو ایسی کوئی تفصیل قدیم و جدید فقہاء و اصولیین کے یہاں مجھے نہیں ملی، البتہ عہد جدید کے بعض محققین نے اس طرح کی بعض تفصیلات قلمبند کی ہیں لیکن میرے خیال میں معتقدات اور منصوص مسائل کے علاوہ تمام ابواب میں بوقت ضرورت تلفیق کو حسب شرائط اختیار کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ عبادات و دیانات کی قبیل سے ہوں یا معاملات کے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ التَّلْفِيقَ كَمَا يَتَأَتَّى فِي الْعِبَادَاتِ ، كَذَلِكَ يَتَأَتَّى فِي غَيْرِهَا ، فَلَوْ اسْتَأْجَرَ مَكَانًا مَوْقُوفًا تِسْعِينَ سَنَةً مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ ، مُقَلِّدًا فِي الْمُدَّةِ لِلشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ ، وَفِي عَدَمِ الرُّؤْيَةِ لِأَبِي حَنِيفَةَ ، جَازَ لَهُ ذَلِكَ ، وَقَالَ :

هَذَا مِنْ حَيْثُ التَّقْلِيدِ الْمُنْجِي لِصَاحِبِهِ ,وَأَمَّا مِنْ حَيْثُ النِّزَاعِ , فَالْأَمْرُ بِحَالِهِ , بِمَعْنَى أَنَّ الْأَمْرَ لَوْ رُفِعَ إِلَى حَاكِمٍ يَرَى الْبُطْلَانَ , فَإِنَّهُ يَعْمَلُ بِذَلِكَ فِي مَذْهَبِهِ , بِخِلَافِ مَا إِذَا وَجَدَ الْحُكْمَ .انْتَهَى مُلَخَّصًا .ثُمَّ قَالَ : فَتَدَبَّرْ مَا قُلْتُهُ فَإِنَّهُ الْحَقُّ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى .

سوال نمبر (۵): کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقعہ پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لئے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

سوال نمبر (۶): کیا مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں؟

جواب: نئے اور پیچیدہ مسائل میں اجتماعی فکر واجتہاد کے ذریعہ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق تلفیق کو استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ احتیاط یہ ہے کہ انفرادی فتاویٰ میں اس سے گریز کیا جائے، واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

تتبع رخص (رخصتوں کو تلاش کرنے) کا حکم

تلفیق کے ضمن میں تتبع رخص کی بحث بھی ضرور آتی ہے، اس لئے کہ تلفیق کا داعیہ بھی عموماً رخصتوں کی تلاش ہی کے لئے پیدا ہوتا ہے، اور مختلف مذاہب سے رخصتوں کی تلاش سے ہی تلفیق پیدا ہوتی ہے، اس طرح دونوں مفہوم کے اعتبار سے گو کہ الگ ہیں، مگر مصداق دونوں کا ایک ہی ہے۔

تتبع رخص کا مفہوم اور مصداق

رخص رخصت کی جمع ہے، مگر اس سے مراد وہ رخصت نہیں ہے جو عزیمت کے مقابلے میں باقاعدہ حکم شرعی کے طور پر معروف اور مسلم ہے، اور جس کا ذکر نصوص میں موجود ہے، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ بندوں کو رخصتیں دی جائیں جیسا کہ وہ عزیمتوں کی عطا کو پسند کرتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ - رضى الله عنها - قَالَتْ مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا ، مَالَمْ يَأْثَمْ ، فَإِذَا كَانَ الإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ .

شریعت کے بے شمار احکام اس رخصت پر مبنی ہیں، اور دین اسلام کو دین یسر قرار دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے، ارشاد ربانی ہے:

{يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر}

ارشادنبوی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قال النبی ﷺ بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الدِّينَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا وَيَسِّرُوا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، أَلَا إِنَّ اللهَ فَرَضَ فَرَائِضَ، وَسَنَّ سننًا، وَحَدَّ حدودًا، أَحَلَّ حَلَالا، وَحَرَّمَ حَرَامًا، وشَرَعَ الدِّينَ، فَجَعَلَهُ سَهْلا سَمْحًا وَاسِعًا وَلَمْ يَجْعَلْهُ ضَيِّقًا.

لیکن یہاں یہ رخصت زیر بحث نہیں ہے، حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

بلکہ تتبع رخص کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر مسئلے میں فقہاء ومجتہدین کے مذاہب اور اقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو، اور مشہور ائمۂ کرام میں سے کسی امام کے مذہب کا پابند نہ رہے، اور اس اختیار وانتخاب کی بنیاد دلائل کی قوت یا ورع وتقویٰ اور احتیاط پر نہ ہو، بلکہ فقہاء کے کسی قول اور رائے کے اختیار کرنے کی بنیاد محض تخفیف، یسر اور سہولت ہو۔

جمہور علماء عدم جواز کے قائل

(۱) کتب فقہ میں یہ صورت زیر بحث آئی ہے، عام طور پر فقہاء نے واقعی حاجت کے بغیر محض سہولت و تخفیف کی تلاش میں خروج عن المذہب یا مختلف مذاہب کے اقوال رخصت پر عمل کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ اس کو موجب فسق قرار دیا ہے، علامہ ابن حزمؒ نے سلیمان تیمی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر تم ہر عالم کے قول رخصت کو لوگے تو تمہارے اندر ہر طرح کا شر جمع ہوجائے گا، علامہ ابن حزمؒ، علامہ ابن عبدالبرؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے اس کے سبب فسق ہونے پر اجماع نقل کیا ہے ،امام احمدؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص نبیذ کے معاملے میں اہل کوفہ کی، سماع کے معاملے میں اہل مدینہ کی اور متعہ میں اہل مکہ کی اتباع کرے گا وہ فاسق ہوجائے گا۔

گو کہ بعض علماء نے اجماع کا انکار کیا ہے، اور کہا ہے کہ امام احمد سے اس سلسلے میں دو طرح کی روایتیں منقول ہیں، قاضی ابویعلیٰ اور بعض حنابلہ نے فسق والی روایت کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب بغیر تاویل یا بغیر تقلید رخصتوں کا تتبع کیا جائے، علامہ ہیثمی نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ اجماع تتبع کی حرمت اور تتبع کرنے والے کے فسق پر ہے، اور اجماع کا انکار اس شخص سے متعلق ہے، جو رخصتوں کے درپے تو نہ رہتا ہو، لیکن حسب موقع رخصتوں پر عمل کرتا ہو،:

حافظ ابن حجرؒ نے ایسے شخص کو فاسق قرار دیا ہے، جب کہ علامہ رملیؒ نے گنہگار تو کہا ہے لیکن فاسق کہنے سے

پرہیز کیا ہے:

الرابع: أن لا يتتبع الرخص بأن يأخذ من كل مذهب بالاسهل، وإلا فتنحل ربقة التكليف من عنقه. قال ابن حجر: ومن ثم كان الاوجه أن يفسق به، وقال الرملي الاوجه أنه لا يفسق وإن أثم به

قال القاضي على ظهر أجزاء العدة نقلت من المجموع لأبي حفص البرمكي من خط ولده أبي إسحاق عبد الله سمعت أبي يقول لو أن رجلا عمل بكل رخصة بقول أهل الكوفة في النبيذ وأهل المدينة في المشاع وأهل مكة في المتعة لكان فاسقا.

قال القاضي هذا محمول على أحد وجهين إما أن يكون من أهل الاجتهاد ولم يؤده اجتهاده إلى الرخص فهذا فاسق لأنه ترك ما هو الحق عنده واتبع الباطل أو يكون عاميا فأقدم على الرخص من غير تقليد فهذا أيضا فاسق لأنه أخل بفرضه وهو التقليد فأما إن كان عاميا وقلد في ذلك لم يفسق لأنه قلد من يسوغ اجتهاده. قال الشيخ تقي الدين قد فسق العاصي المجتهد إذا عمل برخصة مختلف فيها من غير اجتهاد والعامي إذا عمل بها من غير تقليد ومع هذا فكلام الإمام أحمد إنما هو فيمن يتبع الرخص مطلقا المختلف فيها مع ضعفها وهذا فاسق لأنه يفعل الحرام قطعا انتهى كلامه.

تتبع رخص کے مفاسد

بہرحال جمہور علماء بے ضرورت تتبع رخص کے قائل نہیں ہیں ،اور اس کو مقلد کے لئے خطرناک تصور کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ طریقہ دین وشریعت سے آزادی اور ہوائے نفس کی راہ ہموار کرتا ہے، اور انسان سہولتوں کی تلاش میں سرگرداں آہستہ آہستہ شریعت کی پابندیوں سے بھی آزاد ہوجاتا ہے، اور بالآخر ملحد وبددین ہوکر رہ جاتا ہے، علامہ شاطبیؒ نے الموافقات میں تتبع رخص کے مفاسد پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور ضرورت کے حالات میں بھی اس کو اتباع ہوی سے پاک ماننے سے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر مقلد کو ائمہ کے اقوال میں انتخاب کا اختیار دے دیا جائے تو خطرناک صورت حال پیدا ہوگی اور انسان دائرۂ تکلیف سے نکل جائے گا، الا یہ کہ دلیل وبرہان کی بنیاد پر کسی قول کو اختیار کیا جائے:

وأنت تعلم بما تقدم [ما] 2 في هذا الكلام، لأن الحنيفية السمحة إنما أتى فيها السماح مقيدًا بما هو جار على أصولها، وليس تتبع الرخص ولا اختيار الأقوال بالتشهي بثابت من أصولها؛ فما قاله عين الدعوى. ثم نقول: تتبع الرخص ميل مع أهواء النفوس، والشرع جاء بالنهي عن اتباع الهوى؛ فهذا مضاد لذلك الأصل المتفق عليه، ومضاد أيضًا لقوله تعالى: {فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ} [النساء: 59]، وموضع الخلاف موضع تنازع؛ فلا يصح أن يرد إلى أهواء النفوس، وإنما

يرد إلى الشريعة، وهي تبين الراجح من القولين فيجب اتباعه لا الموافق للغرض. فصل: وربما استجاز هذا بعضهم في مواطن يدعى فيها الضرورة وإلجاء الحاجة، بناء على أن الضرورات تبيح المحظورات، فيأخذ عند ذلك بما يوافق الغرض حتى إذا نزلت المسألة على حالة لا ضرورة فيها، ولا حاجة إلى الأخذ بالقول المرجوح أو الخارج 3 عن المذهب، أخذ فيها بالقول المذهبي أو الراجح في المذهب فهذا أيضًا من ذلك الطراز المتقدم، فإن حاصله الأخذ بما يوافق الهوى الحاضر، ومحال الضرورات معلومة من الشريعة.

امام غزالیؒ بھی اس باب میں بہت سخت ہیں اور وہ کسی بھی عامی یا غیر مجتہد شخص کو اجازت نہیں دیتے کہ اپنی سہولت کے حساب سے مختلف مذاہب کے پسندیدہ اقوال کا انتخاب کرے، اسے ہر حال میں دائرۂ تقلید کے اندر رہنا چاہئے، عامی کے لئے دو مفتیوں کی حیثیت دو دلیلوں کی ہے، لہٰذا مقلد کو چاہئے کہ ہمیشہ ایسے مفتی کا انتخاب کرے جو اس کے نزدیک سب سے افضل ہو، اور پھر اس کی ہر حال میں تقلید کرے خواہ اس کے فتاویٰ پر عمل آسان ہو یا نہ ہو، یعنی عسر اور یسر کوئی بنیاد نہیں ہے، دلیل و برہان کی قوت و ترجیح اصل چیز ہے:

وليس للعامي أن ينتقي من المذاهب في كل مسألة أطيبها عنده فيتوسع بل هذا الترجيح عنده كترجيح الدليلين المتعارضين عند المفتي فإنه يتبع ظنه في الترجيح فكذلك ههنا وإن صوبنا كل مجتهد ولكن الخطأ ممكن بالغفلة عن دليل قاطع وبالحكم قبل تمام الاجتهاد واستفراغ الوسع والغلط على الأعلم أبعد لا محالة.

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

والصحيح عندنا أن الحق واحد وأن تتبع الرخص فسق اهـ

تلفیق کی ممانعت بھی تتبع رخص ہی کی وجہ سے ہے، شیخ برکتیؒ لکھتے ہیں:

التلفيق هو تتبع الرخص عن هوى

کچھ اور فقہی عبارتیں ملاحظہ ہوں جن میں عدم جواز کا رجحان پیش کیا گیا ہے:

الأصح جواز الانتقال مطلقاً فيما عمل به وفيما لم يعمل به، كذا صححه الرافعي وهو المنقول في السؤال عن الدميري لكن بشرط عدم تتبع الرخص، وهي مسألة غير التي حكى فيها المنع اتفاقاً ولا يجوز له ولا لغيره تتبع الحيل المحرمة والمكروهة ولا تتبع الرخص لمن أراد نفعه فإن تتبع ذلك فسق وحرم استفتاؤه وإن حسن قصده في حيلة جائزة لا شبهة فيها ولا مفسدة لتخلص المستفتي بها

من حرج جاز: كما أرشد النبي صلى الله عليه وسلم بلالا رضي الله عنه إلى بيع التمر بدراهم ثم يشتري بالدراهم تمرآخر فيتخلص من الربا

(وَلَا يَجُوزُ لَهُ) أَيْ لِلْمُفْتِي (وَلَا لِغَيْرِهِ تَتَبُّعُ الْحِيَلِ الْمُحَرَّمَةِ وَالْمَكْرُوهَةِ وَلَا تَتَبُّعُ الرُّخَصِ لِمَنْ أَرَادَ نَفْعَهُ فَإِنْ تَتَبَّعَ ذَلِكَ) أَيْ الْحِيَلَ الْمَكْرُوهَةَ وَالْمُحَرَّمَةَ وَالرُّخَصَ (فَسَقَ وَحَرُمَ اسْتِفْتَاؤُهُ

وقال الشيخ تقي الدين رحمه الله في الأخذ برخصة وعزائمة طاعة غير الرسول عليه الصلاة والسلام في كل أمره ونهيه وهو خلاف الإجماع. وتوقف أيضا في جوازه. وقال أيضا إن خالفه لقوة دليل أو زياده علم أو تقوى فقد أحسن ولا يقدح في عدالته بلا نزاع. وقال أيضا بل يجب في هذه الحال وأنه نص الإمام أحمد رحمه الله

☆ تقلید کے لزوم کی معنویت یہی ہے، چنانچہ جو علماء عوام کے لئے مذہب واحد کے التزام کو ضروری نہیں سمجھتے ، وہ بھی تتبع رخص کے رجحان کو مذموم تصور کرتے ہیں اور سداً للباب اس کی ممانعت تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ اور ابن نجیم وغیرہ کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے:

والغالب أن مثل هذه إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص وإلا أخذ العامي في كل مسئلة بقول مجتهد قوله أخف عليه وأنا لا أدري ما يمنع هذا من النقل أو العقل وكون الإنسان يتبع ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد ما علمت من الشرع ذمه عليه وكان صلى الله عليه وسلم يحب ما خفف عن أمته والله سبحانه أعلم بالصواب قوله وينبغي للمقلد وهو من له ولاية التقليد أن يختار من هو أقدر وأولى لديانته وعفته وقوته دون غيره

مطلق جواز یا مطلق عدم جواز کے اقوال

(۱) بلاشبہ ہماری کتب فقہ میں اس کے بالمقابل تتبع رخص کے مطلق جواز کے اقوال بھی موجود ہیں، جیسا کہ حافظ ابن ہمام اور علامہ محب اللہ بہاریؒ وغیرہ کی رائے ہے۔

(۲) جبکہ اس کے علی الرغم دوسری جانب بہت سے علماء مثلاً امام شاطبی، امام غزالی وغیرہ کسی بھی صورت میں تتبع رخص کے قائل نہیں ہیں، وہ اس کو بھی مآلاً اتباع ہوی کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔

قول معتدل

(۳) دونوں کے درمیان ایک معتدل رائے یہ ہے کہ محض تخفیف ویسر کے لئے تو اس کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر واقعی ضرورت اور قوی عذر موجود ہو تو حدود میں رہ کر اس کی گنجائش ہے، حدود مثلاً تلفیق حرام یا اپنے ہی عمل سے رجوع لازم نہ آئے اور معتبر علماء اور مفتیان سے مشورہ کرلیا جائے، وغیرہ، جیسا کہ علامہ قرافی وغیرہ نے اس

طرح کی شرطیں لگائی ہیں۔حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے مباحث فقہیہ میں اس قول وسط کو اختیار کیا ہے،اور میرا رجحان بھی اسی طرف ہے،حضرت قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"فقہاء اور علماء اصول کے اقوال کی تلاش وتفحص کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں ان کے تین نقطہائے نظر ہیں۔

اول: یہ کہ تتبع رخص مطلقاً ممنوع ہے،خواہ یہ تشہی یا تخفیف کی غرض سے ہو یا اعذار ومرض کی وجہ سے ہو۔

دوم: تتبع رخص مطلقاً جائز ہے،اس کے لئے کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔

سوم: عام حالات میں تتبع رخص ممنوع ہے اور خاص حالات مثلاً ضرورت یا مرض یا کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے۔۔۔۔۔

اس مسئلے میں جس قول کی طرف میرا رجحان ہے اس میں قدرے تفصیل ہے،اور وہ یہ ہے کہ تتبع رخص عام حالات میں تشہی،لہوولعب اور خواہشات کی پیروی کی بنیاد پر ناجائز ہے،ہاں اگر کسی خاص مسئلہ میں عذر یا مرض کی ضرورت کی بنیاد پر ہو تو مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت نے جہاں خواہشات کی اتباع اور لہوولعب سے روکا ہے، وہیں دوسری طرف احکام میں یسر وسہولت کے پہلو کی بھی رعایت کی ہے،اور دین میں اللہ تعالیٰ نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے،لہذا اس مسئلہ میں دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری ہے،اور میری سمجھ میں یہ آرہا ہے (واللہ اعلم) کہ وہ تتبع رخص جو ممنوع ہے اور جس کے ممنوع ہونے پر بعض حضرات نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے،وہ یہ ہے کہ انسان ہر مسلک میں اس قول کو اختیار کرے جو اس کے لئے آسان ہو،اور یہ کسی واقعی عذر اور ضرورت کے پیش نظر نہ ہو، بلکہ محض خواہش نفس کی پیروی میں ہو، کیونکہ اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو یہ شریعت کے احکام سے آزادی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا،اور دین کھلونا اور مذاق بن کر رہ جائے گا،تتبع رخص کی اس قسم میں یہ صورت داخل ہے کہ انسان تشہی اور لہوولعب کی غرض سے مختلف مسائل میں مختلف فقہاء کے اقوال اختیار کرے۔اور جہاں تک خاص حالات میں رخص مذاہب سے استفادہ کی بات ہے،مثلاً زوج مفقود الخبر کے مسئلے میں اور بعض دوسرے مسائل میں فقہاء حنفیہ نے امام مالکؒ کے قول کو اختیار کیا ہے، اسی طرح فقہاء شافعیہ نے فقہ مالکی اور فقہ حنفی کے بعض اقوال کو اختیار کیا ہے،تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم ایک مجتہد کے قول پر عمل کو ضروری قرار دیں تو عصر حاضر کے مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنا ممکن نہ ہوگا، بالخصوص نئے تجارتی معاملات میں،اور نہ یہ بات کسی طرح مناسب ہوگی کہ ہر مکلف کو اس کی رخصت دی جائے کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل میں اپنی خواہشات کے مطابق جس قول کو چاہے اختیار کرے۔اور یہ بات مخفی نہیں کہ اتباع شریعت میں تکلیف ہوتی ہے،اور مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے، لہذا شریعت کا کوئی حکم

مشقت سے بالکلیہ خالی نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر حکم شرعی میں کچھ نہ کچھ مشقت ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا پس حرج ومشقت اور تنگی کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ائمہ کے اقوال میں آسان قول کو اختیار کرنے کے سلسلے میں کوئی ضابطہ مقرر کردیا جائے تاکہ تباہ کن اباحیت پسندی اور دین سے متنفر کرنے والی تنگی دونوں کا سدباب ہوسکے، اس سلسلے میں درج ذیل اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

۱۔لامراذا ضاق اتسع، مشہور فقہی قاعدہ ہے، اس کی مدد سے جب کسی مسئلے میں تنگی پیدا ہوگی تو شریعت اس تنگی کو دور کرکے وسعت پیدا کرے گی، جب کسی مبتلی بہ کو کسی امر میں ایسی تنگی، حرج اور دشواری پیش آئے جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ کسی دوسرے امام کے قول کو اختیار کرے، جس میں دفع حرج ومشقت ہو۔

۲۔لیکن اس صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ ان ارباب علم وذکر اور اصحاب فتویٰ سے رجوع کرے جو دین کا گہرا علم رکھتے ہوں،، اور ورع وتقویٰ کی صفت سے متصف ہونے کی وجہ سے دین کی اساس اور بنیاد سمجھے جاتے ہوں تاکہ وہ خواہش نفس اور شیطان کے مکر وفریب کا شکار نہ ہو، کیونکہ ایک عامی انسان بسا اوقات ضرورت اور اتباع ہویٰ کے درمیان فرق نہیں کرسکتا ہے۔

۳۔اس پر لازم ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب سے تجاوز نہ کرے جو صدیوں سے مدون اور منقح صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں، اور جن پر زمانۂ قدیم سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔

۴۔لیکن مسئلہ عموم بلویٰ کی وجہ سے اجتہادی ہوگیا ہو، یا ایسا مسئلہ ہو جو حالات اور زمانہ کی تبدیلی یا نئے عرف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، خاص طور پر لوگوں کے معاملات، مثلاً، تجارت، صنعت وحرفت اور تجار، صنعت کار اور اہل پیشہ کی عادات سے متعلق ہو، خصوصاً بین الاقوامی معاملات میں تو ایسی صورت میں علماء راسخین اور اصحاب تقویٰ فقہاء پر یہ لازم ہے کہ وہ ان مشکلات اور پیچیدہ مسائل کا حل شریعت کے مقاصد اور قواعد کلیہ کی روشنی میں نئے حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ تلاش کریں اور ان کے لئے ائمۂ ہدی میں سے کسی ایک کے قول کی طرف درج ذیل شرطوں کے ساتھ عدول کرنا جائز ہے۔

(۱) دوسرا قول شاذ نہ ہو، (۲) نصوص سے ٹکراتا نہ ہو

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

محمد فہیم اختر ندوی

پروفیسر اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کی شرعی حیثیت پر غور و بحث سے پہلے دو نکات کو ذہن نشیں کرنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ شریعت اسلامی نے اپنے احکام میں کس مزاج اور فطرت کو پیش نظر رکھا ہے، اور دوسرے فقہی مسالک سے استفادہ کی بابت علمی نوعیت کیا ہے۔

شریعت کا مزاج

اسلامی شریعت، لچک آمیز اور یسر و سہولت پر مبنی ہے۔ اس کے احکام انسانی وسعت اور طاقت کے مطابق رکھے گئے ہیں، اور یہ فطرت انسانی سے ہم آہنگ شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود شریعت اسلامی کی اس فطرت اور مزاج کا ذکر کیا ہے، فرمایا: ''**لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا**'' (۱)، اور فرمایا: ''**ھو اجتباکم وما جعل علیکم في الدین من حرج**'' (۲)۔ قرآن میں اس بات کا ذکر کئی احکام کے ضمن میں بھی کیا گیا کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں، تنگی اور دشواری نہیں چاہتے ہیں۔ چنانچہ مرض یا پانی نہ ملنے کے موقع پر وضو اور غسل کی جگہ تیمم کی سہولت دیتے ہوئے قرآن میں اللہ نے فرمایا: ''**ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون**'' (۳)۔ اسی طرح سفر کی حالت میں اور بیماری کی صورت میں رمضان کے روزہ کو چھوڑ کر بعد میں ان کی قضاء کا حکم دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ''**یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر**'' (۴)۔ سورہ نساء میں اللہ نے نکاح کے احکام کے ضمن میں محرمات خواتین جن سے نکاح نہیں ہوسکتا ہے، اور جن خواتین سے نکاح ہوسکتا ہے، دونوں کے احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ''**یرید اللہ أن یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفاً**'' (۵)۔ اسی طرح اللہ نے قرآن کریم میں متبنی کی رسم کو کالعدم کرتے ہوئے طلاق کے بعد اس کی زوجہ سے نکاح کو درست قرار دیتے ہوئے مؤمنین کے حق میں فرمایا: ''**لکی لا یکون علی المؤمنین حرج في ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطراً**'' (۶)۔ اور اسی سیاق میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: ''**ما کان علی النبي من حرج فیما فرض اللہ لہ**'' (۷)۔ سورہ فتح میں نابینا، لنگڑے اور بیمار شخص کو جہاد کی فرضیت سے

رخصت دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ''لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج'' (۸)۔ اور سورہ توبہ میں بھی ضعیفوں، مریضوں اور خرچ کا انتظام نہ رکھنے والوں کو جہاد میں نہ جا سکنے کی رخصت دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ''لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا اللہ ورسولہ'' (۹)۔

ان آیات میں اللہ نے واضح فرمادیا کہ شریعت کے احکام انسان کی طاقت کے مطابق ہیں، عذر اور مرض کی وجہ سے احکام میں اللہ نے سہولت دی ہے، کیونکہ وہ بندوں کے لئے آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں۔ اور اسی لئے معذوروں اور مریضوں سے حرج وتنگی کو اس نے دور کر دیا ہے۔ اللہ کا بندہ ضعیف وکمزور ہے اور اللہ ان کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کرتا ہے۔

شریعت کی اس فطرت اور مزاج کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کئی احادیث میں بھی صاف لفظوں میں واضح فرمایا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ'' (۱۰)، ایک اور موقع پر فرمایا: ''ان الدین یسر، ولن یشاد الدین احد الا غلبہ، فسددوا، وقاربوا، وابشروا'' (۱۱)، اپنے صحابہ کو اسی بات کا حکم دیا کہ وہ دوسروں کے ساتھ یسر وسہولت کا طریقہ اپنائیں، سختی نہ آنے دیں: ''یسروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا'' (۱۲)، اور انھیں یہ سمجھایا کہ اللہ نے اسی کام کے لئے تم کو بھیجا ہے اور اسی پر تمہیں مامور کیا ہے: ''انما بعثتم میسرین، ولم تبعثوا معسرین'' (۱۳)۔ اپنی زندگی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرز اور روش کو اپنایا کہ جہاں آسانی اور تنگی دونوں کی گنجائش ہو وہاں آسانی کو اختیار فرمالیا کرتے تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں: ''ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین أمرین الا اخذ ایسرھما، ما لم یکن اثما'' (۱۴)، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ بات بھی سمجھادی تھی کہ یسر وسہولت کو اختیار کرنا اور عذر ومرض وغیرہ کی وجہ سے شریعت کی رخصتوں کو اپنانا اللہ تعالیٰ کو اسی طرح پسندیدہ ہے جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنا اللہ کو پسند ہے: ''ان اللہ عز وجل یحب ان تؤتی رخصہ، کما یحب ان تؤتی عزائمہ'' (۱۵)۔

اس تفصیل سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

1۔ ایک یہ کہ شریعت کے احکام اللہ کے فرائض ہیں، اور ان کی پابندی کا حکم ہے۔ ان کی ادائیگی میں محنت اور مشقت بھی پیش آتی ہے، اور اس مشقت اور محنت کے ساتھ شرعی احکام کو بجالانا ہی انسان کا امتحان اور اس کی ذمہ داری ہے۔ اسی لئے احکام کی بجا آوری کا نام ''تکلیف شرعی'' ہے، یعنی شریعت کی ذمہ داری کو اٹھانا اور انجام دینا۔

2۔ دوسرے یہ کہ شریعت کے احکام انسانی طاقت اور وسعت کے مطابق ہیں، اور احکام شرعی پر عمل آوری

میں اسی اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ جب بھی کوئی شرعی حکم کسی فرد کے لئے یا کسی حالت میں دشواری اور نا قابل برداشت مشقت کا باعث بن رہا ہو تو وہاں پر آسانی اور رخصت آجائے گی۔ چنانچہ عذر اور مرض وغیرہ کی بنیاد پر متعدد احکام میں اللہ نے رخصت کا آسان حکم دیا۔ اور شریعت کا یہ اصول قرار پایا کہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے آسانی اختیار کرو کہ اللہ کو حرج اور عسر پسند نہیں ہے، اور وہ بندوں کے رخصت اختیار کرنے کو بھی اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح اصل عزیمت کے حکم پر عمل کو پسند کرتا ہے۔

قرآن اور حدیث کی ہدایات اس بات کو پوری طرح طے کر دیتی ہیں کہ انسان اللہ کے حکم کی بجا آوری کرے۔ عام حالات میں اصل حکم اور اعذار کی حالت میں رخصت کا حکم بجالائے، نیز جہاں اللہ کے دو احکام میں اختیار ہو وہاں آسانی والا حکم اختیار کرنا پسندیدہ ہے۔ البتہ اللہ کو یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ انسان اللہ کا حکم ترک کر کے اپنی ہویٰ و ہوس کو اختیا کرے، اپنی خواہش پرستی پر آجائے، اور اللہ کے حکم کو درکنار کر کے اتباع نفس کرے۔ اللہ نے اسے کھلی گمراہی اور ظلم قرار دیا، اور اس کا انجام بدترین بتایا: ''**فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوائھم و من اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ**'' (۱۶)۔ اللہ نے بتایا کہ ایسے شخص کے ساتھ بھی نہیں رہنا چاہئے اور نہ اس کی بات ماننی چاہئے: ''**و لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ھواہ و کان امرہ فرطا**'' (۱۷)، اور ''**فلا یصدنک عنھا من لا یؤمن بھا و اتبع ھواہ فتردی**'' (۱۸)، اور ''**ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا و لا تتبع اھواء الدین لا یعلمون**'' (۱۹)۔ ایسے شخص کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ اس نے اپنی خواہش کو ہی خدا بنالیا ہے کہ جس طرح خدا کی بات ماننی چاہئے وہ اسی طرح ہویٰ اور خواہش کی بات مانتا ہے: ''**افرأیت من اتخذ الھہ ھواہ و اضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون**'' (۲۰)۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ**''۔ (۲۱)۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو ترک کر دینا اتباع ہویٰ ہے۔ اور اللہ کے حکم کو بجالانا، کبھی اصل حکم پر عمل کی صورت میں ہوتا ہے، اور کبھی اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کی صورت میں ہوتا ہے۔ عمل کی یہ دونوں صورتیں اللہ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اسی طرح جہاں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اور ترک نہ ہو وہاں یسر اور سہولت کو اختیار کرنا بھی اللہ کے حکم پر عمل آوری ہے۔

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے موضوع پر بحث وغور کا یہ ایک پہلو ہے جس پر اوپر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی۔

تقلید اور فقہی مسلک کی پابندی

اس موضوع کا دوسرا پہلو تقلید اور فقہی مسلک کی پابندی کا ہے۔ اسلامی شریعت کے احکام میں اللہ نے اپنی حکمت اور مشیت کے تحت کچھ احکام قطعی بنائے، کہ ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں آنے دیا، اور قیامت تک کے لئے ان کی قطعیت واضح کر دی۔ یہی احکام' دین اسلام اور شریعت اسلامی کی شناخت ہیں، اور یہ نا قابل تغیر وتبدل ہیں۔ کبھی بھی اور کہیں بھی یہ احکام اسلامی اسی طرح اپنی اصل شکل وصورت پر باقی رہیں گے، جیسے پنج وقتہ نماز کی فرضیت، ان کے اوقات اور رکعات، اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، حلال وحرام اور عقیدہ وغیرہ کے بنیادی احکام ہیں۔ لیکن کچھ دوسرے احکام اللہ نے قطعی نہیں بنائے، بلکہ ان میں اس بات کی گنجائش رکھی کہ وہاں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہو، چنانچہ ایسے جزوی احکام میں اختلاف رائے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پیش آیا، اور آپؐ نے ان جزوی اختلاف رائے اور نصوص شرعیہ کی علاحدہ علاحدہ تفہیم کو برقرار رکھا اور اس کے ضوابط مقرر فرمائے۔ یعنی ایسا کوئی بھی اختلاف رائے قرآن اور حدیث سے استدلال پر ہی مبنی ہوگا۔ کسی نص شرعی کی مخالفت والا اختلاف رائے قابل قبول نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**ترکت فیکم امرین، لن تضلوا ما تمسکتم بھما: کتاب اللہ و سنۃ نبیہ**'' (۲۲)۔ یہ بات بھی سکھائی گئی کہ بعد میں ایسے جزوی مسائل میں قرآن اور سنت میں غور کرتے وقت اختلاف رائے ہوگا، اور ایسے موقع پر کسی ایک رائے کو حق قطعی اور دوسری رائے کو باطل نہیں قرار دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب، فلہ اجران، و اذا حکم فاجتھد ثم اخطا، فلہ اجر**'' (۲۳)، اور حضرت معاذ کے اس جواب پر' کہ قرآن اور حدیث میں درپیش مسئلہ کا جواب نہ ملے تو وہ اپنی رائے سے اجتہاد کریں گے: ''**اجتھد برایی و لا آلو**'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تائید وتصویب فرمائی اور اس طریقہ کو منظوری دی: ''**فضرب صدرہ ثم قال: الحمد للہ الذي وفق رسول رسول اللہ لما یرضي رسول اللہ**''۔ (۲۴)

چنانچہ عہد نبوی کے بعد جب مسلمان دور دراز علاقوں میں کوچ کر گئے اور فتوحات کی کثرت ہوئی تو بے شمار نئے مسائل پیش آئے جن میں صحابہ، پھر ان کے شاگردوں یعنی تابعین اور ان کے شاگردوں یعنی تبع تابعین اور مجتہدین فقہاء نے بڑے پیمانہ پر اجتہادات کئے اور ہزاروں ہزار مسائل مستنبط کئے۔ ان اجتہادی اور مستنبط شدہ مسائل میں کثرت سے اختلاف رائے بھی پیش آیا۔ لیکن یہ اختلاف دین اور شریعت کے بنیادی مسائل میں سے کسی مسئلہ میں کبھی پیش نہیں آیا، کیونکہ ان کی قطعیت اور فرضیت خود اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرما دی تھی۔ یہ سارے اختلافات جزوی اور فروعی احکام میں تھے، اور یہ ساری مختلف رائیں قرآن اور حدیث سے استدلال پر ہی مبنی تھیں۔ اس لئے کسی مجتہد اور فقیہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی رائے تنہا حق ہے، اور دوسری مخالف رائے محض باطل ہے۔ فقہاء نے اختلافی مسائل کے لئے یہ اصول طے کیا کہ: ''**مذھبنا صواب یحتمل الخطأ، ومذھب**

مخالفینا خطا یحتمل الصواب‘‘(۲۵)۔اوراجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ کے بشمول جمہور نے یہ موقف اپنایا کہ ایک مسئلہ میں دو مجتہدین کی رائیں اگر مختلف ہیں تو ان دونوں رایوں میں سے حق کسی ایک رائے میں ہے،لیکن وہ حق رائے ان دونوں رایوں میں سے کون ہے؟اس کی تعیین نہیں ہوسکتی ہے،ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:’’فللہ فی کل واقعۃ حکم معین للہ تعالی، من اصابہ فھو المصیب، ومن اخطاہ فھو المخطیء، لکن نظرا لانقطاع الوحی لا یعرف المصیب من المخطیء‘‘(۲۶)۔تو حاصل یہی نکلا کہ اجتہادی مسائل میں فقہاء ومجتہدین کی مختلف رائیں درست ہیں، اوران پر عمل دراصل شریعت پر عمل ہے۔البتہ یہ ضرور ہے ایسی صورت حال میں کوئی رائے اپنے دلائل کی وجہ سے زیادہ قوی اور راجح ہوگی، اور کوئی رائے کمزور اور مرجوح ہوگی۔حالانکہ یہ ترجیح طے کرنے میں بھی اختلاف رائے باقی رہے گا۔

فقہی اختلاف رائے سماج کے اندر فقہی مسالک کے نام سے معروف ہوا، اور مجتہدین کی طرف منسوب ہوکر ان کے ناموں سے مشہور ہوا۔چونکہ ایسے مجتہدین بہت سارے تھے تو ان کے ناموں سے منسوب فقہی مسالک بھی متعدد اور بہتیرے تھے؛لیکن گزرتے زمانے کے ساتھ کچھ مسالک کے نقل کرنے والے باقی نہیں رہے اور وہ مسالک ناپید ہوگئے، جیسے فقہ طبری، فقہ اوزاعی، فقہ ظاہری وغیرہ۔اور کچھ مجتہدین کی آراء بہت مستند طریقوں سے منقول اور محفوظ نہیں ہوسکیں،تو ان کی آراء پر یقین کرنا مشکل ہوگیا اور وہ قابل اعتماد نہیں رہ گئیں۔پس اب جو فقہی مسالک ایسے تھے جو زمانہ درزمانہ محفوظ اور مستند طریقہ پر منتقل ہوتے رہے اور ان کی آراء کا قرآن وحدیث کی روشنی میں بے لاگ طریقہ پر جائزہ بھی لیا جاتا رہا، وہی فقہی مسالک فقہی اختلاف کی شکل میں آج موجود ہیں۔اوران میں مسالک اربعہ یعنی فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی پائے جاتے ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے کہ’’اعلم ان فی الأخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ‘‘۔(۲۷)

شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں انسان دو میں سے کسی ایک حیثیت میں ہوں گے، یا تو وہ دینی علم کے اس مقام پر ہوں گے کہ بذات خود وہ شرعی احکام کو جان سکیں گے، اور نیا مسئلہ پیش آئے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد بھی کرسکیں گے۔تو ایسے لوگوں کے لئے یہی حکم ہے کہ ازخود وہ شریعت کا حکم جاننے کی سعی کریں اور اسی پر عمل کریں۔یا پھر وہ انسان علم دین کی اتنی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں گے، یا بالکل عوامی سطح کے انسان ہوں گے،تو ایسے لوگوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اہل علم سے پوچھیں اوران کی بتائی ہوئی شرعی رائے پر عمل کریں۔اللہ نے اسی بات کا حکم دیا ہے،فرمایا:’’فاسألوا أھل الذکر ان کنتم لا تعلمون‘‘(۲۸)۔ہر زمانہ میں سماج کے اندر بنیادی طور پر انہی دو قسم کے لوگ رہے ہیں۔خود عہد نبویؐ میں سارے صحابہ کرام فقہ وقانون کے ماہر نہیں تھے۔کچھ صحابہ اسلامی شریعت کے احکام میں ممتاز تھے،تو ان سے ہی دوسرے لوگ مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔صحابہ کے زمانہ میں اوراس کے

بعد تابعین کے زمانہ میں بھی یہی صورت حال تھی۔اس وقت جو افراد شریعت کے ماہرین ہوتے تھے وہ مفتی اور مجتہد یا فقیہ کہلاتے تھے،اور عام لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی رائے پر عمل کرتے تھے۔اگر ایک مقام پر کئی مفتی اور مجتہد ہوتے تو پوچھنے والا کسی سے بھی پوچھ لیتا تھا اور اس کی رائے پر عمل کرلیا کرتا تھا۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے:''**اعلم ان الناس کانوا قبل المأة الرابعة غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذهب واحد بعینه**'' (۲۹)۔ آگے لکھتے ہیں:''**وکان خبر العامة أنهم کانوا فی المسائل الاجتماعیة التي لا اختلاف فیها بین المسلمین أو جمهور المجتهدین لا یقلدون الا صاحب الشرع وکانوا یتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلاة والزکاة ونحو ذٰلک من آبائهم ومعلمی بلدانهم فیمشون حسب ذٰلک، واذا وقعت لهم واقعة استفتوا فیها أی مفت وجدوا من غیر تعیین مذهب**''۔(۳۰)

تتبع رخص کا مفہوم

'رخصت' ایک شرعی اصطلاح ہے جو 'عزیمت' کے بالمقابل استعمال ہوتی ہے۔شریعت نے جو احکام دیئے ہیں وہ عام حالات میں اور سارے انسانوں کے لئے اصلی احکام کے بطور ہیں،اور وہ 'عزیمت' کہلاتے ہیں۔اور جب ضرورت یا حاجت پیش آجانے پر' یا ناقابل برداشت مشقت کی صورت میں اصل حکم کے اندر چھوٹ دی جاتی ہے تو وہ 'رخصت' کے احکام ہوتے ہیں۔پس عزیمت کے احکام وہ شرعی احکام ہیں جو ابتداء اور اصلاً دیئے گئے ہیں اور کسی عذر کی بناء پر نہیں ہیں۔اور رخصت کے احکام وہ شرعی احکام ہیں جو کسی خاص عذر کی بناء پر اصلی حکم سے چھوٹ کے طور پر دیئے گئے ہیں۔(۳۱)

یہاں یہ واضح ہے کہ عزیمت کے احکام اور رخصت کے احکام دونوں بھی شرعی احکام ہیں۔دونوں احکام اللہ ہی نے دیئے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ عام حالات کے لئے دیئے گئے اصل احکام عزیمت کے احکام ہیں،اور خاص حالات میں رخصت کے متقاضی اسباب کے تحت دیئے گئے احکام رخصت کے احکام ہیں (۳۲)۔گویا عزیمت کا حکم خاص حالت میں رخصت کے حکم میں منتقل ہوجاتا ہے۔رخصت کے یہ احکام 'شرعی رخصتیں' کہلاتے ہیں۔

چونکہ شرعی احکام میں حکم کا لزوم اور فرضیت کبھی کسی کام کو کرنے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کسی کام سے رکنے اور اسے نہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اس لئے رخصت کے احکام کی بھی دو نوعیتیں ہوجاتی ہیں۔ایک نوعیت یہ ہے کہ فرض حکم پر عمل نہ کرنے کی چھوٹ مل جاتی ہے جیسے مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضاء کرنے کی چھوٹ ملتی ہے: ''**فمن کان منکم مریضاً أو علی سفرٍ فعدة من ایامٍ أخر**''(۳۳)۔ یا وضو کی جگہ تیمم کرنے کی چھوٹ ملتی ہے: ''**وان کنتم مرضی أو علی سفرٍ أو جاء احد منکم من الغائط أو لامستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً**''(۳۴)۔دوسری نوعیت یہ ہے کہ ممنوع عمل کو بجالانے کی چھوٹ مل جاتی ہے،جیسے جاں بہ

بلب شخص کوحرام کھانے اورحرام پینے کی چھوٹ مل جاتی ہے، تاکہ وہ اپنی جان بچا سکے: ''انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیه'' (۳۵)۔ اور جان جانے کے خوف میں کلمہ کفر بولنے کی چھوٹ مل جاتی ہے: ''من کفر بالله من بعد ایمانه الا من أکره وقلبه مطمئن بالایمان'' (۳۶)۔ پس پہلی نوعیت ترک واجب کی رخصت ہے، اور دوسری نوعیت ممنوع کے ارتکاب کی رخصت ہے۔ پہلی نوعیت کی رخصت میں ہی کاروبار اور معاملات میں شریعت کے عام اصولوں سے ہٹ کر دی گئی رخصتیں بھی ہیں، جیسے شریعت کا عام اصول یہ ہے کہ انسان غیر موجود سامان کی فروختگی نہیں کرسکتا ہے، ضروری ہے کہ جس سامان کو فروخت کررہا ہے وہ اس کے پاس موجود ہو، حدیث میں ہے: ''نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع ما لیس عندی'' (۳۷)۔ لیکن اس عام اصول اور حکم سے رخصت دیتے ہوئے' لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر' آرڈر پر سامان بنوانے کا معاملہ کرنے یعنی 'عقد استصناع' اور اسی طرح پیشگی قیمت دے کر سامان کا اپنا آرڈر بک کرالینے یعنی 'عقد سلم' کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ اسی سابق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آگے الفاظ ہیں: ''ورخص فی السلم''، یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ خود حدیث میں لفظ 'رخصت' کا استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرے فقہاء کے برعکس فقہائے احناف نے شرعی رخصتوں کی دو قسمیں کی ہیں: ایک قسم 'رخصت اسقاط' کہلاتی ہے۔ اس میں اصل شرعی حکم جو بطور عزیمت تھا وہ ختم ہوجاتا ہے، اور اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں رہتی ہے، بلکہ رخصت والا حکم ہی لازمی حکم بن جاتا ہے، جیسے جاں بہ بلب شخص کے لئے' حرام غذا کے سوا کچھ میسر نہ ہونے کی صورت میں' حرام کھا کر یا حرام پی کر جان بچانے کا حکم لازمی حکم ہوتا ہے، اگر وہ حرام نہ کھا کر جان دے دے تو اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا، کیونکہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ: ''ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة'' (۳۸)، اور: ''ولا تقتلوا أنفسکم'' (۳۹)۔ اسی طرح سفر کی حالت میں چار رکعات کی جگہ دو رکعت نماز کا حکم رخصت ہے، لیکن لازمی ہے۔ اگر وہ چار رکعات پڑھے گا تو وہ چار رکعات فرض نماز نہیں کہلائیں گی۔ ان مثالوں میں اصل حکم ساقط ہوگیا ہے اور رخصت والا حکم ہی لازم ہوگیا ہے۔ دوسری قسم 'رخصت ترفیہ وتخفیف' ہے، جیسے جان سے مارنے کی دھمکی کے وقت کلمۂ کفر زبان سے بول دینے کی رخصت دی گئی ہے، لیکن اصل حکم یعنی کلمہ کفر زبان سے بھی نہ بولنا' ایسے وقت میں بھی باقی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص عزیمت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے' دھمکی کے باوجود زبان سے بھی کلمہ کفر نہ بولے اور مار دیا جائے تو وہ ثوب پانے والا شہید ہوگا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کو کفار نے پکڑ کر کلمہ کفر بولنے پر مجبور کیا، اور سخت ترین اذیت دی، تو انھوں نے کلمہ کفر بول دیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر واقعہ کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے دل میں کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ دل ایمان پر مطمئن ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فان عادوا فعد'' (۴۰)۔ اور ایک دوسرے واقعہ میں دو صحابیوں کو مشرکین نے قتل کی دھمکی

دے کر کلمہ کفر بولنے پر مجبور کیا، ایک صحابی باز رہے اور شہید ہو گئے، دوسرے نے بول دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کے بارے میں فرمایا کہ: ''هو أفضل الشهداء، وهو رفيقي في الجنة'' (۴۱)۔ اسی طرح حالت سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت کے باوجود اصل حکم باقی رہتا ہے، لہٰذا مسافر کو اختیار ہے کہ روزہ رکھ لے، یا نہ رکھ کر بعد میں قضاء کرے۔

سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1۔ رخصت کا لفظی معنی ہے: نرمی اور خفت، نرم و نازک چیز۔ اصطلاح میں رخصت کا معنی حکم میں سہولت پیدا کرنا، بعض چیزوں میں اللہ کا بندوں کے لئے تخفیف کرنا ہے۔

ڈاکٹر رواس قلعہ جی معجم لغۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں: ''الرخصة: اليسر والسهولة، اباحة التصرف لأمر عارض مع قيام الدليل على المنع، ماثبت على خلاف دليل شرعي لمعارض راجح، Allowance''۔ (۴۲)

الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية میں ہے: ''الرخص ضد الغلاء ... الرخصة في الأمر خلاف التشديد فيه''۔ (۴۳)

سوال نمبر 2، 3 اوپر کی سطور میں شرعی رخصتوں کی تفصیل اور ان کی تقسیم بیان کی گئی ہے۔ ان رخصتوں پر عمل کے سلسلہ میں یہ بات ذکر کی گئی کہ بعض رخصتوں پر عمل میں اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ شخص خواہ اصل حکم عزیمت پر عمل کرے یا حکم رخصت پر عمل کرے، جیسے حالت سفر میں یا تو روزہ رکھے یا رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضاء کر لے، اور بعض رخصتوں میں یہ گنجائش نہیں ہوتی ہے، بلکہ رخصت پر عمل کرنا لازمی ہوتا ہے، جیسے جاں بہ لب شخص کو حرام غذا کے سوا کچھ میسر نہ ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت حرام کھا لینا اس پر لازم ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 4 اس سوال میں تتبع رخص سے مراد شرعی رخصتیں نہیں ہیں، بلکہ فقہاء کی مختلف آراء میں سے آسان آسان آراء کو چن چن کر اختیار کرنا ہے، کیونکہ شرعی رخصتیں تو وہ احکام ہیں جو مخصوص حالات میں، اور مخصوص افراد کے لئے دیئے گئے ہیں، اور ان حالات میں شرعی رخصتوں پر عمل بعض مواقع پر لازمی ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں وہاں اختیار ہوتا ہے، جیسا کہ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ اس لئے یہاں زیر بحث وہ شرعی رخصتیں نہیں ہیں۔ یہاں مراد سہولتوں کو تلاش کرنا ہے، یعنی فقہی آراء میں سے آسان آراء کا انتخاب و اختیار کرنا ہے۔ اس سوال کے ساتھ دراصل تین درج ذیل تصورات وابستہ ہیں، اور ان تینوں کو علاحدہ علاحدہ سمجھنا ضروری ہے:

1۔ پہلا تصور تقلید اور ایک فقہی مسلک کی پابندی کا ہے۔

ایک فقہی مسلک کی پابندی اور اس کی تقلید کرنے کی صورت میں تتبع رخص کا مسئلہ عموماً پیدا نہیں ہوتا ہے، یہ سوال اس وقت آتا ہے جب ایک مسلک کی تقلید کی پابندی نہ رکھی جائے۔

2۔ دوسرا تصور مختلف فقہی مسالک سے استفادہ کا ہے، کیونکہ تتبع رخص کی شکل تب بنتی ہے جب مختلف فقہی مسالک کی آراء سے اختیار وانتخاب کر کے عمل کیا جائے۔

3۔ تیسرا تصور یہ ہے کہ صرف آسان آسان آراء یا بالفاظ دیگر رخصت کی حیثیت رکھنے والی آراء کا انتخاب کیا جائے اور ایسی آراء کی تلاش کر کے ان پر عمل کیا جائے۔ یہی اصل میں 'تتبع رخص' ہے۔

پس تتبع رخص کی عملی صورت یہ ہوئی کہ فقہی مسالک کی پابندی سے نکل کر تمام فقہاء کی آراء میں سے سہولتوں کو اختیار کیا جائے۔

تتبع رخص کے جواز یا عدم جواز پر غور کرتے ہوئے ان مذکورہ بالا تین نکات پر غور کرنا ضروری ہوگا۔

تقلید: جہاں تک پہلے نکتہ یعنی تقلید کی پابندی کا تعلق ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ تقلید کے جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی آراء اہل علم میں پائی جاتی ہیں، اور دونوں پر عمل بھی بلانکیر شرعی موجود رہا ہے۔ جس طرح تقلید درست ہے اور اس کے دلائل ہیں، اسی طرح عدم تقلید بھی درست ہے اور اس کے دلائل ہیں جو اصول فقہ کی کتابوں میں بہ تفصیل موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب ''**عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید**'' میں شیخ عز الدین بن عبدالسلام کا یہ قول نقل کیا ہے: ''**لم یزل الناس یسألون من اتفق من العلماء من غیر تقیید بمذھب ولا انکار علی احد من السائلین الی أن ظھرت ھذہ المذاھب و متعصبوھا من المقلدین**'' (۴۴)۔ پھر آگے چل کر وہ خود اپنی رائے لکھتے ہیں: ''**أن الاستفتاء و الافتاء لم یزل بین المسلمین من عھد النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ولا فرق بین ان یستفتی ھذا دائما، أو یستفتی ھذا حیناً، بعد أن یکون مجمعاً علی ما ذکرناہ، کیف لا؟ ولم نؤمن بفقیہ ایا کان أنہ أوصی اللہ الیہ الفقہ وفرض علینا طاعتہ، وأنہ معصوم**'' (۴۵)، اور حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں: ''**اعلم ان الناس کانوا قبل المأۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ**''۔ (۴۶)

فقہی مسالک سے استفادہ: دوسرا نکتہ مختلف فقہی مسالک سے استفادہ کا ہے۔ یہ مسئلہ بھی اہل اصول کے یہاں قدیم سے زیر بحث ہے، اور اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جہاں پیچیدہ نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ایک فقہی مسلک کے دائرہ میں انتہائی دشوار ہو گیا ہے، ایسے حالات کے اندر مسائل کے حل میں مختلف فقہی مسالک سے استفادہ پر ہی عمل ہو رہا ہے۔ اسی لئے 'عدول عن المذہب' اور 'افتاء بمذہب الغیر' کی بحث میں اب وہ

حساسیت نہیں رہی جواب سے کچھ عرصہ پہلے تک تھی۔ عالم اسلام کے فقہی مجامع میں اب زیادہ تر عمل مختلف مسالک سے استفادہ پر ہی ہورہا ہے، چنانچہ اس وقت دنیا کی تین اہم فقہی اکیڈمیوں 'مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ'، 'المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ' اور 'یوروپین افتا کونسل آئرلینڈ' کے فقہی سمیناروں اور فیصلوں میں تمام فقہی مسالک سے استفادہ کے نہج پر عمل ہورہا ہے۔ خود ہمارے ملک میں بھی اس تعلق سے جواز کی رائیں دی گئی ہیں اور فقہی اداروں میں اس پر عمل بھی ہورہا ہے۔ اب سے پچیس برس پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے بارہویں فقہی سمینار منعقدہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی مؤرخہ فروری 2000ء میں 'اختلاف ائمہ کی شرعی حیثیت' پر فیصلہ کرتے ہوئے یہ تجویز پاس کی تھی:

''6۔ اگر وقت اور حالات کی تبدیلی سے معاشرہ کسی مشکل صورت حال کا شکار ہو اور ائمہ مجتہدین کی فقہی آراء میں سے ایک پر عمل حرج اور دشواری کا باعث ہو اور دوسری فقہی رائے پر عمل سے یہ حرج دور ہوجائے تو ایسی صورت میں علماء وفقہاء جو اصحاب ورع وتقویٰ اور ارباب علم وفہم ہوں، ان کے لئے دوسری رائے پر فتویٰ دینا جائز ہے جو باعث دفع حرج ہو۔ البتہ اس طرح کے مسائل میں انفرادی طور پر فتویٰ دینے کے بجائے اجتماعی طریقہ اختیار کیا جائے۔

7۔ ایسے مسائل جن میں مستند علماء وفقہاء کی ایک جماعت عدول کی ضرورت سمجھے اور مسئلہ مجتہد فیہ میں ایک خاص فقہی رائے کو دفع حرج کے لئے اختیار کرے اور اس پر فتویٰ دے، اور دوسری جماعت اس سے اختلاف کرے اور اس فقہی رائے کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے، ایسی صورت میں عام لوگوں کے لئے اس رائے پر عمل کرنا جائز ہے جس میں عدول کرکے سہولت کی رائے اختیار کی گئی ہے، اور اصحاب افتاء کے لئے اس رائے پر بھی فتویٰ دینا جائز ہے۔'' (۴۷)

پھر ابھی گذشتہ برس مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے چھٹے فقہی سمینار منعقدہ دسمبر 2024ء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اسی جواز کی بابت درج ذیل تجویز کو منظوری دی ہے:

''4۔ بوقت ضرورت دوسرے مسلک کے قول پر فتویٰ دینے اور عمل کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس قول کو اس مسلک کی تمام بنیادی شرائط کے ساتھ اختیار کیا جائے۔

5۔ اگر کسی مبتلی بہ کو کسی امر میں ایسی تنگی وحرج اور دشواری پیش آئے جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ائمہ اربعہ کے مذاہب میں سے کسی دوسرے امام کے قول کو اختیار کرے جس میں حرج ومشقت نہ ہو، البتہ اس صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ از خود فیصلہ نہ کرے، بلکہ وہ ان ارباب علم وذکر اور اصحاب فتویٰ سے رجوع کرے جو دین کا گہرا علم رکھتے ہوں اور ورع وتقویٰ کی صفت سے متصف ہوں۔

6۔ اگر کوئی مسئلہ عموم بلویٰ کی وجہ سے اجتماعی ہوگیا ہو، یا ایسا مسئلہ ہو جو حالات اور زمانہ کی تبدیلی یا نئے عرف

کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، خاص طور پر لوگوں کے معاملات مثلاً تجارت، صنعت وحرفت اور تجار، صنعت کار اور اہل پیشہ کی عادات سے متعلق ہو، خصوصاً بین الاقوامی معاملات میں، تو ایسی صورت حال میں علماء راسخین اور اصحاب تقویٰ فقہائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مشکلات اور پے چیدہ مسائل کا حل شریعت کے مقاصد اور قواعد کلیہ کی روشنی میں نئے حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ تلاش کریں، اور اس کے لئے ائمہ ھدیٰ میں سے کسی ایک کے قول سے دوسرے کے قول کی طرف درج ذیل شرطوں کے ساتھ عدول کر سکتے ہیں:

الف۔ دوسرا قول شاذ نہ ہو۔

ب۔ نص سے ٹکراتا نہ ہو۔

ج۔ دیگر مجامع فقہیہ کی آراء سے ہم آہنگ ہو۔'' (۴۸)

ان تجاویز میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ:

1۔ دفع حرج اور مشقت کے ازلہ کے لئے ایک فقہی مسلک کی رائے سے عدول کر کے دوسرے فقہی مسلک کی رائے کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

2۔ یہ دوسری رائے ائمہ اربعہ کے مسالک میں سے یا ان سے باہر جا کر ائمہ مجتہدین وائمہ ھدیٰ میں سے بھی کسی کی رائے ہو سکتی ہے۔

3۔ البتہ ایسے موقع پر انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی فتویٰ اور اصحاب فتویٰ سے رجوع کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

4۔ اور اگر کچھ اصحاب علم اس عدول سے اتفاق نہیں کر رہے ہوں تب بھی عام لوگوں کے لئے عدول والی رائے پر عمل کرنا جائز ہوگا۔

5۔ اور اصحاب افتاء کے لئے بھی اس رائے پر فتویٰ دینا جائز ہوگا۔

اوپر کے دونوں نکات سے واضح ہے کہ ایک مسلک کی تقلید کوئی ایسا شرعی حکم نہیں ہے کہ جس کی پابندی ہر جگہ اور ہر حالت میں ضروری ہو۔ بلکہ موجودہ احوال کے پیچیدہ مسائل کا حل ایک مسلک کی پابندی سے نہیں ممکن رہ گیا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ دفع حرج کے لئے تمام احتیاط کے ساتھ دیگر مسالک یا مجتہدین کی آراء میں سے بھی کسی رائے کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

تتبع رخص: اب تیسرے نکتہ پر غور کیا جائے کہ تتبع رخص یعنی فقہاء ومجتہدین کی آراء میں سے آسان آسان رایوں کی تلاش کر کے ان پر عمل کرنا کیسا ہے؟

سابقہ دونوں نکات کے مطابق بوقت ضرورت اور دفع حرج کی غرض سے اگر فقہاء مجتہدین کی وہ رائیں

اختیار کی جاتی ہیں جن سے آسانی پیدا ہوتی ہو تو یہ درست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درپیش مسئلہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس میں کسی آسان رائے کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہاں تتبع رخص درست ہے۔

پس شرعی رخصتوں پر عمل کرنا بھی درست ہے، اور دفع حرج کی ضرورت سے کسی بھی فقیہ و مجتہد کی آسان رائے کو اختیار کرنا بھی درست ہے۔ غور کیا جائے تو یہ دو صورتیں تتبع رخص کی نہیں بنتی ہیں۔ کیونکہ ان میں یا تو شرعی رخصتوں پر عمل ہے، یا بوقت ضرورت فقہی اختلاف سے استفادہ کے لئے اجتماعی کوشش ہے۔

اب صورت یہ رہ جاتی ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر محض آسانی کے لئے مختلف فقہاء کی آراء اختیار کی جائیں۔ یہ تیسری صورت ہی تتبع رخص کی بنتی ہے۔

اس صورت مسئلہ کی چار شکلیں بنتی ہیں، جن میں صرف آخری چوتھی شکل درست ہونی چاہئے:

1۔ انتخاب آراء کی غرض آسان رائے پر عمل ہو، اور جن آراء کا انتخاب کیا جائے وہ شاذ رائیں ہوں۔ یہ شکل درست نہیں ہوگی، کیونکہ شاذ آراء پر عمل بہت پرخطر راہ ہے، اور اس میں شریعت کی پابندی سے گریز کا خطرہ ہے۔

2۔ انتخاب آراء کی غرض آسان رائے پر عمل ہو، لیکن اس کے نتیجہ میں عمل کی ایسی مرکب شکل بنتی ہو جو مجموعی طور پر کسی مسلک کے مطابق درست قرار نہیں پاتی ہو۔ (جیسے کسی شخص نے وضو کرنے میں دلک (اعضاء کو رگڑنا) نہیں کیا، اور سر کے مسح میں صرف چند بالوں پر مسح کیا، اور پھر کسی اجنبی خاتون کو مس کر لیا۔ اب اس کے وضو کی مجموعی شکل یہ بن رہی ہے کہ امام شافعی کے نزدیک خاتون کو مس کرنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ گیا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح نہیں ہونے کی وجہ سے وضو نہیں ہوا، اور امام مالک کے نزدیک دلک نہ کرنے کی وجہ سے وضو نہیں ہوا)۔ یہ تلفیق بین المذاہب کی وہ شکل ہے جسے عموماً فقہاء نے درست نہیں قرار دیا ہے۔

3۔ انتخاب آراء کا محرک عمل سے گریز کے لئے حیلہ جوئی یا تشہی ہو، (جیسے کسی شخص نے بدکاری کے عمل میں سزا سے بچنے کے لئے ولی اور گواہ کے بغیر شادی کر لی اور کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہو جاتا ہے، اور امام مالک کے نزدیک گواہ کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے، اس طرح ایک ہی مسئلہ میں متضاد طور پر دو امام کی رائے اختیار کی، کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر گواہ نکاح نہیں ہوتا، اور امام مالک کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ہے)۔ تتبع رخص کی یہ صورت بدیہی طور پر ممنوع ہوگی، کیونکہ یہ حکم شرعی پر عمل نہیں، بلکہ اس سے گریز کی حیلہ جوئی ہے۔ یہ فی الواقع اتباع ھویٰ اور تشہی ہے، اور اس کے نتیجہ میں تلاعب بالدین ہوتا ہے۔

4۔ تتبع رخص میں اگر یہ تینوں شکلیں نہیں ہوں، اور ان سے بچتے ہوئے شریعت کی آسانیوں کو اس لئے اختیار کیا جا رہا ہو کہ اللہ نے دین میں آسانی رکھی ہے، اور فقہاء کا اختلاف رائے بھی دراصل دین کو آسان رکھنے کے لئے

ہے، اور وہ شخص اپنی کمزوری اور اللہ کی دی ہوئی آسانی وتخفیف کے تحت آسان آراء کو اختیار کرتا ہے، تو تتبع رخص کی یہ نوعیت درست ہونی چاہئے۔ چنانچہ ایک عامی فرد اگر الگ الگ مسئلہ میں الگ الگ فقہاء سے مسئلہ پوچھ کر ان کی رائے پر عمل کرتا ہے، یا ایک فرد ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی آسان رائے پر عمل کرتا ہے، اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی آسان رائے پر عمل کرتا ہے، جب کہ اس کا جذبہ نہ تو تشہی بالدین کا ہے، اور نہ وہ عمل بالشریعت سے گریزاں اور اتباع ھویٰ پر کاربند ہے، تو اس تتبع رخص سے ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے: ''و الغالب أن مثل هذه الزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص و الا أخذ العامي في كل مسألة بقول مجتهد قوله أخف عليه۔ و أنا لا أدري ما يمنع هذا من النقل أو العقل و كون الإنسان يتبع ما هو أخف عل نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد ما علمت من الشرع ذمه عليه، و كان صلى الله عليه و سلم يحب ما خفف عن أمته''۔ (۴۹)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید میں لکھا ہے: ''اعلم أن العامي الصرف ليس له مذهب و انما مذهبه فتوىٰ المفتي'' (۵۰)۔ پھر شیخ عبدالوہاب الشعرانی کی الیواقیت والجواھر سے ائمہ اربعہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''ثم نقل عن جماعة عظيمة من علماء المذاهب أنهم كانوا يعملون و يفتون بالمذاهب من غير التزام مذهب معين من زمن أصحاب المذاهب إلى زمانه على وجه يقتضي كلامه أن ذلك أمر لم يزل العلماء عليه قديماً و حديثاً حتى صار بمنزلة المتفق عليه فصار سبيل المسلمين الذي لا يصح خلافه و لا حاجة بنا بعد ما ذكره و بسطه إلى نقل الأقاويل'' (۵۱)۔

سوال نمبر 5۔ تتبع رخص کی ایک شکل تلفیق بین المذاہب کی بن جاتی ہے۔ اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

سوال نمبر 6۔ دور حاضر کے پیچیدہ مسائل کے حل میں فقہاء ومجتہدین کی مستند آراء سے مدد لی جانی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور مجلس تحقیقات شرعیہ کے فیصلے موجود ہیں، جن کا اوپر ذکر ہوا۔

واضح رہے کہ یہ تتبع رخص نہیں، بلکہ مختلف فقہی مسالک اور دیگر ائمہ ھدیٰ کی آراء سے استفادہ ہے؛ تاکہ درپیش مسئلہ کا حل نکل سکے اور درپیش حرج ومشقت کو دور کیا جاسکے۔ اس کی تفصیلی تفہیم مقالہ میں کی گئی ہے۔

سوال نمبر 7۔ اکیڈمی اور مجلس کی ذکر کردہ شرطوں کے ساتھ انفرادی فتاویٰ میں بھی مفتیان کرام فقہاء کے اختلاف آراء سے استفادہ کرسکتے ہیں، لیکن اجتماعی فتویٰ زیادہ محفوظ اور مناسب طریقہ ہوگا۔

تلفیق بین المذاہب پر سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 تلفیق کا لغوی معنی کپڑے کو لپیٹنا ہے۔ معجم لغۃ الفقہاء میں ہے: ''التلفيق: مصدر لفق، ضم شقة الى أخرى Collection، القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب، حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل

صحيحاً في أي مذهب من المذاهب''۔(۵۲)

سوال نمبر 2، 4 تلفیق کوئی اصولی اصطلاح نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی ذکر قرآن یا سنت میں ہے۔ یہ دراصل مسلکی تقلید کے اندر دو یا زائد مسلکوں کی تقلید جمع کرنے سے پیدا ہونے والی ایک مرکب صورت حال کا نام ہے۔ اس کی مختلف شکلیں بنتی ہیں جن کا تذکرہ سطور بالا میں کیا گیا، اور ان کی بنا پر ہی بعض شکلوں کے جواز اور بعض کے عدم جواز کی تفصیل سابق میں ذکر کی گئی ہے۔

سوال نمبر 3 دو یا زائد مسالک کی ایک ہی مسئلہ میں اس طرح تقلید کرنا کہ اس مسئلہ کی مجموعی حقیقت کسی مسلک کی رو سے درست نہ ہو۔ اس پر فقہاء واصولیین نے طویل کلام کیا ہے، اور جواز وعدم جواز دونوں رائیں پائی جاتی ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی عقد الجید میں ان آراء کو نقل کیا ہے۔ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمۃ نے اپنی ایک تحریر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جس میں فقہاء واصولیین کی ہر دو آراء کو نقل کیا ہے، اور آخر میں اپنی رائے دی ہے۔ حضرت قاضی صاحب اپنی رائے یوں لکھتے ہیں:

''تلفیق کا مسئلہ تقلید کے زمانہ میں پیدا ہوا جب مشہور مذاہب کے فقہاء نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ میں ورع وتقویٰ کی کمی ہے، اور لوگوں میں خواہشات نفسانی کی پیروی کا سخت میلان پایا جاتا ہے، تو ان میں سے بہت سے حضرات نے سد ذریعہ کے طور پر، اور تشہی، فسق وفجور اور شرعی احکام سے آزادی حاصل کرنے کے رجحان کو ختم کرنے کے لئے تقلید کو واجب قرار دیا۔ فقہاء کی جو تصریحات ہم نے ذکر کی ہیں ان سے واضح ہے کہ تلفیق کے مسئلہ میں علمائے اصول اور حضرات فقہاء کے تین مذاہب ہیں:

اول: تلفیق مطلقاً جائز ہے،

دوم: تلفیق مطلقاً ناجائز ہے،

سوم: چند شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے۔

اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ پہلا قول یعنی تلفیق کا مطلقاً جائز ہونا بہت خطرناک ہے، خاص کر ہمارے اس دور میں جس میں خواہش کا غلبہ ہے اور ورع وتقویٰ کی کمی ہے، اور اباحت پسندی اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ اگر ہم اس مذہب کو اختیار کریں تو شریعت کو معطل کرنا لازم آئے گا، اور دین مذاق بن کر رہ جائے گا، اور لوگ دین وشریعت کو کھلونا بنالیں گے۔ اس کے برعکس دوسرے مذہب کو اختیار کرنا یعنی تلفیق کو مطلقاً ناجائز قرار دینا باوجودیکہ یہ قرآن وسنت سے ثابت بھی نہیں ہے، اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے''۔

قاضی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''ہم مختلف فقہاء اور مجتہدین کی آراء سے استفادہ کریں، خصوصاً جب کہ تتبع رخص کی نیت سے نہ ہو، بلکہ امت

سے واقعتا حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لئے ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا، خواہشات نفس کی پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کے لئے حیلہ جوئی ہو۔ لیکن صحیح مقاصد کے لئے درج ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے''۔ (1۔تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہے اس سے رجوع نہ لازم آئے، 2۔اس سے اس کے لازم اجماعی سے رجوع لازم نہ آئے، 3۔علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے)۔ (۵۳)

سوال نمبر 5، 6 نئے مسائل کو حل کرنے میں تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ واقعی مشقت اور حرج درپیش ہو، اور دوسرا اختیار کردہ قول شاذ نہ ہو۔ نیز بہتر ہے کہ ایسا عدول اجتماعی فتویٰ کے ذریعہ اختیار کیا جائے، لیکن انفرادی فتاویٰ میں عدول اختیار کرنا بھی شرعاً درست ہوگا۔

حواشی وحوالے:

۱۔ سورہ بقرہ:286

۲۔ سورہ حج:78

۳۔ سورہ مائدہ:6

۴۔ سورہ بقرہ:185

۵۔ سورہ نساء:28

۶۔ سورہ احزاب:37

۷۔ سورہ احزاب:38

۸۔ سورہ فتح:17

۹۔ سورہ توبہ:91

۱۰۔ مسند احمد:22291

۱۱۔ صحیح بخاری:39

۱۲۔ صحیح بخاری:69

۱۳۔ صحیح بخاری:6128

۱۴۔ صحیح بخاری:3560

۱۵۔ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبریٰ، حدیث نمبر:5415

۱۶۔ سورہ قصص:50

۱۷۔ سورہ کہف:28

۱۸۔ سورہ طٰہٰ:16

۱۹۔ سورہ جاثیہ:18

۲۰۔ سورہ جاثیہ:23

۲۱۔ ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی، شرح السنۃ، حدیث نمبر:104

۲۲۔ مالک بن انس، الموطا، حدیث نمبر:3

۲۳۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، حدیث نمبر:1716

۲۴۔ ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی، سنن الدارمی، حدیث نمبر:170

۲۵۔ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص:330، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1999

۲۶۔ وہبہ مصطفی الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 12/142، دارالفکر دمشق، 2012

۲۷۔ ولی اللہ دہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، صفحہ: 57، دار الکتب العلمیہ، بیروت 2015

۲۸۔ سورہ نحل:43

۲۹۔ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ:260/1، دارالجیل بیروت، 2005

۳۰۔ حوالہ سابق

۳۱۔ ابوزہرہ، اصول الفقہ، ص:51 دارالفکر العربی،

۳۲۔ عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، ص:121، مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ، طبع ہشتم

۳۳۔ سورہ بقرہ:184

۳۴۔ سورہ مائدہ:6

۳۵۔ سورہ بقرہ:173

۳۶۔ سورہ نحل:106

۳۷۔ ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی، شرح السنۃ، حدیث نمبر:2110

۳۸۔ سورہ بقرہ:195

۳۹۔ سورہ نساء:29

۴۰۔ ابونعیم الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء:140/1، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1409

ہج

۴۱۔ ابوزہرۃ، حوالہ سابق، ص: 52۔ حاشیہ البخاری علی اصول فخر الاسلام، جلد اول، صفحہ: 637، طبع استنبول

۴۲۔ رواس قلعہ جی معجم لغۃ الفقہاء، دار النفائس، بیروت، طبع دوم، 1988ء

۴۳۔ ابونصر الجوہری، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، دار العلم بیروت، 1987

۴۴۔ ولی اللہ دہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص: 47، حوالہ سابق

۴۵۔ حوالہ سابق، ص: 49

۴۶۔ حوالہ سابق، ص: 260

۴۷۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا دہلی، جدید مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ص: 199، طبع 2022

۴۸۔ تجاویز مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ، متعلقہ ویب سائٹ

۴۹۔ کمال الدین ابن الہمام، فتح القدیر، کتاب أدب القاضی، جلد 7، ص 258

۵۰۔ ولی اللہ دہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، فصل فی العامی، ص: 77

۵۱۔ حوالہ سابق، ص: 81

۵۲۔ رواس قلعہ جی، معجم لغۃ الفقہاء، دار النفائس، بیروت، 1988ء

۵۳۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مباحث فقہیہ، ص: 199-198، ایفا پبلی کیشنز، دہلی

۵۴۔ حوالہ سابق، ص: 180

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی (حفظہ اللہ)
شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا،

سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بڑی تیزی سے تبدیلی آئی ہے، اور دن بدن مزید آرہی ہے، خاص کر معاشی شعبے میں تجارتی معاملات میں مختلف ممالک کے قوانین اور سودی مالیاتی اداروں کی پوری دینا میں موجودگی سے اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے بہت سی پیچیدگیاں اور مسائل پیدا ہورہے ہیں، اسلامی مالیاتی اداروں کے ان نئے اور پیچیدہ مسائل کا حل اور پورے مالیاتی نظام کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لئے کسی ایک فقہی مذہب کو اختیار کرنا اور اسی میں رہ کر ان تمام جدید معاشی مسائل کا حل تلاش کرنا اور ان کو جدید معاشی نظام میں قابلِ عمل بنانا، صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ذیل میں اس شرعی معیار میں سے تلفیق پر مبنی فتاوی جات کا جائزہ لیا جائے گا، کہ یہ تلفیق جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو وجوہ جواز کیا ہیں؟

محور اول: تلفیق بین المذاہب

جواب: (۱)

تلفیق کا لغوی معنی: تلفیق باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے، جو لفق سے مشتق ہے، مجرد میں اس کا باب ضرب ہے، کہا جاتا ہے: ''لفق الثوب'' جس کا معنی ہے ایک کپڑے کو دوسرے کے ساتھ ملا کر سی دینا یعنی مختلف اشیاء کو ملا کر ایک بنا دینے کو اہل لغت تلفیق کا نام دیتے ہیں، جیسے ''تلافق القوم'' کا معنی ''تلائمت امورھم'' کہ ان کے معاملات باہم ملے جلے ہیں، اسی لئے ایسی دو چیزیں جو دائمی ملی ہوئی ہوں انہیں لفقان کہا جاتا ہے۔

''لفقت الثوب الفقته لفقا وھو ان تضم شقة الی اخری فتخیطھما'' یعنی کپڑے کے ایک کنارہ کو دوسرے کنارہ کے ساتھ ملا کر سی دینا۔

تلفیق کی اصطلاح کا وجود:

قدیم فقہاء کے ہاں لفظ تلفیق لغوی معانی میں ہی مستعمل ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں حیض کے باب میں پندرہ دن سے کم طہر کے ایام کو دونوں طرف کے دم سے ملا کر حیض شمار کیا جاتا ہے، جب کہ شوافع یہاں تلفیق کے قائل نہیں ہیں، اسی طرح مالکیہ بحری اور بری سفر میں تلفیق کے قائل ہیں، یعنی دونوں کو ملاتے ہیں جبکہ حنفیہ یہاں تلفیق کے قائل نہیں ہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر کئی مسائل میں قدیم فقہاء لفظ تلفیق کو اس کے لغوی معنی ''ضم کرنے'' میں ہی استعمال کرتے ہیں نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف: تلفیق کی اصطلاحی تعریفات بعد کے علماء سے اپنے اپنے انداز میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ منقول ہیں، جیسے:

القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحًا في اى مذهب من المذاهب. (معجم لغة الفقهاء: ۱۴۴، ط: دار النفائس، بيروت)

''ایک عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پائے۔''

الاتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد . (معارف اسلامی: جلد: ۱۹، شمارہ: ۱، جنوری تا جون، ۲۰۲۰)

ایسی کیفیت/صورت لانا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو۔

'' التلفيق : الاخذ في الاحكام الفقهية بقول أكثر من مذهب في أبواب متفرقة أو باب واحد أو في أجزاء الحكم الواحد''. (مجلة العدل، عدد: ۱۱، ص: ۱۵)

''تلفیق یہ ہے کہ احکام فقہیہ میں ایک سے زائد مذاہب کو مختلف ابواب، یا ایک باب، یا ایک مسئلہ کے مختلف اجزاء میں جمع کر دینا۔''

جواب (۲)

گویا کہ اس تعریف کے مطابق تلفیق کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مختلف ابواب میں تلفیق کرنا: جیسے نماز میں ایک امام کے قول پر عمل کرنا اور زکوۃ میں دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا۔

(۲) ایک باب میں مختلف ائمہ کے اقوال پر عمل کرنا: جیسے وضو کے طریقہ کار میں حنفیہ کے مذہب کو اختیار کیا اور غسل میں شوافع کے اقوال کو لے لیا۔

(۳) ایک ہی مسئلہ کے مختلف اجزاء میں مختلف مذاہب کو جمع کر دینا: جیسے وضوء کرتے ہوئے صرف چند بالوں

کا مسح شافیعہ کے مذہب کے مطابق کیا اور پھر مس مرأۃ میں حنفیہ کے مذہب کو اختیار کیا۔

یہ تمام صورتیں علماء کے ہاں اصطلاحی تلفیق کی ہیں، اور ان کے جواز اور عدم جواز میں کافی تفصیلی مباحث موجود ہیں۔

تلفیق کا محل:

تلفیق کا محل اجتہادی مسائل ہیں جیسے کہ تقلید اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے اور چونکہ تلفیق تقلید کی صورت میں ہوتی ہے اس وجہ سے جہاں تقلید ہوگی وہاں پر تلفیق کا تصور ممکن ہے۔

جہاں تک عقائد اور ایسے احکام کا تعلق ہے جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو وہاں پر تلفیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا، اس ساری تفصیل سے واضح ہو رہا ہے کہ: تلفیق وہاں ہوگی جہاں تقلید ہو، پس اس کا محل دائرہ اجتہاد کے اندر ہے، لہذا قطعی اور بدیہی شرعی احکام وعقائد میں تلفیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اگر مقلد دو مختلف مسالک کے مجتہدین کے اقوال پر بیک وقت نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے ہر قول پر عمل کرتا ہے تو یہ صورت تلفیق کے تحت نہیں آتی بلکہ یہ پہلے والے عمل سے رجوع ہے۔

تلفیق اور قول جدید:

تلفیق اور کسی ایک مسئلہ میں کسی ایسے قول کو اختیار کرنا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ان کی وضاحت گزر چکی ہے۔

قول جدید:

قول جدید کا قائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین مجتہدین نے کسی مسئلے میں اختلاف کیا اور کچھ آراء اختیار کیں، اب ان آراء کے علاوہ کسی اور رائے کا قائل ہونا، مثلاً اگر ایک مسئلے میں شوافع کی ایک رائے ہے اور احناف کی دوسری رائے ہو تو اب بعد کے زمانے میں کوئی ایک تیسری رائے کا قائل ہو جائے، جو سابقہ دونوں آراء سے ہٹ کر ہو۔

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد، (شاہی مراد آباد) نے بھی فتاوی قاسمیہ میں اس کی چند صورتیں ذکر کی ہے۔

تلفیق کی اقسام امت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مجتہد مطلق (۲) مجتہد مقید (۳) مقلد محض

مسئلہ تلفیق کو سمجھنے کے لئے ان تینوں قسموں کی حیثیت کا اعتبار لازم ہے۔

(۱) مجتہد مطلق: اس کے لئے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔

جب بھی کوئی عبادت یا معاملہ ملفق طریقہ پر انجام دیا جائے، بایں طور کہ ہر مذہب سے ایک ایسا قول اختیار

کرے جس کو دوسرے مذہب والے نے اختیار نہیں کیا ہے، تو وہ مذاہب اربعہ سے خروج کرنے والا اور پانچویں مذہب کا مخترع ہوگا، چناں چہ اس کی عبادت باطل اور معاملہ غیر صحیح ہوگا، نیز وہ دین کے ساتھ کھلواڑ کرنے والا ہوگا۔

اس سے واضح ہوا کہ مجتہد مقید کے لئے اپنے اجتہاد میں تلفیق کی اجازت تو ہے؛ لیکن خارق اجماع تلفیق کی اجازت نہیں ہے، ہم اس کو عنقریب انشاء اللہ مثالوں سے واضح کریں گے۔

(۳) مقلد مقید یا مقلد محض: اس کے دائرہ میں تمام غیر مجتہد مقلدین داخل ہیں، جس میں اصحاب تمیز اور رسمی طور پر فارغ التحصیل علماء اور عربی داں عوام اور جہلاء سب آجاتے ہیں، ان پر اپنی عبادات اور معاملات کی صحت کے لئے کسی ایک امام کی تقلید واجب ہے، ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کہ کبھی اس امام کے مسلک پر عمل کریں اور کبھی کسی اور امام کے مسلک پر۔

قال الشيخ المناوي في شرح الجامع: وعلى غير المجتهد أن يقلد مذهبا معينا. (خلاصة التحقيق، ص: ۸، ط: زكريا)

شیخ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کی شرح میں ارشاد فرمایا: کہ غیر مجتہد کے لئے معین مذہب کی پیروی ضروری اور لازم ہے۔

مجتہد مقید کی تلفیق: مجتہد مقید کی تلفیق کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:

(۱) الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق:

(۲) دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق:

(۳) عمل واحد میں مجتہد مقید کی تلفیق:

(۴) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق:

وكذا صلاة من أخذ بقول الشافعي في الاحتجام وبقول أبي حنيفة في عدم ركنية الفاتحة للصلاة، فاكتفى بآية من القرآن ولم يقرأ الفاتحة فإنها باطلة إجماعا. (مقدمه إعلاء السنن: ۱۹۸/۲، ط: كراچی)

شیخ عبدالغنی نابلسی، علامہ محلی کی شرح ''جمع الجوامع'' کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

إذا علمت هذا لم تتوقف في بطلان العمل الملفق من مذهبين أو ثلاثة أو أربعة إذا التلفيق في مثل ذلك خرق للإجماع، فلا يجوز للمجتهد فما بالك بالمقلد القاصر. (خلاصة التحقيق، ص: ۲۰، ط: تركيا)

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو دو یا تین یا چار مذہبوں کے مابین ملفق عمل کا بطلان موقوف نہیں رہا؛ کیوں کہ اس جیسے میں تلفیق خارق اجماع ہے؛ لہذا جب مجتہد کے لئے جائز نہیں، تو بھلا مقلد قاصر کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

(۲) ایک وقت میں متعدد عمل کی تلفیق:

ایک وقت میں دو عملوں کی تلفیق ایک ساتھ کرنا نہ مجتہد مقید کے لئے جائز ہے اور نہ ہی مقلد مقید کے لئے، مثال کے طور پر کہ وضو ایک عمل ہے، اور نماز اس سے جداگانہ دوسرا عمل ہے، اور وضو کے اندر ربع سر یا اس سے زیادہ مسح کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض ہے؛ لیکن امام شافعی کے نزدیک فرض نہیں ہے؛ بلکہ ربع راس سے کم مسح کرنا ان کے نزدیک جائز ہے، اور نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہیں؛ بلکہ کسی بھی آیت کریمہ کے پڑھ لینے سے قراءت کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے، اب کوئی شخص وضو میں ربع رأس سے کم مسح کرتا ہے اور نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اور یہ دونوں عمل ایک وقت میں ایک نماز میں کرتا ہے، تو اس کا وضو امام شافعی کے مسلک پر صحیح ہوا، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں، اور نماز امام ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح ہو گئی اور امام شافعی کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی، اور چونکہ دونوں عملوں کو ایک ساتھ ایک نماز میں جمع کیا ہے؛ اس لئے اس کی نماز امام شافعی کے نزدیک ترک فاتحہ کی وجہ سے باطل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے، تو یہ تلفیق بھی خارق اجماع ہے؛ اس لئے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (الحیلۃ الناجزۃ: ص: ۳، ۲۶، ایضاح النوادر: ۲/ ۱۴۳)

(۳) مقلد مقید کی دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق:

مقلد مقید اگر الگ الگ دو عملوں میں دو وقتوں میں تلفیق کرتا ہے، مثال کے طور پر ایک نماز حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہوئے ان کے مذہب کے مطابق پڑھتا ہے اور دوسری نماز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہوئے ان کے مذہب کے مطابق پڑھتا ہے، اس طرح کی تلفیق مجتہد اور عالم محقق کے لئے تو اپنے اجتہاد کی روشنی میں جائز ہو جاتی ہے، یہی وہ تلفیق ہے جس کو علماء یوں کہا کرتے ہیں کہ دو عملوں میں تلفیق جائز ہے، یہ صرف مفتی مجتہد کے لئے جائز ہے، جس کو اساطین علماء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وكذا (جاز) لو لفق بينهما في عملين لا في عمل واحد بأن صلى صلاة بعد الاحتجام بلا إعادة الوضوء، ولم يترك الفاتحة مثلا وصلى أخرى بإعادة الوضوء بعده واقتصر في القراءة على آية.

(مقدمه إعلاء السنن: ۱۹۸/۲، ط: کراچی)

اور یہ صورت بھی دائرہ جواز میں داخل ہوگی کہ اگر کوئی صرف دو عمل کے درمیان تلفیق کرے، مثلاً ایک مرتبہ پچھنا لگوانے کے بعد بلا اعادہ وضو کے نماز پڑھے اور نماز میں فاتحہ کا بھی التزام کرے۔ اور دوسری مرتبہ

پچھنا لگوانے کے بعد وضو کا اعادہ کر کے نماز پڑھے اور قراءت میں صرف ایک آیت پر اکتفا کرے (تو یہ صورت جائز ہے) اس طرح تلفیق مجتہد کے لئے اپنے اجتہاد کی روشنی میں جائز تو ہے، لیکن مستحسن بھی نہیں ہے۔ اور مقلد محض کے لئے مطلقا ناجائز ہے؛ اس لئے کہ ان کی عبادت کے صحیح ہونے کے لئے کسی ایک مذہب کی تقلید واجب ہے۔

الاصح انه يجب على العامي وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصة التحقيق: ۷، ط: ترکیا)

(۴) مقلد مقید کی الگ الگ دو مسئلوں میں اپنی رائے سے تلفیق:

اصحاب تمیز اور رسمی طور پر سند یافتہ علماء اور عربی داں عوام یہ سب مقلد محض اور مقلد مقید کے دائرہ میں داخل ہیں، ایسے لوگ کبھی ایسی غلطی کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو صاحب اجتہاد اور صاحب الرائے سمجھ بیٹھیں اور کسی مسئلہ میں امام شافعی کے قول کو ترجیح دیں اور امام ابوحنیفہ کے قول کو مرجوح قرار دیں، اور کبھی کسی دوسرے مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دیں اور امام شافعی کے قول کو مرجوح قرار دیں، ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں۔

(۵) مذہب واحد میں مقلد محض کی تلفیق:

اس کی شکل یہ ہوتی ہے، مثلاً کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے، مثال کے طور پر غبن فاحش کے ساتھ فروختگی امام ابو یوسف اور امام ہلال کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ایسی صورت میں بیع فاسد ہو جاتی ہے؛ مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع جائز ہو جاتی ہے، اب اگر مقلد مقید کبھی امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بیع کو فاسد کہتا ہے اور کبھی امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بیع کو صحیح کہتا ہے، تو یہ مذہب واحد میں تلفیق ہے، یہ باطل نہیں ہے، جائز ہے؛ اس لئے کہ دونوں اماموں کے اصول مذاہب ایک ہیں۔

تلفیق کی کونسی قسم جائز ہے؟

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ تلفیق کی کل نو (۹) قسمیں ہیں اور ان میں سے چار قسمیں مجتہد مقید سے متعلق ہیں اور پانچ قسمیں مقلد محض سے متعلق اور مجتہد مقید سے متعلق چار قسمیں یہ تھیں: (۱) الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق (۲) دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق (۳) عمل واحد میں تلفیق (۴) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق اور تلفیق کے یہ اقسام متعدد مذاہب سے متعلق ہیں، مذہب واحد سے متعلق نہیں، اور ان میں اول الذکر دونوں قسمیں مجتہد مقید کے لئے دائرہ جواز میں تو داخل ہو جاتی ہیں، مگر مستحسن نہیں ہے، اور مؤخر الذکر دونوں قسمیں مجتہد کے لئے بھی دائرہ جواز میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔

اور مقلد مقید سے متعلق پانچ قسمیں یہ تھیں: (۱) عمل واحد میں تلفیق (۲) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق (۳)

دووقتوں میں دوعمل کی تلفیق (۴) الگ الگ دومسئلوں میں اپنی رائے سے تلفیق (۵) مذہب واحد میں تلفیق۔

دیانات ومعاملات میں تلفیق کی جو اقسام ذکر کی گئی ہیں، ان میں مسائل دیانات وعبادات اور مسائل معاملات میں کچھ فرق بھی ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ جس طریقہ سے مسائل دیانات وعبادات میں تلفیق ناجائز ہے، اسی طریقہ سے مسائل معاملات میں بھی تلفیق ناجائز اور ممنوع ہے۔

اس کو شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے "خلاصة التحقيق في احكام التقليد و التلفيق" میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

اذا علمت هذا كله ظهر لك عدم صحة التلفيق بوجه من الوجوه إجماعا في العبادات و المعاملات.

(خلاصة التحقيق: ص: ۲۳، ط: ترکیا)

جب تم ان تمام باتوں پر مطلع ہو گئے، تو تمہارے سامنے یہ بالکل واضح ہو گیا ہے کہ عبادات ومعاملات میں اجتماعی طور پر کسی بھی طریقہ سے تلفیق جائز نہیں ہے۔

جواب (۳)

تلفیق بین المسالک کا شرعی حکم: اس سلسلے میں فقہاء کے درج ذیل اقوال ہیں:

پہلا قول: پہلا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً جائز نہیں، علامہ حصکفی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اسی طرح ابن حجر ہیثمی نے تلفیق کے بطلان پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔

پہلے قول کے دلائل:

۱۔ ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ تلفیق کو اگر جائز قرار دیا جائے تو اس میں مقاصد شریعت کی مخالفت لازم آئے گی، اور تکلیف (کسی کو کسی کام کا پابند بنانا) کا معنی جو شریعت میں مقصود ہے ختم ہو جائے گا، اور اتباع نفس کا دروازہ کھل جائے گا، اور جو چیز مؤدی الی محظور ہو وہ خود محظور ہوتی ہے، یعنی جو عمل کسی ناجائز کام کا سبب بنے تو وہ عمل بذات خود جائز ہونے کے باوجود ناجائز تصور ہوگا۔

۲۔ یہ معروف قاعدہ ہے کہ اللہ کے ہاں تمام اقوال میں سے حق ایک ہے اگر ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پر بیک وقت عمل کرے گا تو یہ لازم آئے گا کہ ہر مجتہد مصیب ہے جبکہ ایسا نہیں۔

۳۔ تلفیق کے نتیجے میں حرام چیز جائز کر کے اس پر عمل شروع کرے گا، مثلاً بالغہ عاقلہ لڑکی سے بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے شادی کرے گا کہ پہلے میں امام ابوحنیفہ کی پیروی اور دوسرے میں امام مالک کی پیروی کرے گا۔

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ تلفیق مطلقاً جائز ہے، یعنی اس کے جواز کیلئے کوئی شرط نہیں، یہ قول علامہ دسوقیؒ

نے بعض مالکیہ سے نقل کیا اور اس کو ترجیح دی ہے۔

اور دوسرے بعض علماء بھی تلفیق کو مطلقا جائز قرار دیتے ہیں، ان میں کمال الدین علامہ ابن ہمام، محمد امین بن محمود امیر بادشاہ اور علامہ ابن عابدین کے نام مشہور ہیں۔

دوسرے قول کے دلائل:

۱۔قرآن وسنت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں جو تلفیق کے عدم جواز کی صراحت کرتی ہو اور نہ ہی کسی صحابی کا کوئی قول موجود ہے، جبکہ صحابہ کرام کی فقہی آراء میں اختلاف کے باوجود لوگ مختلف صحابہ کرام کے فتووں پر عمل کرتے تھے اور تلفیق کے عدم جواز کا کسی نے نہیں کہا۔

۲۔تلفیق تقلید سے لازم آتی ہے، لہذا جہاں تقلید کا جواز ہوگا وہاں تلفیق بھی جائز ہوگی اور تلفیق کے ممنوع قرار دینے میں حرج لازم آتا ہے، خاص کر ان عوام پر جن کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ ان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا؛ بلکہ ان کا مسلک ان کے مفتی کا مسلک ہے۔

تیسرا قول: چند شرائط کے ساتھ جواز: اہل علم کی ایک کثیر جماعت تلفیق کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیتی ہے، ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن قیم جوزی، علامہ احمد بن ادریس القرافی، حافظ خلیل العلائی، عبدالرحمن بن یحی المعلمی، شاہ ولی اللہ، ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اور موجودہ دور کے بہت سے محققین علماء شامل ہیں۔

تلفیق کے جواز کی شرائط:

(۱) تلفیق تب جائز ہوگی جب اس کی واقعی حاجت اور ضرورت ہوگی، اتباع ہوی یا تکلیفِ شرعی سے بچنے کے لئے نہ ہو۔

(۲) مسئلہ ملفوقہ کی مرکب صورت کی مخالفت پر اجماع نہ ہو، مثلا ایک آدمی امام شافعی کے مذہب کے مطابق کہتا ہے کہ نبیذ اور خمر حکم میں برابر ہیں، پھر امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبیذ حلال ہے اور کیوں کہ یہ دونوں امام شافعی کے نزدیک حکم میں برابر ہیں لہذا خمر بھی حلال ہے، تو ایسی تلفیق باطل اور حرام ہے۔

والحاصل أن جميع هذه الوجوه التي استدل بها هذا القائل بالتلفيق الخارق للإجماع المعتبر بذلك فاسدة لا اعتداد بها، ولا يجوز اعتبار ذلك منه لمخالفة الصريح في منع التلفيق. (خلاصة التحقيق في بيان التقليد والتلفيق: ص: ۱۶، مكتبة الحقيقة: استانبول، تركيا)

(۳) تلفیق کے جواز کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ مقاصد ومزاجِ شریعت کے مخالف نہ ہو، جیسے ایک شخص ولی، مہر

اور گواہوں کے بغیر نکاح کرتا ہے، اور بالترتیب امام ابوحنیفہ ا، امام شافعی اور امام مالک کی تقلید کا دعوٰی کرتا ہے، تو یہ تلفیق ناجائز ہے، کیوں کہ یہ مزاج شریعت کے مخالف ہے، اس میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً عورت کے حق کا ضیاع، تہمت اور زنا کی بہت زیادہ آسانی۔

(۴) قضائے قاضی کی مخالفت نہ ہو رہی ہو؛ کیوں کہ قاضی کا حکم رافع اختلاف ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ مسئلہ کی صورت مرکبہ کو مبتلاء بہ یا مفتی حالات حاضرہ کے مطابق راجح اور درست سمجھتا ہو۔ (دیکھیے: اصول الفقه الاسلامی للوهبة الزحیلی، ص: ۱۱۴۲۔ ۱۱۵۰، بیروت :دارلفکر ،۱۴۰۶ھ)،(فتاوی الزحیلی للوهبة الزحیلی: ۱/ ۱۱۰؛ بیروت:دارالفکر، ۱۴۰۶ ھ)، (الخلاصة فی احکام الاجتهاد والتقلید لعلی بن نایف الشحود، ص: ۱۵۰ ،دمشق:المکتب الاسلامی)

(۶) اگر مقلد کسی مسئلے میں کسی امام کی تقلید کرے اس کیلئے پھر اس مسئلے میں اس عمل سے رجوع جائز نہیں، مثلاً اگر ایک آدمی نے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بغیر ولی کے نکاح کر لیا اب اگر اس نے اس بیوی کو تین طلاقیں دیں تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ امام شافعی کے ہاں چونکہ نکاح نہیں ہوا تھا لہذا طلاق بھی نہیں ہوئی، لہذا حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوئی؛ کیونکہ جب وہ ایک مسئلے میں ایک امام کی پیروی کر چکا ہے تو پھر اس سے رجوع جائز نہیں، یہ قید علامہ ابن الہمام، ابن امیر الحاج، اور امیر بادشاہ نے ذکر کی ہے۔

تیسرے قول کے دلائل: ان حضرات کے دلائل وہی ہیں جو مطلق مانعین جواز التلفیق کے اوپر بیان ہوئے، تاہم ان حضرات نے جو اضافی شروط لگائی ہیں شریعت کے مقاصد اور دیگر نصوص کو سامنے رکھ کر لگائی ہیں۔

تلفیق بین المسالک میں آراء کا تجزیہ: مندرجہ بالا آراء اور دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ تلفیق عام حالات میں جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حکم ملفق دونوں ائمہ کے ہاں ناجائز ٹھہرتا ہے اور اگر حکم ملفق کے جواز کا فتوٰی دیا جائے تو بہت ساری ناجائز چیزیں جائز ہو جائیں گی اور خواہشات کی اتباع کا دروازہ کھل جائے گا کہ ایک دن ایک حکم پر عمل کیا اور اگلے دن اپنی آسانی کیلئے اسی مسئلے میں کسی دوسرے امام کے فتوی پر عمل کیا جس سے پہلے فتوٰی کا ابطال لازم آیا۔

تاہم اگر معاملات میں مثلاً بیع وشراء اور مناکحات میں جہاں شریعت نے عوام کی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے تو وہاں پر بوقت ضرورت بقدر ضرورت تلفیق کی گنجائش معلوم ہوتی ہے تاہم اس میں بھی ان شرائط کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے جو کہ اوپر بیان ہوئیں۔ (معارف اسلامی، جلد ۱۹، شمارہ ۱، جنوری تا جون، ۲۰۲۰)

حاصل یہ ہے کہ جب ضرورتِ شدیدہ ہو (جس کے لیے شرعاً اضطرار کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے) اور

اپنے مذہب پر عمل کرنے میں حرج ومشقت لازم آتی ہوتو ایسی صورت میں کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے، بشرط یہ کہ دوسرے مذہب پر عمل کرنا خواہش نفس اور رخصت کو تلاش کرنے کی بنا پر نہ ہو اور نہ ہی تلفیق سے کام لیا جاتا ہو، لیکن ان شرائط کے متحقق ہونے کا فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے، اس لیے خود کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے ماہر اور متبحر مفتیان کرام کے سامنے اپنا مسئلہ اور معروضی حالات پیش کر کے ان سے فیصلہ کرایا جائے۔

الحلیۃ الناجزہ کے حوالے سے گذر چکا کہ ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول اعدل الاقوال ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل جداگانہ ہوں تو ان میں تلفیق کی اجازت دی جائے، گو ظاہرا خلاف اجماع لازم آتا ہے، مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرلے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع رأس سے کم مسح کرلے تو حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا، پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع رأس سے کم کا، تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا اور یہ تلفیق خارق اجماع ہے، اور کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہراً اس صورت میں بھی خرق اجماع لازم آتا ہے کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہے اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اس واسطے یہ تلفیق منع نہیں۔ علامہ عبدالغني النابلسی تلفیق پر تفصیلی گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومتى عمل عبادة او معاملة ملفقة اخذ لها من كل مذهب قولاً لا يقول به صاحب المذهب الآخر فقد خرج عن المذاهب الاربعة واخترع له مذهبا خامساً فعبادته باطلة ومعاملته غير صحيحة وهو متلاعب في الدين وغير عامل بمذهب من مذاهب المجتهدين. (خلاصة التحقيق فی حكم التقليد والتلفيق: ص: ۱۸، ط: ترکیا)

امام غزالی فرماتے ہیں: میرے نزدیک عامی کو افضل کی اتباع کرنی ضروری ہے، مثلاً جس آدمی کو امام شافعی کی افضلیت واعلمیت اور درستگی کا اعتقاد ہو تو اس کو اپنی خواہشات کے لئے دوسرا مذہب اختیار نہ کرنا چاہئے اور نہ ہر مذہب کی سہولت والی چیزوں کو لینے کا اختیار ہے۔

وليس للعامي ان ينتقي من المذاهب فی كل مسئلة اطيبها عنده فيتوسع (المستصفى: ج: ۲، ص: ۲۹۱، الاجتهاد، ط: دار الكتب العلمية، بيروت) (جواهر الفقه: ۲/ ۱۶۶، ط: تفسير القرآن، ديوبند)

مفتی شفیع صاحب سب کا خلاصہ نقل کرتے ہیں کہ مجتہد کیلئے بعض مسائل میں مذہب غیر اختیار کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(۱) اس کا یہ عمل ایسی تلفیق کو لازم نہ ہو جس کے باطل ہونے پر دونوں اماموں کا اجماع ہو، جیسا کہ تحریر

الاصول، الاِحکام اور اسنوی وغیرہ کتب میں گذرا۔

(۲) مذہب غیر کا اختیار کرنا اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے سے پہلے ہو، اس طرح کہ اس حادثہ میں اپنے امام کے مذہب پر عمل ہی نہ کیا ہو۔ **وفي غير ما عمل به له ان يقلد غيره من المجتهدين.** (تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۴، ط: مصطفی البانی، مصر)

(۳) رخصت تلاش کرنے کے لئے نہ ہو کیونکہ عامی کے لئے بالاجماع اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ متقدمین مشائخ نے ضرورۃ شدیدہ اور عموم بلوی کی شرط نہیں لگائی ہے؛ لیکن اس فساد اور تلاعب بالدین کے زمانہ میں اس شرط کا لحاظ کرنا ضروری ہے جیسے کہ علامہ شامی نے ذکر کیا ہے۔ (جواہر الفقہ: ۱/ ۱۶۶، ط: تفسیر القرآن، دیوبند)

حضرت قاضی مجاہد الاسلام فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا، خواہشات نفس کی پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کے لئے حیلہ جوئی ہو، لیکن صحیح مقاصد کے لئے درج ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے۔

اول:- تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہے اس سے رجوع لازم نہ آئے۔

دوم:- یہ کہ اس سے اس کے لازم اجماعی (یعنی پہلے تقلید کے طور پر عمل کرنے کی وجہ سے جو صورت لازم آتی ہے) سے رجوع لازم نہ آتا ہو۔

سوم:- یہ کہ علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے، کیونکہ علماء کے وہ نادر اور شاذ اقوال جنہیں امت نے مسترد کر دیا ہے اور قبول نہیں کیا ہے انہیں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، امام اوزاعی فرماتے ہیں: جو شخص علماء کے نادر اقوال کو اختیار کرے گا وہ اسلام سے نکل جائے گا۔

سلیمان تیمی کہتے ہیں: اگر تو ہر عالم کی رخصت اختیار کرے تو تجھ میں تمام برائیاں جمع ہو جائیں گی اور علماء کے شاذ و نادر سے مراد وہ اقوال ہیں جنہیں زلات (لغزشیں) کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم تلفیق اور تتبع رخص کو مطلقاً مباح قرار دیں تو یہ امت کے لیے فتنہ اور آزمائش ہوگی، اور شریعت کی ہتک حرمت ہوگی؛ کیونکہ یہ دونوں اباحت پسندی، آزادی، لہو ولعب اور خواہش کی پیروی کا سبب بنیں گے، ہاں اگر قابل اعتماد فقہائے کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لئے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں، تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بالخصوص جب یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں انجام پائے۔ واللہ اعلم

(مباحث فقہیہ: ص ۱۹۹، ۲۰۰، ط: افیا، دہلی)

جواب (۴): ڈاکٹر وہبہ الزحیلی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''اصول الفقہ الاسلامی'' میں تلفیق کی عدم جواز کی شکلیں اور عبادات محضہ، عبادات مالیہ، معاملات شرعیہ وغیرہ کا فرق کرتے ہوئے تفصیلی کلام فرمایا ہے:

(اصول الفقه الإسلامي: ج: ۲، ص: ۱۱۴۸ تا ۱۱۵۳، ط: دار الفكر، بيروت)

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تلفیق کا جواز مطلقا نہیں ہے، بلکہ کچھ معین شرائط کے ساتھ ہی جائز ہے، کچھ شکلیں ذاتی طور پر باطل ہیں، جیسے کہ حرام کو حلال کرنے والی (شراب، زنا وغیرہ) کچھ شکلیں ذاتی طور پر تو باطل و ممنوع نہیں ہے لیکن عوارضات کی وجہ سے اس پر عدم جواز کا حکم ہوگا، اسکی تین اقسام ہیں:

(۱) عمدا رخصتوں کو تلاش کرنا: بغیر ضرورت و بغیر عذر کے آدمی ہر مذہب سے آسان چیزوں کو تلاش کرے، یہ سد ذریعہ کے طور پر ممنوع ہوگا؛ کیونکہ یہ تکلیفات شرعیہ کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکنا معلوم ہوتا ہے، اپنے مذہب کے اقوال ضعیفہ کو خواہشات ولذات کے لئے اختیار کرنا اسی قسم میں شمار ہوگا۔

(۲) حاکم کے حکم کی خلاف ورزی لازم آتی ہو، کیونکہ اس کا حکم تو لوگوں کو آوارہ ہونے سے بچاتا ہے۔

(۳) اس تلفیق سے سابق تقلیدی حکم سے رجوع لازم آتا ہو یا متفق علیہ امیر کی خلاف ورزی لازم آتی ہو۔

علامہ زحیلی عبادات اور وہ تکالیف شرعیہ جن میں اللہ پاک نے بندوں پر حرج نہیں رکھا ہے اس میں توسع سے کام لیتے ہیں؛ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تکلیف کا قلادہ مکمل ہی ختم نہ کردے یا مقاصد شریعت کو ضائع کرنے والے حیلے استعمال نہ کرے۔

عقائد، ایمان اور اخلاقیات وغیرہ دین کے ضروری اوامر میں تلفیق کا مسئلہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس میں تقلید ہی جائز نہیں ہے، بلکہ اجتہادات وغیرہ کا اس میں کوئی موقع ہی نہیں ہے کہ تقلید، تلفیق وغیرہ پر گفتگو کی جاوے۔

البتہ فروع شرعیہ سے تلفیق کا تعلق ہوگا، اسکی بھی تین اقسام ہیں:

(۱) وہ ضرورت جس میں شریعت مطہرہ نے مکلفین کے احوال کے مختلف ہونے کے اعتبار سے نرمی اور درگذر کا معاملہ فرمایا ہے۔

(۲) جو احتیاط اور تقوی پر مبنی ہیں۔

(۳) وہ احکام جن پر بندوں کی مصلحت اور سعادت کا دارومدار ہے:

(۱) پہلی قسم: وہ خالص عبادتیں ہیں، اس میں ضرورت کے پیش نظر تلفیق جائز ہے، کیونکہ ان کا مدار اللہ پاک کے حکموں کو بجالانا اور خشوع وخضوع مقصود ہے؛ لہذا اس میں غلو کرنا مناسب نہیں ہے۔

اور عبادات مالیہ: اس میں احتیاط کے پیش نظر تشدد کرنا ضروری ہے، کیونکہ فقراء کا حق ضائع ہوسکتا ہے؛ لہذا زکوۃ ادا کرنے والے کے لئے اپنے مذہب کے قول ضعیف پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اسی طرح دوسرے امام کے

ایسے قول پر عمل کرنا جس سے فقراء کا حق ضائع ہونے کا خطرہ ہو، جائز نہیں ہے، اور مفتی کے لئے بھی ضروری ہوگا کہ ایسے مسائل میں احتیاط والے قول پر ہی فتوی دے۔

(۲) دوسری قسم: ممنوعات شرعیہ کی ہیں، اس کا دارومدار احتیاط تقویٰ اور ورع پر ہے؛ کیونکہ یہ ممنوعات شرعیہ ہیں، اللہ تعالی نے جس چیز سے روکا ہے اس میں بندہ کی مضرت یقینی طور پر پوشیدہ ہے، لہذا اس میں بھی تلفیق اور تسامح بغیر ضرورت شرعیہ کے جائز نہیں ہے، متعدد روایات حدیث اس پر شاہد ہیں، خاص کر کے وہ ممنوعات ومنہیات جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوں، ان میں تو حق کا ضیاع اور زیادتی کا امکان زیادہ ہے، لہذا تلفیق مباح نہ ہوگی۔

(۳) تیسری قسم: معاملات، عشر، خراج، معادن میں خمس اور نکاح وغیرہ ہیں، اس میں مناکحات اور طلاق وغیرہ کا مقصد میاں بیوی کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچانا ہے، اس میں تلفیق کی گنجائش ہے، جب تک کے وہ قواعد شرعیہ کے ساتھ کھلواڑ کا ذریعہ نہ بنے۔

بہر حال معاملات، مال کی ادائیگی، شرعی حدود اور انسانی جان کی حفاظت وغیرہ تکلیفات جن میں انسانی مصلحت اور زندگی کی راحتیں وغیرہ کی رعیاتیں کی گئی ہیں، تو اس میں تلفیق کی گنجائش ہے، کیونکہ اس میں بندوں کی مصلحت سے قریب قول اختیار کرنا ہی مطلوب شرعی ہے، نیز زمانے، عرف اور تہذیب وتمدن کی تبدیلی سے مصالح کا معیار بھی بدل جائے گا۔

حاصل یہ کے جو تلفیق شرعی احکام کے مقاصد اور بنیاد کو ہی بدل دے تو وہ ممنوع ہوگی، خاص کر کے جس میں غلط حیلوں سے کام لیا جاوے، اور تلفیق کا وہ عمل جس میں شرعی مقاصد کی تائید ہوتی ہو، اس کا جواز ہوگا۔ اور تلفیق کا جواز حاجت وضرورت کے وقت ہے، محض ہوائے نفسانی کے لئے آسانیاں تلاش کرنے کے لئے نہیں ہے۔ (اصول الفقہ الاسلامی ج ۲ ص ۱۱۴۸ تا ۱۱۵۳ - ط دار الفکر)

مولانا محمد مظہر بقا صاحب اپنی گراں قدر کتاب ''اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ'' میں شاہ ولی اللہ کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جہاں تک مذہب معین کے التزام یا عدم التزام کے بارے میں علماء کے اختلاف کا تعلق ہے سچی بات یہ ہے کہ یہ اختلاف کسی عمیق نظریاتی اختلاف پر مبنی نہیں؛ کیونکہ جب ایک عامی کے لئے کسی نہ کسی مذہب کی تقلید ہی ضروری ہے تو اگر وہ کسی معین مذہب کی تقلید نہیں کرنا چاہتا تو اس کی وجہ عموما اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ جس مذہب میں جو مسئلہ اس کی خواہش کے مطابق ہو اسے اختیار کرنا چاہتا ہے، اور اتباع ہوئی بالاتفاق ممنوع ہے، پس جن لوگوں نے عوام کی اس کمزوری کا لحاظ کیا انہوں نے مذہب معین کے التزام کو ان کے لئے ضروری قرار دے دیا؛ تاکہ اتباع شریعت کے پردے میں اتباع ہوی نہ کی جا سکے۔

چنانچہ علامہ نووی نے الکیا ہراسی کے قول کی (جو مذہب معین کے التزام کو ضروری قرار دیتے ہیں) یہ وجہ بیان

کی ہے:

لو جاز اتباع ای مذهب شاء لافضی الی ان یتلقط رخص المذاهب متبعا هواه ویتخیر بین التحلیل والتحریم والوجوب والجواز وذلك یودی الی انحلال ربقة التکلیف . (شرح المهذب، مقدمه: ص/۵۵)

اور جن لوگوں نے مذہب معین کے التزام کو ضروری قرار نہیں دیا، انہوں نے بھی عدم اتباع ہوی کی شرط لگا دی؛ اس لئے نتیجہ کے طور پر بالعموم دونوں رایوں میں کوئی فرق نہ ہوگا، کیونکہ اتباع ہوی جس کا منشاء ہو وہ ''یک در گیر ومحکم گیر'' کے اصول سے تجاوز ہی کیوں کرے گا۔ (اصول الفقہ اور شاہ ولی اللہ: ص: ۵۹۴، ۵۹۵، ط: بقاپبلیکیشنز، گلشن اقبال، کراچی)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب اپنی کتاب ''اجتہاد اور تقلید'' میں تلفیق ممنوع کے سلسلہ میں اپنے حکیمانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عدم تقلید یا نقیضین میں دائر سائر رہنے کے چند واضح مفاسد:

ساتھ ہی اس پر بھی غور کیجئے کہ اس ہر جائی پن اور نقیضین میں دائر رہنے کی عادت کا طبعی اثر ایک دوسری نوعیت مفاسد کی یہ ہوگی کہ یہ شخص کئی کئی اماموں اور مفتیوں کی طرف رجوع کرتے رہنے کی حالت میں اپنے نفس کے لئے سہولتیں تلاش کرنے کا عادی ہو جائے گا کہ جدھر سہولت دیکھی ادھر ہی سے فتوی لے لیا اور ادھر ہی کا مقلد بن گیا اس صورت میں گویا یہ تقلید غیر معین غلبۂ ہوی وہوس کے ماتحت اس کی مطلب براری کا ایک آلہ اور حیلہ ہوگی، وہ ان کئی ائمہ کے پردہ میں درحقیقت مقلد اپنے نفس کا ہوگا، جس کے سامنے طاعت حق نہ ہوگی؛ بلکہ صرف اپنی راحت وسہولت اور نفسانی شہوت۔

جس سے علاوہ خرق اجماع کے مفسدہ کے اس شخص کی اس ساری تحقیق اور تقلید کا حاصل حظ نفس اور مطلب براری کے سوا کچھ نہ نکلا، گویا اس کا دین اس کے ہوی کے تابع ہو گیا نہ کہ ہوائے نفس دین کے تابع ہوئی، حالانکہ صریح ارشاد نبوی ہے:

عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جنت به (مشکوة)

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔

پھر فروع میں اس قسم کی آزادی کا خوگر ہو جانے سے اصول میں بھی ایسی ہی آزادی کا آجانا غیر مستبعد نہیں

رہتا؛ بلکہ عادۃً ایسا ہورہا ہے، حالانکہ بنص حدیث شبہات میں پڑنے والا بالآخر حرام میں پڑکر رہتا ہے۔

بہرحال ایسا مقلد عام جو بلاتعین مختلف ائمہ کے تقلید کا خوگر ہے وہ یقیناً نقیضین میں دائر سائر رہے گا، خواہ وہ تناقض جزئیاتی ہو یا کلیاتی، ساتھ ہی ان متخالف اجتہادات کے آثار سے اس کا روحانی مزاج بھی فاسد ہوئے بغیر نہ رہے گا، یا ہوائے نفس اس کے دین پر غالب آجائے گی یا وہ رضائے حق کا طالب نہ رہے گا یا اجماع امت کا ربقہ گلے سے نکال پھینکے گا اور نتیجہ فروعات کی آزادی اصول تک پہنچ جائے گی اور اصول کو بھی وہ حظ نفس اور مطلب براری ہی کا ذریعہ بنا کر بالآخر سرے سے دین ہی کو کھو بیٹھے گا۔

اور آگے فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ قرونِ خیر گزر جانے کے بعد دانایان امت نے نظم ملت قائم رکھنے اور اسے تشتت و پراگندگی سے بچانے کے لئے اجتہاد وتقلید کا یہ ایک خاص نظام قائم کیا کہ نہ امت کو اجتہاد میں آزاد چھوڑا کہ ہر شخص مجتہد بن کر کتاب وسنت کو اپنے آراء وقیاسات کا کھلونا بنالے اور نہ تقلید میں آزاد چھوڑا کہ جس کی چاہے اور جتنوں کی چاہے تقلیدوں میں چکر کھا کر اپنے نفوس کو تباہ کرے، بلکہ اجتہاد کا دائرہ بھی محدود رکھا، جیسا کہ وہ تکوینا بھی محدود تھا اور تقلید کا دائرہ بھی تنگ کیا جیسا کہ وہ عقلاً تنگ ہی تھا کہ غیر معین نہ ہو اور معین ہو کر بھی کسی ایسے فرد کی ہو جو علم وعمل، ورع وتقوی، شعور وتشریح، علم لدنی، ادراک خواص، احکام اکتشاف، اسرار وعلل، وجدان ظواہر و بواطن، احساس جزئیات وکلیات شریعت میں یگانہ ہو، حاذق ہو اور اوپر سے اس کی یہ علمی وعملی قوت اسباب سے بالاتر ہو۔ (اجتہاد اور تقلید: ص:۱۴۹ تا ۱۵۳، ط: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف، دیوبند)

جواب: ۵-۶

ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کر کے اس پر فتوی دے دینا بھی جائز ہے، لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کر لینے کی اجازت نہیں؛ بلکہ بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، اور اس زمانہ میں احتیاط اس طرح ہوسکتا ہے کہ جب تک محقق ومتدین علمائے کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتوی نہ دیں اس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے؛ کیوں کہ مذہب غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ اتباع ہوی کی بناء پر نہ ہو، بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علمائے اہل بصیرت ضرورت سمجھیں اور نیز یہ بھی ضرور ہے کہ فتوی دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر استاد سے فن حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اس کے فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہو، مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس

مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں ان سب کی رعایت کی جاوے، لہذا کسی دوسرے امام کا قول اختیار کرنے کے لئے چند باتوں کا اطمینان کر لینا ضروری ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ کہ واقعۃً مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت متحقق ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ محض تن آسانی کی بنیاد پر یہ فیصلہ کر لیا جائے، اس اطمینان کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی ایک مفتی خود رائے کے ساتھ یہ فیصلہ نہ کرے؛ بلکہ دوسرے اہل فتوی حضرات سے مشورہ کر لے، اگر وہ بھی متفق ہو تو اتفاق رائے کے ساتھ ایسا فتوی دیا جائے۔

(۲) جس امام کا قول لیا جائے اس کی پوری تفصیلات براہ راست اس مذہب کے اہل فتوی علماء سے معلوم کی جائیں، محض کتابوں میں دیکھنے پر اتفاق نہ کیا جائے کہ بسا اوقات اس قول کی بعض ضروری تفصیلات عام کتابوں میں مذکور نہیں ہوتی اور ان کے نظر انداز کر دینے سے تلفیق کا اندیشہ رہتا ہے۔

(۳) ائمہ اربعہ سے خروج نہ کیا جائے کیوں کہ ان حضرات کے علاوہ کسی بھی مجتہد کا مذہب مدون شکل میں ہم تک نہیں پہنچا اور نہ ان کے متبعین اتنے ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی قول استفاضہ یا تواتر کی حد تک پہنچ جائے۔ (البلاغ: ص: ۴۲۰، ط)

اس پرفتن دور میں جبکہ تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا فقدان ہے قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ وائمہ کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید مسائل اور پیش آمدہ غیر منصوص صورتوں کو حل کرنے کیلئے اجماعی وشورائی طریقہ ہی اپنایا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے عہد میں بالترتیب مرتدین سے قتال، دادا کی میراث اور شراب کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام نے اجتماعی طریقہ سے مسائل حل فرمائے، صحابہ کرام کی طرح حضرات تابعین بھی مشورہ اور اجتماعی طریقہ سے مسائل حل کرتے تھے، مدینہ منورہ میں فقہاء کرام کی جماعت موجود تھی جن کو فقہاء اہل مدینہ کہا جاتا تھا، جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو یہ سب ملکر غور وخوض کر کے فیصلہ فرماتے، ان کی تحقیق کے بغیر کوئی قاضی فیصلہ نہ کرتا تھا۔

محور دوم: تتبع رخص

جواب: (۱)

لہذا تتبع الرخص کی اصطلاح کا مطلب ہوتا ہے کہ مختلف فقہی مسالک میں سے رخصتیں اور آسانیاں تلاش کرنا کہ ہر مسلک میں سے وہ قول یا مسئلہ اختیار کرے جو آسان ہو۔

''مجلۃ الفقہ الاسلامی نے تتبع الرخص کی تعریف یوں کی ہے'':

ما جاء من الاجتهادات المذهبية مبيحًا لأمر في مقابلة اجتهادات أخرى تحظره . (قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي: ص: ۱۵۹، ۱۶۰، قرار نمبر: ۷۰)

مختلف مسالک میں وہ اجتہادی مسائل جو کسی معاملے کو جائز قرار دیتی ہیں، جبکہ اس کے مقابلہ میں کچھ دوسرے اجتہادات اس کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔

اس تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چاہے وہ آسانیاں تلاش کرنا عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے ہو دونوں صورتوں میں یہ تتبع الرخص ہی شمار ہوگا۔

الشیخ شام السعید نے رخصۃ کی دو قسمیں کی ہے: رخصت شرعی جس کو عزیمت بھی کہا جاتا ہے، اور رخصت فقہی جو یہاں مراد ہے۔

جواب: (۲)

قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص میں جہاں احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں اتباع ہوی سے بار بار منع فرمایا گیا، اسی لئے حضرات فقہائے کرام احکام میں اتباع ہوی کے سخت مخالف ہیں۔

دوسری طرف یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہے کہ اگر عوام کو آزاد چھوڑ دیا جاوے کہ جس مسئلہ میں جس امام کے مسلک پر عمل کرنا چاہے کر سکتے ہیں تو وہ دین کو کھلونا بنا دیں گے؛ لہذا اتباع ہوی سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کے عوام کو امام واحد کی تقلید پر مجبور کیا جاوے۔

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں تفصیل سے یہ بات لکھی ہے کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص خواہشات کی پیروی کرنے کیلئے ائمہ مجتہدین کے مذاہب تلاش کرتا ہے اور اپنی خواہش پر عمل کر کے اسکو کسی امام کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ خدا تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں؛ بلکہ متبع ہوی ہے۔

لان ذلك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة ان يكون التحرم و التحليل بحسب الاهواء. (كتاب النكاح، ج: ۳۲، ص: ۱۰۱) اسی طرح كتاب الميزان میں بھی ھے۔

لہذا تتبع رخص عام حالات میں تشہی، لہو ولعب اور خواہشات کی پیروی کی بنیاد پر ناجائز ہے، ہاں! اگر کسی خاص مسئلہ میں عذر یا مرض کی ضرورت کی بنیاد پر ہو تو مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت نے جہاں خواہشات کی اتباع اور لہو ولعب سے روکا ہے وہیں دوسری طرف احکام میں یسر وسہولت کے پہلو کی رعایت کی ہے، اور دین میں اللہ تعالی نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے؛ لہذا اس مسئلے میں ان دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری ہے۔

مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ائمہ کے اقوال میں آسان قول کو اختیار کرنے کے سلسلے میں کوئی ضابطہ مقرر کردیا جائے، تاکہ تباہ کن اباحت پسندی اور دین سے متنفر کرنے والی تنگی دونوں کا سدباب ہوسکے، اس سلسلہ میں درج ذیل اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) ''الامر إذا ضاق اتسع''، مشہور فقہی قاعدہ ہے، اس کی رو سے جب کسی مسئلہ میں تنگی پیدا ہوگی تو شریعت اس تنگی کو دور کرکے وسعت پیدا کرے گی، تو جب کسی مبتلی بہ کو کسی امر میں ایسی تنگی، حرج اور دشواری پیش آئے، جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ کسی دوسرے امام کے قول کو اختیار کرے جس میں دفع حرج ومشقت ہو۔

(۲) لیکن اس صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ ان ارباب علم وفکر اور اصحاب فتوی سے رجوع کرے جو دین کا گہرا علم رکھتے ہوں، اور ورع وتقویٰ کی صفت سے متصف ہونے کی وجہ سے دین کی اساس اور بنیاد سمجھے جاتے ہوں، تاکہ وہ خواہش نفس اور شیطان کے مکر وفریب کا شکار نہ ہو، کیوں کہ ایک عامی انسان بسا اوقات ضرورت اور اتباع ہوی کے درمیان فرق نہیں کرسکتا۔

(۳) اس پر لازم ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب سے تجاوز نہ کرے جو صدیوں سے مدون اور منقح صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں اور جن پر زمانہ قدیم سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بغیر کسی عذر کے رخصتوں کو تلاش کرنا صرف اتباع ہواء نفس ہے اور یہ اکثر اصولیین کے ہاں ناجائز ہے؛ کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ سلیمان تیمیؒ فرماتے ہیں:

لو أَخَذْتَ بِرُخصةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ .(أخرجه ابن عبدالبر فی جامع بيان العلم وفضله: ج:۲، ص:۹۲۷)

اگر تو نے ہر عالم کے (رخصت والے) قول پر عمل کیا تو تجھ میں سارا شر جمع ہوگیا اور علامہ اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

مَنْ أَخَذَ بِنوَادِرِ الْعُلَمَاءِ، خَرَجَ مِنَ الإسلام.(أخرجه البيهقي فی السنن الكبرى: ج:۱۰، ص:۳۵۶، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

کہ جس نے علما کے نادر اقوال پر عمل کیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں کسی دوسرے امام کے مذہب پر فتوی دینے اور اس پر عمل کرنے کی شرائط ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''البتہ تلفیق سے احتراز کرنا ضروری ہے اور تتبع رخص کو مقصد نہ بنایا جائے۔'' (فتاوی بینات، مقدمہ، عنوان: جدید فقہی مسائل اور چند رہنما اصول، ۱/ ۲۸، ط:

مکتبۂ بینات)

اورحضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی رشیدیہ میں اسی موضوع کے ایک سوال کا جواب یہ دیا ہے:

''مذہب سب حق ہیں، مذہب شافعی پر عندالضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں؛ مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو، عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔'' (ص: ۹۳، عنوان: عندالضرورت مذہب شافعی پر عمل کرنا، ط: مکتبۃ الحق، بمبئی)

حاصل یہ ہے کہ جب ضرورتِ شدیدہ ہو (جس کے لیے شرعاً اضطرار کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے) اور اپنے مذہب پر عمل کرنے میں حرج ومشقت لازم آتی ہو تو ایسی صورت میں کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے بشرط یہ کہ دوسرے مذہب پر عمل کرنا خواہش نفس اور رخصت کو تلاش کرنے کی بنا پر نہ ہو اور نہ ہی تلفیق سے کام لیا جاتا ہو، لیکن ان شرائط کے متحقق ہونے کا فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے، اس لیے خود کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے ماہر اور متبحر مفتیان کرام کے سامنے اپنا مسئلہ اور معروضی حالات پیش کرکے ان سے فیصلہ کرایا جائے۔

جواب: ۳

ویسے تو تتبع رخص کی مستقل کوئی قسمیں نہیں ملی؛ لیکن اہل علم کی تعریفات پر غور کرنے سے اس کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہے: رخصت شرعی اور رخصت فقہی، جیسا کہ الشیخ شام السعید کی تعریف گذری۔

رخصت شرعی سے مراد وہ احکام ہیں جو کسی عذر کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کو سہولت پہنچانے کے لئے مشروع کئے گئے ہیں؛ حالانکہ حکم اصلی کا تقاضہ کرنے والے اسباب موجود ہوں، جس کو عزیمت کہا جاتا ہے، یعنی شریعت کی دی گئی سہولتوں پر عمل کرنا اگر اس کے اسباب موجود ہوں، بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ رخصت اختیار کرنے کے اسباب بھی موجود ہوں اور دی گئی رخصت کے دائرے سے تجاوز نہ کیا جائے، نیز رخصت پر عمل کے سلسلہ میں شریعت کے مقررہ اصول وضوابط کی رعایت کی جائے۔

اور رخص فقہیہ سے مراد فقہی اجتہادات ہیں جن میں کسی چیز کو مباح قرار دیا گیا ہو؛ جب کہ ان کے بالمقابل دوسرے فقہی اجتہادات میں اس چیز کو ناجائز قرار دیا گیا ہو۔

ایک عربی عالم الشیخ حسن السباتین نے اپنے مقالہ ''حکم تتبع الرخص'' میں اس کی تقسیم یوں کی ہے:

لابد من العلم ان الرخص نوعان:

الأول: رخص شرعية ثابتة بالكتاب أو السنة، كالقصر والجمع في السفر، وأكل الميتة عند الاضطرار، فهذه يستحب الأخذ بها إذا وجد سببها، وقد يجب.

والثاني: رخص المذاهب الفقهية، وهي فتوى عالم بالجواز في مسألة خلافية قال غيره فيها بالمنع والحظر.

وتتبع مثل هذه الرخص أخذا بالأيسر مطلقا، دون مرجح شرعي، ودون تقليد العامي لمن يظنه الأعلم، بل على سبيل التشهي واتباع الهوى-منكر لا يجوز، وحكى ابن عبد البر وابن حزم الإجماع على ذلك.

اور رخص فقہاء کو اختیار کرنا، یعنی مجتہدین کے اقوال میں سے آسان قول پر عمل کرنا شرعاً چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، جن کا ذکر ذیل میں آرہا ہے، جیسا کہ اوپر الشیخ شام السعید کی تعریف گذری۔

مختلف فقہی مسالک کی دی ہوئی رخصتوں پر محض خواہش نفسانی کی وجہ سے عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح شریعت کی پابندی اٹھ جائے گی، بلکہ رخصت پر عمل کرنے کے لئے درج ذیل ضوابط کی رعایت ضروری ہوگی:

(الف) رخصت وسہولت پر مبنی فقہاء کے اقوال جن کو اختیار کیا جانا ہو، وہ شرعاً معتبر اقوال ہوں، شاذ اقوال میں وہ شمار نہ کئے جاتے ہوں۔

(ب) رخصت پر عمل کرنے کی ضرورت کسی مشقت کو دور کرنے کے لئے ہو، خواہ وہ سماج کی عمومی ضروریات ہوں یا خصوصی یا کسی شخص کی انفرادی ضرورت ہو۔

(ج) رخصت پر عمل کرنے والا بذات خود ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو جو ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(د) رخصت پر عمل کے نتیجہ میں اوپر ذکر کردہ ممنوع تلفیق کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

(ھ) اس قول کو اختیار کرنا کسی غیر مشروع مقصد تک رسائی کا ذریعہ نہ بنتا ہو۔

(و) رخصت اختیار کرنے والے کا دل رخصت پر مطمئن ہو۔

جواب: ۴

اس میں تین قسم کے اقوال ہیں:

مخففین: ان میں بعض حنفیہ (ابن ہمامؒ) اور بعض مالکیہ (دسوقیؒ) ہیں، یہ حضرات اسے مطلقاً درست مانتے ہیں، (علامہ شامیؒ نے بھی اختلاف مجتہدین کے حوالے سے کچھ ایسی ہی بات ذکر فرمائی ہے۔)

رخصتوں کی مشروعیت ایک ایسا اسلامی اصول ہے جس کی تائید قرآن وسنت کی لاتعداد نصوص کی واضح دلالت سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ

۱۸۵ : ۲)''اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا''۔

﴿هوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸: ۲۲) ''اس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چُن لیا ہے، اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی''۔

اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم لوگ اللہ کی عطا کردہ رخصتوں پر عمل پیرا ہونے کو لازم پکڑو''۔ [**عليكم برخصة اللّٰه الّذى رخص لكم**] (مسلم، حدیث ۱۱۱۵، سنن نسائی، حدیث ۲۲۵۸، مع تصحیحِ البانی)

قرآن وسنت میں وارد اس قسم کی آیات واحادیث کی روشنی میں علماے دین نے ایسے متعدد شرعی قواعد کا استنباط کیا ہے جو اسلام کی کشادگی اور عدل پروری کی جیتی جاگتی دلیل ہیں۔

متعدد اہلِ علم نے ان شرعی قاعدوں کو مختلف تاریخی ادوار میں مستقل تصانیف کا موضوع بنایا ہے، زیر بحث موضوع سے تعلق رکھنے والے چند شرعی قواعد یہ ہیں: **المشقة تجلب التيسير**، مشقت کا وجود آسانی لاتا ہے۔

الحرج مرفوع، حرج کا ازالہ ضروری ہے، **لا ضرر ولا ضرار**، نہ نقصان اٹھایا جائے نہ کسی کو پہنچایا جائے، **الضرر يُزال**، متعدی ضرر کا ازالہ کیا جائے گا۔ **اذا ضاق الأمر اتّسع**، جب معاملہ تنگ ہو جائے تو اس میں وسعت آجاتی ہے۔

مشددین: ان میں اکثر مالکیہ، بعض شوافع اور اکثر حنابلہ ہیں جو اسے بالکل درست نہیں سمجھتے، بعض نے تو اجماع کا دعوی بھی کیا ہے۔

فقہائے اسلام کی رخصتوں اور غلطیوں کو دلیل بنا کر آسانیاں تلاش کرنا ایک مذموم عمل ہے، علماے کرام نے سختی کے ساتھ اس عمل کی ممانعت کی ہے۔

بعض فقہا جیسے علامہ ابن حزمؒ ظاہری، ابن عبد البرؒ مالکی، ابوالولیدؒ باجی، ابن صلاحؒ شافعی اور ابن نجارؒ حنبلی وغیرہ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (مراتب الاجماع، ص: ۵۸۔ جامع بیان العلم وفضلہ، ج: ۲، ص: ۹۱۔ حاشیۃ الموافقات، ج: ۵، ص: ۸۲۔ أدب المفتی والمستفتی، ص: ۱۲۵۔ شرح الکوکب المنیر، ج: ۴، ص: ۵۷۸)

ویسے تو اس مسئلے میں کبار علماے اسلام نے بڑی تاکید کے ساتھ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے؛ لیکن اختصار کے پیشِ نظر ہم نے صرف چند اقوال ہی کو نقل کیا ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ مذکورہ بالا تمام اقوال کا حکم اس شخص کے لیے مخصوص ہے جو اتباعِ نفس، تساہل پرستی، شریعت سے اعراض یا تجاہل کے باعث ایسا کرتا ہے، البتہ اگر محرک یہ سب چیزیں نہیں ہیں تو درج ذیل شرائط کی رعایت کرتے ہوئے فقہی رخصتوں کو اختیار کیا جاسکتا ہے:

۱۔ رخصتوں کی اجازت دینے والے فقہا کے اقوال کو شرعی اعتبار حاصل ہو، یعنی ان کا شمار شذوذ میں نہ کیا جاتا ہو۔

۲۔ان رخصتوں کے اختیار کرنے کی کوئی ضروری وجہ پائی جائے ،مثلاً انفرادی یا معاشرتی سطح پر کسی واقعی مشقت کا ازالہ مقصود ہو۔

۳۔رخصت اختیار کرنے والے کی علمی صلاحیت اتنی ہو کہ وہ بذاتِ خود فقہی مسائل میں بحث وتمحیص کرسکتا ہو، یا وہ کسی باصلاحیت خداترس عالم کے اعتماد پر ایسا کرے۔

۴۔ان رخصتوں کا اختیار کرنا تلفیق کا سبب نہ بنتا ہو۔

۵۔ان رخصتوں کو اختیار کرنے کا سبب کسی غیر شرعی مقصد کا حصول نہ ہو۔

۶۔رخصت کے اختیار کرنے پر مکلف کا دل آمادہ ومطمئن ہو۔(قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی الدولی،قرارداد نمبر:۷۰،اسلامک فقہ اکیڈمی ''جدہ'' کے فقہی فیصلے:ص:۲۲۵،ط:ایفا،نئی دہلی)

اتباع رخص کے مضر اثرات ونتائج:

فقہی رخصتوں کا اتباع کرنے سے کچھ سلبی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو بسا اوقات بے حد سنگین منفی نتائج کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں، متعدد اہلِ علم حضرات خصوصاً امام شاطبیؒ، امام نوویؒ، علامہ ابن صلاحؒ اور علامہ ابن القیمؒ وغیرہ نے اس بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، یہاں اس کی تلخیص مرتب انداز میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔رخصتوں کا اتباع کرنے سے اسلامی شریعت کے اصول ومقاصد کی مخالفت لازم آتی ہے،شریعت اسی لیے نازل ہوئی ہے کہ انسان اپنی خواہشاتِ نفس کی غلامی سے آزاد ہوجائے، جب کہ رخصتوں کا اتباع کرنے والا شخص ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفس کا اسیر بنا رہتا ہے۔

۲۔رخصتوں کا اتباع تکالیفِ شرعیہ کے خلاف بلکہ عین تکلیفِ بشر کی ضد ہے، کیونکہ تتبع کی رو سے ہر شرعی حکم میں مکلف کو جو چاہے کرنے کی آزادی مل جاتی ہے اور یہ بالآخر اسقاطِ تکلیف کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

۳۔دلیل کی اتباع چھوڑ کر اختلاف کی اتباع کرنا، اسلام کے عمومی مزاج کے خلاف ہے۔ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (النساء ۵۹:۴)

۴۔رخصتوں کا اتباع کرنے سے دین اور احکامِ شرع کے لیے اہانت واستخفاف کا رویہ پیدا ہوجاتا ہے، کیونکہ ایک مرتبہ جب یہ سیلاب بہ نکلتا ہے،تو کوئی اخلاقی ودینی بند بھی اس کے آگے کام نہیں دیتا۔

۵۔رخصتوں کا اتباع کرنے میں انسان معلوم ومبرہن چیز کو چھوڑ کر مجہول وغیر ثابت چیز کو اختیار کرنے کا عادی ہوجاتا ہے۔

۶۔رخصتوں کا اتباع کرنے کے نتیجے میں شریعت کا سیاسی وحکومتی نظام پارہ پارہ ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی

بدولت اجتماعی قوانین کا نفاذ ناممکن ہوجاتا ہے جو عام انارکی و بدامنی پر منتج ہوتا ہے۔

۷۔رخصتوں کا اتباع دیرسویرانسان کو تلفیق اور اجماع کی خلاف ورزی پر آمادہ کردیتا ہے۔

متوسطین: یہ قرافی رح اور چند کا مذہب ہے اور مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

اس کے مطابق ان شرائط کے ساتھ رخصت پر عمل درست ہے جو اوپر گزری:

الف: شاذ قول نہ ہو۔

ب : کوئی ضرورت عام یا خاص ہو۔

ج : تلفیق لازم نہ آئے۔

د : کوئی غیر مشروع چیز حاصل کرنا مقصد نہ ہو۔

ہ : عمل کرنے والے کا دل مطمئن ہو۔,

جواب:۵

تلفیق اور تتبع الرخص میں فرق:

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ تلفیق اور تتبع الرخص (یعنی رخصتوں کو تلاش کرنا) کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور کبھی ہر ایک الگ بھی ہوتا ہے، اسی لئے بعض علماء نے تلفیق اور تتبع الرخص کو ایک شمار کیا ہے، تاہم اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔اگر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے لیکن اس میں مقصد اور نیت آسانیوں کی تلاش نہ ہو اور نہ ہی اتباع ہواء ہو تو یہ تلفیق ہوگی اور تتبع الرخص نہیں کہلائے گا۔

۲۔اگر مختلف مسالک فقہیہ میں اقوال لیکر ان پر عمل کیا جائے اور وہ ایک ہی مسئلہ میں نہ ہوں تو یہ تتبع الرخص ہوگا، تلفیق نہ ہوگی۔

۳۔کبھی تلفیق اور تتبع الرخص دونوں بیک وقت پائے جائیں گے، جیسے تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہوی ہو اور محض آسانیوں کی تلاش ہو، پس تلفیق اور تتبع الرخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی ہے اور دو مادہ افتراقی ہیں۔

جواب: (۷)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کسی عالم یا مفتی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اختیار وخواہش کے مطابق فتاویٰ کا انتخاب کرے؟ اور کیا کوئی مفتی اپنی یا مستفتی کی خواہش کی موافقت میں کسی فقہی قول پر فتویٰ دے سکتا ہے؟ امام

ابن القیمؒ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''ایسا کرنا بہت بُرا فسق اور بہت بڑا گناہ ہے، واللہ المستعان'' (اعلام الموقعین، ج: ۴، ص: ۲۸۲، ط: دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام شاطبیؒ نے اس سوال کے جواب میں علامہ ابو الولید باجیؒ کا یہ قول نقل کر دیا ہے: ''کسی کے لیے بھی جائز، مناسب اور حلال نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں ایسا فتویٰ دے جس کے حق ہونے کا وہ اعتقاد نہیں رکھتا، قطعِ نظر اس سے کہ اس کے فتوے سے کون راضی ہوتا ہے اور کون ناراض، مفتی کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کا حکم بتاتا ہے، پھر بھلا کیسے وہ اللہ کی طرف سے ایسا حکم بیان کر سکتا ہے جس کے حکمِ الٰہی ہونے کا وہ خود بھی معتقد نہیں۔

اللہ نے ایسے مواقع کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا:

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ط (مائدہ: ۵: ۴۹)

''پس اے محمدؐ! تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنے میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمھاری طرف نازل کی ہے''۔ (الموافقات، ج: ۴:، ص: ۷۷، ط: دار الفکر، بیروت)

مسئلے کی سنگینی کے پیشِ نظر متعدد اہلِ علم نے مفتی ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط عدم تساہل اور عدم ترخیص پسندی [رخصت نہ دینا] کو بھی شامل کیا ہے۔ تساہل کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ دلائل اور طریقِ احکام کی طلب میں سہولت کوشی کرنا اس طرح کہ ناپختہ افکار و خیالات کو معتبر قرار دیتا ہو، ایسا شخص اجتہاد کا حق ادا نہیں کرتا اور اس کا فتویٰ دینا یا اس سے فتویٰ پوچھنا دونوں جائز نہیں۔

۲۔ رخصتوں کی طلب اور مشتبہ امور کی تاویل و توجیہ میں تساہل سے کام لیتا ہو، ایسا شخص اپنے دین میں کوتاہ اور مذکورہ بالا پہلی قسم کے متساہل سے کہیں زیادہ گناہ گار ہے۔ (قواطع الأدلۃ فی اصول الفقہ، ابو المظفر سمعانی، ج: ۳، ص: ۴۳۸۔ البحر المحیط، بدر الدین زرکشی، ج: ۶، ص: ۳۰۵)

صحیح بات یہ ہے کہ شریعت کے اختلافی مسائل میں، بقول شاطبیؒ، قرآن کے وضع کردہ ضابطے کی پیروی کی جانی چاہیے، خواہشاتِ نفس کی پیروی کے بجائے ہمیں قرآن جو ضابطہ دیتا ہے وہ یہ کہ ہر متنازع معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء ۵۹: ۴)

یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے،لہٰذا اگر کسی مسئلے میں دو مجتہدین میں اختلاف پایا جاتا ہے تو اس کا فیصلہ شرعی دلائل کی روشنی میں کیا جانا چاہیے، اور دو مسلکوں میں سے کسی ایک کو محض سہولت کوشی اور اتباعِ نفس کی خاطر راجح ماننا رجوع الی اللہ والرسول کے منافی ہے۔(الموافقات، الشاطبیؒ، ج:۵،ص:۸۱-۸۲)

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ۱۶:۴۳)

''اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے''۔

(۲)عوام الناس کو تتبع کے مہلک راستے اور اس کی مضرتوں سے آگاہ کیا جائے اور اس سلسلے میں تقاریر، خطبے، کتابیں، رسالے، لیکچر اور انفرادی نصیحتوں وغیرہ جیسے وسائل سے کام لیا جائے۔

(۳)اس خطرے کے اسباب ومحرکات پر غور وخوض کرنے، نیز ان کا ازالہ کرنے کے لیے مختلف سطحوں پر علمی مذاکرے اور ورک شاپوں کا انعقاد کیا جائے۔

(۴)ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ سائٹوں پر فتویٰ دینے کے لیے ایسے حضرات کا تقرر یقینی بنایا جائے جو علمی تبحر، فہمِ سلیم، حسنِ پیش کش اور اعترافِ خطا جیسی اعلیٰ صفات سے متصف ہوں۔

(۵)اس قسم کی کسی بھی رائے یا موقف کا فوری محاسبہ کیا جائے اور اس عادت کے خوگر افراد پر مختلف اخلاقی طریقوں سے دباؤ ڈال کر اس عادتِ قبیحہ کے ترک پر آمادہ کیا جائے۔

خلاصۂ بحث

محور اول: تلفیق بین المذاہب

(۱) شریعت کے مختلف مسائل میں، یا مختلف ابواب میں مختلف فقہاء کے اقوال و مذاہب کو اختیار کرنا تلفیق کہلاتا ہے۔

(۲)تلفیق کی تین صورتیں ہیں: (۱)مختلف ابواب میں تلفیق کرنا۔(۲)ایک باب میں مختلف ائمہ کے اقوال پر عمل کرنا۔(۳)ایک ہی مسئلہ کے مختلف اجزاء میں مختلف مذاہب کو جمع کر دینا۔

مفتی شبیر صاحب نے تلفیق کی کل نو (۹) قسمیں کی ہیں: ان میں سے چار قسمیں مجتہد مقید سے متعلق ہیں اور پانچ قسمیں مقلد محض سے متعلق اور مجتہد مقید سے متعلق چار قسمیں یہ تھیں: (۱)الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق (۲)دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق (۳)عمل واحد میں تلفیق (۴)ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق اور تلفیق کے یہ اقسام متعدد مذاہب سے متعلق ہیں، مذہب واحد سے متعلق نہیں، اور ان میں اول الذکر دونوں قسمیں مجتہد مقید کے لئے دائرہ جواز

میں تو داخل ہو جاتی ہیں، مگر مستحسن نہیں ہے، اور مؤخر الذکر دونوں قسمیں مجتہد کے لئے بھی دائرہ جواز میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔

اور مقلد مقید سے متعلق پانچ قسمیں یہ تھیں: (۱) عمل واحد میں تلفیق (۲) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق (۳) دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق (۴) الگ الگ دو مسئلوں میں اپنی رائے سے تلفیق (۵) مذہب واحد میں تلفیق۔

اور ان میں اول الذکر چار قسمیں تعدد مذاہب سے متعلق ہیں اور یہ چاروں قسمیں مقلد محض کے لئے دائرہ جواز میں داخل نہیں ہوتی اور صرف مؤخر الذکر ایک قسم جو مذہب واحد سے متعلق ہے وہ مقلد محض میں سے اصحاب تمیز کے لئے تو جواز کے دائرہ میں آجاتی ہے، مگر عوام وجہلاء کے لئے اپنے مسلک کے مفتی سے فتوی حاصل کئے بغیر یہ بھی جائز نہیں ہے۔

محور دوم: تتبع رخص

(۱) شرعی احکام میں سے رخصت وہ ہے جو محرم سبب موجود ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہو۔

(۲) بغیر کسی عذر کے رخصتوں کو تلاش کرنا صرف اتباع ہواء نفس ہے اور یہ اکثر اصولیین کے ہاں ناجائز ہے؛ کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔

(۳) اہل علم کی تعریفات پر غور کرنے سے اس کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہے: رخصت شرعی اور رخصت فقہی، جیسا کہ الشیخ شام السعید کی تعریف گذری۔

(۴) دلائل تفصیل کے ساتھ مقالہ میں مذکور ہیں۔

(۵) تلفیق اور تتبع الرخص (یعنی رخصتوں کو تلاش کرنا) کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور کبھی ہر ایک الگ بھی ہوتا ہے، اسی لیئے بعض علماء نے تلفیق اور تتبع الرخص کو ایک شمار کیا ہے، پس تلفیق اور تتبع الرخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی ہے اور دو مادہ افتراقی ہیں۔

(۶) ان شرائط کے ساتھ رخصت پر عمل درست ہے: الف: شاذ قول نہ ہو۔ ب: کوئی ضرورت عام یا خاص ہو۔ ج: تلفیق لازم نہ آئے۔ د: کوئی غیر مشروع چیز حاصل کرنا مقصد نہ ہو۔ ہ: عمل کرنے والے کا دل مطمئن ہو۔

(۷) ایسا کرنا بہت بُرا فسق اور بہت بڑا گناہ ہے، مسئلے کی سنگینی کے پیشِ نظر متعدد اہلِ علم نے مفتی ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط عدم تساہل اور عدم ترخیص پسندی [رخصت نہ دینا] کو بھی شامل کیا ہے۔

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی

استاذ دارالعلوم دیوبند

شریعت کے اصل مأخذ کتاب وسنت ہیں، انہی دونوں سرچشموں میں غور وفکر کر کے مجتہدین کے چار مذاہب ومکاتب وجود میں آئے ہیں، ان مذاہب ومکاتب میں سے کسی پر عمل کر لینا حقیقت میں کتاب وسنت پر عمل کر لینا ہے، یہ چار راہیں ہیں جو کتاب وسنت تک پہنچاتی ہے، لیکن ہر راہ کی نوعیت وکیفیت جداگانہ ہے، مگر رخ وسمت ایک ہی ہے ایک ہی مقصود اصلی اور وہی کعبہ وقبلہ ہے، یعنی احکام الٰہی اور مراد خداوندی پر عمل پیرا ہونا جو صراط مستقیم کی حقیقی مصداق ہیں۔

انسان اصل مقصود ومطلوب کو کسی بھی راہ سے حاصل کر سکتا ہے، اسی راہ پر چلنا علمی اصطلاح میں تقلید شخصی کہلاتی ہے، غیر مجتہد کی واقعی وحقیقی ضرورت ہے ورنہ مطلوب سے انحراف اور مقصود تک نہ پہنچنے کا شدید خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے کوئی الگ اپنی راہ بناتا ہے تو پرخطر خاردار جھاڑی سے گزرنا بھی شاید نصیب نہ ہو اور دور دور ہی سے ہلاکت کا شکار ہو جائے گا، وسائل کی فراہمی کے دور میں بہتوں کے دماغ میں یہ خناس داخل ہو چکا ہے کہ جب ساری راہ کا رخ ایک ہی جانب ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوسکتا ہے کہ انسان کو اختیار دیا جائے کہ جہاں تک چاہے ایک راہ پر چلتا رہے اور جہاں جی چاہے دوسری راہ پر چلنا شروع کر دے، پھر ایسا بھوت سوار ہوتا ہے کہ چاروں مسالک کو ضم کر کے پانچویں مسلک کی تخلیق کا مدعی بن جاتا ہے، اصولیین نے اس پر بحث کی ہے اور اصطلاحاً اس کا نام تلفیق رکھا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر تلفیق شجر ممنوعہ ہے اور نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر تلفیق کی کھلے عام اجازت ہے، اس اصطلاحی مفہوم کی تھوڑی شرح مندرجہ ذیل سطور میں کی جارہی ہے اسی کے قریب قریب خروج عن مذہب واحد اور تتبع رخص ہے، تینوں کے الگ الگ محامل ہیں، ان محملوں کو متعین کرنا ضروری ہے۔

(1) تلفیق کا لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف:

تلفیق کے کئی معانی لغت میں مستعمل ہیں، بنیادی طور پر اس کے دو معنی زیادہ استعمال میں ہیں، (1) لَفَق سے ماخوذ ہے باب تفعیل کا مصدر ہے معنی ہے: ضم (ملانا اور جوڑنا)۔ عرب کہتے ہیں لَفَّقْتُ الثوب لَفقًا میں نے کپڑے کے ایک جانب کو دوسرے جانب سے ملایا۔ (2) موافقت سے ماخوذ ہے اور دو اشیاء کے درمیان باہم

موافقت پیدا کرنا۔(لسان العرب لابن منظور المصباح المنیر المعجم الوسیط وغیرہ)

فقہا کے کلام میں زیادہ تر استعمال ضم کے معنی میں ہوا ہے، چنانچہ مبسوط سرخسی میں الفاظ نکاح پر بحث کرتے ہوئے مذکور ہے: وليس في التمليك معنى التلفيق والضم، فلا يناقض هذا بألفاظ التمليك. (٥/٥٩ باب الهبة في النكاح)

أيام النقاء المتخللة بين أيام الحيض في حق ذات التلفيق إذا قلنا بالتلفيق. (المجموع: ٢/٣٧٦ كتاب الحيض)

مجموع کی کتاب الحیض میں بار بار اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے بلکہ فصل التلفیق اور فصل التقطع کے عنوان سے ایک باب تک قائم کر دیا ہے۔

المغنی لابن قدامہ میں فصل ہے: فصل في ضم الدم إلى الدم اللذين بينهما طهر. (المغني: ١/٢٦٠ كتاب الحيض)

اس لفظ کا استعمال ائمہ ثلاثہ کی کتابوں میں مختلف ابواب میں ملتا ہے اور ہر جگہ "ضم" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، حنفیہ کی کتابوں میں اس کا استعمال کبھی تو اصطلاحی مفہوم میں (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) تو کبھی موافقت اور کبھی جمع وتطبیق کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے:

فأوجبنا الأربعين في مسيرة السفر وما دونها فيما دونه توفيقا وتلفيقا بينهما. (٢/٤٢١ كتاب الإباق)

بنایہ میں ہے: ولم يبينه لتلفيق الحديث الذي ذكره المصنف. (البناية: ١١/٥٥٨، الذبح بالظفر والسن والقرن)

اور اصطلاحی مفہوم میں استعمال کرتے ہوئے صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں: ولكن فيه تلفيق في التقليد ولعل ذلك لا يضر. (البحر: ١/١٠٣ حكم الماء المستعمل)

اصطلاحی مفہوم میں بھی "ضم" کا معنی ہی ملحوظ ہے، چنانچہ جامعین موسوعہ میں لکھتے ہیں: التلفيق في اللغة الضم، وهو مصدر لفق ومادة لفق لها في اللغه أكثر من معنى، فهي تستعمل بمعنى الضم، والملائمة، والكذب المزخرفة..... وفي الاصطلاح يستعمل الفقهاء التلفيق بمعنى الضم كما في المرأة التي انقطع دمها فرأت يوما دما ويوما نقاء أو يومين ويومين بحيث لا يجاوز التقطع خمسة عشر يوما عند غير الاكثرين على مقابل الأظهر عند الشافعية وكما هو الحال في حصول الركعة الملفقة في صلاة الجمعة للمسبوق، ويستعملونه أيضا بمعنى التوفيق والجمع بين الروايات المختلفة في المسالة الواحدة كما في الروايات الموجبة للجعل في رد الآبق عند الحنفية. (الموسوعة: مادة: تلفيق)

تلفیق کا استعمال لغوی معنی میں شہادت، ظہار، مسافت قصر، ادراک الجمعہ، حیض کی ابواب میں ہوا ہے، اصولیین کی اصطلاح میں تلفیق دو یا دو سے زائد ائمہ کے مسلک پر عمل کرنے کا نام ہے، اس کے بعض صورت جائز اور بعض ناجائز ہے، مختلف تعبیرات و الفاظ میں تلفیق کی تعریف پائی جاتی ہے، بعض اوقات دونوں کے مابین فرق نہ کرنے کی وجہ سے تعریف کا اختلاف تصور کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت میں تعریف کا کچھ اختلاف نہیں ہے، جامعین موسوعہ نے ان الفاظ میں تعریف نقل کی ہے:

المراد بالتلفيق بين المذاهب أخذ صحة الفعل من مذهبين معًا بعد الحكم ببطلانه على كل واحد منهما بمفرده. (الموسوعة: مادة: تلفيق)

(تلفیق بین المذاہب سے مراد بیک وقت دو مذہب کے مطابق فعل کو صحیح سمجھنا جبکہ الگ الگ ہر ایک کے مطابق اس فعل کا باطل ہونے کا فیصلہ ہو۔)

تعریف کی دیگر تعبیرات بھی ملاحظہ ہوں:

(1) محمد سعید بن عبدالرحمن البانی دمشقی تعریف کرتے ہیں: الإتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد. (عمدة التحقيق: ص ١٩٤)

(2) معجم لغت الفقهاء میں تعریف بایں الفاظ ھے: التلفيق: القيام بعمل يجمع فيه عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في أي مذهب من المذاهب. (١/١٤٤)

ان دونوں تعبیرات کا حاصل بھی وہی ہے جو موسوعہ کی تعریف کا ہے یعنی دو مسلکوں کو الگ الگ کر کے دیکھیں تو کسی بھی مسلک پر جائز نہ ہو مگر دونوں کو ملا دیں تو پھر جائز معلوم ہو۔

(3) ایک تعریف یہ کی جاتی ھے: أخذ المقلد مسئلة بمذهب معين وفي مسالة أخرى بمذهب إمام آخر حتى ولو لم يكن بين المسألتين تلازم. (أصول الفقه الذي لا يسع الفقيه جهله: ١/٣٣٣)

دو قسم کی تعریف کی گئی، ایک تلفیق وہ ہے جو جائز نہیں ہے، اور ایک تلفیق وہ ہے جو عام ہے اس کی بعض صورت جائز ہوگی اور بعض صورت ناجائز ہوگی؛ اسی لیے اعلاء السنن کے مقدمہ میں اس پر اکتفا کیا گیا کہ: فإن حاصلها ترك التقليد الشخصي عند الضرورة. (قواعد في علوم الحديث: ٢٠/٢٤٤)

(مباحث تلفیق کا حاصل بوقت ضرورت تقلید شخصی کو چھوڑ دینا ہے۔)

(2) تلفیق کے اقسام اور جائز و ناجائز صورتوں کی تعیین:

تلفیق کا محل مجتہد فیہ مسائل ہیں، چنانچہ مسائل اعتقادیہ اور مجمع علیہ مسائل تلفیق کی بحث سے خارج ہیں، ان میں نہ تو تلفیق جائز ہے اور نہ ممکن، اسی طرح تلفیق کا تحقق اصطلاحی اعتبار سے بوقت ضرورت ہے، اگر بلا ضرورت

ہے تو وہ تلفیق سے خارج ہو کر ناجائز صورت ہوگی۔

شامی میں ہے: إن الأدلة السمعية أربعة: الأول: قطعي الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة أو المحكمة والسنة المتواترة التي مفهومها قطعي، والثاني: قطعي الثبوت ظني الدلالة كالآيات المؤولة، الثالث: عكسه كأخبار الآحاد التي مفهومها قطعي، الرابع: ظنيهما كأخبار الآحاد التي مفهومها التي ظني. (شامي: ۱/۷۰ كتاب الطهارة مطلب في فرض القطعي والظني)

یہ تمام ہی اقسام تلفیق کے مظان ہیں، قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ میں تلفیق جاری نہیں ہوسکتی ہے، وہاں حقیقت میں ائمہ کے مابین اختلاف ہی نہیں ہوگا۔

پھر ان احکام کے مختلف درجات ہیں۔ (1) خالص حقوق اللہ، (2) خالص حقوق العباد، (3) دونوں سے مرکب مگر حقوق اللہ غالب، (4) دونوں سے مرکب مگر حقوق العبد غالب۔ موسوعہ فقہیہ میں ہے: **قسم الفقهاء الحنفية الحقوق باعتبار عموم النفع وخصوصه إلى أربعة أقسام: حقوق الله الخالصة، حقوق العباد الخالصة، ما اجتمع فيه حق الله وحق العبد ولكن حق الله غالب، وما اجتمع فيه الحقان لكن حق العبد غالب. (موسوعة: مادة: حق)**

خالص حقوق اللہ حنفیہ کے یہاں آٹھ انواع کے ہیں۔ (1) عبادت خالصہ: ایمان، نماز، روزہ وغیرہ۔ (2) عبادت جس میں معنی مؤنت بھی ہو، جیسے صدقہ فطر۔ (3) ایسی مؤنت ہے جس میں عبادت کا معنی ہو، جیسے زروع وثمار کی زکاۃ۔ (4) مؤنت جس میں عقوبت بھی ہو، جیسے خراج۔ (5) جو حقوق عبادت وعقوبت کے مابین دائر ہیں، جیسے مختلف قسم کے کفارت۔ (6) عقوبت قاصرہ، جیسے قتل مورث کی وجہ سے حرمان میراث۔ (7) عقوبت خالصہ، جیسے حدود۔ (8) وہ مستقل حق جو ابتداء اللہ کے لیے ثابت ہو، جیسے غنیمت کا خمس۔

حقوق اللہ کا مفہوم یہی ہے کہ بندہ معاف کرنے اور ختم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، معافی وختم کرنے کے سارے اصول وضوابط شریعت کی زبانی بیان کردیے گئے ہیں، کہتے ہیں: کون سے احکام میں یسر وسہولت کو ملحوظ رکھا گیا ہے؟ اور کن احکام میں یسر کے بجائے عزیمت وشدت پر بنیاد رکھی گئی ہے؟ تلفیق کی گنجائش وہیں نکلے گی جہاں حق پامال نہ ہو، مقصود اتباع ہوی نہیں بلکہ ضرورت وحاجت ہو تو تلفیق کی گنجائش ہوگی۔

اسی طرح تلفیق کی تقسیم دوسری جہت سے بھی ہوسکتی ہے، **تلفيق في الابواب المختلفة والكيفية المتنوعة، تلفيق في مسألة واحدة وحكم واحد**، اگر تلفیق ایک مسئلہ کے حکم شرعی میں ہے یعنی مسئلہ کے جواز وعدم جواز اور فساد وصحت کو اسی طرح جمع کردیا جائے کہ کسی امام کے نزدیک مجموعہ جائز نہ ہو، چاہے الگ الگ کرکے جواز کی صورت بن جائے مثلاً خون نکلنے پر وضو کا ٹوٹ جانا حنفیہ کے یہاں ہے شافعیہ کے یہاں نہیں ہے، اس کے

برخلاف مس مرأۃ حنفیہ کے یہاں ناقض نہیں ہے جبکہ شافعیہ کے یہاں ناقض ہے، اب ایک شخص پچھنا لگا کر اور عورت کو مس کر کے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہ تو حنفیہ کے یہاں ہوگی نہ ہی شافعیہ کے یہاں، حنفیہ کے یہاں تو اس لیے نہیں کہ خون نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں رہا، اور شافعیہ کے یہاں اس لیے کہ مس مرأۃ کی وجہ سے وضو نہیں رہا ہے۔ دونوں ہی وجہوں کو جمع کر دیا جائے تو تلفیق محرم متحقق ہوگی کیونکہ اجماع کے خلاف ہو رہا ہے۔

لیکن دو مسئلے الگ الگ ہیں اور بوقت ضرورت ایک مسئلے میں ایک امام کی تقلید کی گئی، اور دوسرے مسئلے میں دوسرے امام کی تقلید کی گئی، لیکن ایک کا اثر دوسرے تک نہ پہنچتا ہو، مثلاً وضو کے مسئلے میں امام شافعی کی اتباع کر لے اور جمع بین الصلاتین میں امام ابوحنیفہ کی اقتدا کرے، دونوں مسئلے الگ الگ ہیں، ایک دوسرے سے متاثر بھی نہیں ہو رہا ہے؛ اس لیے یہ تلفیق جائز ہے۔ اگر ایک مسئلہ دوسرے مسئلے سے متاثر ہو رہا ہو تو تلفیق جائز نہیں ہوگی، مثلاً بعض رأس کے مسح میں امام شافعی کی اقتدا کرنا اور سور کلب سے وضو کرنے میں امام مالک کی اقتدا کرنا، مسئلہ الگ الگ ضرور ہے ایک مسئلہ مسح کا ہے دوسرا مسئلہ طہارت ماء کا ہے، مگر کسی نے سور کلب سے وضو کیا تو ہر چند کے امام مالک کے نزدیک وضو ہو گیا مگر امام شافعی کے نزدیک نہیں ہوا، اور اسی نے بعض رأس کا مسح کیا تو چاہے وہ شافعی کے نزدیک وضو ہو گیا ہو مگر امام مالک کے نزدیک نہیں ہوا۔ وہ شخص نماز اسی طرح پڑھتا ہے تو دونوں ہی ائمہ کہیں گے کہ نماز نہیں ہوئی۔

مقدمہ ابن عابدین میں ہے:

> و محمول كما قال ابن حجر و الرملي في شرحيهما على المنهاج و ابن قاسم في حاشيته على ما إذا بقي من آثار الفعل السابق أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء لا يقول به كل من المذهبين، كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس و مالك في طهارة الكلب في صلاة واحدة. (مقدمة: ۱/۵۵)

اس سے یہ بھی ماخوذ ہوتا ہے کہ اگر دو عمل ہو جائے تو تلفیق جائز ہوگی، یعنی بوقت ضرورت مثلاً ایک نماز پڑھی بعض رأس کا مسح کر کے اور دوسری نماز پڑھی سور کلب سے وضو کر کے، چونکہ دو عمل ہیں اس لیے اس کی گنجائش ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں سارے ہی ائمہ کے مسالک کے مطابق صحیح نہ ہو وہ تلفیق ناجائز ہے۔ اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں بوقت ضرورت تتبع رخص کی غرض سے اگر نہیں ہے تو جائز ہے، اسی طرح بوقت حاجت وضرورت ایک عمل میں ایک امام کی پیروی دوسرے عمل میں دوسرے امام کی پیروی کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ جس امام کی پیروی ہو اس کے تمام شرائط کا لحاظ کر کے ہو، اور یہ عام انسان کے بس کا روگ نہیں ہے، جب تک کوئی مجتہد یا جماعت علماء کی متفقہ رائے نہ ہو اس وقت تک اس دروازے کو وا نہیں کرنا چاہیے، یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ عصر اول میں تو جو جس سے چاہتا مسئلہ معلوم کر لیا کرتا تھا، وہ عصر اول تھا خیر القرون کی صفت کے ساتھ متصف تھا عدالت وثقاہت تقوی وطہارت میں تفاضل ان کا طرۂ امتیاز تھا، آج خیر القرون سے بہت اور بہت دُور کا دَور ہے، عدالت وثقاہت، تقوی وطہارت جو ہے

وہ مشاہد ہے؛ اسی لیے علامہ نووی کو یہ لکھنا پڑا:

ووجهه أنه لو جاز اتباع أي مذهب شاء لأفضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متبعا هَوَاهُ وَيتَخَيَّر بَين التَّحْلِيل وَالتَّحْرِيم وَالْوُجُوب وَالْجَوَاز، وَذَلِك يُؤَدِّي إِلَى انحلال ربقة التَّكْلِيف، بِخِلَاف الْعَصْر الأول؛ فَإِنَّهُ لم تكن الْمذَاهب الوافية بِأَحْكَام الْحَوَادِث مهذّبة، فعلى هَذَا يلْزمه أَن يجْتَهد فِي اخْتِيَار مَذْهَب يقلده على التَّعْيِين. (المجموع شرح المهذب: ۱/۵۵ بیروت)

بہر حال نہ تو ہر صورت جائز ہے اور نہ ہی ہر صورت ناجائز ہے، اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

(3) بعض ان حضرات کی آراء جو مطلقا جائز کہتے ہیں یا مطلقا ناجائز کہتے ہیں:

مختلف حضرات ہیں جنہوں نے مطلقا تلفیق کو جائز قرار دیا ہے، ان میں سے امیر بادشاہ، ابن نجیم، ابن ملا فروخ مکی فوروی احناف میں سے اور حسن شطی حنابلہ میں سے ہیں۔

دوسرا قول مطلقا عدم جواز کا ہے اس کے قائلین میں ابن قاسم قطلو بغا، حسن شرنبلالی، حصکفی وغیرہ ہیں۔

(1) عدم جواز کے قائلین کے پیش نظر یہی بات ہے کہ تلفیق کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت لازم آئے گی؛ کیونکہ یہ احداث قول ثالث ہے، جب مجتہدین کے مابین دو قول ہوں تو گویا دو ہی قول میں وہ مسئلہ دائر رہے گا اور گویا یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا، اور اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (اصول الفقہ الاسلامی: ۲ / ۱۱۴۴ وہبہ زحیلی)

(2) نیز تلفیق کے عدم جواز پر فقہاء کا اجماع ہے، چنانچہ حصکفی کہتے ہیں: وأن الحكم الملفق باطل بالإجماع وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا وهو المختار في المذهب، وأن الخلاف خاص بالقاضي المجتهد وأما المقلد فلا ينفذ قضاءه بخلاف مذهبه أصلاً كما في القنية. (در مختار: ۱/۵۵-۵۶ مقدمة)

(3) جب مقلد نے ایک مذہب کے مطابق عمل کر لیا تو گویا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا، اب اس سے گریز کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اسی پر ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔ (التقریر والتحبیر: ۳ / ۴۶۸ ابن امیر الحاج)

(4) اگر اس دروازے کو چوپٹ کھول دیا جائے تو نفس پرستی کا جواز فراہم ہوگا، اور معمولی معمولی وجہ کی بنا پر ایک مسلک سے دوسرے مسلک بلکہ نئے مسلک کی جانب خروج پایا جائے گا۔

مجوزین کا استدلال:

تلفیق کی ممانعت پر نقلی و عقلی دلیل کا فقدان ہے، چنانچہ ابن الہمام کہتے ہیں: وَالْغَالِبُ أَنَّ مِثْلَ هَذَا إلْزَامَاتٌ مِنْهُمْ لِكَفِّ النَّاسِ عَنْ تَتَبُّعِ الرُّخَصِ، وَإِلَّا أَخَذَ الْعَامِيُّ فِي كُلِّ مَسْأَلَةٍ بِقَوْلِ مُجْتَهِدٍ. قَوْلُهُ أَخَفُّ عَلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَا يَمْنَعُ هَذَا مِنْ النَّقْلِ أَوْ الْعَقْلِ، وَكَوْنُ الْإِنْسَانِ يَتَّبِعُ مَا هُوَ أَخَفُّ عَلَى

نَفْسِهِ مِنْ قَوْلِ مُجْتَهِدٍ سَوَّغَ لَهُ الِاجْتِهَادَ وَمَا عَلِمْت مِنْ الشَّرْعِ ذَمَّهُ عَلَيْهِ وَكَانَ ﷺ يُحِبُّ مَا خَفَّفَ عَنْ أُمَّتِهِ. إلَى هُنَا مَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ. (البحر الرائق: ۲/۲۹۰ کتاب القضاء، الفاسق یصلح مفتیا)

مطلقا مجوزین کی رائے میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت میں رفع حرج کا اعتبار ہے، اور یسر وسہولت مطلوب شئ ہے، اتنی بات بہت اچھی ہے، مگر یہ بات اپنی جگہ تحقیق طلب ہے کہ کیا ہم نے جس کو یسر و سہل سمجھا ہے وہ شریعت میں مطلوب ہے یا شریعت نے اس کا دائرہ متعین کر دیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ یہ ایسا امر ہے جس میں لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا تھا، ورنہ گمراہی وضلالت پھیل جاتی ہے؛ اس لیے اس کا دائرۂ عمل متعین کر دیا گیا، اگر امور تکلیفیہ انجام پا جائے اور یسر وعسر دونوں راہ ہوں تو یسر کو اختیار کرنے میں حرج نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یسر کے لحاظ میں اصل حکم تکلیفی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل میں سے سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ اس سے تتبع رخص کا مزاج بنے گا، اور ہوی پرستی کی راہ کھلے گی، مگر جو تفصیل پچھلے صفحات میں گزری ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ مقصود تتبع رخص نہ ہو بلکہ بوقت ضرورت امور تکلیفیہ پر عمل کرنا مقصود ہو تب ہی اس کی اجازت ہوگی۔

عدم جواز کے قائلین کی جانب سے جو کہا گیا کہ اس کی ممانعت پر اجماع ہے اور دعوی محض ہے اس بابت تین آراء ہیں: مطلقا جواز، مطلقا عدم جواز اور مشروط جواز۔ نیز یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے اجماع کی مخالفت لازم آئے گی یہ بات بھی قرین صواب نہیں ہے، اگر اجماع کی مخالفت لازم آرہی ہے وہی تلفیق ناجائز ہے، اور یہ کہنا کہ ایک نئے قول کا احداث ہے یہی تو اجماع کی مخالفت ہے تو جاننا چاہیے کہ جس طرح ایک مذہب کا التزام واجب لغیرہ ہے اسی طرح تلفیق کی جائز صورت (جس میں اجماع کی مخالفت نہ ہو، کسی نص کی مخالفت نہ ہو، اتباع ہوی مقصود نہ ہو، عبادات کے علاوہ میں اگر عمل کر لیا ہو تو پھر رجوع نہیں ہے، حاکم کے حکم کا نقض لازم نہ آرہا ہو) عذر اور ضرورت کے وقت ہی گنجائش رکھتی ہے، واجب لغیرہ کے ضمن میں اس کا واجب نہ ہونا پنہا ہوا کرتا ہے، لہذا مطلقا عدم جواز کی بات فقہی مزاج سے دور معلوم ہوتی ہے۔

(4) تلفیق بین المذاہب اور فقہی ابواب:

عبادات میں سے جن کا منشا یسر وسہولت ہے جیسے عبادات محضہ: نماز، روزہ ایسے احکام میں مشروط تلفیق جائز ہے، اور جن عبادات کا منشا شدت وعسر ہے جیسے عبادات مالیہ زکوۃ وصدقات الفطر وغیرہ چونکہ تلفیق تیسیر کا باب ہے ان جیسے احکام میں اگر اس کو جائز قرار دیا جائے تو مقصد شریعت فوت ہو جائے گا اس لیے جائز نہیں ہے۔

وہ احکام جو ورع وتقوی پر مبنی ہے وہ سارے ہی ممنوعات ہیں، تلفیق سے تقوی کا پہلو کمزور ہوتا ہے؛ اس لیے بلاضرورت شدیدہ یا بلا اضطرار تلفیق کی گنجائش نہیں ہوگی۔

وہ احکام جو بندوں کی مصلحت کی بنا پر ہیں اور ان میں بشری سعادت مندی مضمر ہے، حدود وتعزیرات، عشر، خراج اور نکاح کے احکام ان میں اگر مقصد انسانی کا کھلواڑ ہوتا ہو تو تلفیق کی گنجائش نہیں ہوگی اگر مقصد کا استحکام ہوتا ہو تو تلفیق کی اجازت ہوگی۔

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۱۱۳-۱۱٤ حكم التلفيق في التكاليف الشرعية)

(5) اجتماعی غور وخوض اور تلفیق بین المذاہب:

تلفیق بین المذاہب تقلید شخصی سے خروج کا ہی باب ہے، یہ انتہائی حساس معاملہ بھی ہے اور خطرناک بھی، ذرا سا نفس وہوی کی گرفت مضبوط ہوئی کہ انسان پھسل جاتا ہے؛ اس کے لیے اجتماعی غور وخوض بہتر سے بہتر راہ ہے، اس غور وخوض میں بھی اب انہی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو ماقبل میں مذکور ہوئی ہیں۔ (1) محل تلفیق کی تعیین، وہ محل احکام ظنیہ مجتہد فیہا ہیں نیز وہ احکام ہیں جہاں یسر وسہولت منشا ہے۔ (2) تلفیق سے یہ محظور بھی لازم نہ آوے کہ وہ سارے ہی مسالک کے خلاف ہو جائے۔ (3) نص موجود نہ ہو۔ (4) حاکم کا حکم نہ آیا ہو۔ (5) ضرورت کا حقیقی وجود۔

(6) انفرادی فتاوی میں تلفیق کا اعتبار:

بعض ایسے حالات آتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں بن پاتی ہے، اگر مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ کر کے مفتیان کرام اپنے انفرادی فتاوی میں مسئلہ بیان کر دیں تو اس میں بھی حرج نہیں ہوگا۔ لیکن یہ سنگلاخ وادی ہے، سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے، بس ناگزیر حالات میں ہی اس کو اختیار کیا جائے، عام حالات میں مفتیوں کو اپنے مسلک کے مطابق ہی فتوی دینا چاہیے، لیکن مواقع عذر اور محل ضرورت اس سے مستثنی ہیں۔

وبه علم أن المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا، وأن المفتي له الإفتاء به للمضطر، فما مر من أنه ليس له العمل بالضعيف ولا الإفتاء به محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه. والله اعلم. (شرح عقود رسم المفتي: ص۸۹، ط: البشری)

محور دوم تتبع رخص

اصولی مباحث میں سے یہ مسئلہ کہ عامۃ الناس کو مذہب معین پر عمل کرنا لازم ہے یا نہیں اس مسئلہ کے ضمن میں تتبع رخص کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔

(1) تتبع رخص کی لغوی واصطلاحی حقیقت:

رُخَص رُخْصَة (بإسكان الخاء وضمها) کی جمع ہے، لغت میں اس کا معنی تخفیف وتسہیل کے ہیں، ابن فارس کہتے ہیں: يدل على لين وخلاف شدة. (معجم مقاييس اللغة: ص٤٤٧، مادة:

رخص)

اصطلاحًا: رخصت کے دو اطلاقات ہیں۔ (1) عزیمت کے بالمقابل رخصت کی اصطلاح مستعمل ہوتی ہے، اس کا مطلب ہوتا ہے جس حکم میں عذر کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس کو یوں بھی کہتے ہیں: **ما ثبت على خلاف دليل شرعي لمعارض راجح.** (الإحكام للآمدي: ۱/۱۳۲)

لیکن یہ معنی یہاں مقصود ومطلوب نہیں ہے بلکہ رخصت فقہیہ مراد ہے جس کا خلاصہ ہے: **طلب التخفيف في الأحكام الشرعية**، چنانچہ زرکشی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: **اختيار المرء من كل مذهب ما هو الأهون عليه.** (البحر المحيط ۸/۳۸۱)

محلی جمع الجوامع کی شرح میں کہتے ہیں: أن يأخذ من كل مذهب ما هو الأهون فيما يقع من المسائل. (شرح جمع الجوامع: ۲/۴۰۰)

دسوقی وغیرہ نے بھی مالکیہ سے اسی کے قریب قریب تعریف نقل کی ہے: رَفْعُ مَشَقَّةِ التَّكْلِيفِ بِاتِّبَاعِ كُلِّ سَهْلٍ، اور مَا يُنْقَضُ بِهِ حُكْمُ الْحَاكِمِ مِنْ مُخَالِفِ النَّصِّ وَجَلِيِّ الْقِيَاسِ. (حاشية الدسوقي على الشرح الكبير: ۱/۲۰)

(2) تتبع رخص کے سلسلے میں فقہاء اصولیین کی بحث کا خلاصہ:

رخصت جو عزیمت کے بالمقابل ہے جو عذر کا لحاظ کر کے صادر ہوا ہے وہ "رخصت" تو ان احکام میں سے ہے جن کو عذر معتبر کی بنا پر اختیار کرنا مطلوب شرعی ہے، حدیث میں آیا ہے: **أن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه.** (الطبراني في الكبير: ۱۱/۳۲۳ من حديث ابن عباس، حسنه المنذري في الترغيب)

(اللہ رخصتوں پر عمل کو ایسے ہی محبوب رکھتا ہے جیسا کہ عزیمتوں پر عمل کو)

لیکن رخصت فقہی جو اس بحث کا موضوع ہے چونکہ ہر امام کے سہل اقوال اور آسان امر کو تلاش کرنا اور اختیار کرنا ہے، جس سے شریعت کا مقصد فوت ہوتا ہے اور اتباع ہوی کی چھاپ گہری ہوتی ہے، بلکہ تکالیف شرعیہ سے فرار اور اپنی ذمہ داری سے منہ موڑنا ہے ابن حزم نے اس کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، امام احمد نے فرمایا: اگر کوئی شخص نبیذ کی بابت اہل کوفہ کا قول اختیار کرتا ہے، اور سماع کے بارے میں اہل مدینہ کا، اور متعہ کے متعلق اہل مکہ کا تو وہ فاسق ہے۔ قاضی اسماعیل ایک دن معتضد عباسی کے پاس گئے خلیفہ نے ان کو ایک کتاب دی اور خواہش کی کہ اس کو وہ دیکھیں اس کتاب کے مصنف نے رخص کو جمع کیا ہے، قاضی اسماعیل نے کہا کہ اس کا مصنف زندیق معلوم ہوتا ہے، خلیفہ نے پوچھا: کیا یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں؟ تو قاضی نے کہا: ہاں! مگر جس نے مسکر کو مباح کہا ہے اس نے متعہ کو مباح

نہیں کہا ہے، اور جس نے متعہ کو مباح کہا ہے اس نے غنا اور مسکر کو مباح نہیں کہا ہے، ہر عالم سے چوک ہوتی ہے، جس نے علماء کے زلات کو جمع کر کے عمل کیا اس کا دین ختم ہو گیا، خلیفہ معتضد نے اس کتاب کو جلا دینے کا حکم دیا۔ (موسوعہ بحوالہ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول: ۲۷۲، مادہ: رخص)

علامہ شاطبی اس بابت بہت متشدد ہیں، انہوں نے تتبع رخص کی بالکل اجازت نہیں دی ہے، ان کے نزدیک تتبع رخص ہوائے نفسانی کا چور دروازہ ہے اس کو بند رکھنا ہی ضروری ہے، ابن عبدالبر نے بھی عوام الناس کے تعلق سے لکھا ہے کہ تتبع رخص کی گنجائش نہیں ہے اور اس پر اجماع نقل کیا ہے، حنابلہ و مالکیہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ رخصت کے درپے ہونے کے بجائے شدت و سختی والے حکم کو اختیار کرنا چاہیے، امام غزالی کا رجحان بھی یہی ہے۔

لیکن قرافی مالکی، اکثر اصحاب شافعیہ، حنفیہ میں سے خاص طور پر ابن الہمام اور صاحب مسلم الثبوت کے نزدیک رخصتوں کو تلاش کرنا جائز ہے جبکہ تلفیق ممنوع کی صورت پیدا نہ ہو۔ (الفقہ الاسلامي وادلتہ: ۱/ ۱۰۰-۱۰۲)

(3) تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام:

تتبع رخص کی بعض صورتیں متفق علیہ طور پر حلال ہیں یا بعض حرام، اور بعض صورتوں میں اختلاف ہے۔ جو صورتیں سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) سہولتوں کو تلہی کے لیے تلاش کرنا سب کے نزدیک حرام ہے؛ کیونکہ نصوص قطعیہ میں تلہی حرام ہے، مثال کے طور پر کوئی حنفی شطرنج کو صرف لہو لعب کے لیے کھیلے اور یہ کہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے۔ یہ کسی کے نزدیک اجازت نہیں ہے۔ (فواتح الرحموت: ۲/ ۴۰۶)

(2) ایک حکم کو پہلے واجب سمجھے اور پھر اسی کو غیر واجب تصور کرے، مقصد اپنے نفس کی چاہت کو پورا کرنا ہو تو یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے، مثلاً ایک حنفی جار کے لیے حق شفعہ کو جائز اور واجب گردانے جبکہ وہ طالب ہو، اور جب اس سے حق شفعہ کو جوار کی بنیاد پر طلب کیا جائے تو کہہ دے کہ میرے نزدیک تو شافعیہ کا مسلک راجح ہے؛ اس لیے ثابت و واجب نہیں ہے۔ یہ صورت بھی سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۲۲۰)

(3) مجتہد کا اجتہاد اس رخصت کا متقاضی ہو تو اس کے جواز میں کلام نہیں ہے، مگر یہ مجتہد کے لیے ہے عام انسان جن میں موجودہ دور کے عام علماء و فضلاء بھی شامل ہیں ان کے لیے ہرگز نہیں ہے۔ ہاں اجتہادی شان اور استنباط کی مطلوبہ قدرتِ مشروطہ ہے تو حرج نہیں ہے۔

ان کے علاوہ صورتوں میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ

(1) ابن حزم، امام غزالی، شاطبی، ابن عبدالبر، حنابلہ، مالکیہ عدم جواز کی طرف رجحان رکھتے ہیں، پھر رخصتوں کے طالب کو بعض تو مطلقاً فاسق گردانتے ہیں اور بعض کچھ شرائط کے ساتھ فاسق کہتے ہیں، چنانچہ قاضی ابویعلی کے

نزدیک ایسا مجتہد جو اپنے اجتہاد کے خلاف رخصت کو اختیار کرے اور غیر مجتہد بلا تقلید کے رخصت کو اختیار کرے فاسق ہے۔ ابو اسحاق المروزی شافعی نے مطلقا فاسق کہا ہے جبکہ ابن ابی ہریرہ شافعی نے فاسق کہنے سے احتراز کیا ہے۔

(2) تتبع رخص جائز ہے اکثر شافعیہ اور حنفیہ میں سے معتمدین بالخصوص سرخسی، ابن الہمام وغیرہ کا مسلک ہے۔

(3) تیسرا قول اور یہی محتاطین کا قول ہے کہ نہ تو ہر تتبع رخص حرام ہے اور نہ ہی ہر تتبع رخص جائز ہے بلکہ بعض شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اور ان شرطوں کے فقدان پر ناجائز ہے۔ پھر ان شرطوں کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ عز بن عبدالسلام نے شرط لگائی کہ اس سے حکم حاکم کا نقض لازم نہ آئے گا اور یہ اس صورت میں ہوگا جبکہ نص صریح یا اجماع یا قواعد کلیہ یا قیاس جلی کے خلاف ہو۔ (قواعد الاحکام: ۲/ ۱۳۵)

قرافی نے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ اس تتبع رخص سے خرق اجماع لازم نہ آئے۔ (نفائس الاصول: ۹/ ٤١٤٨)

عطار نے ان شرطوں پر دو اور شرطوں کا اضافہ کیا: (الف) تتبع رخص مذاہب مدونہ میں دائر ہو۔ (ب) عزیمت کو بالکلیہ ترک نہ کرے بلکہ اس پر بھی عامل رہے۔ (نفائس الاصول: ۹/ ٤١٤٩)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جس رخصت پر بھی عمل کرے وہ اس کے نزدیک راجح ہو۔ (مجموع الفتاوی: ۲/ ۲۲۰)

اس بابت قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی میں جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت ہی جامع ہیں، سب سے اہم اور بنیادی بات تو اس میں یہ ہے کہ تتبع رخص ہوی کے لیے نہ ہو، اور پورے طور پر غور وخوض کے بعد اختیار کیا گیا ہو۔ نیز:

(الف) جس فقیہ کا قول یا رخصت کو اختیار کیا جائے وہ قول اس فقیہ کے نزدیک شاذ نہ ہو۔ (ب) ضرورت داعی ہو اس رخصت کو اختیار کرنے کے لیے۔ (ج) اس رخصت پر عمل کرنے سے تلفیق حرام کا ارتکاب لازم نہ ہو۔ (د) وہ رخصت کسی گناہ یا ممنوع کا ذریعہ نہ ہو۔ (ہ) رخصت اختیار کرنے والے کا دل مطمئن بھی ہو۔ (قرارات و توصیات مجموع الفقہ الاسلامی: ص ۱٦۰)

تتبع رخص کے مجوزین اور مانعین کے دلائل:

جن حضرات نے مطلقا جواز کا قول اختیار کیا ہے ان حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(1) اللہ نے مشقت کے موقع پر اللہ ورسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، تتبع رخص کرنے والا اللہ اور رسول کی طرف نہیں بلکہ تلہی وہ تشہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (الموافقات: ۵/ ۸۲)

(2) تتبع رخص کی اجازت سے اصل احکام اسلام ہی پامال ہوں گے، چونکہ جس کی مرضی میں جو آئے گا وہ

کرے گا؛اس لیے سدً اللذریعہ ممنوع ہونا چاہیے۔(الموافقات:۵/۸۳)

(3)اس سے تلفیق محرم کا وجود ہوگا۔(الموافقات:۵/۱۰۲)

اسی لیے اوزاعی نے کہا: من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام. (البيهقي في السنن الكبرى: ۱۰/۳۵۶)

سلیمان التیمی کہتے ہیں: لو أخذت برخصة كل عالم اجتمع فيك الشر كله. (ابن عبد البر في جامع بيان العلم:۲/۹۲۷)

جن حضرات نے جواز کا قول اختیار کیا ہے ان حضرات کے پیش نظر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(1) وہ تمام نصوص جو تیسیر و عدم تحریج پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً یرید الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر اور ما جعل عليكم في الدين من حرج۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ما خير النبي صلى الله عليه وسلم بين أمرين إلا اختار أيسرهما مالم يكن إثما۔

لیکن یاد رہے کہ یہ یسر وسہولت مطلقا نہیں ہے جو یسر تشہی کے لیے ہو وہ یقینا اس سے خارج ہوگا؛ کیونکہ تلہی و تشہی تو اصلا ممنوع ہے۔

(2)ان حضرات کا یہ بھی استدلال ہے کہ اس کے خلاف کوئی مانع شرعی موجود نہیں ہے؛اس لیے انسان اسہل اور اخف کو اختیار کرسکتا ہے،مگر جن حضرات نے ناجائز قرار دیا ہے انہوں نے اسی اسہل ناجائز قرار دیا ہے جو تشہی کی غرض سے ہو اور اس بابت نص موجود ہے۔

مانعین کے دلائل کا تجزیہ اگر کیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ تلہی ہے، یا تلفیق ممنوع ہے، یا پھر ممانعت سدً ا للذرائع ہیں۔

تیسرے اور محتاطین کے قول میں ان باتوں کا لحاظ کرلیا گیا ہے؛اس لیے تیسرا قول یعنی مشروط تتبع رخص کی اجازت ہوگی ہر تتبع نہ دائرۂ جواز میں ہے اور نہ ہی حد حرام میں۔واللہ اعلم۔

(5) تتبع رخص اور تلفیق کے مابین فرق:

بعض حضرات نے دونوں کو ایک ہی گردانا ہے مگر غور کرنے سے مندرجہ ذیل فرق نمایاں ہیں۔

(1) دونوں کی حقیقت جدا ہے،تتبع رخص کا ماحصل اخف واسہل کی تلاش ہے۔جبکہ تلفیق کا خلاصہ دو قولوں کو جمع کرنا ہے،خواہ اخف ہوں یا اثقل ہوں۔

(2)تتبع رخص کسی نئے قول کا احداث نہیں ہے،اس قول کا قائل ائمہ مجتہدین میں سے کوئی نہ کوئی ہیں۔جبکہ

تلفیق کا قائل ائمہ میں سے کوئی نہیں ہوتا؛ اس لیے تلفیق قول جدید کا احداث ہے۔

(6) دور حاضر میں پیچیدہ مسائل میں تتبع رخص سے مدد کی شرطیں:

موجودہ دور میں بھی بہت سے مسائل ہیں جو پُر مشقت اور پیچیدہ ہیں، ان میں بھی تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اور اس کے لیے وہی شرائط ہیں جو تیسرے قول کے محتاطین نے اختیار کی ہے، یعنی جس کا قول اختیار کیا جائے وہ شاذ قول نہ ہو، ضرورت کے وقت ہی تتبع رخص کیا جائے، اس پر عمل پیرا ہونے سے تلفیق ممنوع لازم نہ آتی ہو، وہ کسی مفسدہ کا سبب اور ذریعہ نہ ہو، اور ایک اہم شرط یہ ہے کہ مذاہب مدونہ سے قول اخذ کیا جائے اسی میں دائرہ کر رخصت تلاش کی جائے کہ ان پر ساری امت کو اطمینان اور شرح صدر ہو چکا ہے۔

(7) انفرادی فتاوی میں تتبع رخص:

حتی الامکان انفرادی فتاوی میں تتبع رخص سے اجتناب کیا جائے، اجتماعی غور وخوض پر ہی اس کو موقوف رکھا جائے۔ ہوائے نفسانی میں پڑنے سے تحفظ کا بہت قریبی ذریعہ اجتماعی غور وخوض ہے۔ انفرادی فتاوی میں بہت حد تک امکان اس مفسدہ میں گرفتار ہونے کا ہوتا ہے، ہاں بطور مشورہ مشقت وکلفت کے موقع پر مسئلہ بتادے، باقاعدہ فتوی کے لیے اجتماعی غور وخوض پر منحصر رکھے۔ واللہ اعلم۔

تلخیص تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

(1) تلفیق لَفَق سے مشتق ہے، اس کا معنی ضم اور جمع ہے، کبھی موافقت اور توفیق کے معنی میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

(2) فقہاء کے کلام میں بھی ہر طرح کا استعمال پایا جاتا ہے، البتہ اکثر مواقع پر ضم کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(3) اصولیین نے اس کی اصطلاحی تعریف کے لیے مختلف تعبیرات اختیار کی ہیں، ان میں آپس میں کوئی تخالف وتعارض نہیں، کچھ نے مطلقا تلفیق کی تعریف کی ہے، اور وہ بایں مفہوم ہے:

(4) تلفیق کا محل وہ احکام ہیں جو مجتہد فیہ ہیں، متفق علیہ ومجمع علیہ احکام اسی طرح نصوص قطعیہ سے قطعی الدلالۃ کے طور پر ثابت ہونے والے احکام میں تلفیق جاری نہیں ہوگی۔

(5) جو احکام یسر کی بنا پر مشروع ہیں وہاں تلفیق اس شرط کے ساتھ جاری ہوگی کہ مقصود احکام تکلیفیہ کو بجالانا ہو اتباع ہوی نہ ہو، اور ضرورت داعی ہو۔ لیکن جن احکام کی بنیاد شدت پر ہے وہاں تلفیق عمومی طور پر جاری نہیں کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح ایک حکم میں تلفیق محرم جاری ہوگی، دو حکموں میں یا دو باب کے مسائل میں تلفیق محرم جاری نہیں ہوگی۔

بہر حال تلفیق کا جواز نہ تو مطلقا ہے اور نہ ہی عدم جواز مطلقا ہے، بلکہ تلفیق مشروط کی اجازت ہے تلفیق غیر

مشروط کی عدم گنجائش ہے۔

(6) اس بابت بعض فقہاء: ابن نجیم، امیر بادشاہ وغیرہ مطلقا جواز کے قائل ہیں، جبکہ بعض دیگر علماء: ابن قاسم قطلو بغا وغیرہ مطلقا عدم جواز کے قائل ہیں، اور دونوں ہی فریق کے پاس اپنے اپنے نظریہ پر دلائل ہیں۔

(7) جن عبادات کا منشا یسر ہے ان میں تلفیق ہوگی، جن کا منشا یسر نہیں ہے ان میں تلفیق کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ نماز و روزہ پہلی قسم میں سے ہیں اور زکوۃ دوسری قسم میں ہے۔

اسی طرح ورع وتقوی پر مبنی احکام جو کہ از قبیل ممنوعات ومحظورات ہیں ان میں بھی تلفیق کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ احکام جو بندوں کی مصلحت کے لیے ہیں اور ان میں دنیا واخرت کی سعادت مندی ہے ایسے احکام میں اگر احکام نقلیہ کا کھلواڑ نہ ہو تو تلفیق جائز ہے۔

(8) تلفیق کو برپا کرنے کے لیے اجتماعی غور وخوض سب سے بہتر طریقہ ہے۔ کچھ شرائط کا لحاظ رکھ کر ہی اجتماعی غور وخوض میں بھی تلفیق کی گنجائش نکالی جائے گی۔

(9) انفرادی فتاوی میں بھی بہت سوچ سمجھ کر تمام شرائط کا لحاظ کر کے اہل بصیرت تلفیق کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(10) رخصۃ کا معنی لغت میں تسہیل وتخفیف ہے، اصطلاح میں اس کا اطلاق عزیمت کے بالمقابل بھی ہے، لیکن وہ یہاں مطلوب نہیں ہے، بلکہ یہاں جو مطلوب ہے اس کا حاصل ہے: **طلب التخفيف في المسائل الشرعية**۔

(11) بعض فقہاء نے تتبع رخص کو اجماع کے خلاف، بعض نے فسق وزندقہ تک سے تعبیر کیا ہے، اور بعض نے مطلقا جواز کا قول اختیار کیا ہے، محتاطین نے نہ تو مطلقا جائز قرار دیا ہے اور نہ ہی مطلقا ناجائز قرار دیا ہے، بلکہ بعض شرائط کی موجودگی میں جائز اور عدم موجودگی میں ناجائز کہا ہے، نیز ہر ایک نے اپنے اپنے نظریہ پر عقلی ونقلی دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(12) تتبع کی بعض صورتیں متفق علیہ ہیں: (1) جبکہ تلہی وتشہی کے لیے ہو۔ (2) پہلے ایک حکم کو واجب پھر اسی کو غیر واجب گردانے، یہ دونوں صورتیں حرام ہیں بالاتفاق۔ (3) مجتہد کا اجتہاد اس رخصت کا متقاضی ہو تو یہ صورت جائز ہے بالاتفاق۔

ان کے علاوہ صورتوں میں اختلاف ہے حنابلہ، مالکیہ، غزالی، ابن حزم، شاطبی، ابن عبدالبر ناجائز کہتے ہیں، جبکہ سرخسی اور ابن الہمام وغیرہ جائز کہتے ہیں۔

(13) علمائے محققین ومحتاطین بعض شرطوں کے ساتھ جائز کہتے ہیں، اور ان شرطوں کے فقدان پر ناجائز کہتے

ہیں، شرطوں کی تعیین میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، مگر مجموعی طور پر مندرجہ شروط کا ہونا ضروری ہے: (الف) ہوی کے لیے نہ ہو اور پورے غور وخوض کے بعد ہو، اس کے لیے اجتماعی غور وخوض زیادہ کارگر وموثر ہے۔ (ب) جس فقیہ کا قول اختیار کیا جائے وہ اس کا شاذ قول نہ ہو۔ (ج) ضرورت داعی ہو۔ (د) تلفیق ممنوع لازم نہ آرہی ہو۔ (ہ) وہ رخصت کسی گناہ اور حرام کام کا ذریعہ نہ ہو۔ (و) رخصت اختیار کرنے والے کا دل بھی مطمئن ہو۔ (ز) تتبع رخص مذاہب مدونہ سے ہی ہو، ان مذاہب سے معتبر نہیں ہے جو ختم ہو چکے ہیں۔

(14) تلفیق اور تتبع رخص میں بنیادی فرق ہے: تتبع رخص اخف واسہل کو اختیار کرنا ہے، جبکہ تلفیق دو قولوں کو جمع کرنا ہے خواہ اخف ہو یا اثقل، اس اعتبار سے دونوں کی حقیقت جدا جدا ہے۔ (2) تتبع رخص قول ثالث کا احداث نہیں ہے، جبکہ تلفیق قول ثالث کا احداث ہے، یعنی تلفیق کا قائل ائمہ متبوعین میں سے کوئی نہیں ہے، جبکہ تتبع رخص ان میں ہی دائر ہے۔

(15) موجودہ دور میں اجتماعی غور وخوض کو تتبع رخص میں کافی دخل ہے، اس کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں۔

(16) انفرادی فتاوی میں اس سے بچا جائے، بطور مشورہ اس کی صرف رہنمائی کی جائے۔

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مفتی حبیب اللہ قاسمی

خادم الحدیث والافتاء، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دور حاضر کے نت نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں کبھی کبھی کوئی ایک فقہی مسلک کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ دوسرے فقہی مسالک (خصوصا ائمہ اربعہ کے فقہی مسالک) سے مدد لی جائے، اور ان کے ذریعہ بعض پیچیدہ مسائل کو حل کیا جائے، کیونکہ یہ تمام فقہی مسالک جو دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں مروج ہیں اور جن کی تقلید کا رواج ہے، یہ سب اسلامی شریعت اور اسلامی قانون کا حصہ ہیں، اجتہادی امور ومسائل میں ان کے اختلافات کی نوعیت حق وباطل، ہدایت وگمراہی کی نہیں ہے بلکہ یہ سب کتاب وسنت کے سمندر سے نکلنے والی بافیض نہریں ہیں جن سے امت مسلمہ سیراب ہورہی ہے، یہی وہ موقف ہے جسے اہل حق فقہائے مجتہدین، فقہ اور اصول فقہ کے ماہرین اور ہر دور کے متبحر علماء نے اختیار کیا ہے، اس لئے ان تمام فقہی مسالک کی کتابوں اور ان کے اجتہادات وآراء کو فقہ اسلامی کا گراں قدر حصہ مانا جاتا ہے، دلوں میں ان کی عظمت پیدا کی جاتی ہے؛ اور ہر دور میں ان سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔

جو علماء اور اصحاب افتاء عام مسائل میں کسی خاص فقہی مسلک کی پابندی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، جب انہیں بعض مسائل میں موجودہ حالات کے تحت اپنے مسلک کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے یا اس پر فتوی دینے میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور وہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ کسی دوسرے فقہی مسلک کی اجتہادی رائے کو اختیار کرکے اس دشواری کا حل تلاش کریں اور امت مسلمہ کے لیے یسر وسہولت پیدا کریں، تو ان کے لئے یہ بات رکاوٹ بنتی ہے کہ کہیں ایسا کرنے میں تلفیق بین المذاہب یا تتبع رخص لازم نہ آئے جسے عام طور سے فقہاء اور اصولیین ناپسند کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء اس بات کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ تلفیق اور تتبع رخص کے موضوع پر مستقلا غور وخوض کیا جائے، ان کے دائروں اور حدود کی تعیین کی جائے اور یہ طے کیا جائے کہ تتبع رخص اور تلفیق کی حقیقت کیا ہے؟

کیا یہ دونوں ہر حال میں ممنوع ہیں؟ یا بعض حالات میں ان کی گنجائش ہے؟ ان کی انواع واقسام کیا ہیں اور ہر قسم کا حکم کیا ہے؟ کیا انفرادی استنباط احکام میں ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے یا اجتماعی اجتہاد کی صورت ہی میں بروئے کار لانا درست ہے؟

مندرجہ ذیل سطور میں انھیں سوالات کے جوابات کے تلاش کی کوشش کیجائیگی۔

محوراول: تلفیق بین المذاہب:

سوال (۱) تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

الجواب: ۱۔تلفیق بین المذاہب: لغوی واصطلاحی حقیقت:

۱۔لغوی تعریف: تلفیق کا مادہ ''ل ف ق'' ہے، اور لغت میں اس کے معنی کسی چیز کے اجزاء کو جوڑنے اور اکٹھا کرنے کے آتے ہیں۔ابن منظور (م711ھ) لکھتے ہیں:

''لَفَقَ الشيءَ يَلْفِقُهُ لَفْقًا، وَلَفَّقَهُ: جَمَعَ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ'' (لسان العرب، ج10، ص317، مطبع: دار صادر، بیروت)

یعنی ''کسی چیز کے بعض اجزاء کو دوسرے اجزاء کے ساتھ جوڑ دینا''۔

۲۔اصطلاحی تعریف:

فقہ واصول فقہ میں ''تلفیق'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک فقہی مسئلے میں دو یا زیادہ مذاہب کی آراء کو اس طرح جوڑ دیا جائے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی مستقل مذہب کے اصول وضوابط پر پورا نہ اترے۔

علامہ شاطبی (م790ھ) لکھتے ہیں:

''التلفيق أن يُؤْخَذَ مِنْ كُلِّ مَذْهَبٍ بَعْضُ مَا يُؤَدِّي إِلَى تَرْكِ اتِّبَاعِ كُلِّ مَذْهَبٍ فِي نَتِيجَةِ الْحُكْمِ''

(الموافقات، ج4، ص141، مطبع: دار ابن عفان، الخبر)

یعنی ''تلفیق یہ ہے کہ ہر مذہب سے کسی ایک ایسے جز کو لیا جائے کہ اس کے نتیجے میں کسی بھی مذہب کے مطابق پورا حکم نہ رہے''۔

۳۔فقہائے احناف کی تعریف اور ان کے کتب سے حوالہ جات:

فقہائے احناف کی کتب میں بھی تلفیق کا ذکر آیا ہے، اور اس کے جواز وعدم جواز پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔امام ابن نجیم (م970ھ) فرماتے ہیں:

"إن الأخذ بقول كل مذهب على وجه التلفيق حتى لا يصح له عمل عند أحد المذاهب غير جائز اتفاقا" (البحر الرائق، ج6، ص293، مطبع: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی "ہر مذہب سے اس طرح حکم لینا کہ اس کے نتیجے میں کوئی بھی فقہی عمل کسی بھی مذہب کے اصول پر پورا نہ اترے، اتفاقی طور پر ناجائز ہے"۔

۲-امام طحطاوی (م1231ھ) فرماتے ہیں:

"لا يصح التلفيق الذى يؤدى إلى مخالفة الإجماع" (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص334، مطبع: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی "وہ تلفیق جائز نہیں جو اجماع کے خلاف ہو"۔

۳-علامہ ابن عابدین (م1252ھ) فرماتے ہیں:

"لا يجوز التلفيق فى المسائل بحيث لا يصح له عمل عند أحد من الأئمة" (ردالمحتار، ج1، ص43، مطبع: دار الفکر، بیروت)

یعنی "ایسی تلفیق جائز نہیں کہ کسی بھی امام کے نزدیک عمل صحیح نہ رہے"۔

۴-امام سرخسی (م483ھ) فرماتے ہیں:

"من تتبع الرخص فقد تفسق، لأن الجمع بين المذاهب على وجه التلفيق ليس من الفقه" (المبسوط، ج10، ص145، مطبع: دار المعرفة، بيروت)

یعنی "جو شخص صرف رخصتوں کے پیچھے چلتا ہے، وہ فاسق ہو جاتا ہے، کیونکہ مذاہب کے درمیان تلفیق فقہ میں شمار نہیں ہوتی"۔

۵-امام کمال ابن الہمام (م861ھ) فرماتے ہیں:

"التلفيق غير جائز إذا كان يفضى إلى ترك العمل بالمذاهب المعتمدة" (فتح القدیر، ج1، ص312، مطبع: دار الفکر، بیروت)

یعنی "تلفیق اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب اس کا نتیجہ معتمد مذاہب کے ترک پر نکلے"۔

سوال: ۲

تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی شکلیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب: ۲

تلفیق کی اقسام:

جائز و ناجائز شکلیں اور ان کے دلائل:

تلفیق کا لغوی معنیٰ ہے: جوڑنا، آمیزش کرنا۔ فقہی اصطلاح میں تلفیق سے مراد ہے کہ کسی ایک فقہی مسلک پر عمل کرنے کے بجائے مختلف فقہی مذاہب کے اقوال کو اختیار کرنا، یعنی ایک مسئلے میں ایک امام کی رائے پر عمل کرنا اور دوسرے مسئلے میں دوسرے امام کی رائے پر عمل کرنا، یا کسی ایک ہی مسئلے میں مختلف فقہی آراء کو جوڑ کر کوئی نئی شکل اختیار کرنا۔

تلفیق کی اقسام:

فقہاء کرام نے تلفیق کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہیں:

۱۔ تلفیق مطلقہ (بلا قید و شرط) ناجائز:

یہ وہ تلفیق ہے جس میں کوئی شخص اپنی خواہش اور سہولت کے مطابق کسی بھی فقہ سے جو چاہے لے لے، بغیر کسی ضابطے کے، خواہ اس سے شرعی احکام میں تضاد اور فتنہ پیدا ہو۔

حکم: یہ تلفیق ناجائز اور مردود ہے، کیونکہ اس سے احکامِ شریعت میں اختلال پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ تلفیق معتبرہ (ضابطے کے ساتھ) جائز:

یہ وہ تلفیق ہے جس میں کسی شرعی ضرورت کے تحت کسی دوسرے فقہ کی رائے پر عمل کیا جائے، لیکن وہ ایسا نہ ہو کہ شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی ہو۔

مثال: اگر کسی عورت کا نکاح بغیر گواہوں کے منعقد ہوا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے، جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے۔ اب اگر وہ عورت حاملہ ہو جائے، تو مالکی قول پر عمل کر کے اس بچے کو نسب سے جوڑنا جائز ہوگا تاکہ اس پر ولد الزنا کا حکم نہ لگے۔

حکم: ایسی تلفیق بعض حالات میں جائز ہے، بشرطیکہ وہ کسی شرعی مصلحت کے تحت ہو اور کسی بھی فقہ کے اصولوں کو توڑنے کا باعث نہ بنے۔

۳۔ تلفیق فی المسائل (الگ الگ مسائل میں) جائز:

یہ وہ تلفیق ہے کہ ایک شخص ایک مسئلے میں ایک امام کی پیروی کرے اور دوسرے مسئلے میں دوسرے امام کی، لیکن ہر ایک فقہ کے اصولوں کو مکمل طور پر اختیار کرے۔

مثال: ایک شخص وضو میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرے اور مسح کرے، اور نماز میں امام شافعیؒ کے قول پر عمل کر کے ہاتھ اٹھائے۔

حکم: یہ جائز ہے، کیونکہ اس میں کسی فقہ کے قواعد کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے۔

۴۔ تلفیق فی المسئلہ الواحدہ (ایک ہی مسئلے میں دو فقہ کا ملاپ) ناجائز:

یہ وہ تلفیق ہے جس میں ایک ہی مسئلے میں دو مختلف فقہوں کے احکام کو اس انداز سے جوڑا جائے کہ کوئی نیا حکم بن جائے جو کسی بھی فقہ کے اصول کے مطابق نہ ہو۔

مثال: ایک شخص نکاح کے وقت امام مالکؒ کے قول پر عمل کرے کہ گواہ کے بغیر نکاح درست ہے، اور پھر امام شافعیؒ کے قول پر عمل کر کے نکاح فسخ ہونے کی صورت میں بیوی کو طلاق کے بغیر چھوڑ دے۔

حکم: یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس سے شرعی احکام میں فساد پیدا ہوتا ہے اور کسی بھی فقہ کے اصولوں کی مکمل پیروی نہیں ہوتی۔

دلائل از فقہ حنفی کی مستند کتب:

۱۔علامہ ابن نجیم حنفیؒ (المتوفی:970ھ) فرماتے ہیں:

"وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ قَوْلَيْ مُجْتَهِدَيْنِ، بِحَيْثُ يَتَكَوَّنُ مِنْهُمَا حُكْمٌ لَا يَقُولُ بِهِ كُلٌّ مِنْهُمَا، لَمْ يَجُزْ لَهُ ذَلِكَ"

(الأشباہ والنظائر، ص:85، دار الکتب العلمیۃ)

یعنی: اگر کوئی شخص دو مجتہدین کے اقوال کو اس طرح جمع کرے کہ اس سے ایک نیا حکم پیدا ہو، جو ان دونوں میں سے کسی کے اصول کے مطابق نہ ہو، تو یہ جائز نہیں۔

۲۔امام سرخسیؒ (المتوفی:483ھ) فرماتے ہیں:

"مَنْ أَخَذَ بِرُخَصِ الْفُقَهَاءِ فَقَدْ تَزَنْدَقَ" (المبسوط، جلد 10، صفحہ 145، دار المعرفۃ)

یعنی: جو شخص فقہاء کی رخصتوں کو (بلا ضابطہ) جمع کرتا ہے، وہ زندیق (دین سے کھیلنے والا) ہے۔

۳۔امام شاطبیؒ (المتوفی:790ھ) لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا التَّلَقُّطُ وَالتَّخَيُّرُ مِنَ الْمَذَاهِبِ بِحَسَبِ الْأَهْوَاءِ وَالشَّهَوَاتِ فَغَيْرُ جَائِزٍ إِجْمَاعًا" (الموافقات، جلد 4، صفحہ 141، دار الفکر)

یعنی: فقہی مذاہب میں سے خواہشات اور ذاتی مصلحت کے مطابق چناؤ کرنا اجماعاً ناجائز ہے۔

۴-امام کرخیؒ (المتوفی:340ھ) فرماتے ہیں:

"لایجوز التلفیق بین المذاهب إذا أدی إلی ترک العمل بالشرع" (اصول الکرخی، صفحہ 32، مطبع دار النفائس)

یعنی: جب تفلیق شریعت کے ترک کرنے پر منتج ہو، تو یہ جائز نہیں۔

۵-امام ابن عابدینؒ (المتوفی:1252ھ) لکھتے ہیں:

"التلفیق الذی یؤدی إلی الخروج عن إجماع الأمة لایجوز" (ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 174، دار الفکر)

یعنی: وہ تلفیق جو امت کے اجماع سے نکلنے کا ذریعہ بنے، ناجائز ہے۔

نتیجہ:

فقہاء کرام نے واضح طور پر تلفیق کی بعض اقسام کو جائز اور بعض کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اگر تلفیق کسی شرعی ضرورت یا مصلحت کے تحت ہو اور کسی فقہ کے اصولوں کی صریح مخالفت نہ کرے، تو یہ جائز ہے، ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

سوال: ۳

جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

الجوب: ۳

تلفیق کے مطلق جواز اور عدم جواز پر فقہاء کے دلائل:

تلفیق (مختلف فقہی مسالک کے اقوال کو ایک ساتھ جوڑنا) کے بارے میں فقہاء کے درمیان دو بنیادی نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔ تلفیق کو مطلقاً جائز قرار دینے والے فقہاء

۲۔ تلفیق کو مطلقاً ناجائز قرار دینے والے فقہاء

تلفیق کو مطلقاً جائز قرار دینے والوں کے دلائل:

بعض فقہاء کا موقف ہے کہ کسی بھی فقہ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، کیونکہ چاروں مکاتبِ فکر حق پر ہیں، اور کسی بھی مسلک کے مطابق عمل کرنے سے شرعی حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-اجتہاد میں خطا اور صواب دونوں کی گنجائش ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذاہب برحق ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ" (صحیح البخاری، حدیث:7352، صحیح مسلم، حدیث:1716)

یعنی: جب کوئی حاکم اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اسے دو اجر ملتے ہیں، اور اگر اجتہاد میں غلطی کرے تو بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔

استدلال: چونکہ ہر مجتہد کے اجتہاد میں اجر ہے، اس لیے کسی بھی فقہ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، اور اگر کوئی شخص بیک وقت دو فقیہوں کے اقوال کو لے کر عمل کرتا ہے تو یہ بھی درست ہوگا، کیونکہ اس سے کسی شرعی حکم کی صریح خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

۲۔قرآن کا عمومی حکم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" (البقرۃ:148)

یعنی: نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو۔

استدلال: اگر کوئی شخص کسی بھی فقہ سے آسانی اور رخصت کا قول لے کر عمل کرے، تو وہ سہولت حاصل کر رہا ہے، جو کہ شریعت میں مطلوب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ:185)

یعنی: اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔

۳۔فقہاء کے اقوال

امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"التلفيق جائز عند الحاجة والمصلحة" (إعلام الموقعين، ج3، ص110، دار الكتب العلمية)

یعنی: جب ضرورت اور مصلحت ہو، تو تلفیق جائز ہے۔

نتیجہ:

جو فقہاء تلفیق کو مطلقاً جائز سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک شرعی مصلحت اور دین میں آسانی کے اصول کی بنیاد پر کسی بھی فقہ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، خواہ وہ اقوال مختلف فقہاء کے ہوں۔

تلفیق کو مطلقاً ناجائز قرار دینے والوں کے دلائل:

بعض فقہاء تلفیق کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس سے شرعی احکام میں اختلاط اور بدعات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دین میں کھیل اور خواہش پرستی کا دروازہ کھل جائے گا۔

امام ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:

"وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ قَوْلَيْ مُجْتَهِدَيْنِ، بِحَيْثُ يَتَكَوَّنُ مِنْهُمَا حُكْمٌ لَا يَقُولُ بِهِ كُلٌّ مِنْهُمَا، لَمْ يَجُزْ لَهُ ذَلِكَ"

(الأشباہ والنظائر، ص:85، دار الکتب العلمیۃ)

یعنی: اگر کوئی شخص دو مجتہدین کے اقوال کو اس طرح جمع کرے کہ اس سے ایک نیا حکم پیدا ہو، جو ان دونوں میں سے کسی کے اصول کے مطابق نہ ہو، تو یہ جائز نہیں۔

استدلال: اگر تلفیق کو مطلقاً جائز مان لیا جائے، تو لوگ اپنی خواہش کے مطابق کسی بھی امام کے قول کو چنیں گے، جس سے دین میں انتشار اور فتنہ پیدا ہوگا۔

۲۔ شریعت کے مقاصد کی مخالفت

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا التَّلَقُّطُ وَالتَّخَيُّرُ مِنَ الْمَذَاهِبِ بِحَسَبِ الْأَهْوَاءِ وَالشَّهَوَاتِ فَغَيْرُ جَائِزٍ إِجْمَاعًا" (الموافقات، جلد 4، صفحہ 141، دار الفکر)

یعنی: فقہی مذاہب میں سے خواہشات اور ذاتی مصلحت کے مطابق چناؤ کرنا اجماعاً ناجائز ہے۔

استدلال: اگر کسی کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق کسی بھی فقہ کے آسان اقوال لے، تو دین کا اصل مقصد ختم ہو جائے گا اور لوگ صرف اپنی خواہشات کے مطابق عمل کریں گے۔

۳۔ اجماعِ امت کی مخالفت

امام ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

"التلفيق الذي يؤدي إلى الخروج عن إجماع الأمة لا يجوز" (ردالمحتار، جلد 1، صفحہ 174، دار الفکر)

یعنی: وہ تلفیق جو امت کے اجماع سے نکلنے کا ذریعہ بنے، ناجائز ہے۔

استدلال: اگر تلفیق کی اجازت دے دی جائے، تو امت کے اجماعی مسائل میں بھی اختلاف اور انحراف پیدا ہوگا، جو دین کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

نتیجہ:

فقہاء کے ان دونوں نظریات میں توازن پیدا کرنے کے لیے جمہور علمائے احناف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ:

اگر تلفیق کسی شرعی مصلحت یا ضرورت کے تحت ہو اور کسی بھی فقہ کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرے، تو یہ جائز ہے۔

اگر تلفیق خواہشات کی پیروی میں کی جائے اور اس کا نتیجہ شرعی احکام میں فساد کی صورت میں نکلے، تو یہ ناجائز ہے۔

پس خلاصہ یہ ہے:

جائز تلفیق:

کسی مجبوری یا شرعی مصلحت کے تحت کسی دوسرے فقہ کے قول پر عمل کرنا۔

الگ الگ مسائل میں مختلف فقہاء کی رائے پر عمل کرنا، بشرطیکہ ہر ایک فقہ کے اصولوں کو مکمل طور پر اختیار کیا جائے۔

ناجائز تلفیق:

محض خواہشات کے مطابق کسی بھی فقہ سے آسانی کے اقوال لے لینا۔

ایک ہی مسئلے میں دو فقہوں کو اس طرح ملانا کہ اس سے ایک نیا حکم نکلے جو کسی بھی فقہ کے مطابق نہ ہو۔

سوال: ۴

کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء اور اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

الجواب: ۴

اس حوالے سے فقہاء کے درمیان تفصیل پائی جاتی ہے۔ عمومی طور پر عبادات اور معاملات میں اس کا حکم مختلف ہے، اور بعض فقہی ابواب میں اسے قبول کیا گیا ہے، جبکہ بعض میں اس سے اجتناب کیا گیا ہے۔

(الف) وہ فقہی ابواب جہاں تلفیق کو اصولی طور پر قبول کیا گیا ہے:

ا۔ معاملات (عقود و مالیات):

بیع، اجارہ، شرکت، مضاربت، نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ وغیرہ جیسے ابواب میں تلفیق کی زیادہ گنجائش دی گئی ہے، کیونکہ ان میں مصلحتِ عامہ اور عرف کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

فقہاء نے ضرورت، حاجتِ عامہ، اور عرف کی بنیاد پر دوسرے مذاہب کے اقوال کو اختیار کرنے کو جائز کہا ہے۔

۲۔جدید مسائل اور اجتہادی امور:

بینکاری، مالیاتی نظام، طبی اخلاقیات، انشورنس، آرٹیفیشل انٹیلیجنس، اور دیگر جدید مسائل میں فقہاء نے دوسرے مذاہب کے اقوال کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ ان میں براہِ راست کوئی نص موجود نہیں ہوتی، بلکہ اجتہادی استنباط کیا جاتا ہے۔

۳۔تعزیرات اور قانونی امور:

حدود اور تعزیرات میں بھی بعض فقہاء نے کہا کہ اگر کوئی ایسا قول ہو جو عدل، مصلحت، اور جرم کی شدت کے مطابق مناسب ہو، تو دوسرے مذاہب کے اقوال کو اپنانا جائز ہے۔

(ب) وہ فقہی ابواب جہاں تلفیق کو ناپسند یا ناجائز قرار دیا گیا:

۱۔عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ):

عبادات توقیفی امور ہیں، یعنی ان کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے، اور ان میں تغیر وتبدل کی گنجائش بہت کم ہے۔

اگر کوئی شخص وضو میں امام شافعیؒ کی رائے لے کہ مطلق مسحِ رأس کافی ہے، اور پھر نماز میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے لے کہ نماز میں قرائت فاتحہ فرض نہیں، تو اس کی نماز باطل ہوگی، کیونکہ یہ فقہی اصول القول المرکب غیر معتبر (مرکب قول معتبر نہیں) کے خلاف ہوگا۔

۲۔نکاح وطلاق میں بعض تلفیق ممنوع:

بعض خاص صورتوں میں نکاح وطلاق میں تلفیق سے اجتناب کیا گیا ہے، تاکہ حیلہ بازی نہ ہو۔

مثلاً، اگر کوئی شخص امام مالکؒ کے قول کے مطابق بغیر گواہوں کے نکاح کرے، اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق گواہوں کے بغیر بھی طلاق کو معتبر مان لے، تو اس کا نکاح اور طلاق دونوں مشکوک ہوں گے۔

۳۔حدود وقصاص:

حدود میں عام طور پر تخفیف یا شدت پیدا کرنے کے لیے تلفیق جائز نہیں، کیونکہ یہ نصوصِ شرعیہ سے ثابت شدہ ہیں۔

۲۔فقہ حنفی کی مستند کتب سے حوالہ جات:

۱۔البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (امام علاء الدین الکاسانیؒ)

"أما فی المعاملات فالأمر فیه أوسع، لأن المقصود فیه تحقیق المصالح، وأما فی العبادات، فلا یجوز التلاعب بین الأقوال، لما فیها من التعبد المحض" (مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد5، صفحہ 157)

(ترجمہ: معاملات میں تلفیق کی گنجائش زیادہ ہے، کیونکہ ان میں مصلحت کو مدنظر رکھا جاتا ہے، لیکن عبادات میں مختلف اقوال کے درمیان کھیلنا جائز نہیں، کیونکہ وہ محض تعبدی امور ہیں۔)

۲۔المبسوط (امام سرخسیؒ)

"لا یجوز التلفیق فی الأحکام التعبدیة، وأما فی المعاملات، فمبنی علی التیسیر ورفع الحرج" (مطبع: دار المعرفۃ، بیروت، جلد3، صفحہ 212)

(ترجمہ: عبادات میں تلفیق جائز نہیں، جبکہ معاملات میں اس کا جواز ہے، کیونکہ وہ آسانی اور حرج کو دور کرنے پر مبنی ہیں۔)

۳۔الفتاویٰ الہندیۃ (الفتاویٰ العالمکیریۃ)

"یجوز الأخذ بقول غیر المذهب فی المعاملات والسیاسات عند الحاجة، ولا یجوز فی العبادات إلا لضرورة" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد2، صفحہ 345)

(ترجمہ: معاملات اور سیاسی امور میں ضرورت کے وقت دوسرے فقہ کے قول کو لینا جائز ہے، لیکن عبادات میں ایسا کرنا صرف انتہائی مجبوری میں جائز ہوگا۔)

۴۔الہدایہ (امام المرغینانیؒ)

"القول المرکب غیر معتبر فی العبادات، وأما فی المعاملات، فیجوز عند الحاجة والمصلحة" (مطبع: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، جلد4، صفحہ 98)

(ترجمہ: مرکب قول عبادات میں معتبر نہیں، جبکہ معاملات میں ضرورت اور مصلحت کے تحت جائز ہے۔)

۵۔رد المحتار علی الدر المختار (امام ابن عابدین شامیؒ)

"التلفیق بین المذاهب جائز إن لم یکن تحایلا، ویکون فی المعاملات أکثر من العبادات" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد6، صفحہ 278)

(ترجمہ: اگر یہ شرعی حیلہ نہ بنے، تو تلفیق جائز ہے، اور یہ معاملات میں زیادہ رائج ہے بہ نسبت عبادات کے)

عمومی اصول:

اگر مصلحتِ شرعیہ ہو، تو معاملات اور اجتہادی امور میں تلفیق جائز ہے۔

اگر محض آسانی یا تحیل ہو، تو یہ کسی بھی باب میں جائز نہیں۔

سوال: ۵

کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟۔

الجواب: ۵

تلفیق بین المذاہب کا مفہوم:

تلفیق کا لغوی معنیٰ جوڑنے اور ملا دینے کے ہیں، جبکہ فقہ میں اس سے مراد کسی ایک فقہی مسئلے میں مختلف فقہی مذاہب کے اقوال کو اس طرح یکجا کرنا ہے کہ ان سے ایک نیا مرکب حکم وجود میں آجائے۔

کیا تلفیق بین المذاہب جائز ہے؟

اصولی طور پر، فقہ حنفی سمیت جمہور فقہاء نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ اگر کسی شرعی ضرورت، اجتماعی مصلحت، یا جدید مسائل کے حل کے لیے کسی دوسرے فقہی مذہب کے قول کو اختیار کرنا پڑے، تو ایسا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں تحیلِ شرعی (شرعی دھوکہ) نہ ہو، اور یہ عمل شرعی اصولوں کے دائرے میں ہو۔

تلفیق کے جواز کے لیے شرائط:

۱۔ **ضرورتِ شدیدہ یا عمومی مصلحت:** اگر کسی خاص معاملے میں کوئی ایک فقہی مذہب حل پیش نہیں کر رہا اور عوام کی ضرورت کا مسئلہ درپیش ہے، تو دوسرے مذہب کے قول کو لیا جاسکتا ہے۔

۲۔ **کسی نصِ شرعی کے خلاف نہ ہو:** اگر تلفیق کا نتیجہ کسی قرآن یا حدیث کی نص کے خلاف جا رہا ہو، تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

۳۔ **تحیلِ شرعی نہ ہو:** یعنی کسی فقہی چور دروازے سے ناجائز کام کو جائز کرنے کے لیے مذاہب کا اختلاط نہ کیا جائے۔

۴۔ **خالص تقلید نہ ہو بلکہ اجتہاد کی بنیاد پر ہو:** صرف سہولت کے لیے مذاہب کو جوڑنا جائز نہیں، بلکہ اس میں علمی گہرائی اور اجتہادی نظر ضروری ہے۔

۵۔ **فقہاء کے اجماع کے خلاف نہ ہو:** اگر کسی مسئلے میں فقہاء کا اجماع موجود ہے، تو اس کے خلاف کوئی نیا مرکب حکم نکالنا جائز نہیں ہوگا۔

فقہ حنفی کی مستند کتب سے حوالہ جات:

۱۔البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (امام علاء الدین الکاسانیؒ)

"إِنَّ التَّخْيِيرَ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ يَجُوزُ لِلضَّرُورَةِ فَقَطْ، وَلَا يُتَّخَذُ ذَرِيعَةً إِلَى التَحَيُّلِ عَلَى الشَّرِيعَةِ" (مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 7، صفحہ 275)

(ترجمہ: فقہی مذاہب کے درمیان اختیار صرف ضرورت کے وقت جائز ہے، مگر اسے شریعت کے خلاف حیلہ کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں)

۲۔المبسوط (امام سرخسیؒ)

"إِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يَأْخُذَ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ بِقَوْلِ مَذْهَبَيْنِ يُؤَدِّي إِلَى الرُّخْصَةِ وَالتَحَيُّلِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِذَلِكَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ" (مطبع: دار المعرفۃ، بیروت، جلد 2، صفحہ 200)

(ترجمہ: کسی ایک ہی مسئلے میں دو مذاہب کے اقوال کو اس طرح لینا جو محض رخصت اور حیلہ کا سبب بنے، جائز نہیں، بلکہ یہ صرف ضرورت کے وقت جائز ہوگا)

۳۔الفتاویٰ الہندیۃ (الفتاویٰ العالمکیریۃ)

"إِذَا اقْتَضَتِ الضَّرُورَةُ أَخْذَ قَوْلِ غَيْرِ الْمَذْهَبِ فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ، مَا لَمْ يُفْضِ إِلَى التَحَيُّلِ وَالتَلَاعُبِ بِالشَّرِيعَةِ" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 1، صفحہ 292)

(ترجمہ: اگر کسی ضرورت کا تقاضا ہو تو دوسرے مذہب کے قول کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک کہ یہ شریعت سے کھیلنے اور حیلہ بازی کا سبب نہ بنے)

۴۔الہدایہ (امام المرغینانیؒ)

"لَا يَجُوزُ تَتَبُّعُ الرُّخَصِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ، فَإِنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى انْتِقَاضِ أُصُولِ الشَّرِيعَةِ" (مطبع: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، جلد 3، صفحہ 34)

(ترجمہ: بلا ضرورت مختلف فقہی مذاہب کی رخصتوں کو اکٹھا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ اصولِ شریعت کے منہدم ہونے کا سبب بنے گا۔)

۵۔ردالمحتار علی الدر المختار (امام ابن عابدین شامیؒ)

"لَا يُعْتَبَرُ الْقَوْلُ الْمُرَكَّبُ مِنْ مَذْهَبَيْنِ إِلَّا إِذَا كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى الدَّلِيلِ وَالِاجْتِهَادِ، فَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِ أَصْلٍ فَلَا يُعْمَلُ بِهِ" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 6، صفحہ 278)

(ترجمہ: کسی بھی فقہی مسئلے میں دو مذاہب کے اقوال کو جوڑنا صرف اسی وقت معتبر ہوگا جب وہ دلیل اور اجتہاد پر مبنی ہو، محض سہولت کے لیے کیا گیا ہو تو معتبر نہیں ہوگا)

نتیجہ:

فقہ حنفی اور دیگر فقہی مذاہب کے اصولوں کی روشنی میں تلفیق بین المذاہب اصولی طور پر جائز ہے، مگر مخصوص شرائط کے ساتھ۔ اگر:

یہ کسی شدید ضرورت، اجتماعی مصلحت، یا جدید پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے کیا جائے۔

یہ کسی شرعی نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔

یہ فقہی تحیل (حیلہ) اور سہولت پسندی کے لیے نہ ہو۔

یہ اجتہاد پر مبنی ہو نہ کہ محض تقلیدی اختلاط۔

تو ایسا کرنا جائز ہوگا، اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم، عام لوگوں کو اس میں دخل نہیں دینا چاہیے، بلکہ اہلِ علم اور مجتہدین کے اجتہاد کی روشنی میں اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔

یہ اصول جدید اسلامی معاشروں میں بینکنگ، طبی اخلاقیات، اور دیگر پیچیدہ فقہی مسائل میں عملی طور پر بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں ان اصولی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے۔

سوال:۶

کیا مفتی انفرادی فتویٰ میں تلفیق کو اختیار کر سکتا ہے؟

فقہ حنفی کی روشنی میں، اگر کسی شرعی ضرورت، اجتماعی مصلحت، یا عوام کی حاجتِ عامہ ہو، تو مفتی کسی خاص فتویٰ میں دوسرے فقہی مذاہب کے اقوال کو اختیار کر سکتا ہے، لیکن درج ذیل شرائط کے ساتھ:

۱۔ تلفیق کسی نصِ شرعی (قرآن وحدیث) کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ یہ کسی شرعی حیلہ (چور دروازہ) یا خواہشِ نفسانی کی بنیاد پر نہ ہو۔

۳۔ یہ فقہی اصولوں اور اجتہادی بنیادوں پر مبنی ہو۔

۴۔ یہ ایسے معاملات میں ہو جہاں فقہ حنفی میں سختی پائی جاتی ہو اور کسی دوسرے فقہ میں شرعی گنجائش موجود ہو۔

۵۔ یہ فقہاء کے اجماع کے خلاف نہ ہو۔

اگر ان شرائط کو ملحوظ رکھا جائے، تو انفرادی فتاویٰ میں تلفیق اختیار کرنا اصولی طور پر جائز ہوگا۔

فقہ حنفی کی مستند کتب سے حوالہ جات:

۱-البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (امام علاء الدین الکاسانیؒ)

"إِذَا دَعَتِ الْحَاجَةُ إِلَى الْأَخْذِ بِقَوْلِ غَيْرِ الْمَذْهَبِ فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ، وَلَكِنْ لَا يَكُونُ ذَلِكَ ذَرِيعَةً إِلَى التَّلَاعُبِ بِالشَّرِيعَةِ" (مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 7، صفحہ 275)

(ترجمہ: اگر کسی ضرورت کے تحت دوسرے فقہی مذہب کے قول کو لینا پڑے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ شریعت کے ساتھ کھیلنے کا ذریعہ نہ بنے)

۲-المبسوط (امام سرخسیؒ)

"إِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلْمُفْتِي أَنْ يَنْتَقِلَ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ إِلَّا لِضَرُورَةٍ، وَإِلَّا فَإِنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى إِضَاعَةِ الْأُصُولِ" (مطبع: دار المعرفۃ، بیروت، جلد 2، صفحہ 200)

(ترجمہ: مفتی کے لیے مختلف مذاہب کے درمیان منتقل ہونا جائز نہیں، الا یہ کہ کوئی ضرورت درپیش ہو، ورنہ یہ فقہی اصولوں کے ضیاع کا باعث بنے گا)

۳-الفتاویٰ الہندیۃ (الفتاویٰ العالمکیریۃ)

"إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ قَوْلَانِ وَاحِدٌ أَشَدُّ وَالْآخَرُ أَخَفُّ، فَيَنْبَغِي لِلْمُفْتِي أَنْ يُفْتِيَ بِالْأَخَفِّ فِي حَالِ الضَّرُورَةِ، وَإِلَّا فَالْأَشَدُّ أَوْلَى" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 1، صفحہ 292)

(ترجمہ: اگر کسی مسئلے میں دو اقوال ہوں، ایک سخت اور دوسرا نرم، تو ضرورت کے وقت مفتی کو نرم قول پر فتویٰ دینا چاہیے، ورنہ سخت قول کو ترجیح دینا افضل ہے)

۴-الہدایہ (امام المرغینانیؒ)

"يَجُوزُ لِلْمُفْتِي أَنْ يُفْتِيَ بِمَا يُوَافِقُ حَاجَةَ النَّاسِ، مَا لَمْ يُخَالِفِ النَّصَّ وَالْإِجْمَاعَ" (مطبع: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، جلد 3، صفحہ 34)

(ترجمہ: مفتی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسا فتویٰ دے جو لوگوں کی ضرورت کے مطابق ہو، جب تک کہ وہ کسی شرعی نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو)

۵-ردالمحتار علی الدر المختار (امام ابن عابدین شامیؒ)

"إِذَا تَعَارَضَتِ الْمَصَالِحُ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ، فَيَنْبَغِي تَقْدِيمُ مَا هُوَ أَنْفَعُ وَأَدْفَعُ لِلضَّرَرِ، وَلَا بَأْسَ بِالْأَخْذِ بِمَا يُوَافِقُ ذَلِكَ مِنْ قَوْلِ غَيْرِ الْمَذْهَبِ" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 6، صفحہ 278)

(ترجمہ: اگر کسی مسئلے میں مختلف مصلحتیں ٹکرا رہی ہوں، تو اس مصلحت کو اختیار کرنا چاہیے جو زیادہ نفع بخش ہو اور نقصان سے بچانے والی ہو، اور اس میں دوسرے مذہب کے قول کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں)

فقہ حنفی کی معتبر کتابوں کے دلائل کی روشنی میں مفتیان کرام کے لیے انفرادی فتاویٰ میں تلفیق بین المذاہب اختیار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔ اس کے لیے درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہے:

۱۔ یہ صرف ضرورت اور حاجتِ عامہ کی بنیاد پر ہو، نہ کہ خواہشِ نفسانی کے تحت۔

۲۔ یہ کسی شرعی نص (قرآن وحدیث) یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ یہ شرعی مصلحت پر مبنی ہو اور لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کرے۔

۴۔ یہ فقہ حنفی کے اصولوں سے متصادم نہ ہو اور فقہاء کی آراء کے مطابق ہو۔

۵۔ یہ محض سہولت کے لیے نہ ہو، بلکہ اجتہادی بنیاد پر اختیار کیا جائے۔

ان شرائط کے ساتھ، اگر کوئی جدید یا پیچیدہ مسئلہ درپیش ہو، تو مفتی کے لیے یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ دوسرے فقہی مذہب کے قول کو اختیار کر کے فتویٰ دے، تاکہ امت کی ضروریات پوری ہوں اور شریعت کی روح برقرار رہے۔

محور دوم: تتبع رخص:

فقہاء اور اصولین کے یہاں تتبع رخص کی بحث آتی ہے اور بعض مفسرین جو آیات احکام پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استنباط احکام کا ذوق ومزاج رکھتے ہیں، ان کے یہاں بھی کبھی کبھی اس پر گفتگو آتی ہے، دور حاضر میں جہاں تلفیق پر گفتگو آتی ہے وہیں تتبع رخص کا موضوع بھی زیر بحث آتا ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

سوال: تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: ا

ا۔ لغوی تحقیق:

عربی زبان میں تَتَبُّعُ الرُّخَصِ دو الفاظ سے مرکب ہے:

تَتَبُّعُ (مصدر: تتبَّعَ، یتتبَّعُ) کا مطلب ہے: کسی چیز کا پیچھا کرنا، تلاش کرنا، کھوج لگانا۔

الرُّخَصُ (جمع: رخصۃ) کا مطلب ہے: آسانی، سہولت، تخفیف، کسی سختی میں نرمی دینا۔

لہٰذا لغوی اعتبار سے تتبع الرخص کا معنی ہوگا:

آسانیوں اور رعایتوں کو تلاش کرنا اور ان کے پیچھے چلنا۔

۲۔اصطلاحی تعریف:

فقہ اور اصولِ فقہ میں تتبعِ رخص کا مطلب ہے:

مختلف فقہی مذاہب کے درمیان گھوم پھر کر صرف ان کے آسان ترین اور نرم ترین اقوال کو لینا، خواہ وہ کسی بھی مذہب کے اصول کے مطابق ہوں یا نہ ہوں، اور اس میں خواہ فقہاء کے اجماع اور اصولِ شریعت کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو۔

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تتبعِ رخص کا مطلب ہر مسئلے میں صرف وہی رائے لینا ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو، بغیر یہ دیکھے کہ وہ کسی شرعی اصول کے مطابق ہے یا نہیں۔

۳۔تتبعِ رخص پر فقہاء واصولیین کی آراء:

فقہاء اور اصولیین نے تتبعِ رخص کو عموماً ناپسند اور ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ یہ دین میں بازی گری (لعب بالدین) اور خواہشات کی پیروی (اتباع الھوی) کے مترادف بن سکتا ہے۔

فقہاء کا اصول:

من تتبع رخص المذاهب فقد تزندق۔

(جو شخص فقہی مذاہب کی رخصتوں کا پیچھا کرے، وہ گمراہی کے قریب پہنچ جاتا ہے)

۴۔فقہ حنفی کی مستند کتب سے حوالہ جات:

۱۔البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (امام علاء الدین الکاسانیؒ)

"من أخذ برخص العلماء اجتمع فيه الشر كله، لأن العلماء لم يختلفوا إلا عن اجتهاد، فمن تتبع الرخص وقع في التلفيق المذموم" (مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 1، صفحہ 286)

(ترجمہ: جو شخص ہر عالم کی دی گئی رخصت کو لے لے، وہ تمام شر میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ فقہاء کا اختلاف اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے، اور جو شخص رخصتوں کا پیچھا کرتا ہے، وہ مذموم تلفیق میں پڑ جاتا ہے)

۲۔المبسوط (امام سرخسیؒ)

"ولو جاز للإنسان أن يأخذ من كل مذهب ما هو الأهون عليه، لكان دينه قائماً على اتباع الهوى، لا على اتباع الشرع" (مطبع: دار المعرفۃ، بیروت، جلد 1، صفحہ 123)

(ترجمہ: اگر کسی شخص کے لیے ہر فقہ سے صرف آسان ترین قول لینا جائز ہو، تو اس کا دین خواہشات کی پیروی پر

ہوگا، نہ کہ شریعت کی پیروی پر)

۳۔الفتاویٰ الہندیۃ (الفتاویٰ العالمکیریۃ)

"التلفیق بین المذاهب إن کان یؤدی إلی إسقاط التکالیف الشرعیة أو إلی اللعب بالدین، فلا یجوز باتفاق الفقهاء" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 2، صفحہ 342)

(ترجمہ: اگر مذاہب کے اقوال کو ملانا شرعی تکالیف کے سقوط یا دین کے ساتھ کھیلنے کا ذریعہ بنے، تو فقہاء کے اتفاق سے یہ جائز نہیں)

۴۔الہدایہ (امام المرغینانیؒ)

"یجوز الأخذ برخصة مذهب آخر عند الضرورة، وأما التتبع من غیر حاجة فممنوع" (مطبع: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، جلد 3، صفحہ 76)

(ترجمہ: کسی دوسرے مذہب کی رخصت لینا ضرورت کے وقت جائز ہے، لیکن بغیر کسی حاجت کے رخصتوں کا پیچھا کرنا ممنوع ہے)

۵۔ردالمحتار علی الدر المختار (امام ابن عابدین شامیؒ)

"من تتبع رخص المذاهب خرج عن ربقة التکلیف، واتخذ دینه لعبا ولهوا" (مطبع: دار الفکر، بیروت، جلد 6، صفحہ 318)

(ترجمہ: جو شخص فقہی مذاہب کی رخصتوں کے پیچھے چلے، وہ شرعی احکام کی پابندی سے نکل جاتا ہے، اور دین کو کھیل تماشا بنالیتا ہے)

فقہ حنفی اور دیگر مذاہب کے اصولوں کی روشنی میں تتبعِ رخص ناپسندیدہ اور شرعاً ممنوع عمل ہے، کیونکہ یہ دین میں سہولت کے نام پر نفس کی پیروی اور دین کے ساتھ کھیلنے کا سبب بن سکتا ہے۔

ضرورت اور اضطرار کی صورت میں کسی دوسرے فقہ کی رخصت لینا جائز ہوسکتا ہے، لیکن اس کے لیے شرعی اصولوں کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

بغیر کسی وجہ کے ہر فقہ کی آسانی تلاش کرنا اور شرعی اصولوں کو پس پشت ڈال کر صرف سہولت پر مبنی احکام لینا ناجائز اور دین کے لیے نقصان دہ ہے۔

سوال: ۲

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

الجواب: ۲

تتبعِ رخص کا مطلب ہر فقہ سے صرف آسانی اور سہولت والے اقوال کو اختیار کرنا ہے، چاہے وہ اصولِ شرع اور مذاہب کے قواعد سے متصادم ہوں۔ فقہاء اور اصولیین نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور عمومی طور پر اسے ناجائز، مذموم اور دین کے ساتھ کھیلنے کے مترادف قرار دیا ہے، البتہ بعض خاص شرائط کے تحت بعض فقہاء نے اسے جائز بھی سمجھا ہے۔

۱۔ فقہاء کے ہاں تتبعِ رخص کے متعلق عمومی نظریہ:

۱۔ تتبعِ رخص کی مذمت:

فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے تتبعِ رخص کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس کی شدید مذمت کی ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہر فقہ سے صرف آسانی تلاش کرے، تو وہ شرعی التزام (شرعی ذمہ داری) سے نکل جائے گا، اور اس کا دین نفس پرستی (اتباعِ ہوا) اور خواہشات پر مبنی ہو جائے گا۔

۲۔ تتبعِ رخص کا نتیجہ: دین میں بے اصولی:

اگر کوئی شخص وضو میں شافعیؒ قول اختیار کرے کہ مطلقاً سر کا مسح کافی ہے۔

اور پھر نماز میں حنفیؒ قول لے کہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔

اور پھر زکوٰۃ میں مالکیؒ قول لے کہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں۔

اور پھر نکاح میں حنبلیؒ قول لے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز ہے۔

تو ایسا شخص ہر جگہ اپنی مرضی کے مطابق دین کو توڑ مروڑ کر چلائے گا، جو بالآخر شریعت کی روح اور مزاج کے خلاف ہے۔

۳۔ اصولیین کا متفقہ قول:

مَن تَتَبَّعَ الرُّخَصَ فَقَدْ تَزَنْدَقَ (الاعتصام للشاطبی، ج2، ص182)

(جو شخص رخصتوں کے پیچھے چلے، وہ گمراہی اور زندقہ کے قریب پہنچ جاتا ہے)

۲۔ فقہ حنفی میں تتبعِ رخص پر بحث

۱۔ البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (امام علاء الدین الکاسانیؒ)

"وَأَمَّا التَّتَبُّعُ لِرُخَصِ الْمَذَاهِبِ فَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى إِبْطَالِ التَّكْلِيفِ، وَجَعْلِ الشَّرِيعَةِ لُعْبًا وَهَزْلًا"

(مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 1، صفحہ 286)

(ترجمہ: فقہی مذاہب کی رخصتوں کا پیچھا کرنا باطل ہے، کیونکہ یہ شرعی تکلیف کو ختم کرنے اور دین کو کھیل اور مذاق بنانے کا سبب بنتا ہے)

۲۔المبسوط (امام سرخسیؒ)

"لَوْ أُبِيحَ التَّتَبُّعُ لِرُخَصِ الْمَذَاهِبِ لَأَدَّى إِلَى نَقْضِ أَحْكَامِ الشَّرْعِ، وَإِلَى التَّلَاعُبِ بِأَحْكَامِ اللهِ" (مطبع: دارالمعرفۃ، بیروت، جلد1، صفحہ123)

(ترجمہ: اگر مذاہب کی رخصتوں کا اتباع جائز کر دیا جائے، تو اس سے شریعت کے احکام منسوخ ہو جائیں گے اور اللہ کے احکام سے کھیلنے کا دروازہ کھل جائے گا)

۳۔الفتاویٰ الہندیۃ (الفتاویٰ العالمکیریۃ)

"اتِّبَاعُ الرُّخَصِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ مُحَرَّمٌ وَمُبْطِلٌ لِلشَّرِيعَةِ" (مطبع: دارالفکر، بیروت، جلد2، صفحہ342)

(ترجمہ: بغیر کسی ضرورت کے رخصتوں کا پیچھا کرنا حرام اور شریعت کو باطل کرنے والا ہے۔)

۴۔الہدایہ (امام المرغینانیؒ)

"التلفيق بين أقوال المذاهب إذا كان يفضي إلى إسقاط التكاليف الشرعية، فهو غير جائز" (مطبع: دار إحياء التراث العربي، بیروت، جلد3، صفحہ76)

(ترجمہ: اگر فقہی مذاہب کے اقوال کو ملانے سے شرعی احکام ختم ہو رہے ہوں، تو یہ جائز نہیں)

۵۔ردالمحتار علی الدرالمختار (امام ابن عابدین شامیؒ)

"من تتبع رخص المذاهب خرج عن ربقة التكليف، واتخذ دينه لعبا ولهوا" (مطبع: دارالفکر، بیروت، جلد6، صفحہ318)

(ترجمہ: جو شخص فقہی مذاہب کی رخصتوں کے پیچھے چلے، وہ شرعی احکام کی پابندی سے نکل جاتا ہے، اور دین کو کھیل تماشا بنا لیتا ہے)

۳۔تتبعِ رخص کے جواز اور عدمِ جواز کی تفصیل:

۱۔وہ صورتیں جہاں تتبعِ رخص بالکل ناجائز ہے:

عبادات: وضو، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے مسائل میں مختلف مذاہب کی آسانیوں کو ملا کر ایک نیا دین بنا لینا ناجائز ہے۔

حدود و تعزیرات: سزا کے معاملات میں کسی کو خواہش کے مطابق رخصت دینا شریعت کے خلاف ہے۔

نکاح وطلاق: مختلف فقہی اقوال کو ملا کر نکاح یا طلاق کو مشکوک بنانا ممنوع ہے۔

۲۔ وہ صورتیں جہاں مخصوص شرائط کے ساتھ تتبعِ رخص جائز ہے:

معاملات (عقود، مالیات، بینکنگ): اگر ضرورت ہو اور شرعی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو، تو بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

جدید مسائل: جدید مالیاتی نظام، طبی مسائل، انشورنس، بائیوٹیکنالوجی جیسے مسائل میں علماء نے بعض رخصتوں کو لیا ہے، لیکن صرف شرعی اصولوں کے تحت۔

سوال: ۳

تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

الجواب: ۳

تتبع رخص کی اقسام اور ان کے احکام ودلائل (فقہ حنفی کی روشنی میں)

فقہ حنفی میں رخصت (تخفیف وآسانی) کا تصور ایک اہم اصول ہے جو شرعی احکام میں بعض مواقع پر آسانی فراہم کرتا ہے۔ رخصت کی مختلف اقسام اور ان کے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ رخصت وعزیمت کی تعریف:

عزیمت وہ شرعی حکم ہے جو اصل اور عام حالات میں فرض ہوتا ہے، جبکہ رخصت کسی عذر یا مجبوری کی صورت میں دی جانے والی آسانی ہے۔

مثالیں:

مسافر کے لیے نماز قصر کرنا۔

روزے کے بدلے مسافر، مریض یا ضعیف شخص کا افطار کرنا۔

اضطرار کی حالت میں حرام کھانے کی اجازت (بقدر ضرورت)۔

دلیل:

۱۔ قرآن مجید:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" (البقرۃ:173)

ترجمہ: ''پھر جو کوئی مجبور ہوجائے، نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے''۔

۲-حدیث شریف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تعمل رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُعمل مَعْصِيَتُهُ'' (مسند أحمد:5866)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جیسے وہ نافرمانی کو ناپسند کرتے ہیں''۔

۲-رخصت اضطراریہ کی تعریف:

ایسی رخصت جو شدید مجبوری یا اضطراری حالت میں دی جاتی ہے، جب جان، مال یا دین کو خطرہ ہو۔

مثالیں:

جان بچانے کے لیے خون یا حرام غذا کا استعمال (بقدرِ ضرورت)۔

کسی ظالم سے جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کا کہنا (جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو)۔

دلیل:

۱-قرآن مجید:

''إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ'' (النحل:106)

ترجمہ: ''مگر جو شخص مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو وہ معذور ہے)''۔

۲-فقہ حنفی کی کتابوں میں:

امام سرخسی لکھتے ہیں:

''إذا بلغ حد الضرورة، أبيح المحظور بقدر ما تندفع الضرورة'' (المبسوط، 24/64)

ترجمہ: ''جب اضطرار کی حد تک پہنچ جائے، تو ممنوع چیز بقدرِ ضرورت جائز ہوجاتی ہے''۔

۳-رخصت سفریہ کی تعریف:

مسافر کے لیے شریعت میں دی گئی آسانیاں۔

مثالیں:

نماز قصر: چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا۔

روزہ چھوڑنے کی اجازت (بعد میں قضا واجب)۔

دلیل:

۱۔قرآن مجید:

"وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ" (النساء:101)

ترجمہ: "اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز کو قصر کرو"۔

۲۔حدیث شریف:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ" (صحیح مسلم:687)

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں دو رکعت نماز پڑھی"۔

۴۔رخصت مرضیہ کی تعریف:

ایسی رخصت جو بیماری کی حالت میں دی جائے۔

مثالیں:

مریض کا بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا۔

اگر روزہ نقصان دہ ہو، تو بعد میں قضا کرنا یا فدیہ دینا۔

دلیل:

۱۔قرآن مجید:

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" (البقرۃ:184)

ترجمہ: "جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے"۔

۲۔حدیث شریف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ" (بخاری:1117)

ترجمہ: "کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر نہ کر سکو تو بیٹھ کر، اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پہلو کے بل لیٹ کر"۔

۵۔رخصت عموم البلوٰی کی تعریف:

ایسی رخصت جو کسی عام مشقت یا سختی کی وجہ سے دی جائے۔

مثالیں:

تیمم کی اجازت جب پانی میسر نہ ہو۔

موزوں پر مسح کی اجازت۔

دلیل:

۱۔قرآن مجید:

"وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا" (المائدہ:6)

ترجمہ: "اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو ... اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو"۔

۲۔حدیث شریف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا" (بخاری:335)

ترجمہ: "میرے لیے پوری زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا۔

نتیجہ: فقہ حنفی میں رخصت ایک اہم اصول ہے جو بندوں پر آسانی فراہم کرتا ہے۔اس کی مختلف اقسام (عزیمت کے مقابلے میں، اضطراریہ، سفریہ، مرضیہ، اور عموم البلوٰی) شریعت کے عمومی مزاج یعنی یسر و آسانی کو ظاہر کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ:185)

ترجمہ: "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا"۔

یہ تمام اقسام فقہ حنفی کی معتبر کتب جیسے "المبسوط" (سرخسی)، "البدائع والصنائع" (کاسانی)، اور "ہدایہ" (مرغینانی) میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

سوال:۴۔تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

الجواب:۴۔تتبعِ رخص کا حکم:

فقہِ حنفی کی روشنی میں مدلل تحقیق:

تتبعِ رخص (آسانیوں کی تلاش) کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلے میں مختلف فقہی مذاہب میں سے اپنے نفس کی خواہش کے مطابق صرف اس رائے کو اختیار کیا جائے جو زیادہ آسان ہو، خواہ وہ کسی بھی امام یا فقہ سے ہو۔

۱۔تتبعِ رخص کا جواز اور اس کے دلائل:

کچھ علماء نے تتبعِ رخص کو جائز قرار دیا ہے، خاص طور پر جب اس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو اور اس پر عمل کرنے والا شخص فتویٰ لینے میں معتبر علماء سے رجوع کرے۔ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن مجید سے دلیل:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (سورۃ البقرۃ:185)

(اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے سختی نہیں چاہتا)

اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے، اور اگر کسی کے لیے کسی فقہ کے مسئلے پر عمل مشکل ہو تو وہ دوسرے فقہ کی آسانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۲۔حدیث سے دلیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ" (بے شک دین آسان ہے) (صحیح البخاری:39)

نیز، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا" (صحیح البخاری: 3560، صحیح مسلم:2327)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان تر کو اختیار فرماتے، جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو)

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اگر دو جائز اور شرعی طور پر معتبر راستے موجود ہوں تو آسانی کو اختیار کرنا درست ہے۔

۳۔فقہ حنفی کے مصادر سے دلیل:

امام طحطاویؒ لکھتے ہیں:

"لا بأس بالأخذ بقول الغير إذا كان له مستند شرعي صحيح، خصوصًا عند الحاجة أو المشقة"

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۱۲۳)

(اگر کسی قول کی شرعی بنیاد ہو، خاص طور پر ضرورت یا مشقت کے وقت، تو دوسرے امام کے قول کو لینا جائز ہے)

۲۔ تتبعِ رخص کا عدمِ جواز اور اس کے دلائل:

اکثر فقہاء بالخصوص احناف نے تتبعِ رخص کو ناجائز اور مذموم قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے شریعت کا مزاج بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن سے دلیل:

"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ" (سورۃ ص:26)

(اور خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے)

اگر کوئی شخص محض خواہشِ نفس کی تسکین کے لیے فقہاء کی آسانیاں تلاش کرے تو یہ ناجائز ہوگا۔

۲۔ حدیث سے دلیل:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَتَّبِعُوا الرُّخَصَ فَتَزِلُّوا" (الدارقطنی:1/134)

(رخصتوں کے پیچھے مت پڑو، ورنہ تم گمراہ ہو جاؤ گے)

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ رخصتوں کی تلاش میں حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۳۔ فقہ حنفی کے معتبر کتب سے دلائل:

علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

"ومن تتبع الرخص فقد تفسق، إذ يلزم منه الانحلال عن الدين" (ردالمحتار، 1/63)

(جو شخص رخصتوں کی تلاش میں لگا رہے، وہ فاسق ہو جاتا ہے، کیونکہ اس سے دین میں ڈھیل پیدا ہوتی ہے)

نیز، امام نوویؒ نے کہا:

"وَإِذَا أَخَذَ فِي كُلِّ مَسْأَلَةٍ بِقَوْلِ أَسْهَلِ الْعُلَمَاءِ فَقَدْ اجْتَمَعَ فِيهِ الشَّرُّ كُلُّهُ" (المجموع، 1/101)

(اگر ہر مسئلے میں آدمی سب سے آسان قول اختیار کرے تو اس میں ہر قسم کی برائی جمع ہو جائے گی)

فقہ حنفی کے مطابق تتبعِ رخص کی عمومی اجازت نہیں بلکہ اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس سے دین میں

بے احتیاطی اور خواہش پرستی کا دروازہ کھلتا ہے۔ البتہ اگر کسی شدید مجبوری یا شرعی ضرورت کی وجہ سے کسی اور فقہ کے قول پر عمل کیا جائے، تو وہ قابلِ قبول ہوگا، بشرطیکہ اس میں شریعت کی حدود کو ملحوظ رکھا جائے۔

سوال: ۵۔ تتبع رخص اور تلفیق بین المذاھب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

الجواب: ۵۔ تتبعِ رُخص اور تلفیق بین المذاہب دونوں الگ الگ مفاہیم رکھتے ہیں اور ان کے درمیان فرق ہے، اگرچہ بعض پہلوؤں سے ان میں اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مفہوم، فرق اور شرعی حیثیت کو فقہِ حنفی کی معتبر کتب کے حوالے سے واضح کیا جاتا ہے۔

۱۔ تتبع الرخص کا مفہوم:

''تتبع الرخص'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان مختلف فقہی مذاہب میں سے صرف آسان اور سہولت والے اقوال کو اختیار کرے، بغیر کسی ضابطے کے، خواہ وہ دلیلِ شرعی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اس رویے کو اکثر علماء نے ناپسند اور ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے دینی احکام کی پامالی اور خواہشات کی پیروی لازم آتی ہے۔

فقہ حنفی کی کتب سے حوالہ:

علامہ ابن عابدین الشامیؒ (م 1252ھ) فرماتے ہیں:

''فلو التقط من المذاهب ما هو الأهون عليه، فخرج عن الكل، التزم ما هو تشهٍ محضٌ، فيمنع، كما في التتارخانية عن السراجية'' (ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ج 1، ص 33)

اسی طرح امام خطیب بغدادیؒ (م 463ھ) نے فرمایا:

''ومن تتبع رخص المذاهب فقد تزندق'' (الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ، دار ابن الجوزی، ج 2، ص 113)

۲۔ تلفیق بین المذاہب کا مفہوم:

تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مسئلے میں مختلف مذاہب کے اقوال کو اس طرح جمع کیا جائے کہ اس سے ایک نیا قول نکل آئے جو کسی بھی مذہب کے اصول کے مطابق نہ ہو۔ یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کسی ایک مذہب کے اندر دی گئی شرائط کو پورا کیے بغیر دوسرے مذہب کا کوئی جزا پنا لیا جائے۔

فقہ حنفی کی کتب سے حوالہ:

علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

''أما التلفيق فهو أن يأخذ في واقعة واحدة بقولين مختلفين، لا يقول بهما واحد من الأئمة، فيجتمع

فی حقه مایتضاد، فیؤدی إلی فساد" (ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ج1، ص46)

نتیجہ:

تتبعِ رُخص اور تلفیق دونوں ہی فقہاء کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہیں، کیونکہ یہ دین میں خواہشات کی پیروی اور اصولوں کی پامالی کا باعث بنتے ہیں۔ شریعت میں ہر مسئلے میں کسی ایک مذہب کی پیروی ضروری ہے، بغیر کسی شرعی دلیل کے ایک سے دوسرے میں منتقل ہونا یا انہیں اس طرح جوڑنا کہ کوئی نیا قول پیدا ہو، درست نہیں۔

مستند کتب کے حوالے:

۱۔ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت

۲۔خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، دار ابن الجوزی

۳۔تاتارخانیہ عن السراجیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

یہ تمام حوالہ جات فقہِ حنفی کے اصولوں پر مبنی ہیں اور اس موقف کی مکمل تائید کرتے ہیں۔

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کا جواب

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی

جامعہ سید احمد شہید احمد آباد کٹولی ملیح آباد لکھنو یوپی انڈیا

تمہید

اصلا اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ھے فرمان باری تعالی ھے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر، ذلک خیر وواحسن تاویلا۔ [۴/نسا:آل عمران: ۵۹]۔

(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے سربراہان کار کی بھی اطاعت کرو اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز اخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور انجام کار کے اعتبار سے احسن ہے۔ائمہ مجتہدین کی پیروی محض اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بقدر استطاعت اپنی تحقیق کے مطابق کتاب وسنت سے ثابت احکام کی تشریح کرتے ہیں عامی افراد جو براہ راست کتاب وسنت سے احکام اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ ان علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جن پر ان کو اعتماد ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ زندہ افراد فتنے سے مامون نہیں ہوتے ہیں ائمہ مجتہدین جو انتقال کر چکے ہیں اور ہر طرح کے فتنے سے محفوظ ہو چکے ہیں ان کے مذاہب کی معتبر علماء کے ذریعے ہر دور میں خدمت ہوئی ہے اب عامی افراد ان میں سے کس کی پیروی کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ہوا وہوس سے تحفظ اور سماجی شیرازہ بندی کی خاطر یہی افضل ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

محور اول تلفیق بین المذاہب

سوال نمبر ایک کا جواب (تلفیق کی لغوی حقیقت)

تلفیق باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے اصل معنی ضم اور ملانے کے ہیں اس کا مادہ لفق ہے جو باب ضرب سے آتا ہے۔لفق الثوب کے معنی ہیں کپڑے کو دہرا کر کے سینا یعنی ایک کنارہ کو دوسرے کنارے سے ملا کر سینا۔لفق

الامر کے معنی ہیں اس نے فلاں چیز طلب کی۔لیکن اس کو نہیں پایا۔نیز تلفیق کے معنی ہیں ایک تہ کو دوسری تہ سے ملا کر سینا ہے۔التلفیق فی المسائل اسی سے ماخوذ ہے۔لفق بین الثوبین کے معنی ہیں دو کپڑوں کو سی کر ملانا۔لفق الحدیث کے معنی ہیں بات کو مزین کرنا اور باطل سے آراستہ کرنا۔کلام ملفق کے معنی ہیں خوشنما اور جھوٹی بات کے ہیں۔

الغرض تلفیق کے اصل معنی ہیں:(۱)ملانا،(۲)کپڑے کو دہرا کر کے سینا۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت یہ ہے کہ فقہی تلفیق میں بھی ایک ہی عمل کے اندر دو مختلف فقہی رائے کو ملا دیا جاتا ہے۔

تلفیق کی اصطلاحی تعریف کسی عمل کے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنے کا نام تلفیق ہے کہ دو یا زائد فقہی مذاہب میں سے کسی کے اعتبار سے وہ صحیح نہ ہو دیگر اہل علم نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے''الخلاصۃ فی احکام الاجتھاد والتقلید میں ہے:

التلفیق ھو الاتیان بکیفیۃ لا یقول بھا کل مجتھد علی حدۃ (شھود، علی بن نایف، الخلاصۃ فی احکام الاجتھاد والتقلید بالھامش ۲/ ۱۵۳، زوائد المکتبۃ الشاملۃ)۔(تلفیق ایسی کیفیت کو وجود میں لانے کا نام ہے کہ ہر مجتہد علیحدہ طور پر اس کا قائل نہ ہو)۔

مثالیں:

(۱)ایک شخص خون نکلنے سے وضو نہ ٹوٹنے کے سلسلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی رائے لئے اور عورت کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی رائے لے پھر اس وضو سے نماز ادا کرے تو اس کی نماز امام صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک اس لیے صحیح نہیں ہے کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک اس لیے صحیح نہیں ہے کہ عورت کے چھونے سے ان کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ذکر کردہ اصطلاحی تعریف یعنی تلفیق بین المذاہب کے لیے ہی فقہاء اور اصولین تلفیق کا استعمال کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب

تلفیق کی اقسام

بنیادی طور پر تلفیق کی دو قسمیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱)تلفیق ممنوع یعنی کسی عمل کے سلسلے میں ایسی کیفیت کو اختیار کرنا جو ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک صحیح نہ ہو جیسے خون نکلنے سے وضو نہ ٹوٹنے کے سلسلے میں امام شافعیؒ کی رائے پر عمل کرے، اور عورت کو بلا حائل چھونے

سے وضو نہ ٹوٹنے پر امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرے۔

فقہی مذاہب

(۱) حنفی مذہب: (الف) زیادہ تر فقہاء احناف اس قسم کی تلفیق کو ممنوع قرار دیتے ہیں، الدر المختار میں ہے الحکم الملفق باطل بالاجماع (حصکفی، الدر المختار، کتاب الصلاۃ قبیل باب الاذان ۱/ ۳۸۳، بیروت دار الفکر ۱۳۸۶ھ/ع،۱:۶)۔ بالاتفاق تلفیق پر مبنی حکم باطل ہے)

(ب) بعض فقہاء احناف جیسے منلا ابن فروخ محمد بن عبد العظیم مکی رومی موری (و: ۱۰۵۲ھ/ کے بعد ۱۶۴۲ء کے بعد) تفلیق کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے، رسالہ کا نام ہے القول السدید فی بعض مسائل الاجتھاد والتقلید اس میں انہوں نے مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم کے الرسائل الزینیۃ رسالہ بروقف سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی تلفیق کے جواز کے قائل ہیں، (دیکھیے منلا ابن فروخ، القول السدید فی بعض مسائل الاجتھاد والتقلید، ص: ۸۸، کویت، دار الدعوۃ، ۱۹۸۸، تحقیق، جاسم مھلھل الیاسین، عدنان سالم رومی ع،۱،:۱)

(۲) مالکی مذہب:

راجح قول کے مطابق مالکیہ کے نزدیک تلفیق جائز ہے مایہ ناز مالکی فقیہ احمد بن محمد خلوتی صاوی مصری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و: ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء) رقمطراز ہیں، وفیہ ایضا من التلفیق، والذی قالہ شیخنا الامیر عن شیخہ العدوی عن شیخہ الصغیر وغیرہ ان الصحیح جوازہ وھو فسحۃ، (احمد صاوی، بلغۃ السالک لاقرب لمسلک ۱/ ۱۵، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء تحقیق محمد عبد السلام شاہین، ع،۱،:۴)۔ (اور اس کے اندر تلفیق بھی ہے اور ہمارے شیخ امیر نے اپنے شیخ عدوی سے اور انہوں نے اپنے شیخ صغیر وغیرہ سے جو بات نقل کر کے کہی ہے وہ یہ ہے کہ تلفیق کا جواز صحیح ہے اور اس میں سہولت و آسانی ہے۔

(۳) شافعی دبستان فقہ:

تلفیق سے ایسی حقیقت بنتی ہو جس کا دونوں امام میں سے کوئی قائل نہ ہو، تو ایسی تلفیق ممنوع ہے۔ مایہ ناز شافعی فقیہ علامہ سید سلیمان بن محمد بجیرمی شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و: ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) تحریر فرماتے ہیں؛

> (ایک ہی مسئلہ میں تلفیق ممنوع ہے جیسے ایک ہی نماز میں کتے کی پاکی کے سلسلے میں امام مالکؒ اور سر کے بعض حصہ کے مسح کے بارے میں امام شافعی کی تقلید کرے، البتہ کسی مکمل مسئلہ میں اس کے تمام معتبر شراط کے ساتھ تلفیق جائز ہے، خواہ عمل کے بعد ہی کیوں نہ ہو، جیسے ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مطابق اپنی عبادت

صحیح ادا کی ہوتو اس کے بارے میں وہ ان کی تقلید کرسکتا ہے، حتی کہ اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہوگی، اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا جائز ہے، خواہ عمل کے بعد ہو)۔

(۴) حنبلی فقہی اسکول:

زیادہ تر حنابلہ کا یہی مسلک ہے کہ تلفیق ممنوع ہے مشہور حنبلی فقیہ مصطفی بن سعد رحیبانی ثم دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و: ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) رقم طراز ہیں:

(جان لو کہ بہت سے اہل علم تقلید کے جائز نہ ہونے کی طرف گئے ہیں جبکہ وہ ہر مذہب میں سے تلفیق کی کیفیت کا ذریعہ بنے اس لئے کہ دونوں یا چند مذاہب میں سے ہر ایک کی رائے میں وہ طریقہ باطل ہے، جیسے مثال کے طور پر کوئی وضو کرے اور امام شافعی کی تقلید میں اپنے سر کے بال کا مسح کرے پھر امام ابوحنیفہ کی تقلید میں اپنا آلہ تناسل چھولے تو اس وقت تقلید درست نہیں ہے، ایسے ہی اگر وہ بال کا مسح کرے اور ائمہ ثلاثہ کی تقلید میں امام کے پیچھے قرأت ترک کردے یا ائمہ ثلاثہ کے خلاف رگ کھلوائے اور ان کی تقلید میں قراءت نہ کرے)۔ لیکن خود علامہ رحیبانی کی رائے ہے کہ ایسا اتفاقی طور پر ہوا، بالخصوص عام لوگ اتفاقی طور پر ایسا کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

جس رائے کی طرف میرا رجحان ہے اور میں اسے اختیار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تلفیق میں تقلید جائز ہے جبکہ اس کی طلب کا قصد نہ کرے اس لیے کہ جو رخصتوں کو طلب کرے وہ فسق کا مرتکب ہوگیا، بلکہ جب یہ اتفاقا پیش آجائے بالخصوص عام لوگوں کو جن کے لیے ان کے علاوہ کی گنجائش نہیں ہے، سو اگر کوئی شخص وضو کرے اور امام شافعی کی تقلید میں اپنے سر کے ایک حصہ کا مسح کرے تو بلا شک اس کا وضو صحیح ہے، پھر اگر وہ اس کے بعد امام ابوحنیفہ کی تقلید میں اپنا ذکر چھولے تو یہ جائز ہے، اس لیے کہ مقلد کا وضو صحیح ہے)۔

(۲)۔ تلفیق جائز

یہ وہ تلفیق ہے جو دو عمل میں ہو، اور ضرورتا ہو

یا ایسے مسئلہ میں ہو جو اجتہادی ہو

یا مساوی دلائل رکھنے والے مسئلہ میں ہو

تو درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے

(۱) ضرورت یا کسی شدید عذر کی بنا پر ہو

(۲) کبھی کبھار ہوا سے عادت نہ بنائے۔

(۳) محض خواہش نفس کی پیروی میں نہ ہو۔

(۴) ایک فقہی رائے کے مطابق عمل کرنے کے بعد اس عمل کا اثر باقی نہ رہے۔

(۵) جس معاملہ کے بارے میں قاضی کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہو، دوسری فقہی رائے کے ذریعے اس فیصلہ کو توڑا نہ جارہا ہو۔

(۶) تلفیق کی وجہ سے تضاد لازم نہ آئے، مثلاً ایک حنفی امام نے امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق شفعہ جوار کو حاصل کرلیا ہو لیکن جب اس کے خلاف شفعہ جوار کا دعویٰ بنے تو امام شافعی کے مسلک پر عمل کرنا چاہے تو یہ جائز نہیں ہے۔

(۷) نص قطعی کے خلاف نہ ہو۔

(۸) اجماع کے خلاف نہ ہو۔

(۹) اس مسئلہ پر اسے انشراح صدر بھی حاصل ہو۔

جیسا کہ علامہ ابن دقیق العید، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، نے عامی کے بعض مسائل میں دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کو چند شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے علامہ زرکشی بدرالدین محمد بن بہادر شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و: ۷۹۴ھ/ ۱۳۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

> (بعض مسائل میں دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے جواز کی چند شرطیں ہیں: ایک یہ ہے کہ ایسی صورت میں مبتلا نہ ہو جس کے باطل ہونے پر اجماع ہو، جیسے فاسد خون نکالنے کے لئے رگ کھولنے اور ذکر کو چھوئے اور نماز پڑھے، دوسری شرط یہ ہے کہ جس میں تقلید کی ہو اس کے ذریعہ اس فیصلہ کو نہ توڑا جارہا ہو جو ہو چکا ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ ذکر کردہ تقلید کے سلسلے میں اس کا دل منشرح ہو اور اس بات کا اعتقاد نہ ہو کہ وہ دین سے کھلواڑ کر رہا ہے اور اس کے سلسلے میں تساہلی سے کام لے رہا ہے)۔

تلفیق کی جائز شکلیں اور ان کے دلائل:

تلفیق کی جائز شکلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ تلفیق جو دو عمل میں ہو۔

۲۔ اجتہادی مسائل میں تلفیق ہو۔

۳۔ عرف وعادت پر مبنی مسائل میں تلفیق ہو۔

۴۔ مساوی دلائل رکھنے والے مسائل میں تلفیق ہو۔

۵۔ ایک عمل میں تلفیق ضرورت اور عذر شدید کی بنا پر ہو۔

جواز کے دلائل:

جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ان صورتوں میں خواہش نفس کی پیروی نہیں ہے کیونکہ ائمہ ربعہ کے مذاہب منقح ہیں اوران کی آراء دلائل پر مبنی ہوتی ہے۔

۲۔ضرورت وحاجت کے اپنے احکام ہوتے ہیں شریعت نے ان کا اعتبار کیا ہے مشہور شرعی قاعدہ ہے:

''الضرورات تبیح المحظورات ۔(ضرورتیں ممنوعات کو مباح ٹھہراتی ہیں)۔ نیز الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت اوخاصۃ (حاجب ضرورت کا درجہ اختیار کرلیتی ہے خواہ عمومی حاجت ہو یا مخصوص حاجت ہو)۔

۳۔اہل سنت کے نزدیک اگر چہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہی ہے،لیکن جن اجتہادی مسائل میں حرمت وحلت کا اختلاف نہ ہو بلکہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہوان میں تعدد حق ماننا اہل سنت کے خلاف نہیں ہے،اس لیے ایسی صورت میں دین کے سلسلے میں تساہل نہیں ہے۔

۴۔عرف وعادت پر مبنی مسائل میں بھی تلفیق کی صورت میں دین سے کھلواڑ نہیں پایا جاتا ہے بلکہ موجودہ عرف وعادت ایک مرکب صورت کی متقاضی ہے،لہذا ایسی تلفیق موجودہ عرف کی رعایت پر مبنی ہے۔

۵۔اگر چہ اہل سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہے لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے لہذا ضرورت کی بنا پر دو مختلف فقہی مذہب کے راجح قول کو ایک ہی عمل میں اس طرح جمع کرنا کہ وہ نص قطعی یا اجماع کے خلاف نہ ہو دین کے سلسلے میں تساہل برتنے کے قبیل سے نہیں ہے۔

۶۔اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ کسی مسئلہ میں مجتہد کے دو قول ہوں تو دلائل کی روشنی میں تیسرا قول اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ دونوں الگ الگ مسئلہ ہیں مثال کے طور پر امام شافعی خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں،لیکن امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق کوئی مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹنے کی رائے اختیار کرے تو وہ اسے غلط قرار دیں گے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تلفیق کی ناجائز شکلیں اوران کے دلائل:

تلفیق کی ناجائز شکلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو اجماع کے خلاف ہو۔

۲۔ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو نص قطعی کے خلاف ہو۔

۳۔ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو مرجوح یا شاذ قول پر مبنی ہو۔

۴۔ایک عمل یا دو عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو بے ضرورت ہو۔

۵۔بے ضرورت و بے عذر تلفیق کی عادت بنالی جائے۔

دلائل:

سطور بالا میں ذکر دہ شکلوں کے ناجائز ہونے کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ایسی تلفیق خواہش نفس کی پیروی کے سوا کچھ نہیں ہے، حالانکہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں خواہش نفس کی پیروی کی مذمت کی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

ایک جگہ فرمان الٰہی ہے: ولا تتبع اھواء الذین کذبوا بآیاتنا)۔[۶/انعام:۱۵۰]۔(اور آپ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی مت کیجیے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا)۔

ایک جگہ ارشاد الٰہی ہے: (ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ)۔[۳۸/ص:۲۶]۔(اور خواہش نفس کی پیروی مت کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کردے)۔

ان تمام آیتوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ کتاب سنت سے ثابت شدہ حق کی پیروی کی جائے گی دلائل کی روشنی میں راجح قول کو لیا جائے گا محض اپنی چاہت کی وجہ سے کسی قول ورائے کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ عام لوگوں کو اس بات کی قدرت نہیں ہوتی ہے کہ وہ دلائل وبراہین کی روشنی میں راجح قول کا انتخاب کرسکیں، ان کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ جس مجتہد پر ان کو اعتماد ہے ان کی آراء پر عمل کریں۔

۳۔ اگر ہر شخص کو اس بات کی اجازت ہو کہ جس فقہی رائے کو چاہے اختیار کرے تو اس سے دین سے کھلواڑ کرنے کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا، پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ شریعت کی پابندی سے ہی دور ہوجائیں گے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

تلفیق کو مطلقا جائز کہنے والوں کے دلائل

تلفیق کو مطلقا جائز کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک غسل خانہ سے جمعہ کے دن غسل کیا اور نماز پڑھائی بعد میں ان کو بتایا گیا کہ غسل خانہ کے کنویں میں مردہ چوہا پایا گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے بھائی اہل مدینہ کے قول لیتے ہیں کہ پانی دو قلہ یعنی تقریبا پانچ مشکیزے (۲۷۰ لیٹر) کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا ہے، المحیط البرھانی میں ہے

> (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی پھر انہیں غسل خانہ کے کنویں میں چوہے کے موجود ہونے کی خبر دی گئی جب کہ وہ اس میں غسل کر چکے تھے اور ایسا لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ہوا، آپ نے فرمایا: ہم اہل مدینہ میں سے اپنے بھائیوں کے قول کو لیتے ہیں کہ پانی

جب دوقلہ کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے، حالانکہ یہ ان کا مذہب نہیں تھا)۔

مناقشہ:

اس سے استدلال کئی اعتبار سے کمزور ہے۔

(الف) یہ سند کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔

(ب) اس میں تلفیق نہیں ہے، بلکہ یہ اس باب سے ہے کہ ایک مجتہد انشراح صدر ہونے پر دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اصولیین کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے قول کو لے سکتا ہے یا نہیں؟ امام صاحب کے نزدیک اعلم کی رائے لے سکتا ہے، (منلا ابن فروخ، القول السدید ص: ۱۱۰)۔

(ج) لوگوں کے منتشر ہونے کی وجہ سے یہ ضرورت ومجبوری پر محمول ہے۔

(د) صاحبین کا مسلک ہے کہ جس وقت معلوم ہوا اسی وقت سے اسے ناپاک سمجھا جائے گا جمعہ بعد معلوم ہوا، اس لیے ان کے مسلک کے مطابق نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں تھی، (البحر الرائق)

(ہ)، دوقلہ کا مسلک امام شافعیؒ کا ہے نہ کہ امام مالک کا، ان کے نزدیک پانی کم ہو یا زیادہ جب تک رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی نجاست کی وجہ سے نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہے۔

۲۔ دوسری دلیل:

یہ کہنا مغالطہ ہے کہ ایک ہی عبادت یا طہارت میں تلفیق کی صورت پر عمل کی بنا پر دونوں امام کے نزدیک وہ عبادت یا طہارت باطل ہے کیونکہ کوئی شخص امام شافعیؒ کے سارے اقوال طہارت کے سلسلے میں لے پھر عورت کو چھولے تو امام شافعیؒ کہیں گے کہ تمہارا وضو صحیح نہیں ہے، لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ عورت کے چھونے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو لیتا ہوں تو پھر امام شافعیؒ اس کے وضو کو کیسے باطل قرار دے سکتے ہیں، جبکہ دونوں الگ الگ اور مستقل مسئلے ہیں۔ (منلا ابن فروخ، القول السدید، ص: ۹۵)۔

مناقشہ: ضرورت کی بنا پر کبھی کبھار ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ عامی جس مذہب پر ہے اسی پر عمل کرے۔

۳۔ متقدمین سے تلفیق کے ممنوع ہونے کی کوئی صراحت نہیں ہے۔

مناقشہ: ان سے جائز ہونے کی بھی صراحت نہیں ہے لہذا اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

۴۔ عورتوں کی تعبیرات سے امام شافعی کے نزدیک نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے جبکہ غائب کے خلاف فیصلہ ان کے نزدیک درست ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کے الفاظ وتعبیرات سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن غائب کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا لیکن کوئی حنفی قاضی غائب کے حق میں اس کا فیصلہ کردے تو یہ صحیح ہے، اس کا فیصلہ نافذ

ہوجائے گا، حالانکہ یہ دونوں مذہب سے تلفیق پر مبنی حکم ہے۔(منلا ابن فروخ، القول السدید، ص: ۱۰۴)۔

مناقشہ: اجتہادی امور میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے اس سے مطلق تلفیق کے جائز ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

الغرض یہ وہ اہم دلائل ہیں جو تلفیق کو مطلقا جائز قرار دینے والے، قائم کرتے ہیں۔

تلفیق کو مطلقا ناجائز قرار دینے والوں کے دلائل:

تلفیق کو مطلقا ناجائز قرار دینے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔تلفیق سے ہوا پرستی کی راہ کھلتی ہے جو شرعا مذموم ہے اصل یہ ہے کہ آدمی راجح قول کو اختیار کرے، کیونکہ مرجوح قول معدوم یا منسوخ کے درجہ مین ہے، امام کوثریؒ تحریر فرماتے ہیں:

۲۔اس سے دین کے ساتھ کھلواڑ کی راہ کھلتی ہے اور بہ تدریج دین کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے۔

۳۔تلفیق کی وجہ سے آدمی آہستہ آہستہ تساہل میں مبتلا ہوجاتا ہے شاذ اور مرجوح قول کے چکر میں پھنس جاتا ہے، اور ایک وقت آتا ہے جب شریعت کی عظمت اس کے دل سے ختم ہوجاتی ہے۔

مناقشہ:

ان کے دلائل کے جواب میں یہ کہنا ممکن ہے کہ ضرورت اور عذر شدید کی بنا پر تلفیق ہو اور اسے عادت نہ بنائی جائے تو یہ خرابیاں لازم نہیں آئیں گی۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

تلفیق بین المذاھب کن فقہی ابواب میں درست ہے؟

(۱) احناف کے نزدیک مذہب کے ائمہ کے درمیان اختلافی اقوال میں سے ضرورتا دو مختلف قول کو جمع کرنا تلفیق نہیں ہے، اس لیے کہ یہ سارے اقوال یا تو اصلا امام ابوحنیفہؒ سے ہی مروی ہیں، یا ان کے قواعد پر مبنی ہیں۔(ابن عابدین، تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، ۲/ ۳۰۹)۔

(۲) مالکیہ کے یہاں صراحت ملی ہے کہ نکاح کے باب میں تلفیق صاوی مصریؒ (و: ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء) تحریر فرماتے ہیں:

> ”ان الصحیح جوازہ، وھو فسحۃ، لکن لا ینبغی فعلھا فی النکاح، لانہ یحتاط فی الفروج مالا یحتاط فی غیرھا“۔صاوی مالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک (المقدمۃ) ۱/ ۱۵، بیروت العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء، ع،ا،: ۴)۔

(صحیح تلفیق کا جائز ہونا ہے اور اسی میں سہولت ہے لیکن نکاح کے باب میں ایسا نہ کیا جائے اس لیے کہ شرمگاہ کے باب میں جو احتیاط برتی جاتی ہے اور وہ دوسرے ابواب میں نہیں برتی جاتی ہے)۔

(۳) میری رائے میں حدود وقصاص کے باب میں بھی تلفیق سے گریز کرنا چاہئے مگر یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی فقہی رائے کسی مسئلہ میں مرجوح ہو تو دوسرے مسلک کی رائے اس کے تمام شرائط کے ساتھ لی جاسکتی ہے۔ یعنی ضرورتاً ایسے باب میں اختیار کیا جائے جہاں دوسرے مذاہب کی رائے زیادہ قوی ہو۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

نئے مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی اجتہاد کے موقع پر تلفیق بین المذاھب

نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاھب کی درج ذیل شرائط کے ساتھ گنجائش ہے:

۱۔ ناگزیر حالت میں ہی تلفیق بین المذاھب کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۔ دوسرے مذاہب کے راجح قول کو ہی لیا جائے، اور اس کی تمام معتبر شرطوں کے ساتھ لیا جائے، جیسا کہ امام قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرے مذہب کی طرف بعض مسائل میں منتقل ہونے کے سلسلے میں موقف ہے، البحر المحیط میں ہے:

"والخامس ان غلب على ظنه ان بعض المسائل على مذهب غير مقلده اقوى من مقلده جاز، قاله القدورى الحنفى۔ (زركشى شافعى، البحر المحيط، ۶/ ۳۲۱، ط، ۲، كويت، وزارت اوقاف والشئون الاسلامية، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء، تحرير وتحقيق ڈاکٹر عبدالستار ابو غده، ع، ا: ۶)۔

(پانچواں قول یہ ہے کہ اگر مقلد کو گمان غالب ہو کہ بعض مسائل اس کے امام کے مقابلہ دوسرے امام کے مذہب کے مطابق زیادہ قوی ہیں تو دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا جائز ہے قدوری حنفیؒ کا یہی قول ہے)

سوال نمبر ۶ کا جواب

انفرادی فتاوی میں ضرورت کے وقت تلفیق

ائمہ اربعہ کے مذاہب منقح شدہ اور برحق ہیں، اصل تو یہ ہے کہ عام مسلمان جس فقہی مذہب پر اعتماد کرتے ہیں مفتی حضرات اسی کے مطابق فتویٰ دیں، لیکن فقہاء اور اصولیین ضرورت اور عذر شدید کے وقت دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی اجازت دیتے ہیں البحر المحیط میں ہے:

"الثالثة ان يقصد بتقليده الرخصة فيما هو محتاج اليه لحاجة لحقته، او ضرورة ارهقته، فيجوز

ایضا"،(زرکشی شافعی ، البحر المحیط، ۳۲۳/۶، ط، : ۲، کویت ، وزارت اوقاف والشئون الاسلامیة، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء تحریر وتحقیق ڈاکٹر عبدالستار ابو غدہ، ع،۱: ۶)۔

(تیسری حالت یہ ہے کہ کسی شدید ضرورت یا حاجت کے لاحق ہونے کی وجہ سے اپنے ضروری امر میں دوسرے امام کی تقلید کے ذریعہ رخصت کا قصد کرے،تو یہ بھی جائز ہے)۔لہذا کوئی عامی اپنی گرانبار کرنے والی ضرورت یا شدید عذر کو مفتی کے سامنے رکھے اور اس کا مسئلہ اور اس کی مجبوری کا حل اس کے بغیر نہ نکلے کہ دو مذہب کے قول کو جمع کیا جائے ،تو ایسی ضرورت کی حالت میں مفتیان کرام بھی انفرادی فتاویٰ میں بھی تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں۔

البتہ عام حالات میں مذہب کے مفتی بہ قول کے مطابق ہی فتویٰ دینا ضروری ہے،اور تلفیق سے گریز کرنا لازم ہے۔

خلاصہ بحث محور اول:

الف:۱۔تلفیق کی لغوی حقیقت ضم اور ملانا ہے نیز ایک تہہ کو دوسری تہہ سے ملا کر سینا ہے۔

(ب)۔تلفیق کی اصطلاحی حقیقت یہ ہے کہ کسی عمل کے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنے کا نام تلفیق ہے جو ائمہ مجتہدین کے مذاھب میں سے دو یا زائد فقہی مذاہب میں سے کسی کے اعتبار سے صحیح نہ ہو۔

(ج)تلفیق بین المذاھب کے لیے فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کرتے ہیں۔

(۱)کسی معاملہ میں حکم میں کئی چیزوں کو ضم کرنا اور ملانا۔

(۲)جمع وتطبیق

۲۔(الف)تلفیق کی بنیادی قسمیں دو ہیں:(۱)تلفیق ممنوع۔(۲)تلفیق جائز۔

(ب)تلفیق کی جائز شکلیں درج ذیل ہیں:

(۱)وہ تلفیق جو دو عمل میں ضرورتا ہو۔

(۲)اجتہادی مسائل میں ضرورتا تلفیق ہو۔

(۳)عرف وعادات پر مبنی مسائل میں موجود عرف کے مدنظر تلفیق ہو۔

(۴)مساوی دلائل رکھنے والے مسائل میں کبھی کبھار اور ضرورتا تلفیق ہو۔

(۵)ایک عمل میں تلفیق ضرورت اور عذر شدید کی بنا پر ہو۔

(ج)دلائل:

جائز شکلوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱)مشروط تلفیق میں خواہش نفس کی پیروی نہیں کی ہے۔

(۲)ضرورت وحاجت کی شریعت نے رعایت کی ہے۔

(۳)اولیٰ اورغیر اولیٰ کے اختلاف پر مبنی اجتہادی مسائل میں تعدد حق ماننا اہل سنت والجماعۃ کے خلاف نہیں ہے۔

(۴)عرف وعادات پر مبنی مسائل میں موجودہ عرف وعادت کی بنا پر تلفیق دین سے کھلواڑ نہیں ہے۔

(۵)اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہے لیکن کس مجتہد کے ساتھ حق ہے یہ معلوم نہیں ہے لہذا ضرورتا ایسی تلفیق جو نص قطعی اور اجماع کے خلاف نہ ہو دین میں تساہل نہیں ہے۔

(۶)کسی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کی دو آراء ہوں، تو کیا یہ اجماع کے درجہ میں ہے، اصولیین کے درمیان اس میں اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اجماع نہیں ہے، بعد کا مجتہد تیسری رائے اختیار کرسکتا ہے۔

(د)۔تلفیق کی ناجائز شکلیں درج ذیل ہیں:

(۱)ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو اجماع کے خلاف ہو۔

(۲)ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو نص قطعی کے خلاف ہو۔

(۳)ایک عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو مرجوح یا شاذ قول پر مبنی ہو۔۔

(۴)ایک یا دو عمل کے اندر ایسی تلفیق ہو جو بے ضرورت شدیدہ ہو۔

(۵)بے ضرورت و بے عذر تلفیق کی عادت بنالی جائے۔

ناجائز شکلوں کے دلائل:

ناجائز شکلوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱)ممنوع تلفیق خواہش نفس کی پیروی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۲)امام کی ذمہ داری ہے کہ اپنے قابل اعتماد امام کی پیروی کرے، راجح قول کو جاننا اس کی قدرت سے باہر ہے۔

(۳)تلفیق کی ناجائز شکل سے تلاعب بالدین (دین سے کھلواڑ) کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا۔

(۴)حدیث گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے، سے معلوم ہوتا ہے کہ انشراح صدر ضروری ہے، جو دلائل کے تجزیہ سے ہی ہوسکتا ہے جس پر عامی کو قدرت نہیں ہوتی ہے۔

۳۔(الف)تلفیق کو مطلقا جائز کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱)امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واقعہ سے استدلال۔

(۲)کسی مسئلہ میں دو امام کے قول پر مبنی عمل کی صحت کو باطل قرار دینا مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۳)متقدمین سے تلفیق کے ممنوع ہونے کی کوئی صراحت وارد نہیں ہے۔

(۴)اجتہادی مسائل میں قاضی کے تلفیق پر مبنی فیصلہ سے متعلق بعض جزئیات سے استدلال۔

(ب): تلفیق کو مطلقا ناجائز قرار دینے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱)تلفیق سے ہوی پرستی کی راہ کھلتی ہے۔

(۲)اس سے تلاعب بالدین کی راہ کھلتی ہے۔

(۳)اس سے بہ تدریج شریعت کی عظمت دل سے رخصت ہوجاتی ہے۔

۴۔صرف مالکیہ کے یہاں یہ قول ملتا ہے کہ شرمگاہ وعصمت کے باب میں اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

بندۂ ناچیز کی رائے ہے کہ حدود وقصاص کے باب میں بھی تلفیق سے گریز کرنا چاہیے۔

۵۔اجتماعی اجتہاد کے موقع پر تلفیق بین المذاھب کی درج ذیل شرائط کے ساتھ گنجائش ہے:

(۱)تلفیق کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔

(۲)دوسرے مذاہب کے راجح قول کو ہی اختیار کیا جائے۔

(۳)اصل نظر شرعی نصوص، اصول شریعت اور مقاصد شریعت پر ہو۔

(۴)فقہاء کے اقوال سے استئناس کی خاطر تلفیق صرف مفتی بہ قول پر مبنی ہو۔

(۵)تلفیق کے بغیر کسی فقہی مذہب کے راجح قول سے جدید مسئلہ کا حل نکل جائے تو اسے ہی اختیار کیا جائے۔

۶۔انفرادی فتاویٰ میں بھی ضرورت شدیدہ اور عذر شدید کے وقت تلفیق کی گنجائش ہے۔

''تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص''

محور دوم: تتبع رخص

تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت

(الف) تتبع رخص کی لغوی حقیقت

''تتبع رخص'' دولفظوں سے مرکب اضافی ہے، پہلا لفظ تتبع ہے اس کی لغوی حقیقت چھان بین کرنا طلب کرنا اور تلاش کرنا ہے، اس کا مادہ تبع ہے جو باب سمع سے آتا ہے، اس کے لغوی معنی: پیچھے چلنے اور نقش قدم پر چلنے کے ہیں، مشہور لغوی علامہ ابو العباس احمد بن محمد فیومی مقری حموری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و: تقریبا: ۷۷۰ھ/تقریبا: ۱۳۶۸) تحریر فرماتے ہیں:

تبع زید عمرا تبعا..مشی خلفه، او مر به فمضی معه.(فیومی، المصباح المنیر، ص: ۴۲، بیروت المکتبة العصریة، تحقیق، یوسف الشیخ محمد ع، م:۱).

رخص کی لغوی حقیقت:

رخص، رخصۃ کی جمع ہے، لغت میں رخص کے معنی سستا ہونے کے ہیں، یہ باب کرم سے آتا ہے، نیز اس کے معنی ناز ونعمت سے لطف اندوز ہونے کے بھی ہیں، مشہور لغوی ابو الحسن علی بن اسماعیل مرسی رحمۃ اللہ تالیٰ (و: ۴۵۸ھ)/۱۰۶۶) رقمطراز ہیں:

رخص رخاصه ورخوصه، فهو رخص ورخیص، کذلک والرخص ضد الغلاء، رخص رخصا، فهو رخیص وارخصه: جعله رخیصا، وارتخصه، اشتراه رخیصا، واسترخصه، راه رخیصا، ورخصه له فی الامر، اذن له بعد النهی عنه، والاسم الرخصه والرخصة وموت رخیص، ذریع۔ (ابن سیره، المحکم والمحیط الاعظم ۵/۵۷-۵۶، بیروت، دارالکتب العلمیة، ۲۰۰۰ء تحقیق: عبد الحمید هندوای، ع،۱: ۱۱)۔

الغرض رخص کے تین معانی ہیں: سستا ہونا، نرم ونازک ہونا ناز ونعمت میں پلنا اور جو چیز سستی ہوتی ہے وہ آسان ہوتی ہے لہذا ایسر وسہولت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے،

رخصت کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی مفہوم میں رخصت دو مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) اعذار پر مبنی احکام جیسے مسافر کے لئے سفر کے عذر کی وجہ سے حالت سفر میں قصر کی رخصت، روزہ نہ رکھنے کی رخصت اور مریض کے لئے ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت۔

مشہور فقیہہ واصولی علامہ محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء) اس کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: الرخصة ما کان بناء علی عذر یکون للعباد، وهو ما استبیح للعذر مع بقاء الدلیل المحرم۔ (سرخسی، اصول السرخسی، ۱/۱۱۷، ط،۱، بیروت، العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء)۔ (رخصت اس حکم کو کہتے ہیں جو اس عذر پر مبنی ہو جو بندوں میں موجود ہو یعنی جو چیز دلیل محرم کے موجود ہونے کے باوجود عذر کی وجہ سے مباح ٹھہرائی گئی ہو)۔

سوال نمبر ۲ کا جواب۔

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ

تتبع رخص کے بارے میں فقہا اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(الف) حنفی دبستان فقہ:

(۱)۔ زیادہ تر فقہائے احناف کا رجحان یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں جس مجتہد کا قول خفیف تر اور آسان تر ہو اسے اختیار کرنے کی عادت بنانا درست نہیں ہے ردالمختار میں ہے،

(والصحیح عندنا ان الحق واحد، وان تتبع الرخص فسق۔ (ابن عابدین، رد لامختار، کتاب الصلاۃ، شروط الصلاۃ، مطلب: یشترط العلم بدخول الوقت ۱/۳۷۱، بیروت در الفکر، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، ع،۱:۸)۔

(ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ حق ایک ہے اور یہ کہ رخصتوں کی طلب میں رہنا فسق ہے۔

(۲)۔ بعض فقہا احناف کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عامی ہر مسئلہ میں اس مجتہد کے قول کو لے جس کا قول اس کے حق میں خفیف اور آسان ہو، ان فقہاء میں سرفہرست علامہ ابن ہمام، ابن نجیم، التحریر لابن الھمام کے شارح ابن امیر الحاج اور امیر بادشاہ وغیرہم ہیں۔

(ب) مالکی فقہی اسکول

مالکیہ کے یہاں بھی اس سلسلے میں دو قول پائے جاتے ہیں:

(۱) بعض مالکیہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں مشہور مالکی عالم علامہ شاطبی ابراہیم بن موسی غرناطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و:۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

تتبع الرخص میل مع اھواء النفوس۔ (شاطبی، الموافقات ۴/۱۴۵، بیروت، دار المعرفۃ تحقیق: عبداللہ دراز، ع،۱:۴)۔

(رخصتوں کی طلب خواہشات نفس کی طرف میلان ہے)۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی یوسف بن عبداللہ، ابوعمر نمری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و:۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء) نے تتبع رخص کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، تیسیر التحریر میں نقل کی صحت اور اجماع کے دعوی کی صحت کو نا قابل تسلیم قرار دیا گیا ہے امیر بادشاہ تحریر فرماتے ہیں:

وما نقل عن ابن عبد البر من انه لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فلا نسلم صحة النقل عنه ولو سلم فلا نسلم صحة دعوی الاجماع. (امیر بادشاہ، تیسیر التحریر ۴/۳۵۲، بیروت دار الفکر ع، ۱: ۴)

(ابن عبدالبر سے جو نقل کیا گیا ہے کہ بالاجماع عامی کے لئے رخصتوں کی طلب جائز نہیں ہے اور ان سے نقل کی صحت ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں، اور اگر تسلیم کر لیا بھی جائے تو دعوی اجماع کی صحت کو ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں)

(۲)۔ مالکیہ کے نزدیک راجح قول تلفیق اور تتبع رخص کا جائز ہونا ہے، مشہور مالکی فقیہ احمد بن محمد خلوتی صاوی

مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و:۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء) رقم طراز ہیں۔

(علامہ شیخ ابراہیم شبرخیتی کی کتاب میں ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کی طلب ممنوع ہے اور انہوں نے اس کی وضاحت اس حالت سے کی ہے کہ جس میں حکام کے فیصلہ کو توڑ دیا جائے جو توڑ نا نص اور قیاس جلی کے خلاف ہو، جبکہ دیگر اہل علم نے تتبع رخص کے ممنوع ہونے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ہر آسان قول کے اتباع کے ذریعہ مکلف ہونے کی مشقت ہی ختم ہو جائے گی۔ نیز اس میں تلفیق بھی ہے ہمارے شیخ امیر نے اپنے شیخ عدوی اور وہ اپنے شیخ صغیر وغیرہ سے جو بات نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ تتبع رخص جائز ہے اور اس میں سہولت ہے لیکن باب نکاح میں رخصتوں کی طلب مناسب نہیں ہے)۔

(ج) شافعی دبستان فقہ:

شافعیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق تتبع رخص ممنوع ہے، جلال شمس الدین محمد بن احمد محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و:۸۴۶ھ/۱۴۵۹ء) تحریر فرماتے ہیں:

والاصح انه یمتنع تتبع الرخص فی المذاهب ان یاخذ من کل منها ما هو الاهون فیما یقع من المسائل (محلی، شرح جمع الجوامع مع حاشیة العطار ۲/ ۴۴۱، بیروت، العلمیة، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء ع ،۱، :۲)۔ (اصح قول کے مطابق مذاہب کا تتبع رخص ممنوع ہے اس طرح کے پیش آنے والے مسائل میں ہر مذہب سے آسان قول کو لے)۔

لیکن ایسا کرنے والوں کو فاسق قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں دو قول ہیں: مشہور شافعی فقیہ ابوبکر عثمان بن محمد شطا دمیاطی بکری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (و:۱۳۰۲ھ کے بعد ۱۸۸۵ء کے بعد) تحریر فرماتے ہیں:

قوله فیفسق به ای بتتبع الرخص، وهذا ماجری علیه ابن حجر ، اما ماجری علیه الرملی فلا یفسق به ولکنه یاثم. (بکری اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین ۴/ ۲۱۸، بیروت، دار الفکر، ع، ۱، :۴).

(مصنف کا قول: تتبع رخص کی وجہ سے فاسق قرار دیا جائے گا، یہی ابن حجر مکی کی رائے ہے، جبکہ رملی کی رائے ہے کہ اسے فاسق نہیں قرار دیا جائے گا لیکن وہ گنہگار ہوگا)۔

یجوز له ان یعمل بفتوی من یصلح للافتاء اذا ساله اتفاقا من غیر تلقط الرخص، ولا تعمد سوال من یعلم ان مذهبه الترخیص فی ذلک، (زرکشی شافعی، البحر المحیط، ۴/ ۶۰۲، بیروت، العلمیة ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء ع، ۱: ۴).

(عامی کے لئے جائز ہے کہ اس شخص کے فتویٰ پر عمل کرے جو فتوی دینے کے لئے موزوں ہو جب کہ دوسرے مذاہب کے مفتی سے رخصتوں کے تتبع کے بغیر بہ طور اتفاق سوال کر لے، اور ایسے شخص سے قصدا

سوال نہ کرے جن کے بارے میں جانتا ہو کہ اس کا مذہب اس سلسلے میں رخصت فراہم کرتا ہے۔

(د) حنبلی فقہ اسکول:

حنابلہ کے نزدیک بھی تتبع رخص ممنوع ہے البتہ ایسا کرنے والوں کو فاسق قرار دینے کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں:

(۱) فاسق قرار دیا جائے گا۔ (۲) فاسق نہیں قرار دیا جائے گا۔

مشہور حنبلی اصولی علامہ ابوالحسن علی بن محمد علی بعلی (و: ۸۰۳ھ کے بعد/ ۱۴۰۰ء کے بعد) تحریر فرماتے ہیں:

ولا یجوز للعامی تتبع الرخص، وذکرہ بن عبد البر اجماعا، ویفسق عند امامنا وغیرہ وحلہ القاضی علی غیر متاول او مقلد، وفیہ نظر۔ (بعلی حنبلی المختصر فی اصول الفقہ، ص: ۱۶۸، جامعۃ ملک عبد العزیز، مکۃ مکرمۃ تحقیق ڈاکٹر محمد مظہر بقا، ع،۱،: ۱)۔

(عامی کے لئے رخصتوں کی طلب میں رہنا جائز نہیں ہے اور ابن عبد البر نے اس بالاتفاق ممنوع ہونے کو نقل کیا ہے اور ایسے شخص کو ہمارے امام اور دیگر ائمہ کے نزدیک فاسق قرار دیا جائے گا اور قاضی نے اسے اس شخص پر محمول کیا ہے جو تاویل کرنے والا نہ ہو یا مقلد نہ ہو، اور یہ تاویل قابل غور ہے)۔

(۵)۔ دیگر فقہاء اور اہل علم کے اقوال:

دیگر فقہاء اور اہل علم نے بھی تتبع رخص کو ممنوع قرار دیا ہے، بعض نمایاں مقام رکھنے والے اہل علم کے اقوال درج ذیل ہیں:

سوال نمبر ۳ کا جواب:

تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام و دلائل

تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام و دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ناگزیر تتبع رخص:

کوئی شخص ایسی شدید ضرورت اور عذر میں مبتلا ہو کہ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے میں شدید مشقت میں مبتلا ہو جائے تو درج ذیل شرائط کے ساتھ دوسرے فقہی مذہب کے آسان تر قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

(الف) ایسا کبھی کبھار ہو۔

(ب) اسے عادت نہ بنائے۔

(ج) دوسرے مذہب کی آسان تر رائے کو اختیار کرنا خواہش نفس پر مبنی نہ ہو۔

(د) دوسرے مذہب کا آسان تر قول اس مذہب کا راجح قول ہو، شاذ یا ضعیف قول نہ ہو، دلائل:

ناگزیر تتبع رخص کی مشروط گنجائش کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔شرعی اصول کے مطابق خواہش نفس کی پیروی کی مذمت ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

(وقل لا اتبع اھوائکم قد ضللت اذا وما انا من المھتدین) [۶/انعام: ۵۶]۔

(آپ کہہ دیجئے میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا (اگر میں ایسا کروں) تب تو میں گمراہ ہوجاوں گا اور راہ یاب لوگوں میں نہیں رہوں گا)۔

لیکن ناگزیر اور مشروع تتبع رخص میں خواہشات نفس کی پیروی نہیں ہے لہذا اس کی گنجائش ہے۔

درج ذیل حالات میں تتبع رخص ممنوع ہے:

(الف) ایسا خواہش نفس کی بنا پر ہو

(ب) کوئی مجبوری نہ ہو

(ج) عامی شخص خود سے فیصلہ کرلے اپنے حالات معتبر مفتی کے سامنے رکھ کر استفتاء نہ کرے۔

(د) جس عالم کی دلائل پر نظر نہ ہو، اور اس کے اندر دلائل کا تجزیہ کرنے کی قدرت نہ ہو وہ خود سے فیصلہ کرلے، اور قابل اعتماد مفتی کے سامنے اپنے حالات نہ رکھے۔

دلائل:

سطور بالا میں ذکر کردہ حالات میں تتبع رخص کے ممنوع ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔شرعی اصول ہے کہ خواہش نفس کی پیروی کی ہر غلط صورت ممنوع ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

(ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ) [۳۸/ص: ۲۶]۔

(اور خواہش نفس کی پیروی مت کرو، وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے)۔ نیز ارشاد الٰہی ہے:

(ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا) [۱۸/کھف: ۲۸]۔

(اور اس شخص کی اطاعت مت کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے اور اس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے)۔

ایک دوسری جگہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

(ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ) [۲۸/القصص: ۵]۔

(اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے)۔

۲۔ جسے دلائل کو پرکھنے کی صلاحیت نہ ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ معتبر اہل علم سے دریافت کرے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون)، [۱۶/نحل: ۴۳]۔

(سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو)۔

لہذا عامی یا دلائل کے تجزیہ کی قدرت سے محروم شخص کا خود سے فیصلہ کر لینا جائز نہیں ہے۔

۳۔ دلائل پر مبنی تتبع رخص

اگر کوئی عالم یک گونہ اجتہاد کی قدرت رکھتا ہو کتاب وسنت پر اس کی نظر ہو اور دلائل کو پرکھنے اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے لیس ہو، اسے اگر دلائل کی روشنی میں کسی مجتہد کا آسان تر قول راجح معلوم ہو رہا ہو تو وہ اس قول کو لے سکتا ہے۔

دلائل:

اس دلائل پر مبنی تتبع رخص کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اصلا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

(یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) [۴/النساء: ۵۹]۔

(اے ایمان والوں، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو)۔

ائمہ مجتہدین محض شارح ہیں وہ اللہ اور رسول کے احکام کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں لہذا دلائل کی روشنی میں کسی مجتہد کا آسان تر قول اپنے معتبر شرائط کے ساتھ راجح ہو تو اسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

(الف) تتبع رخص کو جائز کہنے والوں کے دلائل

تتبع رخص کو جائز کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن کریم سے ان کی دلیل یہ ہے کہ عامی کی ذمہ داری ہے کہ کسی قابل اعتماد عالم سے دریافت کر لے اب اگر اس نے کسی مجتہد کے آسان تر قول کو بیان کیا ہے تو وہ اس پر اعتماد کر سکتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

(فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون) [۲۱/انبیاء: ۷]۔

(سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو)۔

مناقشہ: عامی کی ذمہ داری ہے کہ وفات پائے ہوئے قابل اعتماد مجتہد یا زندہ قابل اعتماد مفتی سے دریافت کرے لیکن ضروری ہے کہ وفات پائے ہوئے مجتہد کے راجح مذہب کو اختیار کیا جائے اسی طرح زندہ قابل اعتماد مفتی

کی ذمہ داری ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں راجح قول اسے بتادے، یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی بھی مجتہد کے آسان تر قول کو خود سے اختیار کر لے۔

۲۔احادیث مبارکہ:

تتبع رخص کو جائز کہنے والے درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(الف) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں:

"ما خیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما، مالم یاثم، فاذا کان الاثم کان ابعد ھما منہ "۔(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود والانتقام لحرمات اللہ، حدیث نمبر ۶۷۸۶، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ، صلی اللہ علیہ وسلم، للآثام، واختیارہ من المباح اسھلہ، حدیث نمبر ۲۳۲۷)۔

(رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو معاملوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں آسان تر کو اختیار کرتے، جب تک کہ وہ گناہ نہیں ہوتا، اگر گناہ ہوتا تو آپ اس سے بہت زیادہ دور رہتے)۔

اس حدیث کی روشنی میں وہ کہتے ہیں کہ مجتہد کے عمل اجتہاد کو برقرار رکھا گیا ہے خواہ اس سے غلطی ہو، لہذا مجتہد کی پیروی جائز ہے اور ہر مسئلہ میں ایک ہی مجتہد کے اتباع کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے غیر مجتہد شخص ہر مسئلہ میں کسی مجتہد کے آسان تر قول کو اختیار کر سکتا ہے۔

مناقشہ:

اس حدیث کا تعلق مشروع احکام میں سے آسان تر حکم کو اختیار کرنے سے ہے، اس حدیث کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ فروعات میں ہر مجتہد کے آسان تر قول کو اختیار کیا جائے، فروعات میں غیر مجتہد کی ذمہ داری ہے کہ وہ دلائل کی روشنی میں راجح قول کو اختیار کرے چونکہ غیر مجتہد کو دلائل کے پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے اس کی ذمہ داری ہے کہ جس امام پر اعتماد ہے اس کے مفتی سے اس کے مذہب کے راجح قول کو معلوم کرے نہ کہ کسی مجتہد کے آسان قول کو لے۔

(ب) تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کے دلائل

تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کے کتاب وسنت سے ماخوذ دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔قرآن کریم:

قران کریم کی متعدد آیتوں میں خواہش نفس کی پیروی کی ممانعت ہے یہ قرآنی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کے فیصلے، احکام اور قوانین کی پیروی ہونی چاہیے نہ کہ خواہش نفس کی، فرمان باری تعالیٰ ہے:

ولئن اتبعت اھوائھم من بعد ما جائک من العلم انک اذا لمن الظالمین۔ [۲/بقرہ:۱۴۵]۔

(اور اگر تم اپنے پاس علم آنے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کرتے ہو تب تو تم یقینا ظالموں میں سے ہوجاؤ گے)۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فاحکم بینھم بما انزل اللہ و لا تتبع اھواءھم عما جائک من الحق۔ [۵/مائدہ:۴۸]۔

(سو آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کیجیے اور اس حق کے مقابلہ جو آپ کے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے)۔

جبکہ تتبع رخص خواہشات کی پروی کے سوا کچھ نہیں ہے: کیونکہ غیر مجتہد کا فریضہ ہے کہ اپنے قابل اعتماد مفتی سے اپنے قابل اعتماد امام کے راجح قول کو معلوم کرے نہ کہ خود سے کسی مجتہد کے آسان تر قول کو اختیار کرلے۔

۳۔احادیث مبارکہ:

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں راجح قول کو ہی لیا جائے گا خواہش نفس کی پیروی ناجائز ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ (النسہ لابن ابی عاصم ۱/۱۲، حدیث نمبر ۱۴، الاربعین لنسوی، ص:۱۳، حدیث نمبر ۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ھے، دیکھیے ابن رجب، جامع العلوم والحکم ۱/۳۴۸)۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے درمیان فرق

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے درمیان تھوڑا سا فرق ہے جو درج ذیل ہے: ۱۔تتبع رخص عام ہے یعنی ہر مسئلہ میں کسی مجتہد کے آسان تر قول کو لینے کا نام تتبع رخص ہے۔

۲۔تلفیق بین المذاہب ایک ہی مسئلہ میں یا ایک ہی عبادت کے مختلف حصوں کے بارے میں مختلف فقہی مذاہب کی آرا کو جمع کرنے کا نام ہے۔

مثال کے طور: وضو میں دلک کی شرط نہ ہونے کو شافعی مسلک سے لے اور بلا شہوت عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کے معاملہ میں امام مالک کے قول کو لے یا خون نکلنے سے وضو نہ ٹوٹنے کے باب میں امام شافعی کے قول کو لے

اورامام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو لے۔

البتہ بعض اہل علم نے تلفیق کی ایسی تعریف کردی ہے جس سے دونوں کے ایک ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

مثلا: مولانا محمد عمیم الاحسان مجددی برکتی تحریر فرماتے ہیں: التلفیق ھو تتبع الرخص عن ھوی۔ (برکتی قواعد الفقہ، ص: ۲۳۶، کراچی، صدف پبلشر، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء ع، ۱:۱)۔ (تلفیق خواہش نفس کے ساتھ تتبع رخص کو کہتے ہیں)۔

لیکن راجح یہ ہے کہ دونوں میں عموم وخصوص کا فرق ہے دو الگ الگ مسئلوں میں اگر کسی دوسرے مذہب کی کوئی فقہی رائے اس کے معتبر شرائط کے ساتھ لی گئی تو یہ ضرورتا دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا ہے اور تلفیق نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لینے کے سلسلے میں شرعی حکم

(الف) اصل یہ ہے کہ دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل کتاب وسنت کی نصوص اصول شرع اور مقاصد شریعت کی روشنی میں حل کیے جائیں فقہی مذاہب سے استئناس کے وقت ان کے راجح قول لیے جائیں جبکہ تتبع رخص میں آسان تر قول مدنظر ہوتا ہے نہ کہ راجح قول۔

لہذا عام حالت میں دور حاضر کے نئے پچیدہ مسائل کے حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لینا جائز نہیں ہے

(ب) کسی نئے پیچیدہ مسئلہ میں کسی مذہب کے آسان تر قول کو اختیار کرنا ضروری ہو اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو پھر درج ذیل شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے:

۱۔ کسی فقہی مذہب کا آسان تر قول کتاب وسنت سے متصادم نہ ہو۔

۲۔ وہ آسان تر قول اصول شرع سے متعارض نہ ہو۔

۳۔ وہ آسان تر قول مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو۔

۴، وہ آسان قول اس اس فقہی مذہب کا راجح قول ہو۔

۵۔ وہ آسان قول اس فقہی مذہب کا ضعیف یا شاذ قول نہ ہو۔

۶۔ وہ آسان تر قول عقلی دلائل سے بھی متصادم نہ ہو۔

الغرض کبھی کبھار کسی مذہب فقہی کے آسان تر قول کو اس کے معتبر شرائط کے ساتھ لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ البتہ عام حالات میں اس سے گریز کیا جائے۔

سوال نمبر ۷ کا جواب

انفرادی فتاوی میں تتبع رخص استعمال کرنے کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر

عام لوگ جس امام پر اعتماد کرتے ہوں، ان کے راجح قول کے مطابق ہی فتویٰ دیا جائے، کیونکہ شریعت کا اصول ہی یہی ہے کہ ہر باب میں راجح قول پر عمل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے تمام فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ عمل اور فتویٰ دونوں کے باب میں مذہب کے راجح قول کو اختیار کیا جائے اس لیے کہ مرجوح قول معدوم یا منسوخ کے درجہ میں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه،فلا یجوز له العمل او الافتا بالمرجوح، الا فی بعض المواضع، کما سیاتی فی النظم، وقد نقلوا الاجماع علی ذلک۔(ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء، ع،۱،: ۱)۔

(جو شخص اپنے لیے عمل کرنا چاہے یا دوسرے کو فتویٰ دینا چاہے اس پر فرض ہے کہ اس قول کی پیروی کرے جسے اس کے مذہب کے علماء نے راجح قرار دیا ہو لہذا بعض مواقع کو چھوڑ کر مرجوح پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ نظم میں آرہا ہے، اور اہل علم نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے)۔

ایک دوسرے مقام پر علامہ قاسم بن قطلو بغارو کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اتباع الھوی حرام، والمرجوح فی مقابلۃ الراجح بمنزلۃ العدم والترجیح بغیرہ مرجح فی لمتقابلات ممنوع۔(مرجع سابق،ص: ۲۵۴)۔

(خواہش نفس کی پیروی حرام ہے اور مرجوح راجح کے مقابلہ میں معدوم کے درجہ میں ہے، اور اسباب ترجیح کے بغیر متعارض امور میں ترجیح ممنوع ہے)۔

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

اما لو عمل بالضعیف فی بعض الاوقات لضرورۃ اقتضت ذلک، فلا یمنع منه، وفی المعراج عن فخر الامۃ رضی اللہ عنه لو افتی مفت بشئی من هذه الاقوال فی مواضع الضرورۃ طلبا للتیسیر کان حسنا.(مصدسابق ص: ۵۰۰، ۵۰۲)۔

(البتہ اگر بعض اوقات ضرورت کے متقاضی ہونے کی وجہ سے ضعیف پر عمل کرے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا اور المعراج میں فخر الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اگر مفتی آسانی پیدا کرنے کے لئے ضرورت کے مواقع پر ان اقوال میں سے کسی قول پر فتویٰ دے تو یہ بہتر ہے)۔

جیسے ضرورت کے موقع پر مذہب کے ضعیف قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے اسی طرح ضرورتاً دوسرے مذاہب کی طرف منتقل ہونا درست ہے، اس تفصیل سے یہ بات عیاں ہے کہ مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں عام حالات میں تتبع

رخص کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔

خلاصۂ بحث: محور دوم:

۱۔(الف): تتبع کی لغوی حقیقت چھان بین کرنا، تلاش کرنا اور کسی چیز کو بہ تدریج طلب کرنا ہے۔

(ب) رخص رخصہ کی جمع ہے اس کی لغوی حقیقت، یسر وسہولت ہے یہ مفہوم اصلی معنی ستا ہونے سے ماخوذ ہے کیونکہ سستی چیز سہل اور آسان ہوتی ہے دیگر معانی نرم ونازک ہونا، نعمت سے لطف اندوز ہونا اور نعمت میں پلنا ہے۔

(ج) تتبع رخص کی لغوی حقیقت یسر وسہولت پر مبنی احکام کو طلب کرنا ہے۔

(د) تتبع رخص کی اصطلاحی حقیقت یہ ہے کہ ہر عمل کے سلسلے میں ائمہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے آسان تر قول کو اختیار کرنے کی عادت بنالی جائے۔

۲۔(الف) تتبع رخص کے بارے میں زیادہ تر فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تتبع رخص ممنوع ہے اس لیے کہ اس میں خواہش نفس کی پیروی ہے اور اس سے تلاعب بالدین اور دین کے سلسلے میں تساہل برتنے کا دروازہ کھلتا ہے۔

(ب) بعض فقہاء اور اصولیین جیسے علامہ ابن ہمامؒ وغیرہ کی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تتبع رخص جائز ہے کوئی شرعی وعقلی دلیل اس سے مانع نہیں ہے۔

۳۔تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ناگزیر تتبع رخص

حکم: مشروط جواز۔

دلائل:

(الف) ناگزیر تتبع رخص کی مشروط گنجائش میں ہوا پرستی نہیں ہے۔

(ب) دوسرے مجتہد کی رائے میں صواب کا احتمال ہے لہذا مجبوری میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

(ج) حلت وحرمت کے باب میں اضطراری ومجبوری کا اعتبار ہے تو اجتہادی امور میں بھی اس کا اعتبار ہوگا۔

۲ ممنوع تتبع رخص

حکم: ممانعت دلائل:

(الف): مذموم خواہش نفس کی پیروی حرام ہے

(ب) عامی یا دلائل کے تجزیہ کی قدرت سے محروم شخص کی ذمہ داری ہے کہ قابل اعتماد مفتی کی طرف رجوع کرے۔

۳۔دلائل پر مبنی تتبع رخص

حکم: جواز دلائل:

الف: اصل اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی ہے مجتہد محض شارح ہے لہذا دلائل پر نظر رکھنے والا شخص دلائل کی روشنی میں کسی مجتہد کا آسان تر قول راجح معلوم ہو تو وہ اسے اختیار کر سکتا ہے،

(ب) آسان تر قول کتاب وسنت سے موید ہو تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔(الف) تتبع رخص کو جائز کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(الف): غیر مجتہد اور عامی کو قابل اعتماد مفتی سے رجوع کرنے کا حکم ہے، قرآن کریم کی سورت انبیاء آیت نمبر سے ان کا استدلال ہے۔

(ب) آسان تر معاملہ اختیار کرنے کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی حدیث۔

(ج) نماز باجماعت ہلکی پڑھانے سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث۔

(د)۔معراج سے متعلق طویل حدیث جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس میں نماز کی تعداد میں تخفیف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے۔

(ب): تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال جن میں کو اہش نفس کی پیروی کی مذمت ہے۔

۲۔سوہ نسا آیت نمبر ۵۹ سے استدلال۔

۳۔شہادت میں عدالت کی شرط راجح دلیل کو اختیار کرنے کی ہدایت ہے۔

۵۔تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے درمیان عموم وخصوص کا فرق ہے یعنی تتبع رخص عام ہے جبکہ تلفیق بین المذاہب خاص ہے۔

۶۔(الف): عام حالات میں دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔

(ب): کسی نئے پیچیدہ مسئلہ میں کسی مذہب کے آسان تر قول کو اختیار کرنا ناگزیر ہو تو درج ذیل شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے:

۱۔وہ آسان تر قول کتاب وسنت سے متصادم نہ ہو۔

۲۔اصول شرع سے متعارض نہ ہو۔

۳۔مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو۔

۴۔وہ آسان تر قول اس فقہی مذہب کا راجح قول ہو۔

۵۔وہ آسان تر قول اس فقہی مذہب کا ضعیف یا شاذ قول نہ ہو۔

۶۔وہ آسان تر قول عقلی دلائل سے بھی متصادم نہ ہو۔

۷۔(الف): مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں عام حالات میں تتبع رخص کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔

(ب): اگر کوئی مستفتی اپنی ضرورت ومجبوری کو بیان کرے اور مفتی کی نگاہ میں اس کی مجبوری قابل غور ہو تو پھر وہ کسی دوسرے مذہب کے آسان تر قول کو درج ذیل شرائط کے ساتھ استعمال کر سکتا ہے۔

۱۔مفتی کے سامنے صراحت کر دی جائے تا کہ اطمئنان قلب کے ساتھ وہ اس پر عمل کر سکے۔

۲۔مستفتی کا عذر واقعی ہو۔

۳۔آسان تر قول دوسرے مذہب کا راجح قول ہو۔

۴۔آسان تر قول کتاب وسنت سے موید اور قواعد شرع اصول شرع اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو۔

۵۔آسان تر قول عقلی اعتبار سے کمزور نہ ہو۔

۶۔آسان تر قول دین میں تساہل برتنے کا ذریعہ نہ بنے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، علمہ اتم واحکم

کتبہ العبد المفتقر ۃ الی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص حقیقت، حدود اور حکم

مولانا رحمت اللہ ندوی
استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

محور اول

تلفیق کی حقیقت:

تلفیق باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ ل ف ق ہے، اس کے معنی ایک کنارہ کو دوسرے کنارہ کے ساتھ ملا دینے کے ہیں، تلفیق کی ضد تفریق ہے۔

"التلفیق مصدر لفق، ضم شقة الی اخری،" (لغة الفقها: ۱۴۴)

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

التلفیق فی اللغة: الضم، وھو مصدر لفق، مادة لفق لها فی اللغة اکثر من معنی، فهی تستعمل بمعنی الضم، ولملاومة، والکذب المزخرف، والتلفاق او اللفاق بکسرهما، ثوبان یلفق احدهما بالآخر، (الموسوعة الفقهیة ۱۳/ ۲۸۶)۔

(لغت میں تلفیق ملانے اور جوڑنے کو کہتے ہیں، یہ لفق کا مصدر ہے اور لغت میں مادہ لفق کے ایک سے زائد معنی ہیں، چنانچہ وہ ملانے، جوڑنے، ہم آہنگی اور ایسا جھوٹ جو سنوار اگیا ہو، کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، تلفاق اور لفاق کے معنی ہیں دو ایسے کپڑے جن میں سے ایک کو دوسرے میں لپیٹ دیا گیا ہو)۔

فقہاء کی اصطلاح میں تلفیق کے معنی ہیں متعدد مذاھب کو ایک عمل میں اس طرح جمع کر دیا جائے کہ کسی بھی ایک مذھب کے مطابق وہ عمل صحیح نہ ہو سکے۔

"التلفیق هو القیام بعمل یجمع فیه بین عدة مذاهب حتی لا یمکن اعتبار هذا العمل صحیحا فی مذهب من المذاهب"۔ (لغة الفقهاء، ص ۱۴۴، بحوالہ ایضاح المسالک ص ۶۴-۶۳)

وفی الاصطلاح: یستعمل الفقهاء التلفیق بمعنی الضم، ویستعملونه ایضا بمعنی التوفیق والجمع بین الروایات المختلفة فی المسألة الواحدة۔ (الموسوعة الفقهیة ۱۳/ ۲۸۶)

التلفيق : هو الاتيان بكفية لا يقول بها المجتهد ، ومعناه ان يترتب على العمل بتقليد المذاهب، والاخذ في قضية واحدة ذات اركان او جزئيات بقولين او اكثر ، الوصول الى حقيقة مركبة لا يقرها احد۔(اصول الفقه الاسلامی للزحیلی، ج ۲ ص ۱۱۴۲)

صاحب قواعد الفقہ نے تلفیق کی تعریف اس طرح کی ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کے اتباع میں رخصت تلاش کرنا، سہولت پسندی اختیار کرنا، (التلفيق هو تتبع الرخص عن هوى) (قواعد الفقه ۲۳۶)

اصول فقہ کے اصطلاح میں ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف جزوی عدول کی ایک صورت تلفیق ہے، تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہا کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔

اگر دو علیحدہ مسئلوں میں مختلف فقہاء کی رائے پر عمل کیا جائے، گو وہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ ہوں تو اس کا شمار تلفیق میں نہ ہوگا، مثلاً فقہ شافعی کے اصول پر کپڑے پاک کیے اور فقہ حنفی کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کی، تو گو کپڑے کی پاکی فقہ حنفی میں اور نماز کی صحت فقہ شافعی میں تسلیم شدہ نہ ہو پھر بھی یہ عدول درست ہوگا۔

اسی طرح اگر ایک ہی مسئلے میں دو الگ الگ مواقع اور اوقات پر مختلف فقہاء کی تقلید کی تب بھی مضائقہ نہیں مثلاً ایک دن ایک فقہ کے مطابق نماز ادا کی دوسرے دن دوسرے فقہ کے مطابق۔(ملاحظہ ہو قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۲)

هو الاتيان بكيفة لا يقول بها مجتهد، وذلك بان يلفق في قضية واحدة بين قولين او اكثر يقول منها حقيقة مركبة لا يقول بها احد، (عمد التحقيق في التقليد والتلفيق، ۹۱/ ۹۲)

(تلفیق کہتے ہیں کوئی ایسی کیفیت اور طریقہ اختیار کرنا جس کا قائل کوئی مجتہد نہ ہو، وہ اس طرح کہ ایک مسئلہ میں دو یا اس سے زائد اقوال کو جمع کر دینا جس سے کوئی ایسی مرکب حقیقت وجود میں آئے جس کا کوئی قائل نہ ہو)۔

مثال: کسی شخص نے امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے وضو میں اپنے سر کے چند بالوں کا مسح کیا، پھر وضو کے بعد امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے کسی اجنبیہ کو چھولیا، تو اس کا وضو اب کسی کے نزدیک نہیں رہا، مزید مثالوں کیلئے الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۳/ ۲۸۷ تا ۲۹۳ اور ایضاح المسالک دوسرا باب دیکھیں،

واضح رہے کہ ساتویں صدی ہجری سے پہلے فقہاء کے یہاں 'تلفیق' کا کوئی ذکر نہیں ملتا عام طور پر دسویں صدی ہجری کے بعد متاخرین فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے۔(اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۱۴۲)

تلفیق بین المذاہب:

المراد بالتفليق بين المذاهب اخذ صحة الفعل من مذهبين معا بعد الحكم ببطلانه على كل واحد منهما بمفرده، (الموسوعة الفقهية ۱۳/ ۲۹۴-۲۹۳)

تلفیق بین المذاہب سے مراد ہے بیک وقت دو مذہب سے فعل کی صحت و درستی اختیار کرنا جبکہ دونوں میں سے ہر ایک پر الگ الگ باطل ہونے کا حکم لگ چکا ہو۔

مثال: کسی باوضو شخص نے بلا حائل کسی اجنبی عورت کو چھوا اور اس سے سبیلین کے علاوہ کوئی نجاست جیسے خون نکلی، تو مس مرأۃ کی وجہ سے امام شافعی کے ہاں وضو ٹوٹ گیا، اور خروج من غیر السبیلین کی وجہ سے احناف کے یہاں ٹوٹ گیا، لیکن شافعیہ کے یہاں نہیں ٹوٹا، اور پہلی صورت میں مس مرأۃ سے حنفیہ کے یہاں نہیں ٹوٹا، تو جب یہ شخص اس وضو سے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز کی صحت بیک وقت دونوں مذہب سے ملفق ہوگی، اور شامی میں ہے الحکم الملفق باطل بالاجماع۔ (ملفق حکم بالاجماع باطل ہے)۔

تلفیق کا حکم

مقلد پر اپنے امام کے مذہب کے مطابق اپنی عبادت اور معاملات کو صحیح رکھنے کے لیے دو شرطیں بہت اہم ہیں:

(۱) کسی امام کی تقلید کر کے اس کے مذہب کے مطابق عمل کر لینے کے بعد اس سے رجوع کر لینا بالاتفاق باطل اور ناجائز ہے، (کما لو صلی ظہرا بمسح ربع الراس مقلد للحنفی فلیس لہ ابطالھا باعتقادہ لزوم مسح الکل مقلد للمالکی) جیسا کہ اگر کوئی شخص مسلک حنفی کی تقلید کرتے ہوئے ربع رأس کا مسح کر کے ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لیے مسلک مالکی کی تقلید میں کل رأس کے مسح کے لزوم کا ارتکاب کر کے نماز ظہر کو باطل کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی ۱/۷۵ بحوالہ ایضاح المسالک)

(۲) مقلد کا کسی عبادت یا معاملہ میں تلفیق کا طریقہ اختیار کرنا بالاجماع باطل اور ناجائز ہے، لہذا مقلد کے لیے تقلید شخصی کی پابندی کرنا اور تلفیق خارق اجماع سے گریز کرنا شرط ہے، اس کے بغیر اس کی عبادت اور معاملات کا صحیح ہونا ممکن نہیں۔ (ایضاح المسالک ص ۴۶)

قد جاء فی الدر المختار: ان الحکم المفق باطل بالاجماع، وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا، وھو المختار فی الذھب لان التقلید مع کونہ جائزا فان جوازہ مشروط بعد التفلیق، (الموسوعۃ الفقیۃ ۱۳/۲۹۴، بحوالہ حاشیہ ابن عابدین ۱/۵۷، و ۳/۶۰۲)

حافظ ابن حجر نے بھی تلفیق ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، شیخ علی اجہوری شافعی اور علامہ قرافی مالکی سے بھی تلفیق کی ممانعت نقل کی گئی ہے۔ (اصول الفقہ الاسلامی ۲/۱۱۴۲، تیسیر التحریر ص ۲۵۵)۔

تلفیق کی وجہ سے خرق اجماع کی نوبت آتی ہے مثلاً ایک شخص جسے قے ہوگئی ہو اور اس نے عورت کو چھو لیا ہو، تو احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا، احناف کے یہاں وجہ قے ہے، اور شوافع کے یہاں مس مرأۃ، اب اگر کوئی قے کے مسئلے میں شوافع کی اتباع کرے اور دوسرے مسئلے میں احناف کی تو اس شخص کے نزدیک

وضو درست قرار پائے گا، حالانکہ اس کا وضو ٹوٹنے پر دونوں فقہاء کا اجماع ہو چکا ہے، مگر یہ دلیل کی وجوہ سے صحیح نظر نہیں آتی۔

(۱) اول تو خرق اجماع سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک ہی مسئلے میں دو رائے ہوں کوئی تیسری رائے اختراع نہ کی جائے، یہاں دو الگ الگ مسئلے ہیں ایک قے کی وجہ سے نقض وضو اور دوسرے مس مرأۃ کی وجہ سے نقض وضو کا مسئلہ۔

(۲) دوسرے خرق اجماع اس وقت ہوگا جب کسی مجمع علیہ حکم کی خلاف ورزی کی جائے، یہاں یہ دونوں مسئلے پہلے سے ہی مختلف ہیں اس لیے خرق اجماع قرار دینے کے کوئی معنی ہی نہیں ہے۔

(۳) تیسرے اسباب کے اختلاف کے باوجود بحیثیت مجموعی کسی جزیہ میں فقہاء کا اتفاق جس کو اجماع مرکب کہا جاتا ہے احناف کے یہاں اجماع شمار کیا گیا ہے اور وہ بھی اس اجماع کے درجے اور حکم میں نہیں جس پر ''اتحاد سبب'' کے ساتھ اتفاق کیا جائے۔

علامہ ابن حجر اور شامی کے دعوی پر ایک نظر جہاں تک علامہ ابن حجر اور امام شافعی کا دعویٰ ہے کہ تلفیق کی حرمت پر اجماع ہے تو یہ دعوی ثابت کرنا جوئے شیئر لانے سے کم نہیں۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلیؒ نے خود شامی کی تنقیح حامدیہ سے نقل کیا ہے کہ شیخ طرطوسی اور ابوالسعود اس کو جائز قرار دیتے ہیں، یہی بات ابن نجم جیسے بلند پایہ حنفی فقیہ نے بیع وقف کے ایک مسئلہ میں کہی ہے، بزازیہ میں تلفیق کو جائز قرار دیا گیا ہے ابن عرفہ مالکی اور علامہ عطروی کی بھی یہی رائے منقول ہے، علامہ بیجوری اور شنشانی وغیرہ نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہی نقل کیا ہے اور جواز کو ترجیح دی ہے۔ (قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۳-۵۳۴)۔

وجاء فی تنقیح الحامدیة لابن عابدین ، مایفید منیة المفتی ما یفید جواز الحکم المرکب ، وان الشیخ الطرطوسی مشی علی الجواز ، کذلک افتی العلامه ابو السعود فی فتاویه بالجواز، وجزم العلامه ابن نجیم فی رسالته فی بیع الوقف بغن فاحش بان المذهب جواز التلفیق ،ونقل الجواز عن الفتاوی البزازیة ، وصحح الجواز ابن عرفة المالکی فی حاشیته علی الشرح الکبیر ، وافتی العلامة العدوی وغیره بالجواز لانه فسحة ۔ (اصول الفقه الاسلامی ۲/ ۱۱۴۷ نقلا عن عمدة التحقیق ص ۱۰۶ ومابعدها)

عمدۃ التحقیق میں ہے:

وما اجاب به فی تنقیح الحامدیة من ان التلفیق المنوع انما هو اذا کان من مذاهب متباینة ،اما اذا کان من اقوال اصحاب المذهب الواحد فلا ، (ص ۱۰۸)

خاتم المحققین علامہ ابن ھمام کا رجحان بھی تلفیق کے جواز ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، تحریر کے شارح امیر

بادشاہ نے بھی تلفیق کو جائز قرار دیا ہے، وہ تلفیق کے مانعین کی دلیل اور رائے پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھذا الفارق لانسلم ان یکون موجبا للحکم بالبطلان، و کیف نسلم و المخالفۃ فی بعض الشروط اھون من المخالفۃ من الجمیع فیلزم الحکم بالحجۃ فی الاھون بالطریق الاولیٰ ومن یدعی وجود فارق او وجود دلیل آخر علی بطلان صورۃ التلفیق علی خلاف الصورۃ الاولی فعلیہ البرھان، (تیسر التحریر ۲۵۵)

(ہمیں تسلیم نہیں کہ یہ ایسا فارق ہے کہ حکم کے باطل ہونے کا باعث ہوگا اور اسے کیوں کر تسلیم کیا جائے جب کہ تمام شرطوں میں مخالفت بعض شرطوں میں مخالفت سے کم تر ہے، لہذا اس سے کم تر مخالفت کی صورت میں بدرجہ اولیٰ اس عمل کے درست ہونے کا حکم لگایا جانا چاہئے اور جس کا دعویٰ ہے کہ کوئی وجہ فرق یا کوئی اور دلیل پہلی صورت کے برخلاف تلفیق کے باطل ہونے پر موجود ہے تو اسے دلیل پیش کرنی چاہئے۔

یہی رائے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ کی ہے اور انہوں نے بڑی قوت اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ (قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۴)

ممنوع تلفیق: وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا، خواہشات نفس کی پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کے لئے حیلہ جوئی ہو۔

لیس القول بجواز التلفیق مطلقا، وانما ھو مقید فی دائرۃ معینۃ، فمنہ ما ھو باطل لذاتہ، کما اذا ادی الی احلال المحرمات کالخمر والزنا ونحوھما، ومنہ ما ھو محظور لا لذاتہ، بل لما یعرض لہ من العوارض۔ (اصول الفقہ الاسلامی، ص ۱۱۴۸)

(تلفیق کے جواز کا قول مطلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک متعین دائرہ اور حد میں ہے، بعض تلفیق فی نفسہ باطل ہے جیسے وہ تلفیق جو محرمات کو حلال کردے جیسے شراب اور زنا وغیرہ اور بعض تلفیق ممنوع ہے لیکن فی نفسہ باطل نہیں ہے، بلکہ دوسرے عوارض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہر ایسی چیز سے منع کرتا ہے جو مضر ہو، لہذا ان میں تسامح اور تلفیق صرف شرعی ضرورت ہی کے وقت جائز ہوگا، کیونکہ ضرورتیں ممنوع چیز کو جائز کردیتی ہیں۔ (۳) وہ فروعات جو لوگوں کی مصلحت اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے متعلق ہیں، ان میں معاملات، حدود، نکاح وطلاق سے متعلق احکام اور عشر، خراج، معادن کے خمس جیسے اموال کی ادائیگی شامل ہے، ان میں ہر اس مذہب کو اختیار کیا جائے گا جو بندوں کی مصلحت اور بھلائی سے قریب تر ہو اگرچہ اس سے تلفیق لازم آئے۔

(۳) جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل: پہلا مسلک (تلفیق کی مطلق اجازت دینا) بہت خطرناک ہے، خاص طور سے ہمارے اس دور میں جس میں خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ اور خوفِ خدا کی

کمی ہے، اگر ہم نے اس مسلک کو اس آزادانہ دور میں اختیار کیا تو یقیناً یہ چیز شریعت کو معطل کرنے کی باعث ہوگی اور دین بس لوگوں کے لئے کھلواڑ اور مذاق بن کر رہ جائے گا۔ اس کے برخلاف دوسرے مسلک (تلفیق سے مطلق منع کرنا) کو اختیار کرنا باوجود اس کے کہ یہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اس زمانے کے تقاضے کے خلاف ہوگا، کیونکہ اگر ہم نے کسی خاص مسلک کی مطلق قید لگادی، تو نئے فقہی مسائل کا شرعی حل ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا، لہٰذا اس طرح کی قید بہت زیادہ تنگی اور دشواری کا باعث ہوگی، حالانکہ فقہی مسالک کا تعدد اللہ کی طرف سے رحمت اور ایک طرح کی گنجائش ہے، اور تمام مسالک کا سرچشمہ قرآن وسنت ہی ہیں۔

(۴) اگر دو مسئلے الگ الگ باب کے ہوں تو وہاں تلفیق کی ممانعت نہیں ہے، اور اگر دونوں مسائل ایک ہی باب کے ہوں تو اس میں تلفیق درست نہیں ہے۔

(۵) نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابلِ عمل حل نکالنے کے لئے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اس میں جن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا، مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) مفتیانِ کرام انفرادی فتاویٰ میں بھی مقالہ میں موجود شرطوں کے ساتھ ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لاسکتے ہیں۔

محور دوم: تتبع رخص:

(۱) لفظ ''رخصہ'' متعدد معانی کے لئے بولا جاتا ہے، اس کا اسم ''غرفۃ'' کی طرح ''فعلۃ'' کے وزن پر ''رخصۃ'' ہے، اور یہ سختی کی ضد ہے یعنی رخصت کاموں میں آسانی کو چاہتی ہے، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"عبارة عما وُسِعَ للمكلف في فعله لعذر وعجز عنه، مع قيام السبب المحرم" (المستصفى في علم الأصول: ج: ۱، ص: ۳۳۰)۔

(۲) فقہاء واصولیین کے اقوال کی چھان بین اور تحقیق کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''تتبع رخص'' کے مسئلہ میں ان کے تین مسلک ہیں: (۱) مطلق ناجائز ہے (۲) بغیر قید وشرائط کے مطلق جائز ہے (۳) عام حالات میں ممنوع ہے اور خاص حالات میں ضرورت یا مرض یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے جائز ہے۔

(۳) رخصت کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے چند اہم قسموں کو مقالہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) تتبع رخص ناجائز کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ رخصتوں کی تلاش وجستجو خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے کی وجہ سے ہے، جبکہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے، اور ''تتبع رخص'' متفق علیہ اصول کے خلاف ہے، اللہ کا حکم تو یہ ہے ''فان تنازعتم في شيئ فردوه إلى الله والرسول''

(النساء:۵۹)، اس سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم نے اس کو مباح قرار دیا تو تکلیف ختم ہو جائے گی، حالانکہ شریعت نے انسان کو کچھ ایسے احکام کا بھی مکلف بنایا ہے جن میں اس کے لئے مشقت بھی ہے۔ جو فقہاء ''تتبع رخص'' کے مطلق جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ محض شریعت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنا ہے، اور قرآن وسنت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنے کے بے شمار دلائل موجود ہیں ''وما جعل علیکم في الدین حرج''، اور شریعت میں کوئی مانع ایسا نہیں ہے جو انسان کو ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنے سے روکے۔

(۵) احقر نے اپنے مقالے میں تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے درمیان پانچ فرق بیان کئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) دورِ حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے ان تمام شرطوں کے ساتھ مدد لی جاسکتی ہے، جن کا ذکر مقالہ میں کیا گیا ہے۔

(۷) مفتیانِ کرام انفرادی فتاویٰ میں بھی ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال انھیں مذکورہ شرطوں کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

تلفیق کے جواز کی شرطیں

صحیح مقاصد کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے، حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی لکھتے ہیں:

(۱) تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہے اس سے رجوع لازم نہ آئے جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت طالقہ البتۃ (تجھے قطعی اور یقینی طلاق ہے) اور نیت تین طلاق کی ہو پھر اس نے اس مسئلے میں اپنی رائے کو نافذ کرتے ہوئے یقین کر لیا کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو چکی ہے، پھر رائے بدل دی اور طلاق رجعی قرار دیتے ہوئے رجوع کرے اور اسے اپنی زوجیت میں باقی رکھے۔

(۲) لازم اجماعی (پہلے تقلید کے طور پر عمل کرنے کی وجہ سے جو صورت لازم آتی ہے) سے رجوع لازم نہ آتا ہو، جیسے ایک شخص نے بغیر ولی کے نکاح کے صحیح ہونے میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کی اور ایک بالغہ لڑکی سے بلا ولی نکاح کر لیا، تو اس میں شک نہیں کہ اگر نکاح کی صحت تسلیم کر لی جائے تو اس سے طلاق واقع کرنا بھی لازماً صحیح ہوگا، تو اگر یہ شخص اپنی منکوحہ کو جس سے بغیر ولی کے نکاح کیا ہے تین طلاق دے دے پھر طلاق واقع نہ ہونے میں امام شافعی کی تقلید کرنا چاہے کہ امام شافعی کے مسلک کی رو سے یہ نکاح ہی صحیح نہیں ہوا کیونکہ بغیر ولی کے تھا تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہ سابق تقلید کے نتیجے میں لازم آنے والے لازم اجماع حکم سے رجوع کرنا ہے۔

(۳) علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے، کیونکہ علماء کے وہ نادر اور شاذ اقوال جنہیں امت نے مسترد کر دیا ہے اور قبول نہیں کیا ہے انہیں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، امام اوزاعی فرماتے ہیں: جو شخص علماء کے نادر اقوال کو

اختیار کرے گا وہ اسلام سے نکل جائے گا، سلیمان تیمی کہتے ہیں: اگر تو ہر عالم کی رخصت اختیار کرے تو تجھ میں تمام برائیاں جمع ہو جائیں گی، اور علماء کی شاذ و نادر سے مراد وہ اقوال ہیں جنہیں زلات (لغزشیں) کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہم تلفیق اور تتبع رخص کو مطلقا مباح قرار دیں تو یہ امت کے لیے فتنہ اور آزمائش ہوگی اور شریعت کی ہتک حرمت ہوگی، کیونکہ یہ دونوں اباحت پسندی، آزادی، لہولہب اور خواہش کی پیروی کا سبب بنیں گے، ہاں اگر قابل اعتماد فقہائے کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت کے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لیے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بالخصوص جب کہ یہ کام علمائے راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں انجام پائے۔ (مباحث فقہیہ صفحہ 197 تا 198 نیز عمدۃ تحقیق از صفحہ 111 تا 114 اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۱۴۸ تا ص ۱۱۵۰)

مفتی محمد شفیع صاحب نے مجتہد کے لیے بعض مسائل میں مذہب غیر اختیار کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اس کا یہ عمل ایسی تلفیق کو لازم نہ ہو جس کے باطل ہونے پر دونوں اماموں کا اجماع ہو۔

(۲) مذہب غیر کا اختیار کرنا اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے سے پہلے ہو اس طرح کے اس حادثے میں اپنے امام کے مذہب پر عمل ہی نہ ہو۔

(۳) رخصت تلاش کرنے کے لیے نہ ہو کیونکہ عامی کے لیے بالاجماع اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں: کہ متقدمین مشائخ نے ضرورت شدیدہ اور عمومی بلوی کی شرط نہیں لگائی ہے، لیکن اس فساد اور تلاعب بالدین کے زمانے میں اس شرط کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۱۶۶)

حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانے میں احتیاط اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق اور متدین علمائے کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلے میں ضرورت کا تحقق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتوی نہ دیں اس وقت تک ہرگز اپنے امام کا مذہب نہ چھوڑے، کیونکہ مذہب غیر کو لینے کے لیے یہ شرط ہے کہ اتباع ہوی اور خواہش نفس کی بنا پر نہ ہو بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو، اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علمائے اہل بصیرت ضرورت سمجھیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتوی دینے والا شخص ایسا ہو جس نے کسی ماہر استاد سے فن کو حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اس کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں۔ (الحیلہ الناجزہ (جدید) ص ۶۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے ہے کہ موجودہ حالات میں حرص و ہوس اور اتباع نفس کا جیسا کچھ غلبہ ہے اس کا تقاضہ یہی ہے کہ تلفیق کی ایسی کھلی چھوٹ نہ دے دی جائے، ہاں کہیں کسی مسئلے میں اجتماعی دقت پیدا ہو جائے، ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول ضروری ہو جائے، اور صورت حال یہ ہو کہ تلفیق سے بچ کر اس کا حل

کرنا مشکل ہو، تو علماء اور اصحاب افتاء اجتماعی غور وفکر کے ذریعے ایسے مواقع پر اس نقطہ نظر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
(قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۴-۵۳۵)

تلفیق کی قسمیں

امت کی تین قسمیں ہیں

۱۔ مجتہد مطلق

۲ مجتہد مقید

۳ مقلد محض

مجتہد مطلق: اس کے لئے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے اس پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہے

مجتہد مقید: جس کو آزادانہ اجتہاد کی اجازت نہیں ہے بلکہ اصول مذہب میں اپنے امام کی تقلید کرنا واجب ہے البتہ فروعی اور جزئی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کام لینے کی اجازت ہے۔ واھل الاجتہاد المقید یجب علیھم تقلید اھل الاجتہاد المطلق فی اصول مذھبھم فقط دون الفروع)۔ (خلاصۃ التحقیق ۱۶)

مجتہد مقید کے لیے اپنے اجتہاد میں تلفیق کی اجازت تو ہے لیکن خارق اجماع تلفیق کی اجازت نہیں ہے، اور خارق اجماع تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد مقید مسائل میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی مذہب کے مطابق عمل درست نہ ہو، بلکہ ایک پانچویں مذہب کی ایجاد اس سے لازم آرہی ہو تو ایسی تلفیق بالاتفاق ناجائز اور باطل، ہے اور دین اسلام کو کھلواڑ بنانا ہے۔

مقلد مقید اور مقلد محض پر اپنی عبادت اور معاملات کی صحت کے لیے کسی امام کی تقلید واجب ہے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کہ کبھی کسی امام کے مسلک پر عمل کرے اور کبھی کسی اور امام کے مسلک پر۔

مجتہد مقید کی تلفیق

مجتہد مقید کی تلفیق کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:

(۱) الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق۔

(۲) دو الگ الگ مسئلے ہیں، ان میں سے ایک مسئلے میں اپنے اجتہاد کے ذریعے سے امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دیتا ہے، بغیر اجتہاد کے تقلید نہیں کر رہا ہے، دوسرے مسئلے میں امام شافعی کے قول کو ترجیح دے رہا ہے، یہاں بھی بغیر اجتہاد کے تقلید نہیں کر رہا ہے، بلکہ اپنے اجتہاد سے کام کر رہا ہے تو یہ اس کے لیے جائز ہے، مگر یہ ظاہرا تو تلفیق ہے حقیقت میں تلفیق نہیں ہے، بلکہ یہ اس مجتہد کا تفرد ہے اور مجتہد مقید کے لیے اس طرح کی تلفیق جائز ہے۔ مگر غیر مجتہد کے لیے مجتہد مقید کے تفرد کا اتباع جائز نہیں ہے۔

(۲) دووقتوں میں دوعمل کی تلفیق:

مجتہد مقید الگ الگ دومسئلوں کے دوعملوں میں تلفیق کرے تو یہ تلفیق خارج اجماع نہیں ہوئی اور اس قسم کی تلفیق صرف مجتہد مقید کے لیے دلائل کی روشنی میں جائز ہے، مگر مستحسن نہیں ہے۔

(۳) عمل واحد میں مجتہد مقید کی تلفیق:

مجتہد مقید کے لیے دو اماموں کی تقلید کرتے ہوئے ایک عمل کی ایک وقت میں تلفیق جائز نہیں ہے، ایسی تلفیق سب کے نزدیک خارق اجماع ہے، یہ تلفیق کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(۴) ایک وقت میں دوعمل کی تلفیق:

ایک وقت میں دوعملوں کی تلفیق ایک ساتھ کرنا مجتہد مقید کے لیے جائز نہیں ہے۔ (مزید تفصیلات اور امثلہ کے لیے دیکھیں صفحہ ایضاح المسالک ص ۶۶-۷۲)۔

مقلد مقید کی تلفیق

مقلد مقید اس کو کہا جاتا ہے جس کے اندر اجتہاد کی کوئی صلاحیت نہیں اور اس کو مقلد محض اور مقلد قاصد بھی کہا جاتا ہے، ایسے مقلد پر اپنے امام کے اہل مذہب کی تقلید واجب ہوتی ہے، اس کے لیے کسی قسم کی تلفیق جائز نہیں۔ (اس کی تفصیلات کے لیے ایضاح المسالک، ص ۷۳ تا ۸۰)

تلفیق کا دائرہ

عقائد وایمان، اخلاق اور ہر وہ شے جس کا ضروریات دین سے ہونا معلوم ہو وہ تلفیق کے دائرے میں نہیں آتی ہے، کیونکہ ان امور میں تقلید بالاتفاق جائز نہیں ہے بلکہ وہ محل اجتہاد ہی نہیں ہے کہ اس اختلاف کا محل ہو جس پر تقلید وتلفیق کی بنیاد ہوتی ہے۔

اما فی العقائد والایمان والاخلاق وکل ما علم من الدین بالضرورۃ، فلیس داخلا فی التلفیق، لانہ لا یجوز فیھا التقلید اتفاقا، بل ولیست مجالا للاجتھاد حتی یکون محلا للخلاف الذی یبنی علیہ التقلید والتلفیق" (اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۱۵۰)

تلفیق کا دائرہ شرعی ظنی، اجتہادی، فروعی اور جزیات ہیں، یعنی اجتہادی مسائل میں مختلف فیہ امور جو عام طور پر عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں۔

فروعات شرعیہ کی قسمیں

شرعی فروعات وجزیات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جن کی بنیاد مکلف کے احوال کے اختلاف سے مختلف قسم کے سہولت اور یسر پر ہے۔

(۲) وہ فروع جو احتیاط اور ورع پر مبنی ہیں۔

(۳) وہ فروع جن کا مدار بندوں کی مصلحت وسعادت پر ہے۔

مذکورہ بالا تینوں قسموں میں سے پہلی قسم عبادات محض ہیں، ان میں حاجت کے لیے تلفیق جائز ہے، کیونکہ ان کا مدار بلا حرج اور مشقت اللہ تعالی کا حکم بجالانے اور سر تسلیم خم کر دینے پر ہے، لہذا مناسب ہے کہ غلو اور تشدد نہ ہو جو تباہ کن ہوتا ہے۔

عبادات مالیہ میں احتیاط شدت رکھی گئی ہے تا کہ فقراء اور حاجت مندوں کے حقوق ضائع اور پامال نہ ہوں، اس لیے زکوۃ دینے والے پر اس کی اطاعت کرنی ضروری ہے کہ قول ضعیف کو اختیار نہ کرے یا کسی مذہب سے تلفیق نہ کرے جو حق فقیر کو ضائع کرنے سے قریب تر ہو، اور مفتی پر لازم ہے کہ اس نوع میں احوط اور انسب کی رعایت کرتے ہوئے فتوی صادر کرے، اور مستفتی کے حال کی رعایت بھی کرے۔

دوسری قسم کی فروعات، محظورات ہیں، اور ان کا دارومدار احتیاط اور حتی الامکان ورع کو اپنانے پر ہے کیونکہ اللہ تعالی کسی چیز سے منع کرتا ہے تو اس کی مضرت کی وجہ سے ہی کرتا ہے، لہذا شرعی ضرورت کے وقت ہی تسامح یا تلفیق جائز ہوسکتی ہے، اس لیے الضرورات تبیح المحظورات کہا گیا ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

مانهيتكم عنه فاجتنبوه، وما امرتكم فاتوا منه ما استطعتم۔ (متفق عليه)

اس حدیث میں امر کو استطاعت سے مقید کیا گیا ہے اور نہی کو مطلق رکھا گیا ہے، تا کہ منہی عنہ کے ضرر کو ختم کیا جائے۔

محظورات میں تلفیق کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ ورع اور احتیاط پر مبنی ہے حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث دلیل ہے۔

ما اجتمع الحرام والحلال، الاغلب الحرام الحلال۔ (البهيقى) اور يه حديث: دع مايريبک الى مالا يريبک۔ (الترمذى)

لیکن وہ محظورات جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ان میں تلفیق جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ حق کی حفاظت، ایذا رسائی وظلم کی ممانعت کی بنیاد پر قائم ہیں، اس لئے تلفیق مباح نہ ہوگی اس لے کہ وہ حق پر زیادتی اور بندوں کو ضرر پہونچانے کے لئے حیلہ کی ایک قسم ہے۔

تیسری قسم: معاملات اور حدود، عشر وخراج سے مال کی ادائیگی، معادن کا خمس، اور مناکحات ہے، نکاح اور اس سے متعلق طلاق، کی بنیاد زوجین اور ان کی اولاد کی سعادت ہے، اور یہ بنیاد اس وقت پوری ہوگی جب ازدواجی ربط

وتعلق کی حفاظت اور خوشگوار زندگی ہو۔

تو اگر اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض واقعات وحالات میں تلفیق کی ضرورت پڑ جائے تو تلفیق کو نکاح وطلاق اور شرعی قواعد کے ساتھ لوگوں کے کھلواڑ کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے، شرعی قاعدہ: الاصل فی الابضاع التحریم، کی رعایت، عورتوں اور انساب کے حقوق کی حفاظت ہو، ورنہ تلفیق ممنوع ہوگی۔

معاملات، ادائے اموال، مقررہ حدود، خون کی صیانت وغیرہ تکالیف شرعیہ جن میں بشری مصالح اور زندگی کے مرافق کی رعایت رکھی گئی ہے، ان میں ہر مذہب میں سے وہ اختیار کرنا اور اپنانا ضروری ہے جو مصلحت عباد اور ان کی سعادت سے قریب تر ہو، اگرچہ ایسا کرنے میں تلفیق لازم آئے اس لئے کہ اس میں اس مصلحت کی تائید کے پیچھے سعی ہے جو مصلحت شریعت میں مقصود ہے، اور اس لئے کہ لوگوں کے مصالح زمانہ کی تبدیلی سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اور عرف تہذیب وتمدن اور آبادی کے ارتقاء وتطور کا لوگوں کی مصلحت پر اثر پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تلفیق کے جواز اور عدم جواز کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو شریعت کے ستونوں کو منہدم یا کمزور کردے اور شریعت کی حکمت ومصلحت کا خاتمہ کردے وہ ممنوع ہے، خاص طور سے حیلے اور اس کے برعکس جو چیز شریعت کی بنیادوں کو مستحکم کرے اور حکمت ومصلحت کا مقصد پورا کرے، عبادات میں آسانی فراہم کرکے اور معاملات میں لوگوں کے مصالح کی حفاظت کرکے ان کو دارین کی سرفرازی عطا کرے تو وہ جائز اور مطلوب ہے۔

اور جائز تلفیق حاجت اور ضرورت کے وقت ہے، عبث اور عمدا بغیر کسی شرعی مصلحت کے ایسر واسھل کے تتبع کی وجہ سے نہیں ہے اور جائز تلفیق عبادات اور معاملات کے بعض اجتہادی احکام تک محدود ہے، احکام قطعیہ میں تلفیق جائز نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو، اصول الفقہ الاسلامی، د/وھبہ زحیلی ۲/ ۱۱۵۰ تا ص ۵۳۔ نیز ملاحظہ ہو دوسرے مسلک پر فتویٰ دینے کے اصول وضوابط از ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۲۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں تلفیق کی تفصیل تحریر کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

هذا، والتلفيق المقصود هنا هو ما كان في المسألة الواحدة بالاخذ باقوال عدد من الائمة فيها، اما الاخذ باقوال الائمة في مسائل متعددة فليس تلفيقا وانما هوتنقل بين المذاهب او تخير منها. (الموسوعة ۱۳/ ۲۹۴).

خلاصہ بحث

۱۔ تلفیق کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے یا اس سے زائد مسائل میں مختلف مذاہب کو ضم کرکے کوئی ایسا مرکب

نکالنا جو کسی کے یہاں جائز نہ ہو۔

۲۔۳۔ بنیادی طور پر تلفیق کی دو قسمیں ہیں: جائز اور ناجائز، لیکن نہ مطلقا جائز ہے اور نہ مطلقا ناجائز، جواز بھی چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، عدم جواز کے قائلین اسے اتباع ھوی، اور تلاعب بالدین وغیرہ کی وجہ سے منع کرتے ہیں جب کہ جواز کے قائلین جن شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں ایسی صورت میں خواہشات نفس کی پیروی اور شریعت کے کھلواڑ نہیں آتا ہے۔

۴۔ تلفیق بین المذاھب کے عقائد وایمانیات یعنی قطعی غیر مجتہد فیہ امور میں جائز نہیں ہے، عبادات و معاملات و دیگر ابواب کے وہ مسائل جو فروعی ار مجتہد فیہ ہیں ان میں تلفیق اپنی شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۵۔ تلفیق کے جواز کی شرطوں کا خیال رکھتے ہوئے اجتماعی غور وخوض کے ساتھ اجتہادی مسائل کے حل کے لئے تلفیق کی گنجائش ہے۔

۶۔ انفرادی طور پر مفتیان کرام اپنے فتاویٰ میں تلفیق کو روبہ عمل نہیں لا سکتے ہیں کم از کم تین مستند ماہر مفتیان کرام ہوں۔

خلاصہ

ادارہ مباحث فقہیہ اپنے چوتھے فقہی اجتماع ۱۷/۱۸ جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء) میں باتفاق رائے فیصلہ کیا ہے:

۱۔ عام حالت میں اپنے معین مذہب سے خروج کرنا اور فقہی مذاہب میں پائی جانے والی سہولتوں کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بدرجہ مجبوری خاص حالات میں مندرجہ ذیل ضوابط وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے ان سہولتوں سے استفادہ کی مشروط اجازت دی جاسکتی ہے۔

(الف) خاص حالات میں جو قول اختیار کیا جائے وہ مذاہب اربعہ ہی کے دائرہ میں ہو کیوں کہ دیگر مذاہب باقاعدہ مدون نہیں ہیں۔

(ب) ضرورت داعیہ (بمعنی اضطرار یا ناقابل برداشت تکلیف) پائی جائے، خواہ ضرورت عامہ ہو یا خاصہ، عبادات میں ہوں یا معاملات میں۔

(ج) ضرورت وہی معتبر ہوگی جس کو اہل بصیرت ارباب فتاویٰ اجتماعی فیصلہ کی بنیاد پر تسلیم کرلیں۔

(د) جس امام کے قول کو اختیار کیا جائے اس کی تمام شرائط ملحوظ رکھی جائیں۔

(ھ) دیگر مذاہب کا قول شاذ نہ آئے۔

(و) تلفیق حرام (خارق اجماع) لازم نہ آئے۔

۲۔اسی طرح کے خصوصی حالات میں اہل بصیرت ارباب فتاویٰ کے اجتماعی فیصلے کی بنیادی پر اپنے مذھب کے قول ضعیف کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔(ایضاح المسالک ص ۱۷۹-۱۸۰)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے فقہی اختلاف کی شرعی حیثیت کے موضوع پر اپنا بارہواں فقہی سیمنار ۱۱-۱۴/ فروری ۲۰۰۰ء میں کیا ہے، اس فیصلہ کو بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

محور دوم:

تتبع رخص: رخصت کے لفظ میں لغت کے اعتبار سے بنیادی طور پر سہولت اور آسانی کے معنی پائے جاتے ہیں۔

فقہ کی اصطلاح میں ممانعت کی دلیل کے موجود ہوتے ہوئے عذا اور عجز کی بنیاد پر اس چیز کی جازت دے دی جائے، یہ رخصت ہے، بقول امام سرخسیؒ:

ما استبیح للعذر مع بقاء الدلیل المحرم -اور امام غزالی کے الفاظ میں: **عبارۃ عما وسع للمکلف فی فعلہ لعذر عجز عنہ مع قیام السبب المحرم**۔(قاموس الفقہ ۳/۴۷۷)

الموسوعۃ میں رخصت کے متعدد لغوی معانی بیان کرنے کے بعد اصطلاحی تعریف وہی ذکر کی گئی ہے جو امام غزالیؒ کے حوالہ سے اوپر ذکر کی گئی۔

رخصت کے مقابل میں عزیمت ہے، اس لئے رخصت وعزیمت کا ذکر ایک ساتھ ہوتا ہے، رخصت سے ملتا جلتا لفظ اباحت ہے جو مکلف کو فعل اور ترک کے درمیان اختیار دیتا ہے، جبکہ عزیمت کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے لازم کردینے سے بندوں پر لازم ہوجائے، (الموسوعۃ الفقیۃ، ۲۲/۱۵۱)۔

علم اصول الفقہ للخلاف میں رخصت کی یہ تین تعریفات ذکر کی گئی ہیں:

الرخصۃ: ھی ما شرعہ اللہ من الاحکام تخفیفا علی المکلف فی حالات خاصہ تقتضی ھذا التخفیف، او ھی ماشرع لعذر شاق فی حالات خاصۃ، او ھی استباحۃ المحظور بدلیل مع قیام دلیل الحظر، (علم اصول الفقہ، ص ۱۲۱، الرخصۃ والعزیمۃ)۔

(رخصت وہ ہے جس حکم کو اللہ تعالیٰ مکلف پر مخصوص حالات میں تخفیف کے طور پر مشروع کیا ہو، جو حالات اس تخفیف کے متقاضی ہوں، یا رخصت کہتے ہیں جو مخصوص حالات میں کسی پر مشقت عذر کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہو، یا ممانعت کی دلیل قائم رہنے کے ساتھ حرام وممنوع کو مباح سمجھنا، اصول الفقہ الاسلامی ڈاکٹر محمود محمد الطنطاوی میں رخصت کی لغوی واصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

الرخصة فی اللغة: هی الیسر والسهولة، یقال یرخص السعر اذا کانت السلع موجودة وتیسر الحصول علیها۔

وفی الاصطلاح: هی الاحکام التی شرعها الله تعالیٰ تخفیفا علی المکلفین بناء علی اعذارهم ورعایة لحاجتهم، وذلک کاباحة الفطر فی شهر رمضان بالنسبة للمسافر، لان السفر مظنة المشقة، (اصل الفقه الاسلامی ص ٦٨)

(لغت میں رخصت یسر اور سہولت کو کہتے ہیں، رخص السعر اس وقت بولا جات اہے جب سامان تجارت کا وجود اور اس کا حصول آسان اور ممکن ہو۔

اصطلاح میں رخصت ان احکام کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مکلفین پر ان کے اعذار کی بنار پر اور ان کی حاجت کی رعایت کی وجہ سے بطور تخفیف مشروع کئے ہیں جیسے ماہ رمضان میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت، کیوں کہ سفر مشقت کا مظنہ ہے۔)

رخصت کو عزیت سے علاحدہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ رخصت مظنہ مشقت کے وقت ہی جائز ہوتی ہے اور رخصت اصل کلی سے مستثنی ہوتی ہے یا یہ سمجھ لیں کہ عزیمت عمومی حکم ہوتی ہے اور رخصت خصوصی، عزیمت حکم اصلی ہے اور رخصت اس سے استثنائی حکم ہے۔

رخصت کا مادہ: رخص، ارخص، رخصۃ ہے، حدیث شریف میں ہے:

۱۔ مابال اقوام یرغبون عما رخص لی فیہ۔ (مسلم ۱۸۲۹)

۲۔ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الثمر، ورخص فی العریۃ۔ (بخاری الفتح ۴/ ۳۸۷)

۳۔ انہ علیہ السلام: رخص فی الکفارۃ قبل الحنث۔ (بخاری الفتح، ۱۲/ ۶۰۲)

تتبع رخص کا مطلب

تتبع الرخص، یعنی ان یاخذ الشخص من کل مذهب بماهو أهون علیه وایسر فیما یطرأ علیه من المسائل۔ (اصول الفقه الاسلامی للزحیلی ۲/ ۱۱۵۳)

(تتبع رخص: یعنی آدمی ہر مذہب سے پیش آمدہ مسائل میں وہ اختیار کرے جو سب سے آسان اور سہل ہو)۔

عمدا تتبع رخص جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو تتبع رخص کرتا ہے وہ فقہاء میں سے تتبع رخص کو ممنوع قرار دینے والوں کے نزدیک فاسق ہو جاتا ہے، جب کہ بعض کے نزدیک فاسق نہیں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی جلد دوم میں اس اختلاف کی وضاحت کی ہے۔

کچھ حضرات اور امام غزالی اور صحیح قول کے مطابق مالکیہ اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ مذاھب میں تتبع رخص ممنوع ہے ،اس لئے کہ وہ لوگوں کی خواہشات کے ساتھ میلان ہے اور شریعت میں اتباع ھوی کی ممانعت آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ،معلوم ہوا کہ متنازع فیہ مسئلہ کو خواہشات نفوس کی طرف لوٹانا صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کو شریعت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ابن عبدالعزیز اور ابن حزم سے منقول ہے کہ عامی شخص کے لئے بالاتفاق تتبع رخص جائز نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ہر مختلف فیہ مسئلہ میں شرعی تکلیف کا اسقاط ہو جائے گا۔

بعض مالکیہ جیسے امام قرافی اور اکثر اصحاب شافعی اور حنفیہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ مذاھب میں تتبع رخص جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس سے ممانعت موجود نہیں ہے، اس لئے کہ انسان کو حق ہے کہ وہ اپنے اوپر اخف اور اسھل کی پیروی کرے اور اس پر چلے، کیوں کہ اس کے لئے اس کی گنجائش ہے جب کوئی دوسرا عمل نہ ہو۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قولی وعملی سنت اور حدیث جواز کی متقاضی ہے، حدیث میں ہے:

۱۔ ماخیر بین شئین الا اختار ایسرھما (ترمذی)

۲۔ کان یحب ما خفف علی امتہ (بخاری)

۳۔ بعثت بالحنفیۃ السمحۃ (احمد فی مسندہ)

۴۔ ان ھذا الدین یسر ولن یشاد الدین احمد الا غلبہ (بخاری و نسائی)

شعبی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کو دو چیزوں میں اختیار دیا جائے اور وہ دونوں میں سے سب سے آسان کو اختیار کرے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہوتا ہے اس رائے کو کمال بن ھمام نے تحریر میں اور مسلم الثبوت کے مولف نے اختیار کیا ہے۔

امام قرافی فرماتے ہیں: تتبع رخص اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس سے اس پر عمل لازم نہ آئے جو تمام ائمہ کے نزدیک باطل ہو، جیسے کوئی شخص مس مراۃ بغیر شہوۃ سے وضو نہ ٹوٹنے میں امام مالک کی تقلید کرے اور دلک اعضاء (اعضاء وضو کو ملنا) کے عدم وجود میں امام شافعی کی تقلید کرلے ، یا جمیع مسح راس کے عدم وجوب میں امام شافعی کی تقلید کرلے تو اس کی نماز دونوں اماموں کے نزدیک باطل ہوگی ، کیونکہ اس کا وضو دونوں میں سے کسی کے نزدیک صحیح نہیں ہوا۔

لیکن علامہ قرافی کے اس قول پر کوئی دلیل نص یا اجماع سے نہیں ہے، یہ محض ایک متاخر کی قید ہے جیسا کہ ابن ہمام نے تحریر میں ثابت کیا ہے، جب آدمی کے لئے بعض مجتہدین کی مکمل مخالفت جائز ہے تو بعض مذاھب وآراء

میں تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی، جیسا کہ تیسر التحریر کے مولف نے کہا ہے۔

علامہ ابن عبد البر سے منقول قول کہ عامی کے لئے بالاتفاق تتبع رخص جائز نہیں ہے اس نقل کی صحت بھی تسلیم نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اجماع کی صحت تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ متبع رخص کی تفسیق میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، اور قاضی ابو العلی نے روایت مفسقہ کو غیر متاول اور غیر مقلد پر محمول کیا ہے، اور ابن امیر حاج نے التقریر علی التحریر میں فرمایا ہے کہ بعض حنابلہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر دلیل قوی ہو یا وہ عامی شخص ہو تو اسے فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، روضۃ النووی میں حضرت ابوھریرۃ کے صاحبزادہ سے نقل ہے: کہ فاسق قرار دنہیں دیا جائے گا۔

قال العز بن السلام: وللعامی ان عمل برخص المذاهب، وانكار ذلك جهل ممن انكره لان الاخذ بالرخص محبوب، ودين الله يسر، وما جعل عليكم في الدين من حرج۔

(عز بن سلام فرماتے ہیں کہ عامی شخص کے لئے مذاھب کی رخصتوں پر عمل کا اختیار ہے اس کا انکار جہالت ہے کیونکہ رخصتوں کو اختیار کرنا پسندیدہ ہے، اللہ کا دین آسان ہے اور اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔) (اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۱۵۴-۱۱۵۵)

اسباب رخصت یوں تو رخصت کے اسباب بہت سے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم ضرورت اور رفع حرج ومشقت ہیں، اور عام طور پر سات اسباب ہیں جو رخصت کا باعث بنتے ہیں، سفر، بیماری، اکراہ، بھول، جہالت، ضرورت اور اضطرار اور عموم بلوی، (قاموالفقہ ۳/ ۴۷۸-اصول الفقہ الاسلامی للطنطاوی از ص ۶۸-۷۱، الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۲/ ۱۶۱ ملاحظہ کریں)

اطلاق کے اعتبار سے رخصت کی قسمیں

رخصت کی کئی قسمیں کی گئی ہیں لیکن بنیادی تقسیم دو ہے۔

۱۔ پہلی رخصت، اطلاق کے اعتبار سے، ۲ دوسری رخصت، احکام کے عتبار سے۔

پہلی قسم کی امام سرخسیؒ نے چار قسمیں کی ہیں اور اس طرح کہ رخصت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حقیقی۔ ۲۔ مجازی، ایک اعلیٰ درجہ کی، دوسرے کم تر درجہ کی۔

مجازی کی بھی دو قسمیں ہیں؛ ایک وہ جو مجاز ہونے میں مکمل درجہ کی حامل ہیں، دوسرے وہ جو اس سے کم تر درجہ کی ہیں۔

ان چاروں اقسام کی مختصر توضیح اس طرح ہے۔

اعلی درجہ کی حقیقی رخصت یہ ہے کہ سبب حرمت بھی موجود ہو اور حکم حرمت بھی قائم ہو، پھر بھی اس حرام کی اجازت دے دی جائے، جیسے حالت اکراہ میں کلمہ کفر کے تلفظ کا مباح ہونا یا حالت اکراہ میں روزہ رمضان کے توڑنے کا جواز۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ سبب حرمت تو موجود ہو لیکن حکم کا نفاذ سبب سے موخر ہو جیسے مسافر اور مریض کے لئے رمضان میں افطار کی اجازت کہ حرمت افطار کا سبب رمضان کا مہینہ موجود ہے لیکن اس حکم کو شریعت نے سفر کے اختتام اور بیماری سے صحت یابی تک موخر کر دیا ہے۔

مجازی رخصت میں اعلیٰ درجہ کی رخصت یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں جو بعض محرمات ہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے ان کو جائز فرما دیا ہے۔ یہ اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے رخصت نہیں ہے کہ رخصت تو سبب حرمت کے قائم ہونے کے باوجود اس شئ کو جائز قرار دینے کا نام ہے اور اس امت کے لئے ان محرمات کی حرمت کا سبب ہی باقی نہیں رہا کہ اب پہلی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

رخصت مجازی کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی بات کو شریعت فی الجملہ حرمت وممانعت کا سبب مانتی ہو لیکن کسی خاص صورت میں اس سبب کو غیر مؤثر قرار دیتی ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر موجود چیز کی خرید فروخت کو منع فرمایا ہے لیکن بیع سلم کی اجازت دی، جس میں بیچی جانے والی چیز ادھار ہوتی ہے اور فروختگی کے وقت بیچنے والے کے پاس موجود نہیں ہوتی۔

احکام کے اعتبار سے رخصت کی قسمیں۔

رخصت کی دوسری قسم باعتبار احکام کے ہے، حکم کے اعتبار سے رخصت کی چار قسمیں کی گئی ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ رخصت پر عمل کرنا واجب ہو کہ اگر وہ رخصت سے فائدہ نہ اٹھائے تو گنہگار ہو جیسے حالت اضطرار میں خنزیر وغیرہ کے کھانے کی اجازت۔

۲۔ دوسرے وہ رخصت ہے کہ جس میں کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے لیکن رخصت سے فائدہ اٹھانا بہتر ہے جیسے کلمہ کفر کا تلفظ کہ اگر کوئی شخص اپنی جان دے دے اور کلمہ کفر سے اپنی زبان کو محفوظ کر لے تو وہ عند اللہ مستحق اجر ہوگا۔

۳۔ تیسرے وہ جس میں رخصت سے فائدہ اٹھانا مستحق اور اعلیٰ طریقہ کے خلاف ہو جیسے مسافر کے لئے رمضان میں افطار کی اجازت۔

۴۔ چوتھے ایسی رخصت جس سے فائدہ اٹھانا مستحب اور بہتر ہے، مثلاً جس شخص کو سفر کی وجہ سے روزہ میں مشقت ہو رہی ہے اس کے لئے روزہ افطار کر لینا۔

(یہ تفصیلات قاموس الفقہ ۳/ ۴۷۷-۴۷۸ میں اصول السرخسی کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں، رخصت کے انواع واقسام کے لئے مزید دیکھیں: الموسوعۃ الفقہیۃ، ۲۲/ ۱۵۵ تا ۱۶۱، علم اصول الفقہ للخلاف ص ۱۲۱-۱۲۵، اصول الفقہ الاسلامی للطنطاوی ص ۶۹ تا ۷۱)

قاموس الفقہ میں رخصت وتخفیف کی سات صورتیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔

تتبع رخص میں علماء کی آراء

وہ شرعی رخصتیں جو کتاب یا سنت سے ثابت شدہ ہیں، ان کے تتبع میں کوئی حرج نہیں ہے، ارشاد نبوی ہے: **ان اللہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ. (طبرانی فی المعجم الکبیر ۱۱/۳۲۳)**

مذاھب کی اجتہادی رخصتوں کا تتبع اور ان کے پیچھے دوڑنا بغیر اسباب رخصت کے، تکالیف شرعیہ سے فرار، ذمہ داری سے گلوخلاصی و چھٹکارا، اور اوامر ونواہی کے عزیمتوں کی مسماری، عبادت میں حق اللہ کا انکار، اور اللہ کے بندوں کے حقوق کو ہڑپ کرنا سمجھا جائے گا اور یہ شرع حکیم کے مقصد کے ساتھ تعارض ہوگا، جو مقصد عام طور پر تخفیف اور بطور خاص رخصت دینے پر آمادہ کرتا اور ابھارتا ہے:

''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ، ان اللہ یحب ان توتی رخصہ۔

علمائے کرام نے اس عمل (تتبع رخص بدون سبب) کو ایسا فسق قرار دیا ہے جو جائز نہیں ہے)۔

علامہ ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور دوسرے کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: لو اخذت برخصۃ کل عالم اجتمع فیک الشر کلہ، (اگر تم ہر عالم کی رخصت اختیار کرو گے تو تمہارے اندر تمام برائی یکجا ہوجائے گی)۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: لو ان رجلا عمل بقول اھل الکوفۃ فی النبیذ واھل المدینۃ فی السماع، واھل مکۃ فی المتعۃ کان فاسقا، (اگر کوئی شخص نبید کے بارے یں اہل کوفہ سماع کے سلسلہ میں اہل مدینہ اور متعہ کے بارے میں مکہ والوں کے قول پر عمل کرلے تو وہ فاسق (بے دین) جائے گا)۔

ایک روز قاضی اسماعیل معتضد عباسی کے پاس آئے تو خلیفہ معتضد نے ان کو ایک کتاب دی اور اس پر نگاہ ڈالنے کا مطالبہ کیا، اس کتاب میں مولف نے علماء کی لغزشوں سے رخصتوں کو یکجا کردیا تھا قاضی صاحب نے غور کرنے کے بعد خلیفہ سے عرض کیا کہ اس کتاب کا مولف زندیق ہے، خلیفہ نے دریافت کیا کہ اس میں درج احادیث صحیح نہیں ہیں؟ قاضی موصوف نے کہا: کیوں نہیں، لیکن جس نے سکر کو مباح کیا ہے، متعہ کو جائز نہیں مانا ہے، اور جس کے نزدیک متعہ مباح ہے، غنا اور مسکر مباح نہیں ہے، اور ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہے اور جس نے علماء کی لغزشوں کو جمع کیا پھر ان کو اختیار کیا اس کا دین رخصت ہوگیا چنانچہ خلیفہ معتضد نے اس کتاب کے جلانے کا حکم دے دیا۔

پس رخص کو اختیار کرنے کا مطلب ان کا تتبع اور تکلیف شرعی سے آزادی کے لئے ان کی تلاش وجستجو نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کسی شرعی سبب کی وجہ سے تکلیف اشد سے تکلیف اخف کی طرف منتقل ہونا۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ: ۲۲/۱۴۶)

رخصت اضافی ہے، ہر مکلف فرد اسے اپنانے اور نہ اپنانے میں خود فقیہ اور مفتی ہے، لہذا وہ خود فیصلہ کرے کہ رخصت کو اپنائے یا نہ اپنائے، شرعی سبب موجود ہے یا محض اتباع ہوی ہے۔

امام شاطبیؒ کسی حال میں بھی تتبع رخص مذاہب کو مباح قرار نہیں دیتے، اور اس سے سختی کے ساتھ روکتے ہیں، تتبع رخص میں خواہشات نفسانی کی طرف میلان ہے، اور شریعت خواہشات کی اتباع سے روکتی ہے۔ یہ اس متفق علیہ اصول کے خلاف ہے۔

واضح رہے کہ شریعت کا کوئی حکم مشقت سے بالکلیہ خالی نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر حکم شرعی میں کچھ نہ کچھ مشقت ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا، پس حرج مشقت اور تنگی کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: عام فقہاء کے درمیان جو مذہب مشہور ہے وہ تتبع رخص کا جائز نہ ہونا ہے، حتی کہ بعض حضرات نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ تتبع رخص کا محرک تشہی اور اتباع ہوی ہے، جسے کتاب وسنت نے صراحتا حرام قرار دیا ہے، اور فقہاء کا بھی اس کی حرمت پر اتفاق ہے، اس کے علاوہ اگر ہم تتبع رخص کو مباح قرار دیں، تو تکلیف ہی باقی نہ رہے گی، حالانکہ شریعت نے انسان کو ایسے احکام کا مکلف بنایا ہے جو اس کے نفس پر گراں ہوں۔

قاضی صاحب نے فریقین کا تفصیلی دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

اس مسئلے میں جس قول کی طرف میرا رجحان ہے، اس میں قدرے تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ تتبع رخص عام حالات میں تشہی، لہولہب اور خواہشات کی پیروی کی بنا پر ناجائز ہے، ہاں اگر کسی خاص مسئلے میں یا مرض کی ضرورت کی بنیاد پر ہو تو مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے، وہ تتبع رخص جس کے ممنوع ہونے پر بعض حضرات نے اجماع کا دعوی کیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان ہر مسلک میں سے اس قول کو اختیار کرے جو اس کے لیے آسان ہو، اور یہ کسی واقعی عذر اور ضرورت کے پیش نظر نہ ہو، بلکہ محض خواہش نفس کی پیروی میں ہو، کیونکہ اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو یہ شریعت کے احکام سے آزادی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا، اور دین کھلونا اور مذاق بن کر رہ جائے گا، اس قسم میں یہ صورت داخل ہے کہ انسان تشہی اور لہولعب کی غرض سے مختلف مسائل میں مختلف فقہاء کے اقوال اختیار کرے۔

چند فقہی اکیڈمیوں کے فیصلے

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر کچھ فقہ اکیڈمیوں کے فیصلے درج کر دیے جائیں، تاکہ مسئلہ سمجھنے اور فیصلہ کرنے میں رہنمائی ملے اور آسانی ہو۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے اپنے آٹھویں اجلاس، منعقدہ بندر سری بیگاؤں برونائی، مؤرخہ: یکم محرم الحرام ۱۴۱۴ھ ہجری مطابق 21 تا 27 جون 1993 میں رخصت پر عمل کرنے کے احکام کے موضوع پر درج ذیل تجاویز

منظور کیں۔

(ا) رخصت شرعی سے مراد وہ احکام ہیں جو کسی عذر کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کو سہولت پہنچانے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں، حالانکہ حکم اصلی کا تقاضا کرنے والے اسباب موجود ہیں، شریعت کی دی گئی سہولتوں پر عمل کرنا اگر اس کے اسباب موجود ہوں بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ کہ رخصت اختیار کرنے کے اسباب بھی موجود ہوں، اور دی گئی رخصت کے دائرے سے تجاوز نہ کیا جائے، نیز رخصت پر عمل کے سلسلے میں شریعت کے مقررہ اصول وضوابط کی رعایت کی جائے۔

(۲) رخص فقہیہ سے مراد فقہی اجتہادات ہیں، جن میں سے کسی چیز کو مباح قرار دیا گیا ہو، جبکہ ان کے بالمقابل دوسرے فقہی اجتہادات میں اس چیز کو ناجائز قرار دیا گیا ہو۔

رخص فقہا کو اختیار کرنا یعنی مجتہدین کے اقوال میں سے آسان قول پر عمل کرنا شرعا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے جن کا ذکر دفع چار میں آرہا ہے۔

(۳) عام مسائل میں رخصتوں کا حکم بھی اصلی فقہی مسائل کی طرح ہوگا، جبکہ رخصت شریعت کی معتبر مصلحتوں کو پورا کرتی ہو، نیز مختلف اقوال میں ترجیح کی صلاحیت رکھنے والے اور تقوی وعلمی امانت کی صفات سے آراستہ علماء نے اجتماعی اجتہاد کے ذریعے اس کی اجازت دی ہو۔

(۴) مختلف فقہی مسالک کی دی ہوئی رخصتوں پر محض خواہش نفسانی کی وجہ سے عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح شریعت کی پابندی اٹھ جائے گی، بلکہ رخصت پر عمل کرنے کے لیے درج ذیل ضوابط کی رعایت ضروری ہوگی۔

(الف) رخصت وسہولت پر مبنی فقہاء کے اقوال جن کو اختیار کیا جاتا ہو وہ شرعا معتبر اقوال ہوں، شاذ اقوال میں وہ شمار نہ کیے جاتے ہوں۔

(ب) رخصت پر عمل کرنے کی ضرورت کسی مشقت کو دور کرنے کے لیے ہو خواہ وہ سماج کی عمومی ضروریات ہوں یا خصوصی، یا کسی شخص کی انفرادی ضرورت ہو۔

(ج) رخصت پر عمل کرنے والا بذات خود ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو جو ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(د) رخصت پر عمل کے نتیجے میں دفعہ ۶ میں ذکر کردہ ممنوع اور تلفیق کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

(ھ) اس قول کو اختیار کرنا کسی غیر مشروع مقصد تک رسائی کا ذریعہ نہ بنتا ہو۔

(و) رخصت اختیار کرنے والے کا دل رخصت پر مطمئن ہو۔

(۵) مسالک فقہیہ کی تقلید میں تلفیق کی حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک ہی مسئلے کے اندر جس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے دو یا دو سے زائد پہلو موجود ہوں، کوئی مقلد مختلف ائمہ کے اقوال پر اس طرح عمل کرے کہ ان میں سے کوئی امام اس عمل کا قائل نہ ہو۔

(۶) درج ذیل صورتوں میں تلفیق ممنوع ہے۔

(الف) محض نفسانی خواہش کے لیے رخصت پر عمل کرنا لازم آتا ہو یا رخصت پر عمل کرنے کے لیے مقررہ ضابطوں میں سے کسی ایک ضابطہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

(ب) کسی حکم قضا کے توڑنے کا سبب بن جائے۔

(ج) ایک ہی واقعہ میں پہلے کیے گئے عمل کی خلاف ورزی لازم آتی ہو۔

(د) اجماع یا اجماع کے تقاضوں کے مخالفت لازم آتی ہو۔

(ھ) ایسی مرکب دہری حالت پیدا ہوتی ہو جو کسی مجتہد کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو۔

واللہ اعلم

(دوسرے مسلک پر فتوی دینے کے اصول وضوابط صفحہ 143 تا 145 الفقہ الاسلامی جلد 7 صفحہ 5212 تا 5214 پر ''قرار بشان الاخذ بالرخصۃ وحکمہ'' ملاحظہ ہو)

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

(مفتی) عبدالرشید قاسمی

صدر مفتی مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد پٹکاپور کانپور

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص (محور اول)

تلفیق کے معنیٰ:

''تلفیق''، لفق سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں: ''ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملانا''۔

معجم لغۃ الفقہاء میں ہے:

والتلفیق مصدر لفق ضم شقة إلى أخرى ت (معجم لغة الفقهاء ۱۴۴)

اور فقہاء واصولیین کی اصطلاح میں تلفیق کے معنی ہیں متعدد مذاہب کو ایک عمل میں اس طرح جمع کر دیا جائے کہ کسی بھی ایک مذہب کے مطابق وہ عمل صحیح نہ ہو سکے۔

التلفيق: هو القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في أى مذهب من المذاهب۔ (لغة الفقهاء ۱۴۴)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب قاموس الفقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف جزوی عدول کی ایک صورت تلفیق ہے۔

تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔۔۔۔۔۔۔

اگر دو علاحدہ مسئلوں میں مختلف فقہا کی رائے پر عمل کیا جائے گو وہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ ہوں تو اس کا شمار تلفیق میں نہ ہوگا۔ (قاموس الفقہ، ج:2، ص:532، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

تلفیق کے اقسام اور ان کے احکام:

تلفیق کرنے والوں کے اعتبار سے اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) مجتہد مطلق کی تلفیق (۲) مقلد محض کی تلفیق (۳) مجتہد مقید کی تلفیق

(۱) مجتہد مطلق کی تلفیق:

اس کے لئے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے، اس پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

فأهل الاجتهاد المطلق لا يجوز لهم تقليد غيرهم مطلقا، وإنما الواجب عليهم العمل باجتهادهم۔ (خلاصة التحقيق 16)

(۲) مقلد محض کی تلفیق:

ان پر اپنی عبادات اور معاملات کی صحت کے لئے کسی امام کی تقلید واجب ہے، ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کہ کبھی کسی امام کے مسلک پر عمل کریں اور کبھی کسی اور امام کے مسلک پر۔

قال الشيخ المناوی فی شرح الجامع: وعلى غير المجتهد أن يقلد مذهبا معينا۔ (خلاصة التحقيق، ص:۷)

وفی شرح جمع الجوامع للمحلی: الاصح أنه يجب على العامی وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين۔ (خلاصة التحقيق ٦)

(۳) مجتہد مقید کی تلفیق:

مجتہد مقید کی تلفیق کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:

(۱) الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق۔

دو مسئلے الگ الگ ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ میں اپنے اجتہاد کے ذریعہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دیتا ہے۔ اور دوسرے مسئلہ میں امام شافعیؒ کے قول کو اجتہاد کے ذریعے ترجیح دے رہا ہے۔ تو یہ اس کے لئے جائز ہے، مگر یہ ظاہراً تو تلفیق ہے، حقیقت میں تلفیق نہیں ہے۔

(۲) أما حكمه إذا كان بين قولين فقط دون العمل بأن رجح مجتهد قول الشافعی فی الاحتجام، وقول أبی حنيفة فی المس، أو فی عدم ركنية الفاتحة للصلاة، فهو جائز۔ (مقدمه إعلاء السنن ۲/ ۸۹۱)

(۲) دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق:

مجتہد مقید الگ الگ دو عملوں میں تلفیق کرتا ہے، مثلاً ایک نماز اس طرح پڑھتا ہے کہ وضو کے بعد خروج دم ہو گیا اور وضو کا اعادہ نہیں کیا اور فاتحہ خلف الامام بھی کی، اس کے بعد دوسرے وقت میں دوسری نماز اس طرح پڑھی کہ

وضو کے بعد خروج دم ہوا اور وضو کا اعادہ کرلیا اور فاتحہ خلف الامام نہیں کی، تو ایسی صورت میں پہلی نماز امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق صحیح ہوگئی۔ اور دوسری نماز امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق صحیح ہوگئی، تو یہ تلفیق خارج اجماع نہیں ہوئی۔ اور اس قسم کی تلفیق صرف مجتہد مقید کے لئے دلائل کی روشنی میں جائز ہے، مگر مستحسن نہیں ہے۔

یہ بھی ظاہرا تلفیق ہے، حقیقتا نہیں؛ کیوں کہ حقیقی تلفیق وہ ہوتی ہے جو ایک ہی عمل میں ہو۔

وكذا (جاز) لو لفق بينهما في عملين لا في عمل واحد بأن صلى صلاة بعد الاحتجام بلا إعادة الوضوء، ولم يترك الفاتحة مثلا وصلى أخرى بإعادة الوضوء بعده واقتصر في القراء ة على آية۔ (مقدمه إعلاء السنن ۲/ ۸۹۱)

(۳) عمل واحد میں مجتہد مقید کی تلفیق:

مجتہد مقید کے لئے دو اماموں کی تقلید کرتے ہوئے ایک عمل کی ایک وقت میں تلفیق جائز نہیں ہے، مثلاً وضو ایک عمل ہے، مجتہد مقید وضو کے بعد پچھنا لگواتا ہے، جس کی وجہ سے خروج دم ہوجاتا ہے اور خروجِ دم امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ناقض وضو نہیں ہے، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے، اب اسی وضو کے بعد مس مرأۃ بھی کرلیتا ہے، اور مس مرأۃ امام شافعیؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اگر وضو کا اعادہ کئے بغیر وہ شخص نماز پڑھ لے گا، تو کسی بھی امام کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی۔

إن التلفيق بين أقوال المجتهدين إن كان مبطلا للإجماع لم يجز، وإلا جاز، نظيره صلاة من احتجم ومس المرأة بعد الوضوء من غير تجديده، فإنها باطلة إجماعا۔ (مقدمه إعلاء السنن ۲/ ۷۹۱)

(۴) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق:

ایک وقت میں دو عملوں کی تلفیق ایک ساتھ کرنا مجتہد مقید کے لئے جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر وضو ایک عمل ہے۔ اور نماز اس سے جداگانہ دوسرا عمل ہے۔ اور وضو اور خروج دم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے۔

نماز کے اندر سورہ فاتحہ کا پڑھنا امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے، نیز قراءت خلف الامام امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے، اب اگر کوئی شخص وضو کرلیتا ہے اور اس کے بعد خروج دم ہوجاتا ہے۔ اور اعادۂ وضو کے بغیر نماز پڑھ لیتا ہے اور نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا ہے، تو ایسی صورت میں اس شخص کی یہ نماز امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خروج دم کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترک سورہ فاتحہ کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی۔ یہ تلفیق اگرچہ دو عملوں میں ہے؛ لیکن دونوں کو

ایک وقت میں ایک ساتھ جمع کرنے کی وجہ سے عمل واحد میں تلفیق کے حکم میں ہوکر تلفیق خارق اجماع ہوگئی ہے؛ اس لئے یہ بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ کسی بھی امام کے نزدیک اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو مذہب خامس کی ایجاد لازم آجائے گی؛ اس لئے تلفیق کی یہ شکل بھی بالاجماع باطل ہے۔

و كذا صلاة من أخذ بقول الشافعي في الاحتجام و بقول أبي حنيفة في عدم ركنية الفاتحة للصلاة، فاكتفى بآية من القرآن و لم يقرأ الفاتحة، فإنها باطلة إجماعا۔ (مقدمه إعلاء السنن ۲/ ۸۹۱)

مطلقا عدم جواز تلفیق کے قائلین کے دلائل:

جو حضرات مطلقا تلفیق کو ناجائز قرار دیتے ہیں، ان کے چند بنیادی دلائل یہ ہیں:

(۱) دو اقوال پر علماء کا اجماع دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے علاوہ جو قول ہوگا وہ باطل ہوگا۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک نیا قول اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پوری امت نے ایک زمانے تک حق کو سمجھنے میں غلطی کی اور اس سے غفلت برتی اور کئی صدیاں حق قول سے خالی رہیں؛ حالاں کہ یہ محال ہے۔

مطلقا جواز تلفیق کے قائلین کے دلائل:

(۱) صحابہ کے اجتہاد کے نتیجے میں دو قول سامنے آئے، لیکن انھوں نے اجتہاد سے تیسرے قول کو اختیار کرنے کو حرام بھی نہیں قرار دیا۔

(۲) دو قول بھی اجتہاد ہی کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں، معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے؛ اس لیے تیسرے قول کو اختیار کرنا درست ہوگا۔

مختلف فقہی ابواب میں تلفیق کا حکم

تلفیق کے سلسلے میں بعض فقہاء کے یہاں اس طرح کی تفصیل بھی پائی جاتی ہے کہ بعض ابواب میں تلفیق جائز ہے اور بعض میں ناجائز ہے۔

مثلا علامہ وہبہ زحیلی نے ''الفقہ الاسلامی وأدلتہ'' میں اس سلسلے میں یہ تفصیل تحریر فرمائی ہے:

کہ شریعت کے فروعی مسائل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ مسائل جن کی بنیاد یسر و مسامحت پر رکھی گئی ہے۔

(۲) وہ مسائل جن کی بنیاد احتیاط پر ہے۔

(۳) وہ مسائل جن کا مدار بندوں کی مصالح و فائدے پر ہے۔

پہلی قسم میں عبادات محضہ آتی ہیں، ان میں تلفیق جائز ہے؛ اس لیے کہ ان کا مدار اس بات پر ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے حکم کو مان کر اس کے سامنے عاجزی اختیار کی جائے، ان میں حرج کو دور کیا گیا ہے؛ لہٰذا عبادات محضہ میں کسی ایک مسلک پر عمل کا التزام کر کے غلو نہیں کرنا چاہیے۔

دوسری قسم میں محظورات ہیں، ان کی بنیاد احتیاط پر ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز سے اسکے ضرر کی وجہ سے ہی روکتے ہیں؛ اس لیے بغیر ضرورت شرعیہ کے محظورات میں تلفیق جائز نہیں ہے۔

تیسری قسم میں مناکحات اور حدود وتعزیرات ومعاملات وغیرہ ہیں۔ مناکحات سے متعلق مسائل کا مقصد زوجین کی زندگی کو خوشگواری بنانا ہے اسی طرح حدود وتعزیرات اور معاملات وغیرہ کا مقصد سماج ومعاشرہ کو بہتر بنانا اور لوگوں کے مصالح کی رعایت کرنا ہے۔

لہٰذا مناکحات اور اس سے متعلق دیگر ابواب (طلاق، خلع وغیرہ) کے مسائل میں ایسی تلفیق کی اجازت ہوگی، جس سے زوجین کی زندگی کو خوش گوار بنایا جاسکے۔

اسی طرح معاملات وغیرہ کے مسائل میں ہر مسلک سے ایسی باتوں کو اختیار کرنے کی اجازت ہوگی، جو لوگوں کے مصالح سے زیادہ قریب ہو، خواہ ایسا کرنے کی صورت میں تلفیق ہی کیوں لازم نہ آئے۔

اس لیے کہ زمانے کے بدلنے سے لوگوں کے مصالح بھی بدلتے رہتے ہیں اور ان مصالح کی رعایت کرنا خود کتاب وسنت اور اجماع امت کی رو سے مقصود ہے۔ نیز مناکحات اور معاملات بین المسالک افراد کے درمیان بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک فریق حنفی ہے تو دوسرا شافعی یہاں کسی ایک مسلک کی رعایت دوسرے کے خلاف ہوسکتی ہے۔ لہٰذا تلفیق کی اجازت کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔

ہاں کسی بھی شے کو مصلحت کا نام دے کر تلفیق کرنا درست نہیں ہوگا؛ بلکہ اس میں بھی ان پانچ اصولی مصالح کا لحاظ کیا جائے گا جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے یعنی حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت عقل، حفاظت نسل اور حفاظت مال۔

اجتماعی غور وخوض کے ذریعہ تلفیق

نئے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتماعی غور وخوض کے موقع پر کچھ شرائط کے ساتھ تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مسئلہ فرعی اور ظنی نوعیت کا ہو، جس میں تلفیق کا استعمال کرنے سے نص قطعی، اجماع یا قیاس جلی کی مخالفت لازم نہ آتی ہو۔

(۲) تلفیق کا محرک کوئی حاجت ہو۔

(۳) تلفیق محض رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے نہ ہو۔

انفرادی فتاویٰ میں تلفیق کا حکم

اگر کسی ضرورت کی وجہ سے تلفیق کی نوبت آئے تو حتی الامکان علماء کی ایک جماعت غور وخوض کر کے واقعی ضرورت کی صورت میں کسی خاص مسئلے میں تلفیق سے کام لے۔

لیکن انفرادی طور پر اس کی عمومی اجازت نہیں دینا چاہیے؛ البتہ ایک شکل ایسی ہے جس میں اصحاب تمیز مفتیان کرام کو انفرادی طور پر تلفیق کا استعمال کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

وہ یہ ہے کہ تلفیق مذہب واحد میں ہو، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ مثلاً غبن فاحش کے ساتھ فروختگی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ایسی صورت میں بیع فاسد ہوجاتی ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع جائز ہوجاتی ہے، اب اگر ماہر مفتی حالات اور موقع کے لحاظ سے کبھی امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق بیع کو فاسد کہتا ہے اور کبھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق بیع کو صحیح کہتا ہے، تو یہ مذہب واحد میں تلفیق ہے، یہ باطل نہیں ہے، جائز ہے؛ اس لئے کہ دونوں اماموں کے اصول مذاہب ایک ہیں۔

(خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق / ۲۴)

محور دوم تتبع رخص

تتبع کے لغوی معنیٰ:

تتبع کے لغوی معنیٰ ہیں کسی چیز کا پیچھا کرتے ہوئے تلاش کرنا۔ الصحاح للجوہری میں ہے۔

تتبعت الشيء تتبعا، أي: تطلبته متتبعاله "مادة: (تبع)، (۳/۱۱۹۰)

اور ''رخصۃ'' ''غرفۃ'' کے وزن پر اسم ہے، اس کی جمع ''رخص'' آتی ہے۔

عربی میں مادہ ''ر، خ، ص'' کے معنی نرمی کے آتے ہیں۔

مقاییس اللغۃ میں ہے:

ومعنى مادة (رخص): اللين، وخلاف الشدة، يقول ابن فارس: "الراء والخاء والصاد أصل يدل على لين، وخلاف الشدة "مقاييس اللغة مادة: (رخص)، (۲/۵۰۰)

رخصت کے اصطلاحی معنیٰ:

اصولیین کے نزدیک رخصت کا اطلاق عزیمت کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

اور اس رخصت کی کئی تعریفات کی گئی ہیں، جن میں سے چند مشہور تعریفات یہ ہیں:

(۱) ماشرع من الأحکام لعذر، مع قیام السبب المحرم۔ (الإحکام فی أصول الأحکام ۱/۱۳۲)
وہ احکام جو دلیل حرمت کے ہوتے ہوئے کسی عذر کی وجہ سے مشروع ہوئے ہیں۔
(۲) ماثبت علی خلاف دلیل شرعی لمعارض راجح. (شرح مختصر الروضۃ (۱/۴۵۹)
وہ احکام جو کسی راجح معارض کہ وجہ سے دلیل شرعی کے خلاف ثابت ہوں۔

تتبع رخص کے اصطلاحی معنیٰ

تتبع رخص کے اصطلاحی معنی کے بیان کرنے سے پہلے یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ اس اصطلاح میں رخص کے لغوی معنی (یسر وسہولت) مراد ہیں۔

فقہاء نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ تتبع رخص کی چند تعریفات کی ہیں:

(۱) أن یأخذ المکلف من کل من المذاهب ما هو الأهون فیما یقع من المسائل (شرح المحلی علی جمع الجوامع (۲/۴۰۰ مع حاشیة البنانی.)

(۲) أن یأخذ الشخص من کل مذهب ما هو أهون علیه و أیسر، فیما یطرأ علیه من المسائل۔
(أصول الفقه (۲/۱۱۵۳)، والأخذ بالرخص الشرعیة وحکمه، مجلة مجمع الفقه الإسلامی، العدد: الثامن (۱/۶۱)

(۳) رفع مشقة التکلیف باتباع کل سهل. (حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر ۱/۲۰).

تمام تعریفات میں الفاظ کے اختلاف کے باوجود قدر مشترک ایک ہی بات نکل کر آتی ہے کہ تتبع رخص کا مطلب ہے: سہولت حاصل کرنے کی غرض سے پیش آمدہ مسائل میں اقوال فقہاء میں سے آسان قول کو تلاش کر کے اس پر عمل کرنا۔

تتبع رخص کے سلسلہ میں فقہاء کی بحثوں کا خلاصہ

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء واصولیین نے کئی اعتبار سے گفتگو فرمائی ہے، درج ذیل سطور میں ان بحثوں کا خلاصہ پیش ہے:

(الف) تتبع رخص کی لغوی واصطلاحی تعریف کا ذکر تو پہلے جز کے ضمن میں آچکا ہے۔

(ب) تتبع رخص کی اقسام اور ان کی مختلف صورتیں

تتبع رخص کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) مفتی کا رخصتیں تلاش کرنا۔ (۲) مقلد محض (عامی) کا رخصتیں تلاش کرنا۔

پھران دونوں قسموں کی بہت سی صورتیں ہیں:

مفتی کے لیے تتبع رخص کی چند صورتیں:

(الف) اپنے لیے یا اپنے قریبی رشتہ دار واحباب کے لیے وہ فتوی دینا جو دوسرے کو نہیں دیتا ہے، یہ فسق، دین میں خیانت مسلمانوں کے ساتھ کھلواڑ اور دل میں اللہ کا خوف نہ ہونے کی علامت ہے۔

ولا ينبغي للمفتي: إذا كان في المسألة قولانِ أحدُهما فيه تشديدٌ والآخَرُ فيه تخفيف: أن يُفتي العامَّةَ بالتشديد، والخواصَّ من ولاةِ الأمور بالتخفيف، وذلك قريبٌ من الفسوقِ والخيانةِ في الدّين، والتلاعبِ بالمسلمين، ودليلُ فراغِ القلب من تعظيمِ الله تعالى وإجلاله وتقواه، وعِمارته باللَّعبِ وحُب الرياسة والتقرُّبِ إلى الخلق دون الخالق! نعوذ بالله تعالى من صفاتِ الغافلين۔

(لإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرفات القاضي والإمام للقرافي، ۲۵۰، ط:بيروت-لبنان)

(ب) بغیر ترجیح کے آسان قول کو اختیار کرنا، خواہ وہ شاذ قول ہی کیوں نہ ہو، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

لَا يَجُوزُ لِلْمُفْتِي أَنْ يَعْمَلَ بِمَا يَشَاءُ مِنَ الْأَقْوَالِ وَالْوُجُوهِ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ مِنَ التَّرْجِيحِ وَلَا يَعْتَدُّ بِهِ، بَلْ يَكْتَفِي فِي الْعَمَلِ بِمُجَرَّدِ كَوْنِ ذَلِكَ قَوْلًا قَالَهُ إمَامٌ أَوْ وَجْهًا ذَهَبَ إلَيْهِ جَمَاعَةٌ فَيَعْمَلُ بِمَا يَشَاءُ مِنَ الْوُجُوهِ وَالْأَقْوَالِ حَيْثُ رَأَى الْقَوْلَ وَفْقَ إرَادَتِهِ وَغَرَضِهِ عَمِلَ بِهِ، فَإِرَادَتُهُ وَغَرَضُهُ هُوَ الْمِعْيَارُ وَبِهَا التَّرْجِيحُ، وَهَذَا حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ. (إعلام الموقعين، ج:۴، ص:۱۲۲، ط:دار الكتب العلمية-بيروت)

(ج) مستفتی کا مقصد سمجھ کر اس کی خواہش کے مطابق فتوی دینا اور یہ سمجھنا کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے قول پر فتوی دینا مستفتی کے لیے سختی کا باعث ہوگا۔ یہ بھی ناجائز ہے۔

قَدْ تَكَرَّرَ لِكَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ الْإِفْتَاءِ الْإِمْسَاكُ عَمَّا يُفْتُونَ بِهَا مِمَّا يَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ إذَا خَالَفَ غَرَضَ السَّائِلِ وَلَمْ يُوَافِقْهُ، وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ يَسْأَلُهُ عَنْ غَرَضِهِ، فَإِنْ صَادَفَهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ، وَإِلَّا دَلَّهُ عَلَى مُفْتٍ أَوْ مَذْهَبٍ يَكُونُ غَرَضُهُ عِنْدَهُ، وَهَذَا غَيْرُ جَائِزٍ عَلَى الْإِطْلَاقِ، (إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج:، ص:۱۹۹، ط:العلمية، بيروت)

عام مقلد کے لیے تتبع رخص کی چند صورتیں

(الف) کسی فتوی پر یہ جانتے ہوئے عمل کرنا کہ یہ فتویٰ غلط اور دلیل شرعی کے برخلاف ہے، اس طرح کے فتوی پر عمل کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

وَالْعَالِمُ إِذَا أَفْتَى الْمُسْتَفْتِيَ بِمَا لَمْ يَعْلَمْ الْمُسْتَفْتِي أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِأَمْرِ اللَّهِ فَلَا يَكُونُ الْمُطِيعُ لِهَؤُلَاءِ عَاصِيًا وَأَمَّا إذَا عَلِمَ أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِأَمْرِ اللَّهِ فَطَاعَتُهُ فِي ذَلِكَ مَعْصِيَةٌ لِلَّهِ، وَلِهَذَا نَقَلَ غَيْرُ وَاحِدٍ الْإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلْعَالِمِ أَنْ يُقَلِّدَ غَيْرَهُ إذَا كَانَ قَدْ اجْتَهَدَ وَاسْتَدَلَّ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ الَّذِي جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ؛ فَهُنَا لَا يَجُوزُ لَهُ تَقْلِيدُ مَنْ قَالَ خِلَافَ ذَلِكَ بِلَا نِزَاعٍ۔

(مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج: ۱۹، ص: ۲۶۱، ط: مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف - المدینة المنورة - السعودیة)

(ب) ہر مسئلے میں علماء کے اقوال میں سے وہ قول اختیار کرے جو سب سے آسان ہے۔ اس صورت کی حرمت پر بھی علماء کا اجماع ہے۔

لو أن رجلا عمل بكل رخصة بقول أهل المدينة في السماع يعني في الغناء وبقول أهل الكوفة في النبيذ وبقول أهل مكة في المتعة لكان فاسقا۔ (المسودة في اصول الفقه، ص: ۵۱۸، مطبعة المدني)

تتبع رخص کے سلسلے میں جواز وعدم کا اختلاف

اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول: تتبع رخص مطلقا جائز ہے۔

دوسرا قول: تتبع رخص مطلقا ناجائز ہے۔

تیسرا قول: تتبع رخص کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

ان میں سے دو شرائط سب سے بنیادی ہیں:

(۱) جس قول کو اختیار کرنا چاہتا ہے، وہ شاذ قول نہ ہو۔

(۲) کسی واقعی مشقت سے بچنے کے لیے تتبع رخص کی ضرورت پیش آئے، خواہ یہ ضرورت انفرادی ہو یا اجتماعی سطح کی۔

تتبع رخص کے اقسام، احکام اور دلائل

تتبع رخص کے اقسام واحکام مع دلائل سوال نمبر 2 کے تحت ذکر کیے جا چکے ہیں۔

خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جس قول کو اختیار کیا جا رہا ہے وہ شاذ نہ ہو اور اسے اختیار کرنے کی واقعی حقیقی ضرورت ہو تو تتبع رخص جائز ہے۔

اس کے علاوہ باقی تمام صورتیں مثلاً یہ کہ مفتی اپنے قریبی کو فتوی دینے کے لیے یا مستفتی کو خوش کرنے کے لیے تتبع رخص سے کام لیتا ہے یا بغیر ترجیح کے سب سے آسان قول کو اختیار کرتا ہے، یا مستفتی یہ جانتے ہوئے کہ یہ مسئلہ

دلیل شرعی کے خلاف ہے، اس پر عمل کرتا ہے یا کئی علماء ومفتیان کرام سے فتوی حاصل کر کے سب سے آسان فتوی پر عمل کرتا ہے تو تتبع رخص کی یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں؛ کیوں کہ ان صورتوں میں بجائے شریعت کے خواہش نفسانی کا اتباع پایا جاتا ہے۔

تتبع رخص کے جواز وعدم جواز کے دلائل

تتبع رخص کے عدم جواز کے قائلین کے دلائل قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء، ۵۹)

(۱) اختلافی مسائل میں تنازع ہوتا ہے اور اس آیت مبارکہ میں تنازع کی صورت میں معاملے کو شریعت کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے، جب کہ تتبع رخص میں معاملے کو خواہش نفسانی کی طرف لوٹانا پایا جاتا ہے۔

(۲) قرآن وسنت میں خواہش نفسانی کی پیروی سے منع کیا گیا ہے، جب کہ تتبع رخص میں خواہش نفسانی کا اتباع پایا جاتا ہے۔

(۳) تتبع رخص تکلیف (مکلف ہونے) کی ذمہ داری سے اپنے آپ علاحدہ کرنے جیسا ہے، اگر مکلف ہر عمل میں آسان تر قول کو اختیار کرنے لگے گا تو یہ دائرہ تکلیف سے خود کو نکالنے کے مترادف ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض اسلاف نے فرمایا تھا: ''من تتبع الرخص تزندق''.

تتبع رخص کے قائلین جواز کے دلائل:

(۱) وہ دلائل جن سے شریعت کی یسر وسہولت کا علم ہوتا ہے۔

جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وقوله تعالى وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ (البقرة، ۱۸۵)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: »إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَابْشُرُوا¬، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ¬ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔

(صحيح البخاري، كتاب لإيمان، باب الدين يسر، ج: ۱، ص: ۲۵۳، ط: مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث)

تلفیق اور تتبع رخص کے مابین فرق

تلفیق اور تتبع رخص کے درمیان کئی فرق ہیں:

(۱) تتبع رخص کا حاصل سب سے آسان قول کو اختیار رہے، جب کہ تلفیق نام ہے مختلف مسالک کے اقوال لے کر عمل کی ایسی ہیئت وکیفیت بنا دینا جو کسی بھی مجتہد کے قول کے اعتبار سے درست نہ ہو، چاہے اس عمل سے رخصت حاصل ہو یا نہ ہو۔

(۲) تتبع رخص کا اطلاق اس صورت پر ہوتا ہے جب مختلف ابواب مثلا طہارت، نماز اور زکات وغیرہ میں رخصتیں تلاش کی جائیں۔ جب کہ تلفیق میں ایک عمل کے مختلف اجزاء کو الگ الگ امام کے قول کے مطابق کیا جاتا ہے۔

(۳) تتبع رخص عموما بالقصد وبالارادہ ہوتا ہے، جب کہ تلفیق کبھی بالارادہ ہوتی ہے اور کبھی اتفاقا ہو جاتی ہے۔

(۴) تلفیق سے کبھی اجماع کی مخالفت بھی ہوتی ہے، جب کہ تتبع رخص میں کسی ایک مجتہد کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے۔

(۵) تتبع رخص میں عموما تیسرا نیا قول وجود میں نہیں آتا ہے، جب کہ تلفیق میں کئی ائمہ کے اقوال کو جمع کرنے سے کبھی ایک نیا قول وجود میں آجاتا ہے۔

مِنْ خلالِ تأمّلِ حقيقةَ تتبعِ الرخصِ، والتلفيقِ يمكنُ التوصل إلى الفروقِ الآتية: الأول: أنّ ضابطَ تتبعِ الرخص هو: الأخذ بأخفِّ الأقوالِ - سواءٌ أتبع الأخذ تلفيق، أم لا - وضابطَ التلفيقِ هو: تركيبُ كيفيةٍ لا يقولُ أحدٌ من المجتهدين بصحتها، سواء أتضمّن ترخصًا، أم لا.

الثاني: يصدقُ تتبع الرخص على مَنْ أَخَذَ بالرخصِ مِنْ أبواب مختلفةٍ - كما لو تتبع رخص الطهارة والزكاة مثلًا - بخلافِ التلفيقِ، فلا بُدَّ مِنْ أنْ يكون في مسألةٍ واحدةٍ، أو كالواحدة.

الثالث: أنّ تتبعَ الرخصِ في الغالبِ مقصودٌ، أمّا التلفيق، فقد يكونُ مقصودًا، وقد يَقَعُ اتفاقًا عن غيرِ قصدٍ.

الرابع: قد يؤدي التلفيقُ إلى مخالفةِ إجماعِ العلماء، بخلافِ تتبعِ الرخصِ، فإنّه أخذُ قولِ أحدِ العلماء. الخامس: لا ينتجُ عن تتبع الرخصِ إحداثُ قولٍ ثالثٍ في الغالب، إذ هو أخذُ رخصةِ أحدِ العلماء، أمّا التلفيق، فهو جمعٌ بين أقوالِ العلماء، فقد ينتجُ عنه إحداثُ قول ثالث۔

(التمذهب_دراسة نظرية نقدية، ج:۲، ص:۱۰۹۰)

دور حاضر میں تتبع رخص کے حدود

کچھ شرائط کے ساتھ اجتماعی غور وخوض کے ذریعے تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے:

(۱) رخصت حاصل کرنا کسی غرض فاسد کی وجہ سے نہ ہو۔

(۲) تتبع رخص اس طرح نہ ہو جس سے اجماع کی مخالفت لازم آئے۔

(۳) ایک ہی مسئلے میں متعارض رخصتوں کو حاصل نہ کیا جائے مثلاً مس مرأۃ اور سیلان دم دونوں سے وضو نہ ٹوٹنے کی رخصت حاصل کرنا۔

(۴) تتبع رخص کا سہارا لے کر ہر ہر مسئلے میں کسی مجتہد کے یہاں سب سے آسان قول کو تلاش نہ کیا جائے۔

ضوابط الأخذ بالرخص:

(۱) أن لا يكون الأخذ بالرخصة لغرض فاسد، ومن هنا جاء منع تتبع الرخص (عند جماعة من العلماء كما سنذكر) لكف الناس عن الجرى وراء الأسهل من غير دليل، والأصل أنه يجوز للعامى أن يأخذ فى كل مسألة بقول مجتهد هو أخف عليه، لما روى عن عائشة "أن النبى ﷺ كان يحب ما خفف على الناس".

(۲) أن لا يجمع بين الرخص على صورة تخالف الإجماع كمن تزوج بغير صداق ولا ولى ولا شهود، فإن هذه الصورة لم يقبل بها أحد من العلماء

(۳) أن لا يأخذ برخص متناقضة فى الأمر الواحد (من اختلاف الفقهاء فى اجتهاداتهم) كأن يأخذ بعدم نقض الوضوء بلمس المرأة (وهو رأى أبى حنيفة) ويأخذ بعدم نقض الوضوء بنزول الدم (وهو رأى الشافعى) الذى يرى انتقاض الوضوء باللمس، ويرى أبو حنيفة انتقاض الوضوء بنزول الدم عن موضعه.

(۴) لا يجوز الأخذ بالأهون من كل مذهب مجتهد بحيث تنحل ربقة التكليف من عنق المكلف۔

(مجلة مجمع الفقه الإسلامى، ج:۸، ص:۲۴۸)

انفرادی فتاویٰ اور تتبع رخص

ایک ماہر فن تقوی شعار مفتی اپنے مذہب کے مختلف اقوال میں سے غیر مفتی بہ آسان قول پر ضرورت کی وجہ سے فتوی دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

لیکن یہ اجازت ہر عام فارغ التحصیل کو نہیں دی جاسکتی، اسی طرح اگر مذہب غیر سے کسی رخصت کو حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہو، تو اس کے لیے ماہر علماء ومفتیان کی جماعت آپس کے بحث ومباحثہ وغور وخوض کے بعد اگر مناسب سمجھے تو رخصت کو اختیار کرلے، ؛لیکن مذہب غیر کی طرف عدول کے لیے محض انفرادی رائے سے فتوی نہ دیا جائے۔

تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص

مولانا مفتی جنید احمد قاسمی

استاذ جامعہ رحمانی، خانقاہ، مونگیر ونگراں شعبہ تخصص فی الافتاء

تلفیق بین المذاہب:

سوال: (1) تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

جواب: تلفیق کے لغوی معنی: "کسی بھی دو مختلف چیزوں یا خیالات کو اکٹھا کرنا یا ایک دوسرے میں ملا دینا ہوتا ہے، جیسے کہ دو مختلف آراء کو ملانا یا دو مختلف نظریات کو یکجا کرنا۔ لیکن اس کا استعمال مختلف سیاق وسباق میں مختلف ہوتا ہے۔؛ **تلفیق: لفق یلفق تلفیقا، لفق بین الأمرین جمع بینھما. (معجم المعانی)**

اور اصطلاح میں: ایک ہی موضوع اور اس کے نتائج کو مختلف طریقہ سے استنباطات اور اجتہادات کے ذریعے اختیار کرنا۔/ آسانی کے لیے مختلف مسالک کی رخصتوں پر عمل کرنا اور اس کے مشکل احکام کو چھوڑ دینا یا کسی عمل میں متعدد مسلک پر عمل کرنا، جب کہ وہ کسی بھی مسلک میں درست نہ ہو: **أخذ في الموضوع الواحد وما یترتّب علیه باجتهادات شتّی، أو تتبع رخص المذاهب وتیسیراتها وترك ما یعسر علیه منها أو القیام بعمل یجمع فیه بین عدة مذاهب حتی لا یمکن اعتبار هذا العمل صحیحًا في أي مذهب من المذاهب. معجم المعاني**

اصولیین اور فقہاء کرام کے نزدیک تلفیق کا معنی:

فقہاء عظام اور علماء اصولیین اپنی کتابوں میں جب لفظ "تلفیق" ذکر کرتے ہیں، تو وہ عام طور پر اس کو "تقلید" کے معنی میں بیان کرتے ہیں، اور اسی کے تحت اس کی تفریعات اور احکام بیان کرتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے، تلفیق کا یہ معنی مقلّدین کے لیے مخصوص ہوگا۔ اور اصولی علماء کے نزدیک مقلّد وہ ہوتا ہے جو درجے میں مجتہدِ مطلق یا مجتہدِ منتسب سے کم ہو۔

أما الفقهاء والأصولیون في مؤلفاتهم فإنما یتکلمون علی التلفیق عند کلامهم علی التقلید إذ هم یفرعونه علیه"، وبهذا یکون التلفیق خاصاً بالمقلدین.

والمقلد عند الأصوليين ما كان دون رتبة المجتهد المطلق، أو المنتسب المطلق. (التلفيق وحكمه ص:۱۵)

تلفیق کی مثال:

اس کی مثال کسی باوضو شخص کے بدن سے خون بہہ گیا اور اس نے عورت کو بھی چھولیا پھر اس نے اسی حالت میں نماز پڑھی تو چوں کہ حنفیہ وشافعیہ دونوں کے نزدیک وضو باقی نہیں رہا لہذا نماز نہیں ہوئی؛ کیونکہ اس نماز میں شوافع واحناف کے مسلک کو ملا کر تلفیق کی گئی ہے۔

مثاله: متوضئ سال من بدنه دم و لمس امرأة ثم صلى فإن صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي و التلفيق باطل، فصحته منتفية. اهـ. ح. مطلب في حكم التقليد و الرجوع عنه (مقدمة رد المحتار على الدر المختار ابن عابدين - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين)

سوال (۲): تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی شکلیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: ڈاکٹر عبداللہ بن حسن السعیدی کے مطابق تلفیق کی متعدد قسمیں ہیں:

قصد وارادہ کے اعتبار سے تقسیم:

۱. بالقصد تلفیق: ایسا کرنے کا مقصد کسی ضرورت کی تکمیل یا مشکل سے جان چھڑانا یا سہولیات حاصل کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ بلا قصد وارادہ کے تلفیق: یہ عام لوگوں کی جانب سے غیر ارادی طور پر کیا جاتا ہے، جب وہ فتوے حاصل کرتے ہیں تو مختلف مکاتبِ فکر سے مختلف طرح کے فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں۔

ذرائع کے اعتبار سے تقسیم:

۱. مذہبی تقلید سے پیدا شدہ تلفیق:

تلفیق کی یہ صورت عام لوگوں کی طرف سے تقلید پر مبنی ہوتی ہے۔

۲۔ اجتہاد سے پیدا شدہ تلفیق: تلفیق کی یہ صورت اُن افراد کی جانب سے وجود میں آتی ہے جن کے پاس فکری اور اجتہادی صلاحیت ہوتی ہے۔

۳۔ قانون سازی کی صورت میں وجود میں آنے والی تلفیق کی صورت: تلفیق کی یہ وہ صورت ہے کہ حکومتوں کے قانون سازی کی صورت میں وجود میں آتی ہے۔ اس میں مختلف مکاتبِ فکر کے نظریات سے مشتق اصول شامل کیے جاتے ہیں۔

تلفیق کا مختلف احکام کے ساتھ تعلق

۱۔ تلفیق کی تعریف اور حدود: "تلفیق" اس وقت کہلاتا ہے جب مختلف مذاہب کے اقوال سے ایسا مرکب عمل انجام دیا جائے جو کسی بھی ایک مذہب کے نزدیک درست نہ ہو (یعنی ایسی منفی صورت ہو جو کسی مکتب فکر میں جائز نہ ہو)۔لیکن اگر مختلف مذاہب سے اقوال لے کر ایسا عمل کیا جائے جو سب کے نزدیک درست ہو، تو وہ تلفیق نہیں کہلاتا۔مثال: اگر کوئی وضو میں شافعیوں کی طرح اعضا دھوئے، مالکیوں کی طرح رگڑے (تدلیک کرے)، اور حنبلیوں کی طرح پورے سر کا مسح کرے، تو یہ جائز ہے اور تلفیق نہیں۔

2. تلفیق اور تقلید کا تعلق:

تقلید ایک عام (وسیع) عمل ہے، جبکہ تلفیق اس کی ایک خاص (محدود) صورت ہے۔اس لیے تلفیق کو ہمیشہ تقلید کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے۔

تعلق: عموم وخصوص مطلق (تقلید عام، تلفیق خاص)

۳۔ تلفیق اور مذہب کی تبدیلی (انتقال) کا تعلق:

ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف بعض مسائل میں منتقل ہونا تلفیق سے وسیع ہے۔ ہر انتقال تلفیق نہیں ہوتا، صرف وہی انتقال تلفیق ہے جس سے ایسی صورت بنے جو کسی ایک مذہب میں بھی جائز نہ ہو۔

تعلق: عموم وخصوص مطلق

۴۔ تلفیق اور (تتبع الرخص) کا تعلق:

رخصتیں تلاش کرنا (آسانیاں اختیار کرنا) تلفیق سے زیادہ عام ہے۔ ہر رخصت کی تلاش تلفیق نہیں، اور ہر تلفیق کا مقصد رخصت حاصل کرنا بھی نہیں ہوتا۔

تعلق: عموم وخصوص مطلق

خلاصہ کلام:

تلفیق ایک خاص فقہی عمل ہے جو مختلف مذاہب کے اقوال کو اس طرح جمع کرنے سے پیدا ہوتا ہے کہ ان کا مجموعہ کسی بھی ایک مذہب کے مطابق نہ ہو۔ یہ تقلید کی ایک شاخ ہے، اور رخصتوں کی تلاش یا مذہب کی تبدیلی جیسی صورتوں سے الگ ہے، اگرچہ ان سے مشابہت رکھتا ہے۔ مستفاد: التلفیق وأح※ام※ للدکتور عبد اللہ بن حسن السعیدي ص: ۱۳

۵۔ تلفیق اور آسانی (تیسیر) کے تعلق کا بیان:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آسانی پیدا کرنا شریعت کے مقاصد میں سے ہے، اور جب لوگوں کو تنگی یا مشکل پیش آئے تو اس وقت یہ آسانی اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات یہ لوگوں کی ایک حقیقی ضرورت بن

جاتی ہے۔ایسے حالات میں تلفیق بعض اوقات ایک قسم کی آسانی بن سکتی ہے،جس کے ذریعے لوگوں کی ضرورت یا مجبوری دور کی جاسکتی ہے۔اس اعتبار سے تلفیق اور تیسیر (آسانی) کے درمیان تعلق ظاہر ہوجاتا ہے۔لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس عمل کو شرعی اصول وضوابط کے ساتھ انجام دیا جائے۔نہ تو بلاوجہ ضرورت یا حاجت کا دعویٰ کیا جائے،اور نہ ہی ایسی صورتوں میں مختلف مذاہب کو جوڑا جائے جہاں اس کا کوئی محل نہ ہو۔

خلاصہ:

تلفیق بعض صورتوں میں لوگوں کے لیے شرعی آسانی کا ذریعہ بن سکتی ہے،مگر یہ تبھی جائز ہے جب واقعی ضرورت ہواور شرعی قواعد کا خیال رکھا جائے۔

سوال (۳): جوحضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقا ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: تلفیق کے جواز وعدم جواز کے قائلین کی دو جماعتیں ہیں۔تلفیق کی مخالفت میں نمایاں دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔تلفیق ایک قسم کا شرعی احکام سے کھلواڑ کرنا ہے، جو بہت سی خرابیوں کا سبب بنتا ہے، جیسے کہ شرعی ذمہ داریوں سے نکل جانا اور بعض اوقات حرام کو حلال سمجھنا۔

۲۔شریعت کے مقاصد میں سے ایک دین کی حفاظت ہے،اور دین کی حفاظت میں شریعت کا تحفظ بھی شامل ہے۔اور شریعت کی حفاظت اس بات کو لازم کرتی ہے کہ اس چیز سے روکا جائے جو شریعت کی بے توقیری یا بے ادبی، اور اس میں دخل اندازی کا باعث بنے۔اور بلامقید تلفیق (یعنی بغیر اصول وضوابط کے مختلف مذاہب سے اقوال جمع کرنا) اسی قسم کی بے ادبی کا ذریعہ بنتی ہے۔

۳۔تلفیق کی صورت میں انسان کسی ایک معین مذہب کی التزام (پابندی) نہیں کرتا،اور یہ بات صرف ان لوگوں کے نزدیک قابلِ اعتراض ہے جو کسی ایک مذہب کی پابندی کو لازم قرار دیتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود،جن علماء نے بھی کسی ایک مذہب کی پابندی کو واجب نہیں کہا،ان میں سے اکثر نے بھی تلفیق کی اجازت نہیں دی۔

۴۔تلفیق سے اس بات کا خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اجماعی مسئلے کے خلاف جا پڑے،یعنی ایسا قول ایجاد کردے جو نہ اس طرف ہو نہ اس طرف بلکہ نیا تیسرا قول ہو۔

ماٰخذ:

تیسیر التحریر جلد 4، صفحہ 247؛

شرح تنقیح الفصول، صفحہ 432؛

البحر المحیط، جلد 6، صفحہ 319؛

حاشیۃ العطار علی جمع الجوامع، جلد 2، صفحہ 440؛

شرح الکوکب المنیر، صفحہ 418-419؛

التحبیر، جلد 8، صفحہ 4087؛

القول السدید للموروي، صفحہ 94؛

رسالۃ الکرمي في التلفیق، صفحہ 159؛

تیسیر التحریر، جلد 4، صفحہ 255۔

تلفیق کے جواز پر دلائل:

۱۔ یہ بات منقول نہیں کہ صحابہ یا تابعین نے، باوجود اس کے کہ ان کے مذاہب مختلف اور متنوع تھے، کسی سائل سے یہ کہا ہو کہ تم پر لازم ہے کہ جس مجتہد سے فتویٰ لیا ہے اس کے تمام احکام کی پابندی کرو تا کہ تلفیق نہ ہو۔"

۲۔ اگر تلفیق سے بچنا واقعی لازم ہوتا تو وہ حضرات اس کی ضرور تاکید کرتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ تلفیق ممنوع نہیں۔ اس دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے: کہ صحابہ کے دور میں فقہی مذاہب اس طرح منظم، معروف، اور تمام مسائل پر مشتمل نہیں تھے جیسے بعد کے ادوار میں ہوئے، لہٰذا اس زمانے کو تلفیق کے ضوابط پر قیاس کرنا درست نہیں۔

۳۔ (دلیل:) یہ کہ تلفیق تو تقلید کا نتیجہ ہے، کیونکہ عوام کے لیے کوئی مخصوص مذہب نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے عمل کا لازمی نتیجہ تلفیق بنتا ہے۔

جواب: اس کے دو جواب دیے گئے ہیں:

پہلا جواب: یہ کہ یہ بات صرف اُس وقت درست ہے جب تلفیق بلا ارادہ، غیر شعوری (یعنی "بلا اتفاق") ہو۔ جیسا کہ امام کرمی نے اس قسم کی تلفیق کو جائز قرار دیا ہے۔

دوسرا جواب: کہ عوام اس وقت تک لا مذہب ہوتے ہیں جب تک وہ کسی مذہب کو خود اختیار نہ کر لیں، یا حکام و اولیاء امور کی طرف سے کسی مخصوص مذہب کی پابندی نہ لگا دی جائے۔ اور چونکہ حکمرانوں کو مباحات کو مخصوص دائرے میں مقید کرنے کا حق حاصل ہے، اس لیے اگر انہوں نے عوام کو کسی مذہب کا پابند کر دیا تو تلفیق کی اجازت نہیں رہے گی، اور پھر عوام بھی اسی مذہب کے مکلف ہوں گے۔

اعتراض: تلفیق کو منع کرنا تو عوام کی عبادات کو فاسد قرار دینے کے مترادف ہوگا۔ جس مذہب کو انسان نے

خود اختیار کر لیا ہو، اس کی پابندی کرے، تو ایسی صورت میں تلفیق کا جواز ہی باقی نہیں رہتا، اور نتیجتاً یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اعتراض: کہ تلفیق کی ممانعت "تیسیر" (یعنی آسانی) کے خلاف ہے۔

جواب: تیسیر (آسانی) اسی وقت قابل قبول ہے جب وہ شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو۔ شریعت کا اصول یہ نہیں کہ شریعت کو خواہشات کا غلام بنا دیا جائے، یا جاہل عوام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اگر تلفیق کو کھلی چھوٹ دے دی جائے تو دین کی حرمت پامال ہوتی ہے، اور ہر ایک دین میں مداخلت کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا جیسے شریعت کا مقصد آسانی ہے، ویسے ہی اس کا مقصد دین کی حفاظت بھی ہے،

پس دونوں مقاصد کو ایک دوسرے سے نہ ٹکرایا جائے۔ مزید یہ کہ تیسیر حاصل ہو جاتا ہے: جب تلفیق غیر ارادی ہو، یا ضرورتاً کی جائے، یا کسی حقیقی حاجت کی بنیاد پر ہو۔ جو شخص منع کے دلائل پر غور کرے گا، وہ پائے گا کہ ان کا مدار "سیاستِ شرعیہ" اور "مقاصدِ شریعت" پر ہے۔

اسی لیے کرمی نے کہا ہے: "منع کرنے والوں کے پاس کوئی واضح شرعی دلیل نہیں، صرف عقلی بنیادیں ہیں"۔

تلفیق کے جواز پر جو دلیل دی گئی کہ عوام چونکہ لا مذہب ہوتے ہیں، اس لیے ان کے لیے تلفیق جائز ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ غیر ارادی ہو تو جائز ہے، اور اگر حکام نے کسی مذہب کی پابندی لگا دی ہو یا خود انہوں نے اختیار کر لیا ہو تو پھر جائز نہیں۔ یہ کہنا کہ تلفیق کی ممانعت آسانی کے خلاف ہے، درست نہیں، کیونکہ آسانی شریعت کے اصولوں کے اندر ہونی چاہیے نہ کہ خواہش پرستی کی بنیاد پر۔

بالآخر، منع کے دلائل زیادہ مضبوط معلوم ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ دین کی حفاظت جیسے مقاصدِ شریعت پر مبنی ہیں۔

تلفیق کا حکم:

تلفیق کا مسئلہ قدیم فقہاء کے درمیان معروف نہیں تھا، اسی لیے اس پر کوئی مضبوط، منسوب یا منضبط اختلافی بیان نہیں ملتا۔ معاصر محققین صرف یہی کر سکتے ہیں کہ مذاہبِ اربعہ میں سے ہر ایک میں اس کے جواز یا عدمِ جواز کو انفرادی طور پر پیش کریں، لیکن کسی خاص فقہی مذہب یا امام کی طرف کوئی بات منسوب کرنا احتیاط کے خلاف ہوگا۔ یہ مسئلہ فقہی طور پر پیچیدہ ہے، جیسا کہ ابن حجر اور حسن الشطی نے بھی واضح کیا ہے۔ تلفیق مطلقاً ناجائز نہیں ہے اور نہ مطلقاً جائز ہے۔ درج شرائط کا لحاظ کیا جائے تو تلفیق پر عمل کی گنجائش نکل سکتی ہے:

تلفیق پر عمل کے شرائط:

الدکتور عبداللہ بن محمد بن حسن السعیدی نے اپنی کتاب "التلفيق وحكمه في الفقه الإسلامي" میں تلفیق پر عمل کے لیے چار شرطیں بیان کی ہیں:

تلفیق (مذاہب کے اقوال کو ملانا) ان شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱۔ تلفیق غیر ارادی طور پر ہو، جان بوجھ کر نہ ہو۔

۲۔ اگر قصداً (جان بوجھ کر) ہو تو بھی اس وقت جائز ہوگا جب اس کی ضرورت پیش آئے۔

۳۔ تلفیق پر عمل کرنے والا پہلے کیے گئے کسی تقلیدی عمل یا اس کے لوازم سے رجوع نہ کرے اور یہ مسئلہ اصولیین کے درمیان محلِ اختلاف ہے۔

۴۔ تلفیق شریعت کے مقصد وحکمت کے خلاف نہ ہو، یعنی نہ تو شریعت کے مقاصد سے ٹکرائے، اور نہ ہی احکامِ شریعت کو مذاق یا کھیل تماشا بنا دے۔

مذہب آخر پر فتوی دینے کی شرطیں:

اُصول الافتاء وآدابہ میں دوسرے فقہی مذہب پر فتوی دینے کے لیے پانچ شرطیں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کی ہیں:

۱۔ ضرورت شدیدہ ہو، اور اس معاملے میں ابتلاء عام بھی ہو، محض وہم نہ ہو اور ضرورت خیالی نہ ہو۔

۲۔ مفتی بھی اس ضرورت کو بہت اہم سمجھتا ہو، اور اس ضرورت کا احساس فقہ واصول فتاویٰ کے رجال اور واقف کاروں کی باہمی گفت وشنید اور علمی تبادلہ خیال کے ذریعے ہو، مناسب تو یہ ہے کہ از خود تنہا فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے؛ بلکہ حتی المقدور دوسرے مفتیان کرام کے فتاویٰ جات سے بھی اپنے فتویٰ کو مؤید کرے، خصوصا جب وسیع پیمانے پر فتویٰ کی اشاعت مقصود ہو تو اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ جس فقہی مذہب پر فتوی دے اس کی بڑی گہری اور عمیق تحقیق کرے، اور اس کے لیے مناسب ہے کہ اس مذہب کے علماء ومفتیان کرام سے رجوع کرے، کسی مسئلہ کی تحقیق میں ایک یا دو کتابوں پر اکتفا نہ کرے؛ کیوں کہ ہر مذہب کی مخصوص اصطلاحیں ہوتی ہیں، اور منفرد اسلوب ہوتا ہے، اور بسا اوقات ان اصطلاحوں کے واقف کاروں کے علاوہ دوسروں کے لیے اس سے آگہی دشوار ہوتی ہے۔

۴۔ دوسرے مذہب پر دیا گیا فتویٰ ان شاذ ونادر اقوال سے ماخوذ نہ ہو جو جمہور کے مذہب کے خلاف ہو، اور جمہور کی جانب سے اس کا رد بھی آچکا ہو۔

۵۔ اس مذہب کے مذکورہ فتویٰ کو مذہب میں معتبر تمام شرائط کی رعایت کرتے ہوئے لیا گیا ہو، تاکہ یہ فتویٰ ایک مسئلے میں تلفیق کا سبب نہ بن جائے۔ **أصول الافتاء وآدابه: الفصل الخامس: الافتاء بمذهب آخر - شروط الافتاء بمذهب آخر بسبب الحاجة أو عموم البلوى: (۲۴۶/۲۴۸)**

تلفیق کے سلسلے میں:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ حیلہ ناجزہ" میں لکھتے ہیں:

مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہو، اتباع ہوی کے لیے نہ ہو، (عمل واحد میں) تلفیق خارق اجماع نہ ہو۔" (الحیلۃ الناجزۃ ص:۲۲۶)

تلفیق کے سلسلے میں:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی رشیدیہ میں اس موضوع کے ایک سوال کا جواب یہ دیا ہے:

مذہب سب حق ہیں، مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو، عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔" (ص:93 عنوان: عند الضرورت مذہب شافعی پر عمل کرنا)۔

حاصل یہ ہے کہ جب ضرورت شدیدہ ہو (جس کے لیے شرعاً اضطرار کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے) اور اپنے مذہب پر عمل کرنے میں حرج و مشقت لازم آتی ہو تو ایسی صورت میں کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ دوسرے مذہب پر عمل کرنا خواہش نفس اور رخصت کو تلاش کرنے کی بنا پر نہ ہو اور نہ ہی تلفیق سے کام لیا جاتا ہو، لیکن ان شرائط کے متحقق ہونے کا فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے، اس لیے خود کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے ماہر اور متبحر مفتیان کرام کے سامنے اپنا مسئلہ اور معروضی حالات پیش کر کے ان سے فیصلہ کرایا جائے۔

شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

و به علم أن المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا و أن المفتي له الإفتاء به للمضطر. فما مر من أنه ليس له العمل بالضعيف و لا الإفتاء به محمول على غير موضع الضرورة، كما علمته من مجموع ما قررناه والله تعالى أعلم... قال في خزانة الروايات: العالم الذي يعرف معنى النصوص و الأخبار، وهو من أهل الدراية يجوز له أن يعمل عليها و إن كان مخالفا لمذهبه. انتهى" (ص: 89، ط: البشرى)

وهذا في غير موضع الضرورة، فقد ذكر في حيض البحر في بحث ألوان الدماء أقوالا ضعيفة. ثم قال: وفي المعراج عن فخر الأئمة: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسنا. (مقدمة رد المحتار على الدر المختار ابن عابدين - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين)

لیکن تلفیق بالاتفاق ناجائز اور باطل ہے۔ ایک صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مختلف مسائل میں مختلف مجتہدوں کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: کہ جائز نہیں؛ کیونکہ دین پابندی کا نام ہے اور اس میں مطلق العنانی (یعنی آزادی) ہے۔ (دعوات عبدیت ص:۱۷ ج۱۹)

محور دوم: تتبع رخص:

فقہاء اور اصولیین کے یہاں تتبع رخص کی بحث آتی ہے اور بعض مفسرین جو آیات الاحکام پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اور آیات قرآنی سے استنباط احکام کا ذوق رکھتے ہیں، ان کے یہاں بھی اس پر گفتگو ہوتی ہے، دور حاضر میں جہاں تلفیق پر گفتگو ہوتی ہے جمع ورخص کا موضوع بھی زیر بحث آتا ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

سوال (۱): تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟

(تتبع رخص) کی تعریف:

علمائے کرام کی کتابوں میں "تتبع رخص" کی متعدد تعریفات وارد ہوئی ہیں، جن سب کا مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے، البتہ بعض تعریفات دوسرے کی نسبت زیادہ دقیق اور جامع ہیں۔ مثال کے طور پر:

بدر الدین الزرکشی الشافعی (متوفی 794ھ) نے "تتبع رخص" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "ہر فقہی مذہب میں سے وہ رائے اختیار کرنا جو اس پر آسان ہو۔" (البحر المحیط، 6/325)

جلال الدین المحلّي (متوفی 864ھ) نے یوں تعریف کی: "ہر پیش آنے والے مسئلے میں ہر فقہی مذہب میں سے آسان ترین قول کو لینا۔"

(شرح المحلي على جمع الجوامع بحاشية البناني، 2/400)

بین الاقوامی مجمع فقہ اسلامی نے اسے یوں بیان کیا: ''ایسے فقہی اجتہادات جو کسی امر کو مباح قرار دیتے ہوں، جبکہ دیگر اجتہادات اس کو ممنوع کہتے ہوں۔'' (قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي الدولي، ص 159-160، قرار نمبر 70)

ان تمام تعریفات سے یہی مراد ہے جس پر یہ بحث قائم ہے: یعنی کوئی شخص علمی مسائل میں علماء کے اقوال میں سے آسان اور ہلکا قول تلاش کرے، نہ اس لیے کہ اس کے پاس اس قول کے حق میں کوئی مضبوط دلیل یا واضح برہان ہو، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ قول اس کے لیے آسان یا ہلکا ہو۔ خواہ یہ آسانی اس کی خواہشِ نفس کی وجہ سے ہو، یا لذت پسندی کے ارادے سے، یا لاعلمی کے سبب، یا کسی اور وجہ سے۔

(ان تمام حوالہ جات اور اس سلسلے کی مزید معلومات کے لیے دیکھیے: تتبع الرخص بین الشرع والواقع للشیخ عبد اللطیف بن عبداللہ التویجری)

سوال (۲): تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

سوال (۳): تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

سوال (۴): تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

دوسرے، تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب:

علماء صرف آسان قول کے پیچھے پڑنے کو "ترخص مذموم" (ناپسندیدہ رخصت لینا) کہتے ہیں۔

یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کے حرام ہونے پر اجماع (اتفاق) بھی نقل کیا ہے؛ جیسے: ابن حزم الظاهری (متوفی 456ھ)، ابن عبد البر المالكي (متوفی 463ھ)، أبو الوليد الباجي الشافعي (متوفی 494ھ)، ابن الصلاح الشافعي (متوفی 643ھ)، ابن النجار الحنبلي (متوفی 972ھ)، اور دیگر علماء۔

(ماخذ: مراتب الإجماع، ص: 58؛ أدب المفتي والمستفتي، ص: 125؛ جامع بيان العلم وفضله: 91/2؛ الموافقات مع الحاشية: 82/5؛ شرح الكوكب المنير: 578/4)

ہم یہاں علماء کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں:

۱۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تین چیزیں دین کو ہلاک کر دیتی ہیں: عالم کی لغزش، منافق کا جھگڑالو پن، اور گمراہ کن پیشوا"۔ (ماخذ: سنن الدارمي: 71/1، جامع بيان العلم وفضله: 135/2)

۲۔ سلیمان التیمی (متوفی 143ھ) نے فرمایا: "اگر تو ہر عالم کی رخصت کو لے لے تو تیرے اندر سارا شر جمع ہو جائے گا"۔ (ماخذ: حلية الأولياء: 32/3، جامع بيان العلم وفضله: 122/2)

۳۔ ابراهيم بن أبي علية (متوفی 152ھ) نے فرمایا: "جس نے علماء کے شاذ آراء (نادر وغیر معمولی اقوال) کی پیروی کی، وہ گمراہ ہو گیا"۔

(ماخذ: ذيل مذكرة الحفاظ: ص 187)

۴۔ امام الأوزاعي (متوفی 157ھ) نے فرمایا: ''جو علماء کے نادر اقوال کو اختیار کرتا ہے، وہ اسلام سے نکل جاتا ہے''۔ (ماخذ: سير أعلام النبلاء: 126/7)

۵۔ ابراہیم بن أدہم (متوفی 161ھ) سے روایت ہے: "اگر تم شاذ اقوال کو اختیار کرو گے تو بہت سا شر جمع کرو گے"۔ (ماخذ: الجامع: 160/2)

۶۔ ابن حزم الأندلسي (متوفی 456ھ) نے، مختلف قسم کے اختلاف رکھنے والوں کا بیان کرتے ہوئے کہا: "ایک جماعت ایسی بھی ہے جن کی دین میں کمزوری اور تقویٰ کی کمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ہر قائل کے قول میں سے اپنی خواہش کے موافق قول تلاش کرتے ہیں؛ وہ ہر عالم کی رخصت کو تقلیداً لے لیتے ہیں، حالانکہ نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے نازل کردہ نصوص کو تلاش کرتے ہیں اور نہ ان کا مقصد حق ہوتا ہے۔ (ماخذ: الإحكام في أصول

الأحکام، ص:645)

۷۔عزّ بن عبد السلام (متوفی 748ھ) نے فرمایا:" چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) میں سے ہر ایک کی تقلید جائز ہے..."

یہ تمام اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تتبع رخص (یعنی صرف آسانی کے لیے مختلف ائمہ کی رخصتیں جمع کرنا) ایک مذموم اور گمراہ کن عمل ہے، اور بعض اہل علم نے اسے گناہ، دین میں کمزوری، حتیٰ کہ بعض حالات میں اسلام سے خروج کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

مندرجہ ذیل اقوال اور دلائل "تتبع رخص" (یعنی ہر مسئلے میں آسان سے آسان قول کو چن لینا) کی حرمت اور اس کے خطرناک نتائج کی وضاحت کرتے ہیں:

۱۔" رخصتوں کا پیچھا کرنا جائز نہیں ہے"۔(ماخذ: فتاوی العز بن عبد السلام الشافعي، ص:122)

۲۔امام الذہبی (متوفی 748ھ) نے فرمایا:" جس نے مختلف فقہی مذاہب کی رخصتوں اور مجتہدین کی لغزشوں کا پیچھا کیا، اس کا دین کمزور ہو گیا"۔(ماخذ: سیر أعلام النبلاء:8/ 81)

ان اقوال کی کثرت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ طرزِ عمل اور یہ طریقہ (یعنی تتبع رخص) قابل مذمت ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں ایسی خرابیاں اور غلط نتائج پیدا ہوتے ہیں جو شریعت کے بنیادی مقاصد کے خلاف ہوتے ہیں، جیسا کہ آئندہ بحث میں واضح کیا جائے گا۔

۳۔ابن الصلاح (متوفی 643ھ) فرماتے ہیں:" یہ (یعنی فتوے میں حیلوں اور رخصتوں کا سہارا لینا) ہمارے ذکر کردہ ضابطے (شرط) کے خلاف ہے؛ پس اسے وہ شخص پسند نہ کرے جو ایسے فتوے دیتا ہے جو چالاکیوں کے ذریعے برائیوں تک لے جاتے ہیں"۔

(ماخذ: أدب المفتي والمستفتي، ص:112)

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو رخصتوں کے پیچھے چلتے ہیں صرف خواہشِ نفس کی پیروی، آسانی کی تلاش یا دلائل سے جان بوجھ کر اعراض کے جذبے سے۔لیکن اگر کسی کا مقصد یہ نہ ہو، بلکہ وہ کسی شرعی ضابطے کے مطابق رخصت پر عمل کرے، تو بعض علماء نے ایسی حالت میں رخصت کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کی رعایت کرے۔

علامہ ابن القیم (متوفی 751ھ) اس مسئلے کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں: فائدہ نمبر 39:" مفتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ناجائز یا مکروہ حیلوں کی تلاش کرے، اور نہ ہی ایسی رخصتوں کی جستجو کرے جن کا مقصد کسی شخص کو فائدہ پہنچانا ہو۔

اگر کوئی ایسا کرے، تو وہ فاسق ہے، اور اس سے فتویٰ لینا حرام ہے۔ البتہ اگر نیت اچھی ہو اور کوئی جائز حیلہ ہو، جس میں نہ شبہ ہو، نہ کوئی مفسدہ، اور اس کے ذریعے مستفتی کو حرج سے نکالا جا رہا ہو، تو وہ جائز ہی نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

مثال کے طور پر:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ایوب علیہ السلام کو قسم سے نکلنے کا طریقہ بتایا کہ وہ ایک جھاڑو (ضغث) کو ہاتھ میں لے کر اس سے ایک بار ماریں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو رہنمائی دی کہ وہ کھجور کو پہلے درہم میں بیچیں، پھر انہی درہموں سے دوسری کھجور خریدیں تاکہ سود (ربا) سے بچا جا سکے۔

چنانچہ: بہترین حل وہ ہے جو گناہ سے بچا لے، اور بدترین چالاکی وہ ہے جو حرام میں ڈال دے، یا کسی واجب حق کو ساقط کر دے جسے اللہ اور اس کے رسول نے لازم کیا ہے۔ (ماخذ: إعلام الموقعين، 4/195-196)

یہ عبارت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ: ناجائز یا محض خواہش پر مبنی رخصتوں اور حیلوں کا پیچھا کرنا حرام اور فسق ہے۔

جبکہ واضح اور شرعی ضابطوں کے تحت کسی جائز رخصت یا حیلے کو اختیار کرنا جائز، بلکہ بعض اوقات مستحب بھی ہوتا ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی حرام یا مفسدہ نہ ہو۔

والدليل على ماقلنا:

حكم أخذ المكلف برخص العلماء وزلاتهم والانتقاء من أقوالهم الأيسر والأخف، وهذا ما يسميه العلماء بالترخص المذموم؛ لذلك جاءت مواقفهم وعباراتهم شديدة ومشنّعة على من فعله أو قال به؛ حتى نقل بعضهم الإجماع على تحريم ذلك؛ كابن حزم الظاهري (ت:٤٥٦)، وابن عبد البر المالكي (ت: ٤٦٣)، وأبي الوليد الباجي الشافعي (ت: ٤٩٤)، وابن الصلاح الشافعي (ت: (٦٤٣)، وابن النجار الحنبلي (ت:٩٧٢) وغيرهم۔

إعلم أن هذا الحكم خاص فيمن تتبع الرخص لمجرد اتباع الهوى أو بحث عن الحكم الأسهل أو حاول الإعراض أو التجاهل للأدلة.

أما إذا كان غير ذلك فقد أجاز بعض العلماء الأخذ بالرخص بمراعاة الضوابط الشرعية التالية (قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي الدولي ص (١٥٩-١٦٠)

ولا يجوز تتبع الرخص «(١).

وقال الإمام الذهبي (ت:٧٤٨):

من تتبع رخص المذاهب وزلات المجتهدين فقد رَقَ دينه «(٢).

(۵) تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل شرائط اور سابقہ مثالوں کی روشنی میں تلفیق اور تتبع رخص کے درمیان فرق کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔:

۱۔ تتبع رخص کا مطلب ہے اختلافی مسائل میں سے آسان اور ہلکے قول کو اختیار کرنا؛ جبکہ تلفیق کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی مربوط مسئلے میں دو مختلف اقوال کو جمع کیا جائے۔

۲۔ تلفیق دراصل مختلف مجتہدین کے اقوال کو اس طرح جمع کرنا ہے کہ ان کا نتیجہ ایک ایسا نیا قول بن جائے جسے کسی بھی مجتہد نے تسلیم نہ کیا ہو، اور اس طرح ایک نیا نظریہ یا فتویٰ وجود میں آ سکتا ہے جو کسی بھی معتبر عالم کا قول نہیں ہوتا؛ جبکہ رخصت اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ کسی ایک معروف عالم یا مجتہد کی کہی ہوئی رخصت کو اپنایا جائے، اس میں کوئی نیا قول ایجاد نہیں ہوتا۔

۳۔ تلفیق بعض اوقات اجماعِ امت کی مخالفت تک جا پہنچتا ہے؛ جبکہ تتبع رخص میں کسی ایک مجتہد کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے، اس لیے یہ اجماع کی مخالفت نہیں کرتا۔

ماخذ: 1. السفارینی، التحقیق في بطلان التلفیق، ص: 171

2. حاشیة العطار علی شرح المحلي: 442/2،

إعانة الطالبین: 271/4،

قرارات وتوصیات مجمع الفقه الإسلامي: ص 159–160،

مجلة المجمع: ج 1، ص 41۔

وبعد هذه الشروط والأمثلة السابقة للتلفیق نستطیع بعد ذلك أن نبین الفرق بین التلفیق وتتبع الرخص، فبینهما فروق من نواحی عدیدة، منها (۲):

1 1 - أن تَتَبَعَ الرُّخص یکون بأخذ القول الأخف والأسهل في المسائل الخلافیة، أما التلفیق فحقیقته الجمع بین قولین في مسألة واحدة مترابطة. - أن التلفیق جمع بین أقوال العلماء وتصرف فیها بقول لا یصححه أحد من المجتهدین، وقد ینتج عن ذلك إحداث قول جدید في المسألة لم یقل به مجتهد، بینما الأخذُ بالرخص لیس فیه إحداث قول جدید، وإنَّما یأخذ برخصة قالها أحد العلماء.

أن التلفیق قد یؤدي إلی مخالفة إجماع العلماء، بخلاف تتبع الرخص فإنه یکون بأخذ قول أحد من العلماء.

(۱) التحقیق في بطلان التلفیق للسفاریني، ص (۱۷۱).

(۲) ينظر: حاشية العطار على شرح المحلي: (٤٤٢/٢)، وإعانة الطالبين: (٢٧١/٤)، وقرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي: (١٥٩-١٦٠)، ومجلة المجمع: (ع).ج١، ص٤١

تفصیلات کے لیے: تتبع الرخص بین الشرع والواقع دیکھیے!

تتبع رخص کے منفی اثرات:

(تتبع رخص) کے منفی اثرات ہوتے ہیں جو خطرناک نتائج تک پہنچا سکتے ہیں۔ امام شاطبیؒ (م790ھ) نے اپنی گراں قدر کتاب "الموافقات" میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور بعض دیگر علمائے کرام جیسے ابن الصلاح (م643ھ)، امام نووی (م676ھ)، اور ابن القیم (م751ھ) نے بھی اس کی طرف اشارات کیے ہیں۔ ان تمام اقوال کا خلاصہ درج ذیل نکات میں پیش کیا جا سکتا ہے:

1. تتبع رخص شریعت کے اصولوں اور مقاصد کے خلاف ہے: کیونکہ شریعت کا مقصد انسان کو اس کی خواہش نفس سے نکالنا ہے، اور نفس کی پیروی سے منع کیا گیا ہے؛ جب کہ رخصتوں کی تلاش درحقیقت انسان کو اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے پر آمادہ کرتی ہے، اور وہ صرف ان ہی آرا کو اختیار کرتا ہے جو اس کی طبیعت کو پسند ہوں۔

۲. تتبع رخص سے تکلیفِ شرعی سے نکلنے کا راستہ کھل جاتا ہے: امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: "یہ اس بات کا ذریعہ بنتا ہے کہ ہر اختلافی مسئلے میں تکلیفِ شرعی کو ختم کر دیا جائے؛ کیونکہ اگر ہر ایک کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ جو چاہے کرے اور جو نہ چاہے چھوڑ دے، تو یہ دراصل تکلیفِ شرعی کو ساقط کرنے کے مترادف ہے۔" (الموافقات: 5/83)

حوالہ جات:

أدب المفتي والمستفتي ص 125

المجموع (1/55)

إعلام الموقعين (4/185)

الموافقات (5/83، 5/99، 5/102–103)

۳۔ "دلیل کی پیروی چھوڑ کر اختلاف کی پیروی کرنا":

یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے: "پھر اگر تم کسی بات میں اختلاف کرو، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔" (النساء:59)

۴۔ دین اور اس کے احکام کو ہلکا سمجھنا: کیونکہ اس طرزِ عمل سے دین سیال (یعنی بے قاعدہ) بن جاتا ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں رہتی۔

۵۔جو چیز معلوم وواضح ہے، اسے چھوڑ کر غیر واضح بات کو اختیار کرنا۔

۶۔نظامِ سیاستِ شرعیہ کا درہم برہم ہونا:

جو نظام عدل ومساوات پر قائم ہے، اور اگر وہ خراب ہوجائے تو اس کے نتیجے میں فوضی صورت حال، ظلم، اور لوگوں کے حقوق کا ضیاع واقع ہوتا ہے۔

۷۔رخصتوں کے پیچھے پڑنا اس بات تک لے جاتا ہے کہ مختلف فقہی مذاہب کو اس طرح آپس میں ملایا جائے (تلفیق کی جائے) کہ اس سے علماء کے اجماع کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

سوال (٦)۔دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟ کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔

جواب: مذکورہ اقوال اور محقق علماء کے دلائل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص شرعی نصوص پر غور وفکر کرتا ہے یا تحقیق کرتا ہے، وہ درج ذیل شرائط کے ساتھ تتبع رخص پر عمل کر سکتا ہے:

۱۔تحقیق کا جب ارادہ کرے تو اپنے ذاتی خیالات اور ذاتی تصورات کو دروازے پر چھوڑ کر داخل ہو، اور اپنے آپ کو اس نص (قرآنی یا حدیثی) کے تابع کردے جو اُسے جس طرف لے جائے، وہ اسی طرف چلے۔

۲۔تحقیق کرتے وقت صحیح طریقہ اختیار کرے۔

۳۔شرائط اور حدود کا لحاظ رکھے۔

۴۔ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھے۔

۵۔خالص حق کا طالب ہو، خواہش نفس اور تعصب سے دور ہو۔

۶۔ہمہ جہتی کو اپنا اصول بنائے، تمام دلائل کو جمع کرے۔

۷۔دلیل کے ساتھ ہی حق کو اپنا مقصد بنائے۔

۸۔جب مختلف اقوال سامنے آئیں تو وہ ان کا موازنہ قرآن، سنت اور امت کے اجماع سے کرے، اور پھر جو قول ان کے مطابق ہو، اس کی پیروی کرے۔

۹۔تحقیق اور جستجو سے پہلے ہی کوئی حکم صادر نہ کرے؛ کیونکہ اگر وہ پہلے ہی حکم طے کر لے، اور پھر دلائل تلاش کرے، تو اس کی تحقیق محض جزوی، انتخاب ہوجائے گی، اور وہ صرف پہلے سے بنائے ہوئے نظریے کے حق میں دلائل ڈھونڈے گا۔لہٰذا اسے چاہیے کہ پہلے دلیل تلاش کرے اور تحقیق کرے، پھر کسی بات کو مانے؛ نہ یہ کہ پہلے کسی

بات کو مان لے، اور پھر اس کے لیے دلائل تلاش کرتا پھرے۔ اور جو لوگ نصوص (آیات واحادیث) کا مطالعہ صرف اس لیے کرتے ہیں کہ اپنے پہلے سے قائم شدہ نظریات کو تقویت دیں، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ان نصوص سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے؛ کیونکہ حق کی طلب میں اخلاص، ہدایت کے حصول اور اس کے فہم کے لیے ایک بنیادی شرط ہے۔

مستفتی کے لئے شرطیں:

اسی موضوع کے سلسلے میں یہ بھی مناسب ہے کہ ان شرائط پر زیادہ گفتگو کی جائے جنہیں علمائے کرام نے مستفتی (یعنی فتویٰ پوچھنے والے) کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ یہ شرائط چار ہیں:

پہلی شرط: فتویٰ لینے والا حق اور اس پر عمل کی نیت سے سوال کرے، نہ کہ رخصتوں کی تلاش یا محض اپنی خواہش نفس کی پیروی کے لیے۔

(حوالہ: "زجر السفهاء عن تتبع رخص الفقهاء"، للشيخ جاسم الفهيد الدوسري، ص 11-13)

دوسری شرط: وہ صرف ایسے شخص سے فتویٰ طلب کرے جس کے متعلق اسے علم ہو، یا غالب گمان ہو کہ وہ فتویٰ دینے کا اہل ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ وہ ان مفتیوں میں سے سب سے زیادہ قابل اعتماد شخص کا انتخاب کرے۔

تیسری شرط: اپنا سوال اور حالت صاف، واضح اور مکمل طریقے سے بیان کرے تاکہ مفتی صحیح فتویٰ دے سکے۔

چوتھی شرط: مفتی جو جواب دے، اسے پوری توجہ سے سنے اور اچھی طرح سمجھے؛ اور یہ نہ ہو کہ جواب کا کچھ حصہ لے لے اور کچھ کو چھوڑ دے۔

اگر ان شرائط کو وسیع پیمانے پر نشر کیا جائے، تو اس سے عوام میں شعور بیدار ہوگا اور ان کا طرزِ عمل زیادہ منضبط اور درست ہوگا۔

جیسے علماء اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ: فقہ پڑھنے سے پہلے اصولِ فقہ سیکھے جائیں، تفسیر پڑھنے سے پہلے اصولِ تفسیر جانے جائیں، اسی طرح استفتاء کرنے سے پہلے بھی ان کے اصول اور شرائط کو سیکھنا چاہیے۔

(تتبع الرخص بين الشرع والواقع۔ ص:٤٤)

موضوع: تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص کے کچھ اہم مسائل

مولانا عبید اللہ ندوی
استاذ حدیث وادب دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات

تمہید:

شریعت اسلامیہ کی بڑی اور اہم خصوصیت - جو اسے شرائع سابقہ سے ممتاز کرتی ہے- وہ اس کے تشریعی احکامات میں یسر وتیسیر، اور تخفیف وتسہیل ہے، اور اسی کے مظاہر میں شریعت کی رخصتوں کو اختیار کرنا ہے، کیونکہ رخصتیں بندوں پر اللہ کی رحمت اور ان کے مصالح کی رعایت کے لئے ہی مشروع کی گئی ہیں، چنانچہ جہاں بھی تنگی اور حرج پایا جائے گا وہاں تیسیر وتخفیف ضرور ہوگی، مگر چونکہ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ لوگ کہیں سہولت کے چکر میں تتبع رخص اور تلفیق نہ کرنے لگیں اس لئے فقہاء واصولیین نے اس کے کچھ حدود وقیود متعین کئے ہیں،

فی زمانا مسائل جدیدہ اور نوازل ہر شعبۂ حیات (عبادات، مالیات اور طبیات وغیرہ میں) اتنے بڑھ گئے ہیں کہ امت کو اس سے پہلے اتنے مسائل درپیش نہیں تھے، اور مسائل کے ان سیلاب کی روک اور ان کا حل پیش کرنے میں فقہاء معاصرین کے مسالک متعدد ہیں، بلکہ بعض معاصرین نے تو اب تلفیق بین المذاہب کی دعوت شروع کردی ہے اور مسلمانوں کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا بہترین حل مانا ہے اور اس کے پیچھے جو اسباب کارفرما ہیں وہ یہ کہ امت کے مسائل کے حل کے لئے ایک فقہی مسلک کافی نہیں ہے، برخلاف مجموعۂ مذاہب کے، کہ اس میں امت کی حاجات کے لئے تنگی نہیں ہوگی، اسی پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف سے یہ موضوع زیر بحث لایا گیا ہے تاکہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے مسائل کا حل پیش کیا جاسکے۔

محور اول:

تلفیق کی لغوی تعریف: تلفیق باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے، اور لَفَقَ سے مشتق ہے، مجرد میں اس کا باب ضرب ہے، اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس میں ضم اور جمع کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے :لفقتُ الثوب (میں نے کپڑے کو لپیٹا) مطلب یہ کہ ایک کپڑے کو دوسرے کے ساتھ ملا کر سی دیا،، (دیکھئے: لسان العرب ۱۰/ ۳۳۰، مادۃ: لفق، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت) گویا کہ مختلف اشیاء کو ملا کر ایک بنا دینے کو اہل

لغت تلفیق کہتے ہیں۔

غریب الحدیث والاثر میں ہے کہا جاتا ہے:

فلان صفاق لفاق...واللفاق: الذي لا يدرک ما يطلب،وقد لَفَقَ ولفَّقَ،،(النهاية فی غريب الحديث والاثر ۴/۲۶۱)

ترجمہ: فلاں صفاق (یعنی کثرت سے سفر کرنے والا اور تجارت میں تصرف کرنے والا) اور لفاق ہے، اور لفاق کہتے ہیں جو اپنے مطلوب میں کامیاب نہ ہو، نیز یہ لفظ لَفَقَ اور لَفَّقَ دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے،،۔

اصطلاحی تعریف: تلفیق کی متعدد اصطلاحی تعریفات کی گئی ہیں، مثلا: ''الإتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد'' (دیکھئے: الرخصة الشرعية فی الاصول والقواعد الفقهية ص: ۲۱۵، ۲۱۶، أصول الفقه الاسلامی ۲/ ۱۱۴۲، ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی) ترجمہ: ایسی کیفیت کو اپنانا جس کا مجتہد قائل نہ ہو،، یہ بعض علماء کی تعریف ہے لیکن بعض ناقدین کا خیال ہے کہ یہ تعریف جامع اور مانع نہیں ہے، غالبا یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے یہ تعریف کی ہے ان کو پوری وضاحت اور وسعت کے ساتھ اس کی شرح وتوضیح کی ضرورت پڑی ہے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس کی درست تعریف وہ ہے جو الموسوعة الفقهية میں کی گئی ہے اور وہ یہ ہے: أخذ صحة الفعل من مذهبين معابعد الحكم ببطلانه على كل واحد منهما بمفرده،،(دیکھئے: الموسوعة الفقهية ۱۳/ ۲۹۰) ترجمہ: دو مسلکوں سے ایک ہی ساتھ کسی عمل کے صحیح ہونے کا قول اختیار کرنا حالانکہ علاحدہ علاحدہ دونوں میں سے ہر ایک پر بطلان کا حکم لگایا جا چکا ہے،،۔

بعض معاصر اہل علم نے یہ تعریفات کی ہیں: أخذ المقلد مسألة بمذهب معين و في مسألة أخرى بمذهب إمام آخر حتى ولو لم يكن بين المسألتين تلازم،، (دیکھئے: اصول الفقہ الذی لا الفقیہ جھلہ، سلمی عیاض بن محمد بن عوض کی ۱/ ۳۳۳، ط: دار القدیر، ریاض) ترجمہ: مقلد کا ایک مسئلہ میں ایک امام کی پیروی کرنا اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کی اتباع کرنا اگرچہ دونوں کے جزئیات میں کوئی تعلق نہ ہو،،۔

يطلق التلفيق على فتوى المجتهد بقول مركب من قولين مع عدم اعتقاد رجحانه وإنما يفتي به تخليصا للمستفتي من ورطة وقع فيها،، (حوالہ سابق، ص: ۴۹۰) تلفیق کا اطلاق مجتہد یا مفتی کے اس فتوی پر بھی ہوتا ہے جو دو الگ الگ اقوال کو اکٹھا کر کے دیا جائے، حالانکہ خود مجتہد کو دلیل راجح کا اعتقاد نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ مستفتی کو کسی الجھن یا پریشانی سے نکالنے کے لئے یہ فتوی دیتا ہے،،۔

تلفیق کی چند مثالیں:

۱۔ کسی شخص نے نماز کے لئے وضو کیا، اور وضو میں امام شافعیؒ کی تقلید کی اور اعضاء وضو رگڑ کر نہیں دھویا چونکہ ان

کے یہاں دلک فرض نہیں ہے، پھر وضو مکمل کرنے بعد بغیر قصد وارادہ عورت کو چھولیا اور اس مسئلہ میں امام مالکؒ کی تقلید کی چونکہ ان کے یہاں مسّ مرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور پھر اسی وضو سے نماز پڑھ لی، تو گویا اس نے دو مسلکوں میں تلفیق کی، حالانکہ دونوں میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اعضاء وضو رگڑ کر نہیں دھویا اس لئے مالکیہ کے یہاں وضو نہیں ہوا، اور عورت کو چھولیا اس لئے شوافع کے یہاں وضو ٹوٹ گیا۔

۲۔کسی آدمی نے بلا حائل عورت کو مس کیا (چھولیا) اور یہ اعتقاد رکھا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ فقہ حنفی میں مسّ مرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا، پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جسم سے بہنے والا خون نکلا اور اس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ امام شافعیؒ کے یہاں بہنے والا خون ناقض وضو نہیں ہے، اس کے بعد اسی وضو سے اس نے نماز پڑھ لی، تو گویا اس نے یہاں دو مسالک کو ایک ہی مسئلہ میں جمع کر دیا، اس طرح کہ مسّ مرأۃ میں امام صاحبؒ کے مسلک پر عمل کیا اور بہنے والے خون کے معاملہ میں امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کیا، اب اس مسئلہ میں بالاتفاق اس آدمی کی نماز باطل ہے، کیونکہ اس نے ایسے طریقہ سے دو مذاہب کو جمع کیا جس کو انفرادی طور پر کوئی بھی امام درست نہیں قرار دیتا ،لہذا اس کی نماز دونوں اماموں کے نزدیک بالاتفاق باطل ہے، کسی کے یہاں بھی اس نماز صحیح نہیں ہوئی۔

تلفیق کی حقیقت:

تلفیق کی حقیقت یہ ہے کہ مقلد اپنے اس امام-جس کی وہ تقلید کرتا ہے- کی رائے اور مسلک سے نکل کر دوسرے امام کی رائے اور مسلک کو اختیار کرلے، جس کا قائل نہ تو اس کا وہ امام ہے جس کی تقلید وہ کرتا ہے اور نہ ہی وہ امام جس کے بارے میں وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اس نے اس کی رائے اختیار کی ہے، بلکہ دونوں اماموں میں سے ہر ایک عبادت میں تلفیق اختیار کرنے سے منع کرتے ہیں اور دونوں اس طرح کے تصرف کو باطل قرار دیتے ہیں، گویا کہ مقلد نے اپنے اس عمل وحرکت سے نہ اس امام کی پیروی کی اور نہ اُس امام کی، اور یہی وہ تلفیق ہے جس سے اکثر علماء اور متأخرین فقہاء نے منع کیا ہے اور اس کا انکار کرتے ہیں۔(دیکھئے: شرح الکوکب المنیر ،تقی الدین ابو البقاء حنبلی کی، ج:۱ص: ۲۲۴، مطبع: السنۃ المحمدیۃ، زوائد الاصول ص: ۴۶۸ تا ۷۰، نیز مقالہ: التلفیق فی مسئلۃ واحدۃ ،شیخ حسنین محمد مخلوف کی، الابہاج ڈاٹ کام پر)

تلفیق کی تاریخ:

تلفیق ایک جدید اصطلاح ہے، یہ بعد کی صدیوں میں وجود میں آئی ہے، یہ اصطلاح ائمہ مجتہدین کے یہاں نہیں پائی جاتی ہے چنانچہ شیخ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

لم يسمع لفظ التلفيق في كتب الأئمة ولا في موطاتهم ولا في أمهاتهم ولا في كتب أمهاتهم ولا

اصحاب أصحابهم ولا يبعد أن يكون حدوث البحث في التلفيق في القرن الخامس أيام اشتد التعصب والتحزب، ودخلت السياسة في التمذهب،، (دیکھئے: الفتوی فی الاسلام، جمال الدین بن محمد سعید القاسمی الحسینی الدمشقی کی، ص: ۱۰۴ ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: تلفیق کا لفظ نہ تو ائمہ کی کتابوں میں سنا گیا، نہ ہی ان کے مسلک کی امہات الکتب میں، نہ تو ان کے شاگردوں کی کتب میں اور نہ ہی ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی کتب میں، اور کوئی بعید نہیں کہ یہ تلفیق کی اصطلاح پانچویں صدی میں وجود میں آئی ہو جو کہ شدید تعصب اور تحزب کا زمانہ تھا اور مسلک اختیار کرنے میں بھی سیاست گھس گئی تھی،،۔

جب کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ - جو معاصرین اہل علم وفقہ میں سے ہیں - کی رائے ہے کہ ساتویں صدی ہجری سے قبل اس موضوع پر کوئی کلام نہیں ملتا ہے۔ (دیکھئے: اصول الفقہ الاسلامی ۲ / ۱۱۴۲) اس موضوع سے متعلق تالیفات اور تحریروں کے استقراء اور مطالعہ سے یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس صدی سے پہلے مصادر فقہ میں تلفیق کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ دسویں صدی اور مابعد کے ادوار میں اس موضوع پر گفتگو اور تالیفات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک اس کا استعمال:

قدیم فقہاء کے یہاں لفظ تلفیق لغوی معنی ہی میں مستعمل ہے چنانچہ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں حیض کے باب میں پندرہ دن سے کم طہر کے ایام کو دونوں طرف کے دم سے ملا کر حیض شمار کیا جاتا ہے جبکہ شوافع کے یہاں تلفیق کے قائل ہیں، اسی طرح مالکیہ بحری اور بری سفر میں تلفیق کے قائل ہیں، یعنی دونوں کو ملاتے ہیں، جبکہ احناف کے یہاں تلفیق کے قائل نہیں ہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر کئی مسائل ہیں جن میں قدیم فقہاء لفظ تلفیق کو اس کے لغوی معنی (ضم کرنے) میں ہی استعمال کرتے ہیں،

تلفیق کے اقسام:

علماء نے تلفیق کی مختلف اعتبارات سے الگ الگ تقسیمات کی ہیں، ان میں درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

الف: قصد اور غیر قصد کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

۱- تلفیق مقصود: مثلاً دفع حاجت یا ضرورت کی نیت سے، یا تتبع رخص کے قصد سے تلفیق کیا جائے۔

۲- تلفیق غیر مقصود: اس سے مراد وہ تلفیق ہے کہ جس میں عوام بغیر قصد کے مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ جملہ مذاہب کے مفتیان کرام سے استفتاء کرتے ہیں اور پھر اپنی سہولت کے اعتبار سے کسی ایک پر عمل کرتے ہیں اور اس

عمل کے پیچھے ان کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا ہے۔

ب: مصدر کے اعتبار سے تلفیق کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ تلفیق جس کا مصدر تقلید ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جو عوام سے صادر ہوتی ہے۔

۲۔ وہ تلفیق جس کا مصدر (سرچشمہ و بنیاد) اجتہاد ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جو ان لوگوں سے صادر ہوتی ہے جن کو ایک طرح کا اجتہادونظر حاصل ہے۔

۳۔ وہ تلفیق جس کا مصدر (سرچشمہ و بنیاد) تشریع ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جس کو حکومتیں اپنے قانون سازی میں انجام دیتی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے آراء میں تلفیق ہوتی ہے۔

نوٹ: یہ تقسیم غیر معروف ہے، صرف بعض معاصر علماء نے ہی یہ تقسیم کی ہے، جیسے شیخ محمد احمد فرج سنہوری نے اپنے مقالہ میں تحریر کیا ہے، جو انہوں نے ''مؤتمر علماء المسلمین قاہرہ'' میں ۱۹۶۴ء میں پیش کیا تھا۔ (دیکھئے مجلۃ مجمع البحوث الاسلامیۃ ص: ۱۷ تا ۸۸، شمارہ: مارچ ۱۹۶۴ء)

ج: صورتوں کے اعتبار سے اس کے اقسام:

صورتوں کے اعتبار سے اس کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ دو حکموں کے درمیان ترکیب: اور اس کی درج ذیل دو صورتیں ہیں:

الف: ایک ہی قضیہ میں دو حکموں کے درمیان ترکیب، مثال کے طور پر ایک آدمی نے وضو کیا اور عورت کو چھو لیا امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہوئے، اور فصد کھلوایا امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے، پس اس نے ایک قضیہ میں دو حکموں کو مرکب کیا، جس کا قائل دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے، حالانکہ قضیہ (طہارت) دو حکموں والا ہے۔

ب: دو الگ قضیے میں دو حکموں کا مرکب کرنا، مثال کے طور پر کسی نے وضو کیا اور بعض سر کا مسح کیا امام شافعیؒ کی تقلید میں، پھر جہت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی امام ابوحنیفہؒ کی تقلید میں، اس طرح اس نے دو قضیہ میں دو حکموں کو مرکب کر دیا جس کا قائل کوئی نہیں ہے۔

حالانکہ دونوں قضیے دو حکم والے ہیں، اور وہ ہے طہارت اور قبلہ، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اور نماز میں دونوں کے اجتماع کا کوئی قائل نہیں ہے، اور ان دونوں کو ملانے اور حکم کو مرکب کرنے سے حقیقت تلفیق لازم ہوگئی۔

۲۔ مختلف مسالک سے احکام اس طرح اخذ کرنا کہ عمل کردہ حکم سے رجوع کرنا لازم اور ضروری ہوگا یا ضروری نہیں ہوگا بلکہ وہی عمل لازم ہو جائے گا، پہلے کی مثال جیسے کسی نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی اور وہ اس کو تین تصور کرتا تھا، پس اس نے اپنی رائے کو عملی جامہ پہنا دیا اور اس پر عمل کر لیا، لیکن بعد میں اس نے اس طلاق کو رجعی مان لیا اور بیوی سے رجوع کر لیا، اس طرح اس نے اس عمل سے رجوع کر لیا جس پر وہ اولاً عمل کر چکا تھا، دوسرے کی

مثال: ایک آدمی بغیر ولی نکاح کرنے میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہے، تو اس کی وجہ سے صحت نکاح لازم آئے گا امام صاحبؒ کے نزدیک، کیونکہ یہی ان کا مسلک ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگرچہ ان کا مسلک نہیں ہے تاہم اختلاف کی رعایت میں وقوع طلاق کے بعد بطلان نکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اب جس نے صحت نکاح کو لازم مانا وہ وقوع طلاق کو بھی صحیح مانے گا، اس لئے طلاق بالا جماع لازمہ نکاح ہے، پس اگر اس نے تین طلاق دیدی اور پھر عدم وقوع طلاق میں امام شافعیؒ کی تقلید کا ارادہ کیا، یہ مان کر کہ ان کے یہاں بغیر ولی چونکہ نکاح ہوتا ہی نہیں ہے تو طلاق بھی نہیں پڑی، تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے، اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس کا دوسرا والا عمل پہلے والے عمل کے لازمہ سے رجوع مانا جائے گا۔ (دیکھئے: عمدۃ التحقیق، ص: ۱۲۱، ۱۲۲)

اس صورت کو مع امثلہ بعض فقہاء نے تلفیق میں شمار کیا ہے جیسے کہ علامہ بانیؒ نے اپنے رسالہ میں تلفیق کے اقسام میں اس کا ذکر کیا ہے اور یہی مذکورہ بالا مثالیں بھی دی ہیں، نیز حلوانیؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور نکاح بغیر ولی اور شفعۃ الجار کی مثال دی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ تلفیق ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وقد بان لک أن هذه الصورة من صور التلفيق وإن أشار بعضهم إلى أنها تشبه التلفيق وليست منه،، (دیکھئے: کتاب الوسم فی الوشم، ص: ۱۳۹، بحواله التلفيق وحكمه فی الفقه الاسلامی، عبد الله سعيدی کی، ص: ۱۷)

ترجمہ: اور آپ پر یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ صورت تلفیق کی صورتوں میں سے ہے، اگرچہ بعضوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ صورت تلفیق کے مشابہ ہے لیکن اس میں سے نہیں ہے،،۔

د: وقت کے اعتبار سے تقسیم:

وقت کے اعتبار سے اس کی دو تقسیم کی جاتی ہے:

۱۔ تلفیق قبل الفعل: جس کی مثال تعریف ذکر کرتے وقت آچکی ہے، یہی وہ قسم ہے جو اس بحث کا مرکز ہے، کیونکہ زیادہ تر تلفیق اسی میں ہوتی ہے۔

۲۔ تلفیق بعد الفعل: اس کی مثال جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

إنه روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلا من الحمام، فأخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام، فقال: نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة: إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا،، (رد المحتار ۱/۷۵)

ترجمہ: امام ابو یوسفؒ کے بارے میں روایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے حمام کے پانی سے غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھی، پھر ان کو بتایا گیا کہ حمام کے کنویں میں چوہیا مرگئی تھی تو انھوں فرمایا: ہم اپنے مدنی بھائیوں کا قول اختیار کر لیتے ہیں: کہ جب پانی دو قلہ ہوجائے تو حامل نجاست نہیں ہوتا ہے،،۔

نوٹ: اس پر کئی طرح اشکالات وارد کئے گئے ہیں اور علما نے اس کے جوابات بھی دئے ہیں، جو اس وقت میرے موضوع سے خارج ہے۔

ھ: تلفیق کرنے والے شخص کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تلفیق مجتہد:

۲۔ تلفیق مقلد: لیکن جن علماء نے تلفیق پر کتابیں یا تحریریں لکھی ہیں انہوں نے اس کو ایک ہی قسم شمار کیا ہے، اور وہ صرف تلفیق مقلد ہے۔ (دیکھئے: أصول الفقہ الذی لایسع الفقیہ جھلہ، عیاض سلمی کی، ص: ۳۳۳، نیز التلفیق فی التقلید، ص: ۲۰۳، مقالہ نگار؛ عارف حسونہ، المجلۃ الاردنیۃ فی الدراسات الاسلامیۃ التابعۃ لجامعۃ آل بیت ج: ۷ عدد: ۴)

تلفیق کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کی آراء:

چونکہ تلفیق تقلید کی ہی ایک صورت ہے اس لئے اس کا جواز اور عدم جواز اس پر موقوف ہے کہ کسی معین فقہی مذہب کی تقلید ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے تین نقاط نظر یا آراء ہیں:

۱۔ مطلق جواز: بعض علماء تلفیق کے مطلق جواز کے قائل ہیں (یعنی اس کے جواز کے لئے کوئی شرط نہیں ہے) جن میں علامہ کمال الدین بن الہمام، محمد امین بن محمود امیر بادشاہ، اور علامہ ابن عابدین شامی اور بعض ظاہریہ وغیرہم کے نام مشہور ہیں، علامہ دسوقیؒ نے بعض مالکیہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے، (دیکھئے: الاحکام لابن حزم، ۱/ ۵۶، روضۃ الناظر ابن قدامہ ۱/ ۴۳۰، إرشاد الفحول للشوکانی ۱/ ۲۲۹، الاحکام للآمدی ۱/ ۲۶۸) ان حضرات نے بہت سے دلائل دئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے:

الف: کہ تلفیق میں آسانی ہے جو شریعت اسلامیہ میں پسندیدہ ہے نیز صحابہؓ وتابعین کا عمل بھی اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے، نیز شریعت میں بھی کہیں اس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، لہذا یہ مطلقا جائز ہے۔ (دیکھئے: عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق محمد سعید البانی کی، ص: ۹۵ تا ۹۸، ط: المکتب الاسلامی، دمشق)

ب: تلفیق تقلید سے لازم آتی ہے، لہذا جہاں تقلید کا جواز ہوگا وہاں تلفیق بھی جائز ہوگی، اور تلفیق کے ممنوع قرار دینے میں حرج لازم آتا ہے خاص کر ان عوام پر جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا بلکہ ان کا مسلک ان کے مفتی کا فتوی ہوتا ہے۔

۲۔ مطلق عدم جواز: بہت سے علماء ہر قسم کی تلفیق کے عدم جواز کے قائل ہیں، جن میں امام الحرمین جوینی، علی بن محمد، جو اِلْکِیا الھَرّاسی سے معروف ہیں، (اِسنوی فرماتے ہیں: کہ یہ لفظ ہمزہ مکسورہ، لام ساکنہ اور کاف مکسورہ کے ساتھ پڑھا جائے گا، اس کے معنی فارسی زبان میں عظیم القدر کے آتے ہیں، اور ہَرّاسی: راء مشدد اور سین مہملہ (چھوٹی

سین) کے ساتھ پڑھا جائے گا، یہ شافعی فقیہ ومفسر ہیں)علامہ محمد بن احمد سفّارینی اور مالکیہ میں شیخ عرفہ دسوقی زیادہ مشہور ہیں، بلکہ احناف میں سے علامہ حصکفیؒ نے اس کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں: **الحکم الملفق باطل بالاجماع**،، (دیکھئے: ردالمحتار ۱ / ۷۵)اسی طرح ابن حجر ہیتمیؒ نے تلفیق کے باطل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، (دیکھئے: الفتاوی الکبری الفقہیۃ ،ابن حجر ہیتمیؒ کی ، ۳ / ۳۳۰، ط: المکتبۃ الاسلامیۃ، فتح القدیر لابن الہمام ۱ / ۴۸۷، البحر المحیط للزرکشی ۶ / ۵۱۶، اللمع للشیرازی ص: ۹۳)ان حضرات کی مشہور دلیل یہ ہے:

الف: اس سے تکالیف شرعیہ کا خاتمہ ہوجائے گا اور بعض دفعہ حرام چیز حلال ہوجائے گی اور اتباع نفس کا دروازہ کھل جائے گا اور قاعدہ ہے کہ جو چیز مؤدی إلی المحظور ہو وہ خود محظور ہوتی ہے، یعنی جو عمل کسی ناجائز کام کا سبب بنے وہ عمل بذات خود جائز ہونے کے باوجود ناجائز تصور ہوگا۔ (دیکھئے: التحقیق فی بطلان التقلید والتلفیق محمد بن احمد سفارینی کی، ص: ۱۷۱، ۱۷۲ ط: دار الصمیعی، ریاض)

ب: یہ معروف قاعدہ ہے کہ اللہ کے یہاں تمام اقوال میں سے حق ایک ہے، اب اگر ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پر بیک وقت عمل کرے گا تو یہ لازم آئے گا کہ ہر مجتہد مصیب ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔

ج: تلفیق کے نتیجہ میں حرام چیز جائز کرکے اس پر عمل شروع کردے گا، مثال کے طور پر بالغہ عاقلہ لڑکی سے بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے شادی کرے گا، کہ پہلے میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اور دوسرے میں امام مالکؒ کی پیروی کرے گا۔

۳۔ مشروط جواز: اہل علم کی ایک بڑی جماعت تلفیق کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیتی ہے، جن میں علامہ ابن تیمیہؒ، ابن قیم جوزیؒ، علامہ احمد بن ادریس القرافیؒ، حافظ خلیل علائیؒ، عبدالرحمان بن یحیٰ معلمیؒ، شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ اور موجودہ دور کے بہت سے محققین علماء شامل ہیں، ان کے دلائل بھی وہی ہیں جو مطلقا جواز کے قائلین کے ہیں البتہ ان میں سے بعض نے تلفیق کے جواز کے لئے ایک، بعضوں نے دو، اور بعضوں نے تین یا زیادہ شرطیں لگائی ہیں۔ (دیکھئے: عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق محمد سعید البانی کی، ص: ۱۱۱، ۱۱۲، ط: المکتب الاسلامی، دمشق)

تلفیق کے جواز کی شرائط:

۱۔ تلفیق تب جائز ہوگی جب اس کی واقعی حاجت اور ضرورت ہو، اتباع ہویٰ یا تکلیف شرعی سے بچنے کے لئے نہ ہو، نہ ہی عمداً وقصداً تتبع رخص کی نیت ہو۔ (دیکھئے: مصطفی بن سعد رحیبانی کی، مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی ۱ / ۳۹۱)

۲۔ مسئلہ مُلفقہ کی مرکب صورت سے اجماع کی مخالفت لازم نہ آتی ہو، مثلاً ایک آدمی امام شافعیؒ کے مسلک کے

مطابق یہ کہتا ہے کہ نبیذ تمر اور خمر دونوں حکم میں برابر ہیں، لیکن پھر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبیذ تمر حلال ہے، اور چونکہ یہ دونوں امام شافعیؒ کے نزدیک حکم میں برابر ہیں لہذا خمر بھی حلال ہے، تو ایسی تلفیق باطل اور حرام ہے۔ (دیکھئے: الموافقات للشاطبی ۵/ ۳۰۱)

۳۔ تلفیق مقاصد ومزاج شریعت کے خلاف نہ ہو، مثال کے طور پر ایک شخص ولی، مہر اور گواہوں کے بغیر نکاح کرتا ہے، اور بالترتیب امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی تقلید کا دعوی کرتا ہے، تو یہ تلفیق ناجائز ہے کیونکہ یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے، اس میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً عورت کے حق کا ضیاع، تہمت اور زنا کی بہت زیادہ آسانی۔

یا مثلاً کسی نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق بغیر ولی کے نکاح کر لیا پھر اس نے بیوی کو تین طلاقیں دیں تو یہ واقع ہو جائیں گی، اس کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ یہ کہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں چونکہ نکاح ہی نہیں ہوا تھا لہذا طلاق بھی نہیں ہوئی، اور حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوئی، کیونکہ جب وہ ایک مسئلہ میں ایک امام کہ پیروی کر چکا تو پھر اس سے رجوع جائز نہیں ہے (دیکھئے: التقریر والتحبیر ۳/ ۳۵۰، ط: دار الکتب العلمیۃ، نیز العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ لابن عابدین الشامی ۴/ ۲۵۳، ط: دار المعرفۃ)

۴۔ قضاءِ قاضی کی مخالفت نہ لازم آتی ہو، کیونکہ قاضی کا حکم رافع اختلاف ہوتا ہے، یعنی اختلاف کی صورت میں اگر قاضی یا حاکم کسی ایک قول پر فیصلہ دے دے تو اس قول پر عمل لازم ہو جائے گا۔ (دیکھئے: الاخذ بالرخص الشرعیۃ واحکامہ، دکتور وہبہ زحیلی، مجلۃ المجمع الفقہ الاسلامی، العدد الثامن ۱/ ۳۷)

۵۔ مسئلہ کی صورت مرکبہ کو مبتلیٰ بہ یا مفتی حالات حاضرہ کے مطابق راجح اور درست سمجھتا ہو۔ (دیکھئے: اصول الفقہ وہبہ زحیلی کی، ص: ۱۱۴۲ تا ۱۱۵۰، ط: دار الفکر، بیروت، نیز الخلاصہ فی احکام الاجتہاد والتقلید، علی بن نائف الشحود کی، ص: ۱۵۰، ط: المکتب الاسلامی، دمشق)

اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے ان کی تجویز کردہ شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

الف: تلفیق کے نتیجہ میں کسی ممنوع وحرام چیز کا جواز فراہم نہ ہوتا ہو۔

ب: تلفیق کی رو سے مسلمان حاکم وقت کا کوئی فیصلہ مسترد نہ ہوتا ہو۔

ج: تلفیق سے کسی معمول بہ تقلیدی حکم کا ابطال لازم نہ آتا ہو۔

د: اجماع یا اس کے لوازمات متأثر نہ ہوتے ہوں۔

ھ: کوئی ایسا حکم یا حالت ترکیب نہ پائی جاتی ہو جس پر کبھی کسی مجتہد کا عمل نہیں رہا۔

مناقشہ وترجیح:

تلفیق کے بارے میں علماء کے آراء اور دلائل کے عرض ومناقشہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نہ تو مطلق عدم جواز کے قائلین کا قول لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مطلق قائلین جواز کا، کیونکہ مطلق عدم جواز تنگی اور مسلمانوں پر حرج شدید کا سبب بنے گا، خصوصا عوام کے لئے، اسی طرح تلفیق کا مطلق جواز کبھی محرمات کی اباحت، اور دین کے دائرہ سے خروج کا سبب بن سکتا ہے، لہذا راجح اور درست رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مشروط جواز کی رائے اختیار کی جائے۔ واللہ اعلم

تلفیق کن ابواب میں جائز اور کن میں ناجائز ہے؟

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلفیق بابِ عقائد میں یا ان مسائل میں جائز نہیں ہے جن کا ضرورتاً دین میں سے ہونا معلوم ہے، جیسے مسائل توحید اور ارکان اسلام وغیرہ، نیز اسی طرح باب الایمان اور باب الاخلاق میں جائز نہیں ہے، اسکے عمل کا دائرہ صرف احکام شرعیہ ظنیہ اجتہادیہ ہیں، کیونکہ اجتہاد اسی پر قائم ہیں، اسی پر بحث ونظر کی گنجائش ہے اور اسی میں تقلید یا تلفیق ہوسکتی ہے، چنانچہ وہ احکام شرعیہ جن کا تعلق عقائد، ایمان اور اخلاق سے ہے، ان میں اجتہاد غیر مقبول ہے، اور وہ اختلاف واجتہاد کا محل بھی نہیں ہیں، لہذا ان سے متعلق احکام سے تعدی کرنا یا اس کے خلاف کوئی دوسرا قول اختیار کرنا یا اس کے تقاضے سے سرمو انحراف کرنا جائز نہیں ہے، اور یہیں سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس میں تلفیق جائز نہیں۔

البتہ تلفیق بعض اجتہادی احکام میں اور وہ بھی معاملات، مناکحات اور عبادات کے مسائل میں جائز ہے اور یہ وہ تلفیق ہے جس کی بنیاد مکلف کے احوال کی رعایت پر ہے مثلا عذر کا ہونا یا ضرورت وغیرہ،

خلاصہ یہ کہ تلفیق کا قضیہ تقلید جیسا ہے، دونوں کا میدان عمل ایک ہی ہے، دونوں صرف ان مسائل میں ہوتے ہیں جن فروعی مسائل میں علماء کا اختلاف ہے اور وہ تین طرح کے مسائل ہیں:

۱۔ وہ مسائل جن کی بنیاد شریعت اسلامیہ میں یسر وتسامح پر رکھی گئی ہے اور مکلفین کے احوال کے بدلنے سے وہ بدلتے رہتے ہیں۔

۲۔ وہ مسائل جن کی بناء ورع واحتیاط پر ہے۔

۳۔ وہ مسائل جن کا مناط بندوں کی سعادت اور مصلحت ہے۔ (دیکھئے: الاخذ بالرخص الشرعیۃ وحکمہ ۱/ ۶۵، د/ وہبہ زحیلی کی، یہ مقالہ مجمع مجلۃ الفقہ الاسلامی الدولی شمارہ، ۸ میں شائع ہوتھا)

کیا انفرادی طور پر تلفیق سے کام لیا جاسکتا ہے؟

مقلد کے لئے کسی خاص مسئلہ میں اور کسی خاص امام کے مذہب پر عمل کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہو، اتباع ہوی کے لئے نہ ہو، عمل واحد میں تلفیق خارق اجماع نہ ہو،، (الحیلۃ الناجزۃ ص: ۴۳)

نیز حضرت گنگوہیؒ نے فتاوی رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: مذہب سب حق ہیں، مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو، عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں،، (فتاوی رشیدیہ ص: ۹۳، عنوان: عند الضرورۃ مذہب شافعی پر عمل کرنا)

معلوم ہوا کہ گنجائش تو ہے مگر شرائط کے تحقق کا فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اس لئے خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے ماہر اور متبحر نیز متقی و پرہیز گار مفتیان کرام کے سامنے مسئلہ اور معروضی حالات پیش کر کے ان سے فیصلہ کرایا جائے۔

محور دوم: تتبع رخص

معلوم ہونا چاہئے کہ تلفیق اور تتبع رخص میں ایک خاص قسم کی ہم آہنگی اور جوڑ ہے، بلکہ یوں کہنا شاید غلط نہ ہو کہ تتبع رخص ابواب تلفیق کا ایک وسیع ترین باب ہے جیسا کہ اس خیال کا اظہار شیخ محمد علی تسخیری نے اپنے مقالہ ''التلفیق والاخذ بالرخص وحکمھا'' میں کیا ہے، اور غالبا یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے دونوں کے درمیان کسی حد فاصل کے ذریعہ فرق نہیں کیا ہے۔

تتبع رخص کا لغوی اطلاق: یہ کلمہ: تتبع اور رخصت (خاء کے سکون اور ضمہ کے ساتھ) سے مل کر بنا ہے، تتبع یہ مصدر ہے اور اس کی اصل تَبِعَ ہے، اس کے معنی ہیں پیچھے آنا، کسی کے نقش قدم پر چلنا، چنانچہ کہا جاتا ہے:

تبع فلانا إذا قفاه وتطلَّبه متَبِعا له ،،(دیکھئے: مقاییس اللغۃ ۱/۳۶۲، نیز لسان العرب ۸/۲۷، مادۃ: تبع)

ترجمہ: فلان نے فلان کی اتباع کی، جب وہ اس کی اتباع کرتے ہوئے اس کے پیچھے چلے، جہاں تک اس کے اصطلاحی معنی کی بات ہے تو اس کی کوئی خاص تعریف نہیں ہے شاید وہ لغوی معنی جیسا ہی ہے۔

دوسرا کلمہ رخصت ہے اس کا اطلاق لغت میں تخفیف، تسہیل اور تیسیر پر ہوتا ہے، اور اصل کلمہ نرمی اور خلاف شدت پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ ابن فارس کہتے ہیں (دیکھئے: القاموس المحیط: ص: ۸۰۰، اور المصباح المنیر ص: ۸۵، مادۃ: رخص)

تتبع رخص کی اصطلاحی تعریف:

اصولیین کی کتابوں میں اس کی مختلف تعریفات آئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

امام عطار نے اپنے حاشیہ میں اسکی تعریف یہ کی ہے:

تتبع الرخص في المذاهب :أن يأخذ من كل منهاماهو الأهون فيما يقع من المسائل،،(حاشية العطار ۲/۴۴۲، ۴۳)

ترجمہ: مذاہب میں تتبع رخص یہ ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ہر مسلک میں سے وہ لے جو سب سے زیادہ آسان ہو،،امام زرکشیؒ نے بھی ''البحر المحیط'' میں اسی طرح کی تعریف کی ہے،(دیکھئے : البحر المحیط ۸/ ۳۳۲)

تقی الدین ابوالقاء محمد بن احمد فتوحی نے اپنی شرح ''الکوکب المنیر'' میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''هو أنه-أي المكلف- كلما وجد رخصة من مذهب عمل بها، ولا يعمل بغيرها من المذهب،، (شرح الکوکب المنیر ۱ / ۲۲۴) ترجمہ: تتبع رخص یہ ہے کہ مکلف جب بھی کسی مسلک میں کوئی رخصت پائے تو اس پر ہی عمل کرے اس کے علاوہ مسلک کی دوسرے باتوں پر عمل ہی نہ کرے۔

الشرح الکبیر اور حاشیۃ الدسوقی میں یہ تعریف ہے: رفع مشقۃ التکلیف باتباع کل سھل،،(دیکھئے: الشرح الکبیر للدردیر وحاشیۃ الدسوقی ۱ / ۲۰) ترجمہ: ہر آسان قول یا حکم کی اتباع کر کے تکلیف کی مشقت کو رفع کرنا،،۔

اس کے علاوہ اور بھی تعریف کی گئی ہے، خلاصہ یہ کہ فقہاء کے اقوال میں سے چھانٹ چھانٹ کر سب سے آسان قول بغیر دلیل (یعنی محض خواہش نفس کی بنیاد پر) کے لینا، خواہ وہ معتبر ہوں یا نہ ہوں،،۔

تلفیق اور تتبع رخص میں فرق:

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ تلفیق اور تتبع رخص (رخصتوں کو تلاش کرنا) کبھی ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں، اور کبھی دونوں الگ بھی ہوتے ہیں، غالبا اسی لئے بعض علماء نے دونوں کو ایک شمار کیا ہے، تاہم اس میں درج ذیل فروق ہیں:

۱۔ تلفیق میں ایک نئے قول کا ایجاد ہوتا ہے جس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا ہے، جبکہ تتبع رخص میں اقوال علماء میں سے اسہل کو اختیار کیا جاتا ہے، قول جدید کو نہیں ایجاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ تلفیق ایک ہی مسئلہ۔ جو دو ایسی فرع والا ہو جن کے اندر ربط پایا جاتا ہو۔ کے اجزاء میں ہوتی ہے، جبکہ تتبع رخص جمیع احکام شرع میں عام ہوتا ہے۔

۳۔ تلفیق میں اسہل اور ایسر کو اختیار کرنا لازم نہیں ہوتا ہے، جبکہ تتبع رخص میں قول ایسر کو ہی لیا جاتا ہے۔

۴۔ تلفیق کبھی اجماع کی مخالفت کا سبب بن سکتا ہے، برخلاف تتبع رخص کے، اس میں اجماع کی مخالفت نہیں

ہوتی ہے۔

۵۔اگر تلفیق والی صورت پائی جائے لیکن اس میں مقصد اور نیت سہولت اور آسانی تلاش کرنا نہ ہو اور نہ ہی اتباع ہویٰ وتو یہ تلفیق ہوگی، اس کو تتبع رخص نہیں کہا جائے گا۔

۶۔اگر مختلف مسالک فقہیہ میں سے اقوال لیکر ان پر عمل کیا جائے اور وہ ایک ہی مسئلہ میں نہ ہوں تو یہ تتبع رخص ہوگا تلفیق نہ ہوگی۔

۷۔کبھی تلفیق اور تتبع رخص دونوں بیک وقت پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہواء اور محض آسانیوں کی تلاش ہو، گویا کہ تلفیق اور تتبع رخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک مادہ اجتماعی ہے اور دوسرا مادہ افتراقی ہے۔

رخصت کے اقسام:

رخصت کی دو قسمیں ہیں:

اول: وہ رخص شرعیہ جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، جیسے نماز میں قصر، جمع بین الصلاتین فی السفر، اضطرار کے وقت مردار کھانا وغیرہ، ان کا حکم یہ ہے کہ ان کو اختیار کرنا مستحب ہے اگر اسباب پائے جائیں، اور بسا اوقات ان پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے، پھر اس کی بھی واجب، مندوب، مباح اور خلاف اولی وغیرہ کئی اقسام ہیں۔

دوم: فقہی مسالک کی رخصتیں، اس سے مراد اختلافی مسائل میں کسی عالم کے جواز کے وہ فتاوی ہیں، جو اس نے دئے ہیں، جب کہ اسی مسئلہ میں بعض دوسرے علماء نے عدم جواز اور ممانعت کا فتوی دیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی بنیاد کے، محض تشہی اور خواہشات نفس کی بنیاد پر فقہی رخصتوں کو تلاش کرنا اور ان پر عمل کرنا شرعی منکر ہے، جائز نہیں ہے، بلکہ ابن عبدالبر اور ابن حزمؒ نے تو اس کے بطلان پر اجماع نقل کیا ہے۔

تتبع رخص کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں فقہاء کے آراء:

تتبع رخص کے جواز وعدم جواز کے بارے میں علماء کے تین آراء ہیں:

۱۔مطلق عدم جواز: یہ رائے ابن حزم، غزالی، نووی، سبکی، ابن قیم، شاطبی وغیرہم کی ہے بلکہ ابن حزم اور ابن عبدالبر نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، نیز جمہور مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔

(دیکھئے: الموافقات ۵/ ۹۹، المستصفی ۱/ ۳۷۴، حاشیۃ العطار ۲/ ۴۴۱، کشاف القناع ۶/ ۳۰۷، إعلام الموقعین ۴/ ۱۷۱)

دلائل:

الف: قرآن: فإن تنازعتم في شئی فردوہ إلی اللہ و الرسول،، (نساء:۵۹) ترجمہ: پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہوجائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو،، (ماجدی)

وجہ دلالت: مقلد کے سامنے جب کسی مسئلہ میں علماء کے دو قول ہوں تو اس پر اس قول کو اختیار کرنا واجب ہے جو اوفق الی الکتاب والسنۃ ہو، تاکہ وہ قران کی اس آیت پر عمل کرنے والا ہو، اگر اس اوفق کو نہیں لیا تو وہ حکم قرآنی کی خلاف ورزی کرنے والا، خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا اور حرام میں مبتلا ہونے والا ہوگا۔ (دیکھئے: الموافقات ۵/ ۸۲)

ب: حدیث: عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: ماخُیِّر عمار بین أمرین إلا اختار أشدھما۔ وفي روایۃ۔ ارشدھما،، (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمار بن یاسر، ۵/ ۶۶۸) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی عمار کو دو امر میں اختیار دیا گیا تو انھوں نے اس میں سے سخت کو اختیار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جو زیادہ بہتر تھا،،

وجہ دلالت: آپ ﷺ نے حضرت عمار کی تعریف فرمائی اشد کے اختیار کرنے پر، لہذا حدیث کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ ارشد سے مراد بھی اشد ہی ہے، نیز اس کا مفہوم یہ نکلا کہ آپ ﷺ نے ایسر (جو درحقیقت تتبع رخص ہے) کو اختیار کرنے والے کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

ج: عن عمرو بن عوف المزني ﷺ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إني لأخاف علی أمتي من بعدي من أعمال ثلاثۃ، قالوا وما ھي یا رسول اللہ ؟ قال: أخاف علیھم من زلۃ العالم، ومن حکم جائر، ومن ھوی متبع،، (ذخیرۃ الحفاظ ۲/ ۱۰۰۸، الموافقات ۵/ ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ سے روایت فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میں اپنی امت پر اپنے بعد تین اعمال سے ڈرتا ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: عالم کی لغزش، ظالم کی حکومت، اور ایسی خواہشات جن کی اتباع کی جائے،،

د: اجماع: تتبع رخص اور اقوال ائمہ میں سے ایسر کو لینے کے عدم جواز پر اجماع ہے۔ (دیکھئے: مراتب الاجماع ۱/ ۵۱)

ھ: دلیل عقلی:

* تتبع رخص مکلف سے تکلیف کا پٹہ اتارنے کا سبب بنتا ہے، اگر مکلف ایسر و اخف کی ہی اتباع کرتا رہے گا تو

دھیرے دھیرے وہ تکلیف شرعی سے نکل جائے گا،(آداب الفتوی ۱/ ۷۶)اور شاید اسی لئے بعض اسلاف نے فرمایا ہے: من تتبع الرخص تزندق،،(الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ ۱۵/ ۱۵۵)ترجمہ: جو تتبع رخص کرے گا وہ زندیق ہوجائے گا،،۔

*تتبع رخص میں شریعت پر خطا ہے، اس لئے کہ اس میں جو چیز دلیل شرعی نہیں ہوتی ہے اسے حجت اور دلیل شرعی بنایا جاتا ہے، نیز تتبع رخص کرنے والا ایسر کی اتباع پر اختلاف سے استدلال کرتا ہے حالانکہ اختلاف ایسی چیز نہیں ہے کہ احکام میں اس سے استدلال کیا جائے۔(دیکھئے: الموافقات ۵/ ۹۳)

*تتبع رخص اس تلفیق کا ذریعہ بنتا ہے جو خارق اجماع ہو۔(حوالہ سابق)

* جو تتبع رخص کو اختیار کرتا ہے وہ گویا اتباع ہوی کا شکار ہوجاتا ہے اس لئے کہ تتبع رخص کبھی تقوی کا وسیلہ نہیں بن سکتا ہے(حوالہ سابق)

اور غالبا اسی کے پیش نظر علامہ ابن الجوزی نے ''صید الخاطر'' میں لکھا ہے: ترخصت في شئ يجوز في بعض المذاهب ،فوجدت في قلبي قسوة عظيمة، وتخايل لي نوع طرد من الباب ، وبُعد وظلمة تكاثفت،،(صید الخاطر ۱/ ۲۲۹) میں نے بعض امور میں رخصت اختیار کی، جو بعض مسالک میں جائز تھیں، تو میں نے اپنے دل میں بڑی قساوت محسوس کی، اور مجھے خیال ہوا کہ میں ایک طرح سے بارگاہ الہی سے دھتکار دیا گیا ہوں، اور دوری اور ظلمتوں کی کثافت محسوس کی،،۔

*شریعت دراصل ایک ہی قول کی طرف لوٹتی ہے، لہذا مقلد کو مختلف اقوال کے درمیان اختیار نہیں، ورنہ تو اپنی ہوی اور خواہش کی اتباع کرنے والا ہوگا اور اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۱۰۴)

۲-جواز: یہ رائے احناف میں امام سرخسی اور ابن الہمام کی ،اور بعض شوافع کی ہے۔(دیکھئے: البحر الرائق ۶/ ۲۹۰، فتح القدیر ۷/ ۲۵۸، تحفۃ المحتاج ۱۰/ ۱۱۲، البحر المحیط ۸/ ۳۸۰)

دلائل:

الف: يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (بقرة: ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا،،(ماجدی)

ب: وما جعل عليكم في الدين من حرج،،(حج: ۷۸) ترجمہ: اور اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے،،۔

وجہ دلالت: اللہ کا دین آسان ہے اور آسان کو اختیار کرنا اللہ کو پسند ہے، اور تتبع رخص میں بھی یسر اور رفع حرج

ومشقت ہے۔

ج:أحب الدين إلى الله الحنيفية السمحة،، (السلسلة الصحيحة ۲/ ۵۴۱ ،البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے) ترجمہ: اللہ کو سب سے زیادہ محبوب دین، دین حنیف اور سہل ہے،،۔

د:يسروا ولا تعسروا،، (بخاری رقم: ۶۹) ترجمہ: آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو،،۔

ه:عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: ما خُيِّر رسول اللهﷺ بين أمرين إلا اختار أيسرهما مالم يكن إثما،، (بخاری رقم: ۳۵۶۰)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو امر میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو،،

و:إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يكره أن تؤتى معصيته،، (مسند احمد رقم: ۵۸۶۶)

ترجمہ: اللہ چاہتے ہیں کہ اس کی رخصتوں کو برتا جائے جیسے کہ وہ یہ ناپسند کرتے ہیں کہ اس کی معصیت کی جائے،،۔

وجہ دلالت: ان تمام احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شریعت مکلف پر تخفیف چاہتی ہے، اور تتبع رخص تتبع اخف وایسر ہی ہے، لہذا اس کی اجازت ہوگی۔

عقلی دلائل:

* اصل اباحت ہے، اور شرعاً وعقلاً کوئی چیز تتبع رخص سے مانع نہیں ہے۔ (دیکھئے: البحر الرائق ۶/ ۲۹۰)

* تتبع رخص ایک طرح سے بندوں کے ساتھ لطف ہے، اور شریعت اسلامیہ بندوں پر مشقت کے قصد سے نہیں وارد ہوئی ہے بلکہ تحصیل مصالح کے لئے آئی ہے، نیز شریعت کا مدار یسر پر ہے، لہذا جس نے تتبع رخص کیا گویا اس نے اس چیز کو اختیار کیا جس پر شریعت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ (دیکھئے: الموافقات ۵/ ۹۹)

* جلالت عالم سے تتبع رخص پر استدلال کرنا۔ (دیکھئے: البحر الرائق ۶/ ۲۹۰)

* چونکہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، لہذا مکلف کو اختیار ہوگا کہ بغیر کسی نکیر کے ایسر کو چنے اور اس پر عمل کرے۔

۳۔ جواز مشروط: یہ علامہ ابن تیمیہؒ اور امام قرافیؒ کی رائے ہے، (دیکھئے: مجموع الفتاوی ۲۰/ ۲۲۰، تنقیح الفصول ۱/ ۴۳۲) اور پھر بیان شرائط میں اور اس کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ عزالدین بن عبد السلام نے یہ شرط لگائی ہے کہ حکم حاکم کی مخالفت لازم نہ آتی ہو، نیز ایسے نص کے خلاف نہ ہو جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، یا اجماع یا قواعد کلیہ یا قیاس جلی کے خلاف نہ ہو، اور امام قرافی نے یہ شرط لگائی ہے کہ بین المذاہب آراء کو اس

طرح جمع نہ کرے کہ اس سے خرقِ اجماع لازم آتا ہو، اور بعض علماء نے مزید کئی شرطوں کا اضافہ کیا ہے، بہر حال تتبع رخص کے جواز کی شرائط جوان حضرات کے نزدیک ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔تتبع رخص سے شریعت کے مصادر قطعیہ (نص، اجماع اور قیاس جلی) کی صریح مخالفت لازم نہ آتی ہو۔ (حاشیۃ العطار ۲/ ۴۳۰)

۲۔تتبع رخص صرف ان مسائل مدونہ میں ہو جن پر ائمہ اربعہ کا مسلک قرار پکڑ چکا ہے، ان کے علاوہ دوسرے مسالک میں نہ ہو۔ (سابق)

۳۔رخصتوں اور عزائم دونوں پر عمل کیا جائے ایسا نہ ہو کہ صرف رخصتوں پر ہی عمل ہو اور تکالیف کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دے۔ (سابق)

۴۔تتبع رخص ترجیح کی بنیادوں پر ہو۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوی ۲۰/ ۲۲۱)

مناقشہ وترجیح:

میرے ناقص خیال میں۔اللہ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔مشروط جواز والی رائے کئی وجوہات سے بہتر معلوم ہوتی ہے، ایک تو قوت استدلال، دوسرے مناقشہ سے محفوظ، تیسرے شرعی اصول وقواعد سے موافقت نیز اقرب الی قول الجمہور ہے، خلاصہ یہ کہ اسباب ترجیح کو درج ذیل طریقوں میں شمار کیا جاسکتا ہے:

۱۔یہ درمیانہ قول ہے، اس میں قائلین جواز اور مانعین جواز دونوں کے دلائل جمع ہو گئے ہیں۔

۲۔مطلق جواز اور عدم جواز والی رائے پر کئی اعتراضات ومناقشات وارد ہوتے ہیں۔

۳۔جواز مطلق کو اہل اہواء دین کے ساتھ کھلواڑ اور اس سے خروج کا ذریعہ بنالیں گے، اسی طرح مطلق عدم جواز کی صورت میں بسا اوقات یسر وسہولت اور رفع حرج کی مخالفت لازم آسکتی ہے حالانکہ اس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

تتبع رخص کے شرائط:

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے شرعی ضوابط کی رعایت کرتے ہوئے چند شرائط کے ساتھ تتبع رخص کی اجازت دی ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱۔فقہاء کے اقوال جن سے وہ رخصت پکڑ رہا ہے، شرعا معتبر ہوں، ان کے شاذ اقوال نہ ہوں۔

۲۔دفع مشقت (خاص ہو یا عام، انفرادی صورتحال کے لئے ہو یا اجتماعی) کے لئے رخصت کو لینے کی ضرورت ہو۔

۳۔قوت دلیل وفہم کی بنیاد پر ہو، نہ کہ اس کا محرک خواہشات نفس کی پیروی، شہوت پرستی یا شریعت سے

ناواقفیت یا اعراض ہو۔

۴۔رخصت اختیار کرنے والے کی علمی صلاحیت اتنی ہو کہ وہ بذات خود فقہی مسائل میں بحث وتمحیص کرسکتا ہو، یا وہ کسی باصلاحیت، خداترس عالم کے علم پر اعتماد کرکے ایسا کرے۔

۵۔تتبع رخص تلفیق کا سبب نہ بنتا ہو۔

۶۔رخصت اختیار کرنے پر مکلف کا دل آمادہ ومطمئن ہو۔(دیکھئے: قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، ص:۱۵۹، ۱۶۰)

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء واصولیین کی بحثوں کا خلاصہ:

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء واصولیین کی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمومی حالات میں تتبع رخص کوئی اچھی چیز نہیں ہے، اس کی ہمت افزائی نہیں کی جانی چاہئے، ایمان وبندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ خواہشات کی پیروی سے بچا جائے اور تقوی واحتیاط اختیار کیا جائے، تاہم اگر ضرورت اور حالات کا تقاضہ ہو اور ماہر ومعتبر مفتیان کرام دلائل کی روشنی میں کچھ فیصلہ کریں یا فتوی دیں تو اس پر عمل جائز ہوگا، یہی مبنی بر اعتدال بات ہے۔

کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں تتبع رخص استعمال کرسکتے ہیں؟

کسی مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ انفرادی طور پر تتبع رخص کی بنیاد پر فتوی دے، اس کی درجہ ذیل وجوہات ہیں:

۱۔اتباع ہوی کا خطرہ: اگر کوئی مفتی محض رخصتوں کو اختیار کرتے ہوئے فتوی دیتا ہے تو اندیشہ ہے کہ وہ شرعی احکام کی اصل روح سے ہٹ کر صرف آسانی کی طرف مائل ہوجائے جو کہ اتباع ہوی کے زمرے میں آسکتا ہے، جبکہ مفتی کی ذمہ داری ہے کہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرے، غالبا اسی لئے بعضوں نے یہ شرط رکھی ہے کہ

۲۔جمہور فقہاء کی مخالفت لازم نہ آئے۔

۳۔فقہی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو۔

البتہ اگر واقعی کوئی ایسا مسئلہ ہو جس میں تتبع رخص کی ضرورت محسوس ہوتی ہو تو اس کا فیصلہ انفرادی طور پر کرنے کے بجائے اجتماعی اجتہاد (مثلا فقہ اکیڈمی یا مجلس تحقیقات شرعیہ یا ادارہ مباحث فقہیہ وغیرہ) کے ذریعہ اس کو حل کیا جائے۔

خلاصۂ بحث:

۱۔تلفیق کے لغوی معنی ضم اور جمع کرنے کے ہیں، اور اصطلاح میں ''دو مسلکوں سے ایک ہی ساتھ کسی عمل کے صحیح ہونے کا قول اختیار کرنا حالانکہ علاحدہ علاحدہ دونوں میں سے ہر ایک پر بطلان کا حکم لگایا جاچکا ہے، قدیم فقہاء

لفظ تلفیق کو اس کے لغوی معنی (ضم کرنے) میں ہی استعمال کرتے ہیں۔

۲-الگ الگ اعتبارات سے علماء نے اس کی کئی اقسام کئے ہیں، مثلاً مقصد اور غیر مقصد لے اعتبار سے: تلفیق مقصود اور تلفیق غیر مقصود۔

مصدر کے اعتبار سے تلفیق کی تین اقسام ہیں:

الف: وہ تلفیق جس کا مصدر تقلید ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جو عوام سے صادر ہوتی ہے۔

ب: وہ تلفیق جس کا مصدر (سرچشمہ و بنیاد) اجتہاد ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جو ان لوگوں سے صادر ہوتا ہے جن کو ایک طرح کا اجتہاد و نظر حاصل ہے۔

ج: وہ تلفیق جس کا مصدر (سرچشمہ و بنیاد) تشریع ہو، اور اس سے مراد وہ تلفیق ہے جس کو حکومتیں اپنے قانون سازی میں انجام دیتی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے آراء میں تلفیق ہوتی ہے، لیکن یہ تقسیم غیر معروف ہے، صرف بعض معاصر علماء نے ہی یہ تقسیم کی ہے۔

صورتوں کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

الف: دو حکموں کے درمیان ترکیب۔

ب: مختلف مسالک سے احکام اس طرح اخذ کرنا کہ عمل کردہ حکم سے رجوع کرنا لازم اور ضروری ہوگا یا ضروری نہیں ہوگا بلکہ وہی عمل لازم ہو جائے گا۔

وقت کے اعتبار سے اس کی دو تقسیم کی جاتی ہے:

الف: تلفیق قبل الفعل،۔

ب: تلفیق بعد الفعل۔

تلفیق کرنے والے شخص کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

الف: تلفیق مجتہد۔

ب: تلفیق مقلد۔

۳-مجوزین تلفیق کے دلائل:

الف: کہ تلفیق میں آسانی ہے جو شریعت اسلامیہ میں پسندیدہ ہے نیز صحابہؓ و تابعین کا عمل بھی اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے، نیز شریعت میں بھی کہیں اس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، لہذا یہ مطلقا جائز ہے۔ (دیکھئے: عمدۃ التحقیق فی التقلید والتلفیق محمد سعید البانی کی، ص: ۹۵ تا ۹۸، ط: المکتب الاسلامی، دمشق)

ب: تلفیق تقلید سے لازم آتی ہے، لہذا جہاں تقلید کا جواز ہوگا وہاں تلفیق بھی جائز ہوگی، اور تلفیق کے ممنوع

قرار دینے میں حرج لازم آتا ہے خاص کر ان عوام پر جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا بلکہ ان کا مسلک ان کے مفتی کا فتوی ہوتا ہے۔

۴۔مانعین تلفیق کے دلائل:

الف: کہ اس سے تکالیف شرعیہ کا خاتمہ ہوجائے گا اور بعض دفعہ حرام چیز حلال ہوجائے گی اور اتباع نفس کا دروازہ کھل جائے گا اور قاعدہ ہے کہ جو چیز مؤدی إلی المحظور ہو وہ خود محظور ہوتی ہے، یعنی جو عمل کسی ناجائز کام کا سبب بنے وہ عمل بذات خود جائز ہونے کے باوجود ناجائز تصور ہوگا۔(دیکھئے: التحقیق فی بطلان التقلید والتلفیق محمد بن احمد سفارینی کی، ص:۱۷۱، ۱۷۲ط: دار الصمیعی، ریاض)

ب: یہ معروف قاعدہ ہے کہ اللہ کے یہاں تمام اقوال میں سے حق ایک ہے، اب اگر ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پر بیک وقت عمل کرے گا تو یہ لازم آئے گا کہ ہر مجتہد مصیب ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔

ج: تلفیق کے نتیجہ میں حرام چیز جائز کر کے اس عمل شروع کر دے گا، مثال کے طور پر بالغہ عاقلہ لڑکی سے بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے شادی کرے گا، کہ پہلے میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اور دوسرے میں امام مالکؒ کی پیروی کرے گا۔

۵۔مشروط جواز کے قائلین کے دلائل:

الف: تلفیق کے نتیجہ میں کسی ممنوع حرام چیز کا جواز فراہم نہ ہوتا ہو۔

ب: تلفیق کی رو سے مسلمان حاکم وقت کوئی فیصلہ مسترد نہ ہوتا ہو۔

ج: تلفیق سے کسی معمول بہ تقلیدی حکم کا ابطال لازم نہ آتا ہو۔

د: اجماع یا اس کے لوازمات متأثر نہ ہوتے ہوں۔

ھ: کوئی ایسا حکم یا حالت ترکیب نہ پائی جاتی ہو جس پر کبھی کسی مجتہد کا عمل نہیں رہا۔

۶۔تلفیق بابِ عقائد میں یا ان مسائل میں جائز نہیں ہے جن کا ضرورتاً دین میں سے ہونا معلوم ہے، جیسے مسائل توحید اور ارکان اسلام وغیرہ، نیز اسی طرح باب الایمان اور باب الاخلاق میں جائز نہیں ہے، البتہ اسکے عمل کا دائرہ صرف احکام شرعیہ ظنیہ اجتہادیہ ہیں، تلفیق بعض اجتہادی احکام میں اور وہ بھی معاملات، مناکحات اور عبادات کے مسائل میں جائز ہے اور یہ وہ تلفیق ہے جس کی بنیاد مکلف کے احوال کی رعایت پر ہے مثلاً عذر کا ہونا یا ضرورت وغیرہ۔

۷۔ان ہی شرائط کے ساتھ جائز ہے جن کا تذکرہ خلاصۂ بحث کے نمبر:۵ میں کیا گیا ہے۔

و: إن اللہ یحب أن تؤتی رخصه کما یکره أن تؤتی معصیته،، (مسند احمد رقم:۵۸۶۶)

ترجمہ: اللہ چاہتے ہیں کہ اس کی رخصتوں کو برتا جائے جیسے کہ وہ یہ ناپسند کرتے ہیں کہ اس کی معصیت کی جائے،،۔

مانعین کے دلائل:

الف: فإن تنازعتم في شئی فردوه إلی الله والرسول،، (نساء:۵۹) ترجمہ: پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہوجائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹالیا کرو،، (ماجدی)

ب: عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما خُیِّر عمار بین امرین إلا اختار اشدهما - وفي روایة - ارشدهما،، (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمار بن یاسر، ۵/۶۶۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی عمار کو دو امر میں اختیار دیا گیا تو انھوں نے اس میں سے سخت کو اختیار کیا - اور ایک روایت میں ہے - جو زیادہ بہتر تھا،،

ج: عن عمرو بن عوف المزني قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: إني لأخاف علی أمتي من بعدي من أعمال ثلاثة، قالوا وما هي یا رسول اللہ؟ قال: أخاف علیهم من زلة العالم، ومن حکم جائر، ومن هوی متبع،، (ذخیرة الحفاظ ۲/۱۰۰۸، الموافقات ۵/۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ سے روایت فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ میں اپنی امت پر اپنے بعد تین اعمال سے ڈرتا ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: عالم کی لغزش، ظالم کی حکومت، اور ایسی خواہشات جن کی اتباع کی جائے،،۔

۵۔ تلفیق اور تتبع رخص میں درج ذیل فروق ہیں:

الف: تلفیق میں ایک نئے قول کا ایجاد ہوتا ہے جس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا ہے، جبکہ تتبع رخص میں اقوال علماء میں سے اسہل کو اختیار کیا جاتا ہے، قول جدید کو نہیں ایجاد کیا جاتا ہے۔

ب: تلفیق ایک ہی مسئلہ - جو دو ایسی فرع والا ہو جن کے اندر ربط پایا جاتا ہو - کے اجزاء میں ہوتی ہے، جبکہ تتبع رخص جمیع احکام شرع میں عام ہوتا ہے۔

ج: تلفیق میں اسہل اور ایسر کو اختیار کرنا لازم نہیں ہوتا ہے، جبکہ تتبع رخص میں قول ایسر کو ہی لیا جاتا ہے۔

د: تلفیق کبھی اجماع کی مخالفت کا سبب بن سکتا ہے، برخلاف تتبع رخص کے، اس میں اجماع کی مخالفت نہیں ہوتی ہے۔

ھ: اگر تلفیق والی صورت پائی جائے لیکن اس میں مقصد اور نیت سہولت اور آسانی تلاش کرنا نہ ہو اور نہ ہی اتباع ہواء ہو تو یہ تلفیق ہوگی، اس کو تتبع رخص نہیں کہا جائے گا۔

و: اگر مختلف مسالک فقہیہ میں سے اقوال لیکر ان پر عمل کیا جائے اور وہ ایک ہی مسئلہ میں نہ ہوں تو یہ تتبع رخص ہوگا تلفیق نہ ہوگی۔

ز: کبھی تلفیق اور تتبع رخص دونوں بیک وقت پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہوئی اور محض آسانیوں کی تلاش ہو، گویا کہ تلفیق اور تتبع رخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک مادہ اجتماعی ہے اور دوسرا مادہ افتراقی ہے۔

۶-درج ذیل شرائط کے ساتھ لی جاسکتی ہے:

۱-تتبع رخص سے شریعت کے مصادر قطعیہ (نص، اجماع اور قیاس جلی) کی صریح مخالفت لازم نہ آتی ہو۔ (حاشیۃ العطار ۲/ ۴۳۰)

۲-تتبع رخص صرف ان مسائل مدونہ میں ہو جن پر ائمہ اربعہ مسلک قرار پکڑ چکا ہے، ان کے علاوہ دوسرے مسالک میں نہ ہو۔ (سابق)

۳-رخصتوں اور عزائم دونوں پر عمل کیا جائے ایسا نہ ہو کہ صرف رخصتوں پر ہی عمل ہو اور تکالیف کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دے۔ (سابق)

۴-تتبع رخص ترجیح کی بنیادوں پر ہو۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوی ۲۰/ ۲۲۱)

۷-ذاتی اور مخصوص نوعیت کے مسائل، یا ہنگامی حالات کے علاوہ درست نہیں ہے، بلکہ اجتماعی غور وخوض سے فیصلہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص ایک تحقیقی جائزہ

مولانا محمد جمیل اختر جلیلی ندوی

شریعتِ اسلامیہ ایک کامل، متوازن اور حکمت سے لبریز نظامِ زندگی ہے، جو انسان کی فطرت، ضروریات اور حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رہنمائی فراہم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دین کو آسانی اور وسعت کے اصول پر قائم فرمایا ہے؛ چنانچہ فقہی مذاہب کی صورت میں اُمت کو ایسا علمی سرمایہ عطا ہوا، جس میں تنوع بھی ہے اور رحمت بھی، یہی تنوع، فقہائے کرام کے اجتہادات کی دین ہے، جنھوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے اپنے فہم کے مطابق شرعی احکام کو واضح کیا، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ایک نازک اور باریک مسئلہ اہل علم کے درمیان زیر بحث آیا، جس کا تعلق فقہی آراء کے انتخاب، آمیزش اور آسانیوں کی تلاش وجستجو سے ہے، اصطلاحی طور پر ایک کو ''تلفیق بین المذاہب'' اور دوسرے کو ''تتبع رخص'' کہا جاتا ہے۔

تلفیق بین المذاہب سے مراد مختلف فقہی مکاتبِ فکر کی آراء کو یکجا کرنا اور ایک فرد کے لیے ان کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک یا چند کو اختیار کرنا ہے، یہ عمل اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب کسی فرد کو یہ خیال آتا ہے کہ ایک ہی مسئلے میں مختلف فقہی آراء کو یکجا کیا جا سکتا ہے؛ تاکہ اس کی عملی زندگی آسان ہو سکے، جب کہ تتبع رخص ایک ایسا عمل ہے، جس میں فرد آسان ترین رخصتوں کو تلاش کرتا ہے، چاہے وہ مختلف فقہی مذاہب سے ہوں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، بعض اوقات یہ رجحان بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس طریقہ کار سے دین میں لچک یا آسانی پیدا کی جا سکتی ہے؛ لیکن اس میں ایک بڑی فکری اور اخلاقی پیچیدگی بھی پنہاں ہوتی ہے۔

یہ دونوں اصطلاحات سطحی نظر میں سہولت وآسانی کا پہلو رکھتی ہیں؛ لیکن حقیقت میں یہ موضوع فقہی گہرائی، شرعی اصولوں اور نیت ومقصد کی بنیاد پر بہت نازک ہو جاتا ہے، ان کا غیر محتاط استعمال دین میں بے قاعدگی، خواہشِ نفس کی پیروی اور شریعت سے انحراف کا ذریعہ بن سکتا ہے، جب کہ اصول وضوابط کے تحت ان کا استعمال دین کی سہولت، وسعت اور حکمت کو اجاگر کرتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ'' نے اس موضوع کی اہمیت کو سمجھا اور اس تعلق سے اہم سوالنامہ مرتب کر کے اہل علم کی خدمت میں ارسال کیا، انہی سوالات کے جواب پر مشتمل یہ مقالہ ہے۔

محوراول: تلفیق بین المذاہب

سوال نمبر(۱): تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لئے کرتے ہیں؟

جواب: سوال نمبر ایک میں دو شقیں ہیں: (۱) لغوی و اصطلاحی حقیقت۔ (۲) فقہاء و اصولیین کے نزدیک لفظ تلفیق کا استعمال، جہاں تک پہلی شق کا تعلق ہے تو اس کے بھی دو حصے ہیں: (۱) لغوی حقیقت (۲) اصطلاحی حقیقت۔

لغوی حقیقت

لفظ ''تلفیق'' کی لغوی حقیقت یہ ہے کہ یہ لفق سے ماخوذ ہے، جس کے کئی معانی آتے ہیں: (۱) گفتگو کو مرصع اور جھوٹ وفریب کے ساتھ مزین کرنا۔ (۲) کپڑے کے دونوں سرے کو ملا کر سینا، جُبران مسعود لکھتے ہیں:

لَفَّقَ تَلْفِيقاً: ۱ - الحديث: زخرفه وزوّره وموّهه بالباطل، ۲ - الشقتين: ضم إحداهما إلى الأخرى فخاطهما (معجم الرائد، ص: ۷۹۴، لسان العرب، ص: ۴۰۵۷)،

(۳) اس کے ایک معنی کسی چیز کو تلاش وجستجو کے باوجود نہ پانا، المعجم الوسیط میں ہے:

(لَفَّقَ) فلان: طلب أمراً فلم يدركه (المعجم الوسيظ، ص: ۸۳۳، معجم المغنى، ص: ۳۳۱۰، لفظ نمبر: ۲۳۰۴۰۸)،

(۴) اس کے ایک معنی درست وموافقت کرنے کے آتے ہیں، فیومی لکھتے ہیں:

والملاءمة (المصباح المنير، ص: ۵۵۷)، المعجم الوجيز میں ہے: ويقال: لَفَّقَ بين الثوبين: لأم بينهما بالخياطة (المعجم الوجيز، ص: ۵۲۱، تیار کردہ: مجمع اللغة العربية جمهورية مصر العربية)

''سلائی کر کے دونوں کپڑوں کو درست کیا یعنی جوڑا''، خلاصہ یہ کہ اس لفظ کے کئی معانی ہیں؛ چنانچہ یہ ملانے، موافقت کرنے اور مرصع جھوٹ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

التلفيق فى اللغة: الضم، وهو مصدر لفق، ومادة لفّق لها فى اللغة أكثر من معنى، فهى تستعمل بمعنى الضم، والملاءمة، والكذب المزخرف (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۸۶/۱۳، لفظ: تلفيق)

''تلفیق کے لغوی معنی ''ضم'' کے ہیں، یہ لفَّقَ کا مصدر ہے اور لغوی اعتبار سے لَفَّقَ کے مادہ کے کئی معانی آتے ہیں؛ چنانچہ یہ ملانے، موافقت کرنے اور جھوٹ وفریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے''۔

اصطلاحی حقیقت

جہاں تک اس کے اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو مختلف اہل علم نے مختلف الفاظ میں اس کی اصطلاحی تعریف کی ہے، جس کا خلاصہ یوں نکل کر سامنے آتا ہے:

التلفيق هو الجمع بين آراء وأقوال أكثر من مذهب فقهي في مسألة واحدة أو عبادة واحدة أو معاملة، على وجهٍ يُؤدي إلى صورة من العمل لا يُقرُّها أي مذهبٍ من المذاهب الأربعة لو نُظر إليها منفرداً؛ بل قد يحكم كل مذهب ببطلان تلك الصورة.

''تلفیق اس عمل کو کہتے ہیں، جس میں ایک ہی مسئلہ، عبادت یا معاملہ میں ایک سے زائد فقہی مذاہب کے اقوال وآراء کو اس طرح جمع کیا جائے کہ اس سے ایسی عملی صورت پیدا ہو، جو اگر ہر مذہب کے اصول کے مطابق علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے تو کوئی بھی مذہب اسے درست نہ سمجھے؛ بل کہ ممکن ہے کہ ہر مذہب اس عمل کو باطل قرار دے''۔

(دیکھئے: (تبصير النجباء، ص: ۲۶۲، حاشية القول السديد في بعض مسائل الاجتهاد والتقليد، ص: ۷۹، المصباح في رسم المفتي ومناهج الافتاء، ص: ۴۶۱، التلفيق بين المذاهب الفقهية وآثاره في تيسير الفتوى، ص: ۱۰، التلفيق في الاجتهاد والتقليد، ص: ۵، التحقيق في بطلان التلفيق، ص: ۸، معجم لغة الفقهاء، ص: ۱۴۴، التلفيق وموقف الأصوليين منه، ص: ۱۴۶ - ۱۴۷، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۹۳/۱۳)

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک تلفیق کا استعمال

جہاں تک دوسری شق کی بات ہے کہ فقہاء اور اصولیین اس لفظ کو کس معنی میں استعمال کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر ''تلفیق'' کا جو معنی بتایا گیا ہے، وہ اصولیین کے نزدیک ہے، جہاں تک فقہاء کا تعلق ہے تو ان کے یہاں اس لفظ کو دو معانی میں استعمال کیا جاتا ہے: (۱) ''ضم'' کے معنی میں؛ چنانچہ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

فصل في التلفيق: ومعناه ضم الدم إلى الدم اللذين بينهما طهر (المغني لابن قدامة، فصل في التلفيق: ۴۴۰/۱)

''تلفیق کی فصل اور اس کے معنی دو حیضوں کے درمیان طہر کے خون کو خون کے ساتھ ملانا''، علامہ رویانی حیض کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

فإن قلنا: لا تلفق الدماء، فالكل حيض، وإن قلنا: تلفق بجميع الدم الأسود إلى الدم الأسود، فيكون حيضها غيره، والصفرة والكدرة طهر بينهما.

’’اگر ہم یہ کہیں کہ خون کو ملا کر (تلفیق کر کے) شمار نہیں کیا جائے گا، تو پھر سارا خون حیض شمار ہوگا اور اگر ہم کہیں کہ تمام سیاہ خون کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر (تلفیق کے ذریعے) شمار کیا جائے گا، تو پھر (درمیان کا) حیض، غیر سیاہ خون (یعنی زردی اور کدورت) نہیں ہوگا؛ بل کہ ان کے درمیان آنے والی زردی اور کدورت طُہر (پاکی) شمار ہوگی‘‘ (بحر المذہب، باب حیض المرأۃ: ۱/ ۳۷۲، نیز دیکھئے: شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی الحیض: ۱/ ۲۰۵، تبیین الحقائق، کتاب الصوم سے پہلے)۔

(۲) ’’جمع وتوفیق‘‘ کے معنی میں؛ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

ویستعملونه أیضاً بمعنی التوفیق والجمع بین الروایات المختلفة فی المسألة الواحدة کما فی الروایات الموجبة للجعل فی رد الآبق عندالحنفیة(الموسوعة الفقهیة: ۲۸۶/۱۳، لفظ: تلفیق، الخلاصة فی أحکام الاجتهاد للشحود، ص: ۳۴۴)

سوال نمبر (۲): تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی شکلیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

سوال نمبر (۳): جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، ان کے دلائل کیا ہیں؟

سوال نمبر (۴): کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء اور اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

جواب: یہ تینوں سوالات ایک جیسے ہونے کی وجہ سے تینوں کا جواب ایک ساتھ تحریر کیا جارہا ہے۔

مختلف اعتبارات سے ’’تلفیق‘‘ کی مختلف قسمیں ہیں:

پہلی قسم: مسئلے کی وحدت یا تعدد کے لحاظ سے: اس لحاظ سے تلفیق کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ایک ہی مسئلے میں تلفیق: یعنی ایک ہی مسئلے میں دو یا اس سے زیادہ فقہی آراء کو اس طرح جوڑ دینا کہ ان سے ایک نیا مرکب حکم نکلے، جو کسی بھی ایک فقہی مکتب نے نہیں کہا، جیسے: وضو میں ایک فقہ سے نیت نہ ہونے کو جائز ماننا اور دوسرے سے ترتیب کو غیر ضروری سمجھنا، جس سے وضو ایسا بنتا ہے، جو کسی بھی فقہ میں درست نہیں، اصولیین کے نزدیک تلفیق کی یہی صورت اصل ہے، اس صورت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علماء کی کئی رائیں ہیں:

۱) یہ صورت مطلقاً ممنوع ہے، اس کے قائلین میں امام الحرمین جوینی، الکیا ہراسی اور حنابلہ میں سے سفارینی ہیں، امام الحرمین سے جب پوچھا گیا:

هل یجوز للعامي أن ینتحل في بعض المسائل مذهب الشافعي وفي بعضها مذهب أبي حنیفة، وکذا مذهب عامة الائمة علی هذا المنهاج؟

’’کیا ایک عامی کو یہ اجازت ہے کہ وہ بعض مسائل میں امام شافعیؒ کا مسلک اختیار کرے اور بعض دیگر مسائل

میں امام ابوحنیفہؒ کا، اور اسی طرح باقی ائمہ کرامؒ کے اقوال کو اپنی مرضی کے مطابق اپنائے؟'' تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ليس له أن ينتحل مذهب الشافعي في بعض ما يهواه ومذهب أبي حنيفه في باقي ما يرضاه، لان لو جوزناه لأدى ذلك الى الخبط والخروج عن الضبط.

''اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق بعض مسائل میں امام شافعی کا مذہب اختیار کرے اور باقی میں اپنی مرضی کے مطابق امام ابوحنیفہ کا؛ کیوں کہ اگر ہم اس کی اجازت دے دیں تو اس سے انتشار اور نظم وضبط سے خروج لازم آئے گا''۔ (مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، ص: ۱۳۔ ۱۴)،

سفارینی اس کی شناعت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وهذا باب لو فتح لأفسد الشريعة الغراء، ولأباح جل المحرمات، وأى باب أفسد من باب يبيح الزنا وشرب الخمر وغير ذلك؟

''اور یہ ایسا دروازہ ہے کہ اگر اسے کھول دیا جائے تو یہ روشن و پاکیزہ شریعت کو فساد میں مبتلا کر دے گا، اور زیادہ تر حرام چیزوں کو جائز کر دے گا۔ اور اس دروازے سے بڑھ کر فساد انگیز اور کون سا دروازہ ہوسکتا ہے جو زنا، شراب نوشی اور دیگر (کبیرہ گناہوں) کو جائز قرار دے؟'' (التحقیق فی بطلان التلفیق، ص: ۱۷۱)،

ان حضرات دلائل وہی ہیں، جو تقلید کے لزوم کے دلائل ہیں۔

۲) مطلقاً جائز ہے، اس کے قائلین میں اکثر احناف ہیں، جن میں علامہ ابن ہمام، امیر پادشاہ اور علامہ ابن عابدین شامی ہیں، اسی طرح مغاربۂ مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

تلفیق عین تقلید ہے: چونکہ ہر عامی کو حکم ہے کہ وہ دین میں رہنمائی کے لیے اہلِ علم کی طرف رجوع کرے اور چونکہ وہ مختلف مجتہدین میں ترجیح کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ اس لیے اسے حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے میں کسی بھی مجتہد کی رائے پر عمل کرے۔

عملِ صحابہ وتابعین سے تائید: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانے میں فقہی آراء میں اختلاف پایا جاتا تھا؛ مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ کسی نے سائل کو یہ کہا ہو کہ ''جس مجتہد کی تقلید کی ہے، اسی کے مطابق عمل کرو، ورنہ تلفیق ہوجائے گی''، اگر یہ بات لازم ہوتی، تو ضرور منقول ہوتی۔

تلفیق کی ممانعت تقلید کے فائدے کو زائل کرتی ہے: عوام کو تقلید کی اجازت اسی لیے دی گئی کہ وہ خود اجتہاد پر قادر نہیں، اگر تلفیق کو منع کر دیا جائے تو گویا تقلید کا فائدہ ہی باقی نہ رہے۔

''**العوام لا مذهب لهم**'': اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے کہ ''عوام کا کوئی مستقل فقہی مذہب نہیں ہوتا؛ بلکہ

ان کا مذہب وہی ہوتا ہے جو ان کے مفتی کا ہوتا ہے''۔ یہ اصول بذاتِ خود تلفیق کی نہ صرف جواز کی بنیاد فراہم کرتا ہے؛ بل کہ تلفیق کی ممانعت غیر منطقی بھی ہوجاتی ہے۔

اختلافِ ائمہ رحمت ہے: اگر ہم اختلافِ ائمہ کو رحمت کہتے ہیں تو ہمیں ان کے اقوال پر عمل کی اجازت بھی دینی ہوگی، تلفیق کی ممانعت اس ''رحمت'' سے فائدہ اٹھانے سے روک دیتی ہے۔

شریعت کا یسر (آسانی) کا اصول: اگر تلفیق کو منع کر دیا جائے تو یہ شریعت کی یُسر، آسانی اور وسعت کے خلاف ہوگا، جبکہ شریعت تو فطرت کے موافق اور سہولت والی ہے۔

عملی حالات اور عمومی عبادات: مشاہدہ ہے کہ عام لوگوں کی عبادات، جیسے: نماز، روزہ، طہارت وغیرہ مختلف فقہی اقوال کا مجموعہ ہوتی ہیں، اگر ہم تلفیق کو ناجائز مانیں، تو ان کی اکثر عبادات فاسد قرار پائیں گی اور یہ نہایت دشواری، حرج اور گناہ کا باعث بنے گا، جو شریعت کی حکمت کے خلاف ہے۔

عقلاً وشرعاً تلفیق کا جواز: نہ عقل میں اور نہ ہی شریعت میں کوئی ایسی دلیل ہے، جو اس بات سے روکے کہ ایک شخص مختلف مسائل میں مختلف مجتہدین کی آراء کو اپنائے، بشرطیکہ اس میں اتباعِ ہویٰ (خواہشِ نفس) نہ ہو، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وانا لا ادري ما يمنع هذا من العقل والسمع، يكون الانسان يتبع ما هو اخف على نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد، ما علمت من الشرع ذمه عليه (التقرير والتحبير، ص: ۳۵۱)

''مجھے عقل یا شریعت میں کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی، جو اس تلفیق کو ممنوع قرار دے، اگر کوئی شخص کسی ایسے مجتہد کے قول کی پیروی کرے، جسے اجتہاد کی اہلیت حاصل ہو اور وہ قول اس کے لیے نسبتاً آسان ہو، تو میرے علم کے مطابق شریعت میں اس پر کوئی نکیر (مذمت) وارد نہیں ہوئی''، ہاشمی لکھتے ہیں:

والذي ظهر لهذا العبد الضعيف انه لم يثبت نص في منع التلفيق عن احد من المجتهدين، أو أهل التخريج في المذهب النعماني (عمدة التحقيق، ص: ۱۰۷)

''اس عاجز بندے کے نزدیک جو بات ظاہر ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ مذہب حنفی میں کسی بھی مجتہد اور اہل تخریج سے تلفیق کی ممانعت پر کوئی صریح نص ثابت نہیں ہے''۔

۳) تلفیق چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے، یہ جمہور محققین، جیسے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ قرافی، امام علائی، عبدالغنی نابلسی، علامہ حصکفی اور عبدالرحمن معلمی وغیرہ کی رائے ہے، ان حضرات کے دلائل وہی ہیں، جو مجوزین کے دلائل ہیں؛ البتہ انھوں نے احتیاط وتحفظ کے لئے چند شرطوں کو مقرر کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

تتبع رخص کا قصد نہ ہو؛ کیوں کہ تتبع رخص فسق ہے۔

تلفیق فی التقلید کے نتیجہ میں ایسی صورت وجود میں نہ آئے، جسے تمام مجتہدین باطل قرار دیتے ہوں۔
کسی ایسے عمل سے رجوع نہ کرے، جو تقلید کی بنیاد پر انجام دیا گیا ہو یا اس پر قائم رہنا اجماعی طور پر واجب و لازم ہو۔
دلیل کی قوت کی بنا پر اپنے اختیار کردہ قول کے راجح ہونے کا یقین ہو، ایسی صورت میں تلفیق کا عمل راجح قول کی وجہ سے ہوگا۔
تلفیق پر عمل کی وجہ سے قضائی فیصلوں کا بطلان لازم نہ آتا ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: ڈاکٹر ناصر بن عبداللہ المیمان کا مقالہ: التلفیق فی الاجتہاد والتقلید، ص: ۶ ۔ ۱۱، پی ڈی ایف، نیز دیکھئے: القول السدید فی بعض مسائل الاجتہاد والتقلید، ص: ۸۰ ۔ ۸۲، التلفیق بین المذاہب الفقہیۃ وآثارہ فی تیسیر الفتوی لغازی بن مرشد العتیبی، ص: ۱۹ وما بعدہ، پی ڈی ایف)

راجح قول

راقم کے نزدیک مذکورہ تینوں اقوال میں سے تیسرا قول راجح ہے؛ کیوں کہ یہ اوسط درجہ کا قول ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: وخیر الأمور أوسطها. نیز یہ امت بھی ''امت وسط'' ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ} [البقرة: 143]

لہٰذا امت وسط کے لئے اوسط درجہ کا قول اختیار کرنا ہی مناسب ہے، ہذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب!

(ب) مختلف مسائل میں تلفیق: مختلف مسائل میں مختلف مذاہب کی پیروی کرنا جیسے: نماز میں امام احمد بن حنبل کی تقلید اور روزے میں امام شافعی کی، تو اس صورت کے حکم کا مدار اس بات پر ہے کہ کیا ایک ہی مذہب کی پیروی ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لوگوں کے تین درجات ہیں: (۱) ایک وہ، جو مجتہد کے رتبہ پر فائز ہو۔ (۲) دوسرا وہ، جو ہو تو اہل علم؛ لیکن مجتہد کے رتبہ پر فائز نہ ہو۔ (۳) تیسرا عامی شخص، مجتہد پر تقلید ہی نہیں؛ اس لئے وہ اس بحث سے خارج ہے، جہاں تک دوسرے اور تیسرے درجہ کے افراد کا تعلق ہے تو ان پر تقلید کے وجوب اور عدم وجوب کے سلسلہ میں فقہاء کی دو جماعتیں ہیں:

۱) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ایسے لوگوں پر کسی معین مذہب کا التزام لازم نہیں، ابن برہان اور امام نووی جیسے ائمہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

۲) دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ ایسے لوگوں پر بھی کسی ایک مذہب کا التزام لازم ہے، الکیا نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ اگر ایسے کسی فرد نے کسی متعین مذہب کا التزام بھی کرلیا ہے تو اس پر

استمرار ضروری نہیں، وہ لکھتے ہیں:

وقال آخرون: لایجب تقلید إمام معین فی کل المسائل والحوادث التی تعرض؛ بل یجوز أن یقلد أی مجتهد شاء، فلوالتزم مذهبا معیناً کمذهب أبی حنیفة أو الشافعی أو غیرهما، لایلزمه الاستمرار علیه؛ بل یجوز له الانتقال کلیاًمنه إلی مذهب آخر ولو بعد العمل (اصول الفقه الاسلامی للزحیلی: ۲/۱۱۳۷، ارشاد الفحول، ص: ۸۷۹)

''دوسروں کا کہنا ہے کہ: تمام مسائل اور پیش آنے والے تمام معاملات میں کسی ایک معین امام کی تقلید واجب نہیں ہے؛ بل کہ انسان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی مخصوص فقہی مذہب کو اختیار کر لے، جیسے: امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ یا کسی اور کا مذہب تو اس پر عمر بھر اسی پر قائم رہنا لازم نہیں؛ بل کہ وہ چاہے تو اس مذہب کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کی طرف مکمل طور پر منتقل ہو سکتا ہے، خواہ وہ یہ تبدیلی کسی عمل کے انجام دینے کے بعد ہی کیوں نہ کرے''۔

عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں:

وأماغیر المجتهدین فهم عامة الناس، فلایجب علیهم التزام العمل بمذهب معین من المذاهب الأربعة علی القول الراجح (خلاصة التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق، ص: ۱۷)

''جہاں تک غیر مجتہدین کا تعلق ہے تو وہ عامۃ الناس ہیں، لہٰذا ائمہ اربعہ کے راجح قول کے مطابق ان پر کسی متعین مذہب کا التزام ضروری نہیں''۔

معلوم ہوا کہ عامی اور غیر مجتہد شخص پر کسی ایک معین مذہب کے التزام کے بارے میں علماء کی دو رائیں ہیں: (۱) متعین مذہب کا التزام ضروری ہے۔ (۲) مذہب کا التزام ضروری نہیں، ظاہر ہے کہ یہی اختلاف ''مختلف مسائل میں تلفیق'' کی صورت میں ہوگا، جو لوگ مذہب کا التزام ضروری سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک مختلف مسائل میں تلفیق درست نہیں؛ لیکن جو لوگ معین مذہب کا التزام ضروری نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک ''مختلف مسائل میں تلفیق'' کی گنجائش ہوگی۔

تلفیق کی اس صورت کو بعض لوگ تلفیق ہی نہیں کہتے؛ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

أما الأخد بأقوال الأئمة فی مسائل متعددة، فلیس تلفیقا، وإنما هو تنقل بین المذاهب، أو تخیر منها (الموسوعة الفقهیة: ۱۳/۲۹۴)

''جہاں تک متعدد مسائل میں ائمہ کے اقوال اختیار کرنے کا تعلق ہے تو یہ تلفیق نہیں ہے، مذاہب کے مابین منتقل ہونا یا اختیار کرنا ہے''۔

راجح قول

راقم کے نزدیک راجح ان لوگوں کا قول ہے، جو مختلف مسائل میں تلفیق کے جواز کے قائل ہیں، ایک تو اس لئے شریعت نے احکام میں یسر اور رفع حرج کے پہلو کی رعایت سختی کے مقابلہ میں زیادہ کی ہے، لہٰذا یہ تلفیق دراصل تلفیق ہی نہیں؛ بل کہ شریعت کے یسر سے فائدہ اٹھانا ہے؛ البتہ مناسب ہے کہ اس طرح عمل کرنے سے پہلے دلائل پر ضرور غور کرلے، ہذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب!

دوسری قسم: شرعی حکم پر اثر کے لحاظ سے: اس لحاظ سے بھی تلفیق کی دو صورتیں ہیں:

(الف) وہ تلفیق، جس سے باطل نتیجہ پیدا ہو: یعنی ایسی تلفیق، جس سے ایسا حکم نکلے جو کسی بھی فقہی اصول کے مطابق نہ ہو یا اجماع کے خلاف ہو، یا جس کی وجہ سے دین کا مذاق بنے، یا جو لوگوں کے لئے ضرر اور فساد کا سبب ہو، ایسی تلفیق درست نہیں، علامہ محمد سعید البانی حسینی لکھتے ہیں:

لا يسوغ التلفيق المستلزم الرجوع عما عمل به تقليدا او لازمه الاجماعي في قضايا الفروج والانساب كذلك لا يسوغ في كل ما يكون وسيلة للعبث بالدين او ذريعة لمضرة البشر او الفساد في الارض (عمدة التحقيق فى التقليد و التلفيق، ص: ۲۲۷)

''ایسی تلفیق جائز نہیں، جس سے پہلے سے اختیار کردہ قول سے رجوع لازم آئے، یا جو اجماع کے خلاف ہو، خصوصاً نکاح، طلاق اور نسب جیسے حساس معاملات میں، اسی طرح تلفیق اس صورت میں بھی جائز نہیں، جب وہ دین کو مذاق بنانے، لوگوں کو نقصان پہنچانے یا زمین میں فساد پھیلانے کا سبب بنے''۔

(ب) ایسی تلفیق، جس سے باطل نتیجہ نہ نکلے: یعنی ایسی تلفیق جو شریعت کی روح یا مقاصد کے خلاف نہ ہو، اس بابت حکم میں وہی اختلاف ہے، جو اسی سوال کے جواب میں پہلی قسم کے حصہ (الف) میں اختلاف ہے، وہیں مراجعت کرلی جائے۔

تیسری قسم: نیت اور مقصد کے اعتبار سے: اس لحاظ سے بھی تلفیق کی دو قسمیں ہیں:

(الف) شرعی مقصد کے تحت تلفیق: جیسے مجبوری، ضرورت یا کسی مسئلے میں آسانی حاصل کرنا ہو، تلفیق کی یہ صورت درست ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

والتلفيق الجائز في تقديري هو عند الحاجة او الضرورة وليس من اجل العبث او تتبع الايسر والاسهل عمدا من دون مصلحة شرعية ومقصور على بعض الاحكام العبادات والمعاملات الاجتهادية لا القطعية (الرخص الشرعيه: أحكامها وضوابطها، ص: ۷۵)

''میرے نزدیک جائز تلفیق وہی ہے، جو ضرورت یا مجبوری کے وقت کی جائے، نہ کہ محض دین کے ساتھ کھیل کرنے کے لئے، یا جان بوجھ کر صرف آسان سے آسان اور ہلکے قول کی پیروی کرنے کے لئے، جب کہ اس میں کوئی شرعی مصلحت بھی نہ ہو اور یہ جواز بھی صرف بعض اجتہادی عبادات اور معاملات کے احکام تک محدود ہے، قطعی وحتمی مسائل میں نہیں''۔

(ب) خواہش نفس یا رخصتوں کے پیچھے تلفیق: صرف آسانی حاصل کرنے کے لئے یا سختی سے بچنے کے لئے تلفیق کرنا، تو علماء وفقہاء کی اکثریت نے اسے نادرست قرار دیا ہے، الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

وفي تتبع الرخص وفي متتبعها في المذاهب خلاف بين الاصوليين والفقهاء والأصح كما في جمع الجوامع امتناع تتبعها لان التتبع يحل رباط التكليف لانه انما تبع حينئذ ما تشتهيه نفسه بل ذهب بعضهم الى انه فسق، وقيل محل الخلاف في حالهدة تتبعها من المذاهب المدونة والا فسق قطعا

(الموسوعة الفقهية: ۱۳/ ۲۹۴)

''فقہاء اور اصولیین کے درمیان رخصتوں کے تتبع اور مختلف مذاہب سے صرف آسان اقوال چننے والے کے بارے میں اختلاف ہے، مگر راجح قول یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ شرعی تکلیف کو بے اثر کر دیتا ہے اور محض خواہشِ نفس کی پیروی بن جاتا ہے۔ بعض نے اسے فسق قرار دیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اگر یہ تتبع معتبر فقہی مذاہب تک محدود ہو تو اختلاف ہے، ورنہ یقینی طور پر فسق ہے''۔

سوال نمبر (۵): کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لئے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

جواب: پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ ضرورت وحاجت کے موقع پر تلفیق کی گنجائش ہے، لہٰذا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں بھی اس کی گنجائش ہوگی، ڈاکٹر محمد ابراہیم حفناوی لکھتے ہیں: والراجح فی نظری أن التلفیق فی بعض الأحکام العبادات والمعاملات الاجتہادیۃ یجوز عند الحاجۃ، أو الضرورۃ (تبصیر النجباء، ص: ۲۷۵) ''میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ضرورت وحاجت کے وقت بعض عبادات ومعاملات کے اجتہادی احکام میں تلفیق درست ہے''۔

سوال نمبر (۶): کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں؟

جواب: شریعت میں ''ضرورت'' کی رعایت کی گئی ہے، اسی وجہ سے قاعدہ بھی بنا: ''الضرورات تبیح المحظورات''، ضرورت کے وقت جب ایک حرام چیز کی اجازت دی گئی ہے تو تلفیق تو اس سے بہت کم درجہ کی چیز ہے، اس کی اجازت تو بدرجۂ اولی ہونی چاہئے، نیز شرعی کے احکام کے مقاصد میں سے ''تیسیر'' اور ''رفع حرج'' بھی ہیں،

جن کی رعایت مفتیوں کے لئے ازحد ضروری ہے، اسی کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یسروا ولاتعسروا (صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث نمبر: ۶۹)، پھر ضرورت جس طرح اجتماعی ہوسکتی ہے، اسی طرح انفرادی بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت مفتیان کرام انفرادی طور پر بھی تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں، ہذا ما عندی، واللہ أعلم بالصواب!

خلاصہ بابت تلفیق

اصطلاح میں تلفیق اس عمل کو کہتے ہیں، جس میں مختلف فقہی مذاہب کے اقوال کو ایک ہی مسئلے میں اس طرح ملایا جائے کہ ان کا مجموعی نتیجہ کسی بھی ایک مذہب کے اصول کے مطابق درست نہ ہو۔

فقہاء اس لفظ کو دو معانی میں استعمال کرتے ہیں: ایک ضم کے معنی اور دوسرے جمع وتطبیق کے معنی میں۔

مختلف اعتبارات سے تلفیق کی مختلف صورتیں ہیں، جن کے جواز اور عدم جواز کے تعلق سے علماء کی رائیں بھی مختلف ہیں، بعض علماء کے نزدیک تلفیق کی ہر صورت جائز ہے، بعض کے نزدیک ہر صورت ناجائز، جب کہ بعض کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ تلفیق جائز ہے اور یہی راقم کے نزدیک راجح قول ہے۔

نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لئے تلفیق بین المذاہب کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں۔

محور دوم: تتبع رخص

سوال نمبر (۱): تتبع رخص کی لغوی واصطلاحی حقیقت کیا ہے؟

جواب: اس سوال کے اندر دو شقیں ہیں: (الف) تتبع رخص کی لغوی تحقیق۔ (ب) تتبع رخص کی اصطلاحی تحقیق۔

جہاں تک پہلی شق کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تتبع رخص دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک ''تتبع'' سے اور دوسرا ''رخص'' سے، لغوی اعتبار سے تتبع کے کئی معنی ہیں: (۱) ''کسی چیز کا مہلت کے ساتھ آہستہ آہستہ طلب وجستجو کرنا'' ہے، فیومی لکھتے ہیں:

(تَتَبَعْتُ) أحواله: تطلبتها شيئاً بعد شئ في مهلة (المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، ص: ۷۲، المعجم الوجيز، ص: ۷۲، المعجم الوسيط، ص: ۸۱)، ازهری لکھتے ہیں: واما التتبع: فأن تتبع في مهلة شيئا بعد شيء، وفلان يتتبع مَساوي فلانٍ واثرَه، ويتتبع مداقّ الامور ونحو ذلك (تهذيب اللغة: ۲/ ۲۸۲، لسان العرب، ص: ۴۱۷)

''رہی بات تتبع (پیروی یا تلاش) کی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو مہلت اور ٹھہراؤ کے ساتھ ایک کے بعد ایک تلاش کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص، فلاں کے عیوب اور نشانات کی کھوج میں رہتا ہے، یا وہ شخص باریکی سے امور کا تعاقب کرتا ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے، وغیرہ''۔

(۲) ''احاطہ کرنا اور باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینا''، عبدالغنی لکھتے ہیں: **تتبع الموضوع من أوله إلى آخره: تقصّاه، بحثه بحثًا من البداية إلى النهاية(معجم المغنى، ص: ۱۲۵۲، حرف نمبر: ۳۰۲۴۰)** ''اس نے موضوع کا آغاز سے انجام تک بھرپور احاطہ کیا اور اس کا مکمل اور تفصیلی مطالعہ کیا''۔

(۳) ''غور وفکر اور باریک بینی کے ساتھ معائنہ کرنا''، عبدالغنی لکھتے ہیں: **تتبعت أعماله عن قرب: عاينتها ودقّقت فيها بتمهل ورويّة(معجم المغنى، ص: ۱۲۵۲، حرف نمبر: ۳۰۲۴۰)** ''میں نے اس کے اعمال کو قریب سے جانچا اور انہیں سکون واطمینان اور غور وفکر کے ساتھ پرکھا''۔

خلاصہ یہ کہ: ''تتبع'' عربی زبان میں ایسی منظم، تدریجی اور سنجیدہ تلاش کو کہتے ہیں جو ٹھہراؤ، گہرائی اور باریک نظر کے ساتھ کی جائے۔

جہاں تک ''رخص'' کی بات ہے تو یہ ''رخصة'' کی جمع ہے، جس کے معنی ''سہولت ونرمی'' ہے، ''رَخَّص الشارع لنا في كذا ترخيصاً'' اس وقت کہا جاتا ہے، جب شارع نے اسے آسان اور سہل بنایا ہو''، اسی طرح نرم وگداز پوروں کو ''بنان رخص'' کہا جاتا ہے (المصباح المنیر، ص: ۸۵، القاموس المحیط، ص: ۵۷۲)، اب جب ان دونوں لفظوں کو جوڑیں گے تو معنی ہوگا: ''آسانی، سہولت اور نرمی کی ایسی منظم، تدریجی اور سنجیدہ تلاش، جس میں گہرائی اور ٹھہراؤ ہو''۔

رہی بات دوسری شق یعنی اصطلاحی حقیقت کی تو اس کی تعریف میں علماء نے مختلف تعبیرات اختیار کئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

و أن يختار الإنسان القول الأسهل من كل مذهب، لأجل الراحة، أو التشهي، بلامستند علمي. ''انسان راحت وخواہش کی وجہ سے ہر مذہب کے آسان قول کو بغیر علمی دلیل کے اختیار کرے'' **(تبصير النجباء، ص: ۲۸۵، المدخل إلى الفقهى الاسلامى لسلام مدكور، ص: ۳۲۲، الرخص الشرعية: أحكامها وضوابطها لأسامة محمد محمد الصلابى، ص: ۹۲، مجلة كلية أصول الدين والدعوة بالمنوفية، العدد التاسع والثلاثون، عنوان: التلفيق وتتبع الرخص وصلتهما بالتقليد والتمذهب للدكتور ابراهيم عبيد طه أحمد، ص: ۶۳۰، تتبع الرخص بين الشرع والواقع لعبداللطيف بن عبدالله التويجرى، ص: ۲۰)**۔

اس خلاصۂ تعریف میں غور کرنے سے جو اہم بات نکل کر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ: ''تتبع رخص کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں ہوتا؛ بل کہ محض طبیعت کی چاہت پر مبنی ہوتا ہے'' اور ظاہر ہے کہ طبیعت کی چاہت شریعت نہیں۔

سوال نمبر (۲): تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

جواب: تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ میں تین رائیں ہیں:

(الف) تتبع رخص نادرست ہے، اس کے قائلین میں علامہ ابن حزم ظاہری، حافظ ابن عبدالبر، امام غزالی، امام نووی، امام سبکی، علامہ ابن القیم اور امام شاطبی وغیرہم ہیں، پھر ان کے مابین ایسے شخص کے فسق میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ ایسا شخص فاسق ہے، ابن قیم نے امام احمد کے اسی قول کو اختیار کیا ہے، یہی رائے ابواسحق مروزی شافعی کی ہے، جب کہ قاضی ابویعلی نے فسق کو ایسے مجتہد کے ساتھ، جو اپنے اجتہاد کے خلاف جائے اور ایسے عامی کے ساتھ، جو بغیر دلیل کسی بھی قول کو اختیار کرے، مخصوص کیا ہے، اس بارے میں امام احمد کی دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا شخص فاسق نہیں ہے، یہی رائے شوافع میں ابن ابی ہریرہ کی ہے۔

(ب) تتبع رخص مطلقاً جائز ہے، اس کے قائلین میں امام سرخسی، علامہ ابن ہمام، ابن عبدالشکور اور امیر بادشاہ وغیرہم ہیں۔

(ج) رخصت کو اختیار کرنا بعض شرطوں کے ساتھ مقید ہے، پھر ان شرطوں میں اختلاف رائے ہے؛ چنانچہ عز بن عبدالسلام کے نزدیک یہ ''ایسی نہ ہو، جس سے حاکم کے فیصلے کی شرعی حیثیت متاثر ہو، یعنی وہ کسی ایسی قطعی نص، اجماعِ امت، واضح شرعی اصول یا صریح قیاس کے خلاف ہو، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو''، قرافی نے اس میں ایک اور شرط کا اضافہ کیا، وہ یہ کہ: ''مذاہب کے مابین اس طرح جمع نہ کیا جائے، جس سے خرق اجماع لازم آتا ہو''، عطار نے قرافی کی شرط پر مزید دو شرطوں کا اضافہ کیا ہے: (۱) صرف ان مجتہدین کے مدون مسائل میں ہونا چاہئے، جن کے اجتہاد پر امت کا اجماع ہو چکا ہے، جن کے مذاہب مٹ چکے ہیں، ان کے اقوال میں نہیں۔ (۲) ایسا نہ ہو کہ آدمی تمام عزیمتوں کو یکسر چھوڑ دے؛ یہاں تک کہ اس دائرۂ تکلیف سے ہی نکل جائے، جو انسان کو تھوڑی بہت مشقت والے امور کا مکلف بناتی ہے۔

اس بابت مجمع الفقہ الاسلامی نے وضاحت کی کہ محض خواہشِ نفس کی بنیاد پر فقہاء کی رخصتوں کو لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ ایسا کرنا شرعی تکالیف سے آزاد ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے؛ البتہ مخصوص شرائط وضوابط کے تحت رخصت لینا جائز ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) جن اقوال میں رخصت دی گئی ہو، معتبر اور شرعی طور پر تسلیم شدہ فقہاء کے ہوں، شاذ اور غیر معروف اقوال

نہ ہوں۔

(۲) حقیقی ضرورت یا مصلحت کی بنیاد پر رخصت لی جائے، چاہے وہ مصلحت عام ہو یا کسی خاص فرد کے لئے ہو۔

(۳) رخصت لینے والا صاحبِ علم وبصیرت اور رائے کی صلاحیت رکھنے والا ہو، یا کسی ایسے شخص پر اعتماد کرے، جو اس کا اہل ہو۔

(۴) رخصت لینے کا نتیجہ کسی ممنوع یا حرام کام میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنے۔

(۵) رخصت کو اس لئے اختیار نہ کیا گیا ہو کہ اصل حکم پر عمل نہ کرنا پڑے؛ بل کہ مقصد شرعی ہو۔

(۶) جس رخصت پر عمل کیا جارہا ہے، خود صاحبِ رخصت بھی اس پر مطمئن ہو۔ (**مجلة كلية أصول الدين والدعوة بالمنوفية، العدد التاسع والثلاثون، عنوان: التلفيق وتتبع الرخص وصلتهما بالتقليد والتمذهب للدكتور ابراهيم عبيد طه أحمد، ص: ۶۳۸ ـ ۶۴۳**)

راقم کے نزدیک یہی تیسری رائے قابل ترجیح وقابل عمل ہے؛ کیوں کہ شریعت نے مطلق رخصت کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے؛ بل کہ شریعت نے تو خود بہت ساری رخصتیں دے رکھی ہیں، لہٰذا نہ تو مطلق نادرست قرار دیا جائے اور نہ ہی مطلق درست قرار دیا جائے؛ بل کہ بعض شرطوں کے ساتھ درست قرار دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال نمبر (۳): تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

جواب: رخصت اور تتبع رخص کی بحثوں کے مطالعہ کرنے سے اس کی تین قسمیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) مشروع: تتبع رخص کی پہلی مشروع یا محمود ہے، یہ وہ رخصتیں ہیں، جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، جن کی تلاش وتتبع میں کوئی حرج نہیں ہے، الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

الرخص الشرعية الثابتة بالكتاب أو السنة، لا بأس في تتبعها لقول النبي ﷺ: إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه (الموسوعة الفقهية: ۲۲/ ۱۶۴، لفظ: رخصة)

''کتاب وسنت سے ثابت رخصتوں کے تتبع میں کوئی حرج نہیں، آپ ﷺ کے قول ''اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کو اسی طرح پسند کرتا ہے، جس طرح عزائم پر عمل کو پسند کرتا ہے'' کی وجہ سے''۔

رخصت کی اس کی مشروعیت پر بہت ساری آیات واحادیث دال ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ﴾ [البقرة: 185]، دوسری جگہ ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: 78]، ﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَانُ ضَعِيفًا﴾ [النساء: 28]۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ

أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْه(صحيح البخاري، حديث نمبر: 3560، صحيح مسلم، حديث نمبر: 2327)،

دوسری حدیث میں ہے:

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا(صحيح البخاري، حديث نمبر: 3038، صحيح مسلم، حديث نمبر: 1734)

(۲) غیر مشروع: تتبع رخص کی دوسری قسم غیر مشروع یا مذموم ہے، یہ تتبع کی وہ قسم ہے، جسے اصطلاح میں تتبع رخص کہا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ ''انسان خواہش کی وجہ سے ہر مذہب کے آسان قول کو بغیر علمی دلیل کے اختیار کرے''، جمہور علماء تتبع کی اس قسم کو ممنوع قرار دیتے ہیں، محمد بن نظام الدین لکھنوی لکھتے ہیں:

لابدأن لایکون اتباع الرخص للتلهی کعمل حنفی بالشطرنج علی رأی الشافعی قصداً إلی اللهو، وکشافعی شرب المثلث للتلهی به، ولعل هذا حرام بالاجماع؛ لأن التلهی حرام بالنصوص القاطعة(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت: ۴۳۸/۲)

''ضروری ہے کہ رخصتوں کی پیروی محض لہو ولعب کے لیے نہ ہو، جیسے کوئی حنفی شافعی مذہب کے مطابق شطرنج کھیلے محض تفریح کی نیت سے، یا کوئی شافعی مثلث (شراب) کو محض تفریح کے لیے پیئے؛ اور غالباً یہ عمل اجماعاً حرام ہے، کیونکہ لہو ولعب شرعی قطعی دلائل کی روشنی میں حرام ہے''، امام شاطبی اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن فی مسائل الخلاف ضابطا قرآنیاً ینفی اتباع الهوی جملةً، وهو قوله تعالی(فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) وهذا المقلد قد تنازع في مسالته مجتهدان، فوجب ردها الی الله والرسول، وهو الرجوع الی الادلة الشرعیة، و هو أبعد من متابعة الهواء والشهوة، فاختیاره أحد المذهبین بالهواء والشهوة مضاد للرجوع الی الله والرسول، وهذه الآیة نزلت علی سبب في من اتبع هواه بالرجوع الی حکم الطاغوت، ولذلك أعقبها بقوله(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ)(الموافقات: ۸۲/۵)

''پس مسائلِ اختلاف میں ایک قرآنی اصول موجود ہے جو سراسر خواہشاتِ نفس کی پیروی کو باطل قرار دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) یعنی: پس اگر کسی معاملے میں تم اختلاف کرو تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اور یہ مقلد جس مسئلے میں اختلاف کر رہا ہے، اس میں دو مجتہدین کا اختلاف موجود ہے، لہٰذا لازم ہے کہ وہ اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹائے، یعنی شرعی دلائل کی طرف رجوع کرے اور یہی طریقہ خواہشات

اورنفسانی میلانات کی پیروی سے دور ہے، پس اگر وہ کسی ایک مذہب کومحض خواہشِ نفس یا شہوت کی بنیاد پر اختیار کرتا ہے تو یہ اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے منافی ہے اور یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے خواہشِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے طاغوت کے فیصلے کی طرف رجوع کرتے ہیں، اسی لیے اس کے فوراً بعد فرمایا: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ.)۔

ان حضرات کی دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے: ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ [المائدة:49]، اس آیت میں بھی اتباع ہوا سے روکا گیا ہے، یہ اوران جیسی دلیلوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غیر مشروع تتبع رخص نادرست ہے۔

(۳) محتمل: تتبع رخص کی تیسری قسم محتمل یا مختلف فیہ ہے، یعنی متعدد مسائل میں مختلف مذاہب کی رخصتوں کو اختیار کیا جائے؛ لیکن یہ ہوائے نفسانی اور دین کو مذاق بنانے کی نیت سے نہ ہو، حاجت وضرورت یا پھر اس مقصد کے تحت ہو کہ شریعت نے آسانی کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، تتبع رخص کی اس قسم کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں علماء کی آراء مختلف فیہ ہے؛ چنانچہ:

(الف) جمہور شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

ماخير عمار بين أمرين إلا اختار أشدهما (سنن الترمذی، باب مناقب عمار بن یاسر، حدیث نمبر:۳۷۹۹)

تتبع رخص کے عدم جواز پر اجماع ہے۔

تتبع رخص طوق تکلیف کو نکالنے دینے والا عمل ہے، اسی لئے بعض سلف کہا کرتے تھے: من تتبع الرخص، تزندق۔

تتبع رخص کی وجہ سے ایسی تلفیق لازم آتی ہے، جس کی وجہ سے خرق اجماع لازم آتا ہے۔

تتبع رخص اتباع ہوا کا سبب بنتا ہے، لہٰذا سد ذریعہ کے طور پر درست نہیں۔

(ب) جمہور احناف اس کے جواز کے قائل ہیں، ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْر

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ

يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا

كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْه(صحيح البخاری، كتاب المناقب، حديث نمبر: ۳۵۶۰)

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا(صحيح البخاری، كتاب العلم، حديث نمبر: ۶۹)

إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه(مسند احمد، من مسند عبدالله بن عمر، حديث نمبر: ۵۸۶۶)

أحب الدين إلى الله الحنفية السمحة(سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۲/ ۵۴۱، الكامل فی ضعفاء الرجال للجرجانی: ۵/ ۳۱۳)

ہر چیز کی اصل ''اباحت'' ہے اور تتبع رخص کی ممانعت نہ شرعاً ثابت ہے، نہ عقلاً۔

تتبع رخص اللہ کی طرف سے بندوں پر لطف وانعام ہے، لہٰذا یہ شریعت کے مقاصد کے مطابق ہے۔

ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، لہٰذا بغیر نکیر کے کسی کے قول کو اختیار کرسکتا ہے۔

(ج) بعض فقہاء (جیسے: امام قرافی، امام ابن تیمیہ) کی رائے یہ ہے کہ یہ چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے، وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱) رخصتوں کے پیچھے چلنے سے شریعت کے قطعی مصادر (نص، اجماع، یا واضح قیاس) کی صریح مخالفت لازم نہ آجائے۔

۲) رخصتوں کی اتباع مجتہدین کے مدوّن مسائل میں ہی ہو اور یہ مجتہدین صرف چار ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد) ہوں، ان کے علاوہ نہ ہوں۔

۳) رخصتوں اور عزیمتوں دونوں پر عمل کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ سارا عمل صرف رخصتوں پر ہو، جس سے اس کے ذمہ سے تکلیفِ شرعی کا بندھن ختم ہوجائے۔

۴) رخصتوں کا اتباع اصولِ ترجیح کے مطابق ہو۔

ان حضرات کے دلائل وہی ہیں، جو مانعین اور مجوزین کے دلائل ہیں۔

قول راجح

راقم کے نزدیک تیسرا قول راجح معلوم ہوتا ہے، ایک تو اس لئے کہ یہ ''قول وسط'' ہے، دوسرے اس لئے کہ جب دونوں طرح دلائل ہوں تو نہ مطلق اجازت دی جاسکتی ہے اور نہ ہی مطلق منع، ایسی صورت میں چند شرطوں کے ساتھ اجازت دیا جانا بہتر ہے؛ تاکہ دونوں دلائل کی رعایت ہوجائے، تیسرے اس لئے کہ یہ شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے، ہذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب! (تفصیلات کے لئے مزید دیکھئے: مجلة كلية الدراسات

الاسلامیة والعربیة للبنات بالاسکندریة، المجلد السادس من العدد السابع والثلاثین، بعنوان: تتبع الرخص الفقهیة: أدوات التمویل الاسلامی أنموذجاً للدکتوراة نورة بنت محمدبن عبدالرحمن آل الشیخ، ص: ۱۵۱۔۱۶۲)

سوال نمبر (۴): تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

جواب: اس کا جواب سوال نمبر (۳) کے جواب میں گزر چکا۔

سوال نمبر (۵): تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب دونوں ایک ہیں یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا فرق ہے؟

جواب: تتبع رخص اور تلفیق کے مابین بہت گہرا تعلق ہے؛ لیکن دونوں کے درمیان کچھ فرق بھی ہے، وہ فروق یہ ہیں:

۱) تتبع رخص یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں آسان قول اختیار کیا جائے، جب کہ تلفیق یہ ہے کہ ایک ہی مسئلے میں مختلف اقوال کو ملا کر نیا قول بنالیا جائے۔

۲) تلفیق میں بعض اوقات ایسا قول وجود میں آتا ہے، جو کسی بھی مجتہد کا نہیں ہوتا، جب کہ رخصت میں کسی ایک مجتہد کے معتبر قول پر عمل کیا جاتا ہے۔

۳) تلفیق بعض صورتوں میں اجماع کی مخالفت تک لے جاسکتی ہے، برخلاف رخصت کے، جو کسی معتبر قول کے مطابق ہوتی ہے۔ (دیکھئے: تتبع الرخص بین الشرع والواقع لعبداللطیف التویجری، ص: ۲۵)

سوال نمبر (۶): دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟

جواب: مسائل کا حل پیش کرنا امت کے فقہاء اور علماء کا کام ہے، اس کے لئے وہ ہر اس طریقہ کو اختیار کر سکتے ہیں، جس میں انھیں شرعی حدود کے دائرہ سے باہر نہ نکلنا پڑے، اگر شرعی حدود سے باہر نکل کر حل کریں گے تو یہ قابل قبول نہیں ہوگا، تتبع رخص کی بحثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور مختلف فیہ مسائل میں بہت کچھ گنجائش رہتی ہے، اسی گنجائش کے نتیجہ میں بیسیوں مسائل کا حل نکالا گیا ہے، الحیلۃ الناجزۃ اس کی متفقہ علیہ مثال ہے، لہٰذا دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے،

البتہ اس کے لئے راقم کے نزدیک وہی شرطیں ہیں، جو اس کے جواز کے لئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱) رخصتوں کے پیچھے چلنے سے شریعت کے قطعی مصادر (نص، اجماع، یا واضح قیاس) کی صریح مخالفت لازم نہ آجائے۔

۲) رخصتوں کی اتباع مجتہدین کے مدوّن مسائل میں ہی ہو اور یہ مجتہدین صرف چار ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام

مالک، امام شافعی، امام احمد) ہوں، ان کے علاوہ نہ ہوں۔

۳) رخصتوں اور عزیمتوں دونوں پر عمل کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ سارا عمل صرف رخصتوں پر ہو، جس سے اس کے ذمہ سے تکلیفِ شرعی کا بندھن ختم ہو جائے۔

۴) رخصتوں کا اتباع اصولِ ترجیح کے مطابق ہو۔

۵) تتبع رخص کسی ضرورت یا حاجت کی وجہ سے ہو۔

۶) تتبع رخص ممنوع تلفیق کا سبب نہ بنے۔

سوال نمبر (۷): کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: سابق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ضرورت وحاجت کی بنیاد پر تتبع رخص پر عمل کی گنجائش ہے، تو ضرورت کبھی انفرادی ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی، اور شریعت نے دونوں ضرورتوں کی رعایت کی ہے، لہٰذا راقم کے نزدیک ضرورت کی صورت میں انفرادی فتاوی میں بھی مفتی تتبع رخص پر عمل کر سکتا ہے، غازی عتیبی لکھتے ہیں:

من محاسن المفتي التيسير على المستفتي في حدود ضوابط التيسير التي دل عليها الشرع، فلايذهب بالمستفتي مذهب الشدة، ولايميل إلى الانحلال والتفريط (التلفيق بين المذاهب وآثاره في تيسير الفتوى، ص: ۵۰)

''مفتی کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شرعی طور پر مقرر کردہ آسانی کے اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے سائل کے لیے آسانی فراہم کرے؛ پس وہ نہ تو سائل کو شدت والے مذہب کی طرف لے جائے اور نہ ہی نرمی میں اس حد تک چلا جائے کہ دین میں ڈھیل اور کوتاہی پیدا ہو''۔

خلاصہ بابت تتبع رخص

عام اصطلاح میں تتبع رخص ''انسان کی راحت وخواہش کی وجہ سے ہر مذہب کے آسان قول کو بغیر علمی دلیل کے اختیار کرنے'' کو کہتے ہیں۔

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض کے نزدیک یہ مطلق نادرست ہے، بعض کے نزدیک مطلق درست ہے، جب کہ بعض کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ درست ہے اور یہی راقم کے نزدیک راجح ہے۔

تتبع رخص کی تین قسمیں ہیں: ایک مشروع یا محمود، یہ وہ رخصتیں ہیں، جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، جن کی تلاش وتتبع میں کوئی حرج نہیں ہے، دوسری قسم: غیر مشروع یا مذموم، یہ تتبع کی وہ قسم ہے، جسے اصطلاح میں تتبع رخص کہا

جاتا ہے، جمہور علماء اس قسم کو ممنوع قرار دیتے ہیں، تیسری قسم: محتمل یا مختلف فیہ ہے، یعنی متعدد مسائل میں مختلف مذاہب کی رخصتوں کو اختیار کیا جائے؛ لیکن یہ ہوائے نفسانی اور دین کو مذاق بنانے کی نیت سے نہ ہو، حاجت وضرورت یا پھر اس مقصد کے تحت ہو کہ شریعت نے آسانی کو اختیار کرنے اجازت دی ہے، تتبع رخص کی اس قسم کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں علماء کی آراء مختلف ہیں، بعض علی الاطلاق نادرست قرار دیتے ہیں، بعض علی الاطلاق درست قرار دیتے ہیں، جب کہ بعض چند شرطوں کے ساتھ درست قرار دیتے ہیں اور راقم کے نزدیک یہی راجح ہے۔

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب کے مابین گہرا تعلق ہے؛ لیکن دونوں مکمل طور پر ایک ہی نہیں ہیں؛ بل کہ ان کے مابین کچھ فرق ہے۔

دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے۔

مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کر سکتے ہیں۔

تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص سے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا آفتاب عالم ندوی دھنبادی۔جھارکھنڈ

سوال نمبر ایک کا جواب:

تلفیق کے لغت میں کئی معانی ہیں: بات کو بنا سنوار کر اور دجل وفریب کے ساتھ پیش کرنا، کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سینا، تلاش کے باجود کسی چیز کا نہ ملنا، موافقت وصواب، (لسان العرب، معجم الرائد، المعجم الوسیط، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ، وغیرھا)

تلفیق کے اصطلاحی معانی:

التلفيق هو الجمع بين آراء و اقوال أكثر من مذهب فقهي في مسألة واحدة أو عبادة واحدة أو معاملة واحدة على وجه يؤدي إلى صورة من العمل لا يقرها أي مذهب من المذاهب الاربعة، لو نظر إليها منفردا بل قد يحكم كل مذهب ببطلان تلك الصورة (القول السديد في بعض مسائل الاجتهاد والتقليد، التلفيق بين المذاهب الفقهية و آثاره في تيسير الفتوى، التلفيق في الاجتهاد والتقليد، التحقيق في بطلان التلفيق، الموسوعة الفقهية الكويتية)

مذکورہ بالا تعریف اہل اصول کے نزدیک ہے، فقہاء تلفیق کو دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں: ایک معنی ضم کے ہیں، جب کہ دوسرے معنی جمع وتوفیق کے ہیں، ویستعملونه أيضا بمعنى التوفيق والجمع بين الروايات المختلفة في المسألة الواحدة (الموسوعة الفقهية ج ۱۳، ص ۲۸۶)

سوال نمبر دو، تین اور چار کے جوابات:

تلفیق کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) ایک ہی مسئلہ میں تلفیق: ایک ہی مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ فقہی آراء کو اس طرح ملا دینا کہ اس سے ایک نیا حکم نکل آئے اور یہ حکم کسی فقہی مکتبہ فکر کے مطابق نہ ہو، اس سلسلہ میں اہل علم وفقہ مختلف رائے رکھتے ہیں، امام الحرمین اور سفارینی اسے مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، اسکے برعکس اکثر احناف اس صورت کو جائز کہتے ہیں، ان احناف میں علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن عابدین شامل ہیں، تلفیق کا جواز چند شرطوں کے ساتھ: یہ رائے معتدل اور متوازن

ہے، دوسرے قول اور اس آخری قول کے دلائل مشترک ہیں، تیسرے قول والوں نے شرطیں بڑھادی ہیں۔

(۲) مختلف مسائل میں تلفیق: اسکے جواب کیلئے چند دوسرے سوالوں کا جواب ضروری ہے،، سوال یہ ہیکہ غیر مجتہد کیلئے کسی متعین مذہب کی تقلید ضروری ہے یا نہیں؟ تقلید کو ضروری سمجھنے والوں کے نزدیک مختلف مسائل میں تلفیق درست نہیں اور جو لوگ متعین مسلک کی تقلید کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں انکے نزدیک مختلف مسائل میں تلفیق میں کوئی حرج نہیں۔

ایسی تلفیق جسکا نتیجہ تمام مسالک اور اجماع کے خلاف ہو، دین کا مذاق یا لوگوں کیلئے ضرر و فساد کا ذریعہ بنے، ظاہر ہے کہ ایسی تلفیق کا جواز نہیں ہوگا، لیکن اگر نتیجہ باطل نہ نکلے، مقاصد شریعت سے متصادم نہ ہو تو جیسا کہ گزرا کہ اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، مجبوراً اور ضرورتاً تلفیق درست ہوگی، محض سہولت کے حصول کے لئے تلفیق اکثر علماء کے نزدیک درست نہیں؛ لیکن نئے مسائل کو حل کرنے میں تلفیق سے مدد ملے تو مدد لینی چاہیے، مفتی بھی ضرورت سمجھے تو تلفیق سے مدد لے سکتا ہے۔

(تتبع رخص)

لغوی معنی: تتبعت أي طلبت شيئا بعد شئ في مهلة، رخص: رخصۃ کی جمع ہے، سہولت کے معنی میں: تتبع رخص کے اصطلاحی معنی: هو أن يختار الانسان القول الأسهل من كل مذهب لأجل الراحة أو التشهي بلا مستند علمي، (تبصير النجباء، الرخص الشرعية)،

تتبع رخص کے سلسلہ میں اہل علم کی رائے:

تتبع رخص درست نہیں، اسکے قائلین میں ابن حزم ظاہری ابن عبد البر، امام نووی، امام شاطبي، ابن القیم وغیرہم ہیں، دوسری رائے: مطلقاً جائز ہے، اسکے قائلین میں امام سرخسی، ابن الہمام جیسے بڑے نام ہیں، تیسری رائے: کچھ شرطوں کے ساتھ جائز ہے، یہی رائے سب سے بہتر ہے۔

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاہب میں فرق؟ تتبع رخص یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں آسان کو اختیار کرنا، اور تلفیق میں ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال کو ملا کر نیا قول بنالینا یا الگ الگ مسائل میں الگ الگ مذہب و مسلک کو اختیار کرنا۔

مسائل کو حل کرنے میں رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ قیود و شرائط کے ساتھ مدد لینی چاہیے، اہل افتاء بھی رخص کی بنیاد پر فتوی دے سکتے ہیں، ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب و وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین!

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مولانا صابر حسین ندوی

محور اول: تلفیق

تلفیق لغت واصطلاح میں

'تلفیق' اصل میں 'لفق' کا مصدر ہے، لغت میں اس کے متعدد معنی آتے ہیں، مثلاً کسی چیز کو ملا دینا، نرمی و گداز اور مزین جھوٹ وغیرہ، تلفاق اور لفاق (بکسر الام) ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے ملا دینے کو کہتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: 'لفقت الثوب، یعنی ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے ملا کر سی دیا۔ (لسان العرب: ۱۰/ ۳۳۰، مجمع البحرین: ۵/ ۲۳۳) اصطلاح میں فقہاء تلفیق سے وہ عمل مراد لیتے ہیں جس میں دو عمل کو ضم کر دیا گیا ہو جیسے عندالشوافع کسی نے جمعہ کی نماز شروع کی امام کے ساتھ؛ لیکن ازدحام کی وجہ سے وہ رکوع نہ کر سکا اور امام نے دوسری رکعت شروع کی اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے اجازت ہے کہ پہلا رکوع مکمل کرے اور نماز پوری، اس طرح وہ جمعہ پانے والا کہلائے گا۔ (یہ مثال کتب شوافع میں درج ہے، دیکھئے: روضۃ الطالبین: ۱/ ۱۶۲، اسنی المطالب: ۱/ ۲۵۵....؟)

حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کا عذر ساقط ہو گیا اور امام دوسری رکوع سے اٹھ گیا تو وہ آئے گا اور جمعہ میں شامل ہوگا، اس کی نماز درست ہوگی بالتلفیق، شیخین کے نزدیک تشہد ہو یا سجدہ سہو کسی وقت بھی شامل ہو جائے تو مدرک جمعہ شمار کیا جاتا ہے، امام محمد کے نزدیک جمعہ کی دوسری رکعت کا اکثر حصہ ملنا ضروری ہے، مالکیہ سے دو قول مروی ہے کہ ازحام کی وجہ سے امام کے ساتھ بعد سلام مل پایا تو جمعہ یا ظہر پڑھے! (تبیین الحقائق: ۱/ ۲۲۲، مواہب الجلیل: ۲/ ۸۲)

اسی طرح ایک ہی عمل میں مختلف فقہاء کی آراء کو اس طرح اختیار کرنا بھی تلفیق ہے کہ بہ حیثیت مجموعی وہ عمل ان میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو: **القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في أي مذهب من المذاهب** - (**معجم لغة الفقهاء**: ۱۴۴) صاحب قواعد الفقہ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کی اتباع میں رخصت تلاش کرنا، سہولت پسندی اختیار

کرنا: التلفیق: ہو تتبع الرخص عن ہوی. (لغۃ الفقہاء: ۲۳۶)

فقہاء نے اس کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں، جیسے کوئی وضوء میں اعضاء کو بلا ترتیب دھوئے اور اس میں امام ابو حنیفہ کے قول کو اختیار کرے؛ کہ حنفیہ کے یہاں ترتیب واجب نہیں ہے اور نکسیر پھوٹ جائے پھر بھی اعادہ وضوء نہ کرے اور اس میں امام شافعی کی رائے اختیار کرلے، اگر دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے اختیار کی تو اس کا شمار تلفیق میں نہ ہوگا، جیسے فقہ شافعی کے مطابق کپڑے پاک کئے اور فقہ حنفی کے مطابق نماز ادا کی: **لا في مسئلتين كما إذا طهر الثوب بمذهب الشافعي و صلى بمذهب أبي حنيفة-** (عقد الجيد: ۶۲)

تلفیق میں تین مسالک

فقہاء واصولیین کی تصریح سے پتہ چلتا ہے کہ تلفیق کو قبول ورد میں تین مسالک ہیں:

(۱) تلفیق مطلقاً ناجائز

(۲) تلفیق مطلقاً جائز

(۳) چند شرائط کے ساتھ جائز

(۱) تلفیق مطلقاً ناجائز

ساتویں صدی ہجری سے پہلے فقہاء کے ہاں تلفیق کا ذکر نہیں ملتا، دسویں صدی ہجری کے بعد کے فقہاء ہی نے اس کا ذکر کیا ہے، (ردالمحتار: ۱/ ۵۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلفیق کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، (أصول الفقہ الاسلامی: ۲/ ۱۱۴۲-ڈاکٹر زحیلی) حصکفی بھی اس پر اجماع کے مدعی ہیں:

الحكم الملفق باطل بالإجماع. اور علامہ شامی بھی اس کے مؤید ہیں، علامہ حصکفیؒ کہتے ہیں: **المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة، مثاله متوضئ سال من بدنه دم و لمس امرأة ثم صلى، فإن صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعي و الحنفي، و التلفيق بّاطل فصحته منتفية.** (ردالمحتار: ۱/ ۵۱)

''حکم سے مراد حکم وضعی ہے، جیسے صحیح ودرست ہونا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک باوضوء شخص کے جسم سے خون بہہ پڑے اور وہ کسی عورت کو بھی چھولے پھر نماز ادا کرے، تو اس کی نماز کی صحت شافعی اور حنفی مذہب سے تلفیق شدہ ہے اور تلفیق باطل ہے؛ لہذا اس کی نماز درست نہیں ہوگی''۔

عام فقہاء مالکیہ کی شدت کے برخلاف گو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جزوی انتقال کی بابت قرافی کے یہاں کشادہ چشمی پائی جاتی ہے، مگر تلفیق کی صورت کو وہ بھی منع کرتے ہیں، (تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۴) ڈاکٹر زحیلی نے یہی قول فقہاء شوافع میں شیخ علی جمہوری سے نقل کیا ہے، (أصول الفقہ الاسلامی: ۲/ ۱۱۴۳) یہی

رائے رویانی اور ابن دقیق العید جیسے مایہ ناز فقہاء کی بھی ہے۔(التقریر والتحریر: ۳۵۲/۳)

دو دلیلیں

تلفیق کی ممانعت پر ان حضرات کی دو دلیلیں ہیں، اول تو وہی کہ تلفیق کے ممنوع ہونے پر امت کا اجماع ہے، جیسا کہ ابن حجر اور حصکفی کی تحریریں گذر چکیں، دوسرے یہ کہ تلفیق کی صورت میں خرق اجماع لازم آتا ہے؛ کیوں کہ اگر ایک شخص وضوء کے بعد مس مرأہ (عورت کو چھونے) کا مرتکب ہوا اور فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے وضوء کا اعادہ نہ کرے اور نکسیر پھوٹ پڑے اور اس کیلئے وضوء نہ کرے، کہ اس مسئلہ میں اس نے فقہ شافعی پر عمل کیا ہے تو اس طرح وہ ایسے وضوء کے قائم رہنے پر اصرار کر رہا ہے، جس کے نہ احناف قائل ہیں اور نہ شوافع، اس طرح گویا وضوء کے باقی نہ رہنے پر اجماع ہے اور تلفیق کے ذریعہ اجماع کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

(۲) تلفیق مطلقاً جائز

جو لوگ تقلید شخصی کو لازم قرار نہیں دیتے اور بلا کسی سبب خاص کے بھی جزوی انتقال کو درست قرار دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے یہاں تلفیق میں چنداں قباحت نہیں، ابن ہمام اس نقطہ نظر کے بڑے وکیل ہیں اور ان کے شاگرد امیر بادشاہ نے مانعین کی دلیل کا رد کیا ہے، ابن نجیم بھی چوں کہ ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول کو درست سمجھتے ہیں؛ اس لئے ان کا بھی تلفیق کو جائز قرار دینا عجیب نہیں؛ لیکن ابن نجیم نے ایک مسئلہ میں فتاوی بزازیہ سے ایسی رائے نقل کی ہے جو صاحب بزازیہ کے نزدیک بھی تلفیق کے جواز کو ظاہر کرتی ہے؛ چنانچہ پہلے وقف کے مسئلہ میں اپنی رائے لکھتے ہیں:

ویمکن أن توخذ صحة الاستبدال من قول أبي یوسف و صحة البیع بغبن فاحش من قول أبي حنیفة بناء علی جواز صحة التلفیق في الحکم من قولین.

''ممکن ہے کہ وقف کی تبدیلی کا صحیح ہونا قاضی ابو یوسف کے قول سے اور غبن فاحش کے ساتھ بیع کا صحیح ہونا امام ابو حنیفہ کے قول سے اخذ کیا جائے، اس بناء پر کہ جائز ہے کہ دو قول سے حکم لے کر تلفیق کو درست کیا جائے''۔

پھر اس مرکب مسئلہ کی تقویت کیلئے کہتے ہیں:

قال في الفتاوی البزازیة من کتاب الصلاة من فصل زلة القاری: و من علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء في القرأة آخذاً بمذهب الإمام الشافعي، فقال الباقو هجي مذهبه من غیر الفاتحة فقال: اخذت من مذهبه للاطلاق و ترکت القید لما تقرر في کلام محمد أن المجتهد یتبع الدلیل لا القائل حتی صح القضاء بصحة النکاح بعبارة النساء علی الغائب انتهی. (رسائل ابن نجیم: ۲۴، الرسالة الثانیة و الثلاثون فی صورة بیع الوقف)

''بزازیہ کی 'کتاب الصلوۃ، فصل زلۃ القاری' میں ہے کہ بعض علماء خوارزم نے امام شافعی کے مذہب کو قبول کر کے قراءت قرآن میں خطا کو موجب فساد نہیں مانا ہے، پس باقوہجی نے کہا کہ امام شافعی کی یہ رائے سورہ فاتحہ کے علاوہ میں ہے؛ لہذا وہ کہتے ہیں کہ میں نے مطلق قرآت کے متعلق ان کا مذہب لے لیا اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ کی قید ترک کر دی؛ کیونکہ امام محمد کے کلام میں ثابت ہو چکا ہے کہ مجتہد دلیل کی پیروی کرتا ہے نہ کہ صاحب قول کی؛ چنانچہ ولی کے غائب ہونے کی صورت میں عورتوں کی عبارت سے نکاح کی صحت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے (حالاں کہ امام شافعی کے ہاں عورتوں کی عبارت سے نکاح نہیں ہوتا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شخص غائب کے خلاف قضاء جائز نہیں)''۔

علامہ شامی نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں شیخ طرطوسی اور علامہ ابوسعود حنفی سے تلفیق کا جواز نقل کیا ہے، (أصول الفقہ الاسلامی الزحیلی: ۱۱۴۷/۲) اور تو اور خود مالکیہ میں ابن عرفہ اور علامہ عدوی سے تلفیق کا جواز منقول ہے، (حاشیہ دسوقی علی الشرح الکبیر: ۱/۲۰، مقدمہ) شفشاونیؒ بھی جواز کے قائل ہیں؛ البتہ بیجوری کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، (أصول الفقہ الاسلامی الزحیلی: ۲/۱۱۴۸) علماء ہند میں شاہ ولی اللہ صاحب کا رجحان بھی تلفیق کے جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ (عقد الجید: ۶۳)

مانعین کے دلائل پر ایک نظر

اس سلسلہ میں تین باتیں قابل ملاحظہ ہیں:

پہلی بات: جہاں تک تلفیق کے عدم جواز پر ابن حجر اور حصکفی کا دعوی اجماع کی بات ہے تو اس اجماع کا حال اب محتاج اظہار نہیں رہا کہ اجماع مجتہدین کا معتبر ہے نہ کہ مقلدین کا؛ چنانچہ بزدوی کہتے ہیں:

أهلية الإجماع إنما تثبت بأهلية الكرامة... وذلك أي ثبوت الأهلية من كل مجتهد ليس فيه هوى أي بدعة ولا فسق. (كشف الاسرار على البردوی: ۴/۴۴۳، باب اهلية الاجماع)

''اجماع کی اہلیت اس شخص کے حق میں ثابت ہوتی ہے جو کرامت کا اہل ہو اور یہ ہر اس مجتہد کو حاصل ہے جس میں خواہش نفس کی پیروی اور فسق نہ ہو''۔

اور مسئلہ تلفیق پر گفتگو ہی باب اجتہاد بند ہونے کے صدیوں بعد شروع ہوئی ہے،

دوسری بات: اس کے بعد کے ادوار میں جس بات کو ابن ہمام و ابن نجیم جیسے اساطین فقہاء اور مختلف دبستان فقہ کے اکابر علماء نے رد کیا ہو اور جس کے مجوزین کی فہرست بھی قریب قریب اسی قدر طویل ہو جتنی مانعین کی، اس کو کیوں کر خلاف اجماع کہا جا سکتا ہے؟

تیسری بات: رہ گئی خرق اجماع کی بات، تو مانعین تلفیق کی اس دلیل پر مجوزین نے بحث کی ہے، ابن امیر الحاج نے اس ذیل میں رویانی کا کلام اور اس پر قرافی کی جو گرفت نقل کی ہے، وہ قابل ملاحظہ ہے، فرماتے ہیں:

''رویانی کا خیال ہے کہ مذاہب کی تقلید اور ان کی طرف عدول تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے: دونوں کا مجموعہ خلاف اجماع صورت اختیار نہ کرتا ہو، جیسے بلا مہر، بلا ولی اور بلا گواہان نکاح کیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس صورت کے جواز کا قائل نہیں ہے، دوسرے: جس کی تقلید کرے، اس کے بارے میں احادیث تک رسائی میں تفوق وفضل کا عقیدہ رکھتا ہو اور اندھے پن میں کسی امی کی تقلید نہ کر بیٹھے، تیسرے مذاہب کی سہولت کی تلاش وتتبع مقصود نہ ہو... قراضی نے اس پر استدراک کیا ہے کہ اگر مقصود تتبع رخص کی ایسی صورت کو منع کرنا ہو جس میں قضاء قاضی بھی ٹوٹ جاتا ہے اور وہ چار صورتیں ہیں کہ حکم قاضی اجماع، قواعد مسلمہ، نص یا قیاس جلی کے خلاف ہو تو یہ بہتر ہے، اور اگر رخص سے مراد یہ ہو کہ جس میں مکلف کیلئے سہولت ہو، خواہ کوئی سی بھی رخصت ہو تو پھر تو لازم آئے گا کہ پانی، جانوروں کے فضلہ اور معاملات میں الفاظ کے ترک کئے جانے کے مسائل میں امام مالک کی تقلید خلاف تقوی ٹھہرے؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اور پہلی شرط پر یہ تنقید کی ہے کہ کسی مرکب صورت کے درست نہ ہونے پر مذکورہ اتفاق مضر نہیں؛ کیوں کہ مثلاً امام مالک یہ نہیں کہتے کہ جس نے مہر کے نہ ہونے میں امام شافعی کی تقلید کی اس کا نکاح باطل ہے ورنہ تو لازم آئے گا کہ شوافع کے نکاح ان کی نگاہ میں باطل ٹھہریں، اور نہ ہی شوافع یہ کہتے ہیں کہ گواہان کے نہ ہونے میں جس نے امام مالک کی تقلید کی، اس کا نکاح باطل ہے، ورنہ تو شوافع کی نظر میں مالکیہ کے نکاح باطل ٹھہریں گے''۔ (التقریر والتحبیر: ۳/ ۳۵۲)

تاہم خود ابن امیر الحاج کا رجحان رویانی کی طرف ہے؛ چنانچہ قرافی کی تنقید ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: **لكن في هذا التوجيه نظر غير خاف.** (التقرير والتحبير: ۳/ ۳۵۳) ''لیکن اس تنقید میں نظر ہے، جو مخفی نہیں ہے''۔ اب ابن ہمام کے دوسرے شاگرد امیر بادشاہ کا تبصرہ بھی مانعین تلفیق کی اس دلیل پر دیکھ لیجئے، فرماتے ہیں:

هذا الفارق لا نسلم أن يكون موجباً للحكم بالبطلان وكيف نسلم والمخالفة في بعض الشروط أهون من المخالفة في الجميع فيلزم الحكم بالصحة في الأهون بالطريق الأولى؟ ومن يدعي وجود فارق أو وجود دليل آخر على بطلان صورة التلفيق على خلاف الصورة الأولى فعليه بالبرهان، فان قلت: لا نسلم كون المخالفة في البعض أهون من المخالفة في الكل؛ لان المخالف في الكل تتبع مجتهداً واحدا في جميع ما يتوقف عليه صحة العمل وههنا لم يتبع واحداً، قلت: هذا إنما يتم لك إذا كان معك دليل من نص أو إجماع أو قياس قوى يدل على أن العمل إذا كان له شروط يجب على

المقلد اتباع مجتهد واحد في جميع ما يتوقف عليه ذلك ، فأت به إن كنت من الصادقين .(تيسير التحرير: ۴/۲۵۵)

''یہ ایسا فارق نہیں جسے ہم حکم کے لئے موجب بطلان تسلیم کرلیں، اور ہم کیوں کر یہ تسلیم کر سکتے ہیں، جب کہ بعض شرطوں میں اختلاف کل میں اختلاف سے کمتر ہے؛ لہذا اس کمتر میں بدرجہ اولی صحت کا حکم لگانا ضروری ہوگا، اگر کوئی وجہ فرق یا پہلی صورت کے برخلاف تلفیق کے باطل ہونے پر کوئی دلیل رکھتا ہو تو اسے ضرور پیش کرنا چاہئے، اگر تم یہ کہو کہ ہمیں بعض احکام میں اختلاف کا تمام احکام میں اختلاف کے مقابلہ کمتر ہونا تسلیم نہیں؛ اس لئے کہ تمام احکام میں اختلاف کی صورت میں وہ ان تمام امور میں ایک ہی مجتہد کا پیرو رہتا ہے جن پر عمل کا صحیح ہونا موقوف ہے، اور یہاں اس نے ایک ہی مجتہد کی اتباع نہیں کی ہے تو میں کہوں گا کہ یہ بات اسی وقت ہوسکتی ہے کہ تمہارے پاس نص، اجماع یا قیاس قوی کی کوئی ایسی دلیل موجود ہو جو بتائے کہ اگر ایک عمل کے لئے کئی شرطیں ہوں تو مقلد پر اس عمل کے تمام لوازم میں ایک ہی مجتہد کی اتباع ضروری ہے، تو اگر واقعی ایسی کوئی دلیل تمہارے پاس موجود ہے تو پیش کرو تو سہی، اگر تم سچے ہو''۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس مسئلہ پر یوں بحث کی ہے:

ومنهم من قال لا يلفق بحيث يترك حقيقة ممتنعة في مسئلة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب ثم خرج منه الدم السائل لا في مسئلتين كما اذا طهر الثوب بمذهب الشافعي وصلى بمذهب أبي حنيفة ، ويتجه أن يقال فيه بحث ؛ لأنه إن كان المقصود من هذا القيد أن لا يخرج مجموع ما انتحله من الاتفاق فهو حاصل في مسئلتين أيضاً ، وان كان المقصود أن لا يخرج هذه المسئلة وحدها من الاجماع فيكفي عنه اشتراط كونه مذهباً للاجتهاد فيه مساغ .(عقد الجيد: ۶۳-۶۲)

''بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک ہی مسئلہ میں اس طرح تلفیق نہ کی جائے کہ وہ اپنی مرکب حیثیت میں (دونوں کے نزدیک) غیر درست ہو، جیسے وضوء بلا ترتیب کیا جائے اور پھر اس سے بہتا ہوا خون نکلے، اور الگ الگ مسئلوں میں تلفیق میں قباحت نہیں، جیسے امام شافعی کے مذہب پر کپڑا پاک کیا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر نماز ادا کی، اور یہ محل غور ہے؛ کیوں کہ اگر اس قید سے یہ مقصود ہے کہ اس کا مجموعی عمل دائرہ اتفاق سے باہر نہ نکلے تو یہ بات اس صورت میں بھی فوت ہو رہی ہے جب کہ دو مختلف مسئلوں میں دو فقہاء کی رائے پر عمل کرے؟ اور اگر یہ مقصود ہے کہ تنہا یہ مسئلہ اجماع کی حد سے باہر نہ ہو جائے تو اتنی شرط لگانا کافی ہے کہ وہ مسئلہ مجتہد فیہ ہو، کیوں کہ مجتہد فیہ مسائل میں گنجائش ہے''۔

اس مسئلہ پر فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ نے جواز وعدم جواز دونوں پہلوؤں پر

بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ’’راقم الحروف کا خیال ہے کہ تلفیق سے گو ایک درجہ میں اجماع یا اتفاق رائے کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، مگر یہ ایسے اجماع یا اتفاق کی خلاف ورزی ہے جو اختلاف دلیل کے ساتھ ہوا ہے اور جو اتفاق اختلاف دلیل پر مبنی ہو۔ جو اجماع مرکب کہلاتا ہے۔ وہ حجت نہیں ہے کہ اگر ان میں سے ایک نے بھی دلیل سے رجوع کرلیا تو اجماع جاتا رہا:

فالمرکب ما اجتمع علیه الآراء علی حکم الحادثة مع وجود الاختلاف فی العلة، ومثاله الاجماع علی وجود الانتقاض عند القئی و مس المرأة، أما عندنا فبناء علی القئ، وأما عنده فبناء علی المس، ثم هذا النوع من الاجماع لا یبقی حجة بعد ظهور الفساد في المأخذین.-(أصول الشاشی: ۷۹)

’’اجماع مرکب یہ ہے کہ ایک مسئلہ کے حکم میں اتفاق پیدا ہوجائے، گو علت میں اختلاف ہو، جیسے: قئے اور مس مراۃ کے پائے جانے کی صورت میں وضوء ٹوٹ جانے پر اجماع ہے، ہمارے نزدیک قئے کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک مس مرآۃ کی بنا پر، اگر دونوں میں سے ایک کی دلیل میں بھی غلطی ظاہر ہوجائے تو اب اجماع کی یہ قسم حجت باقی نہیں رہے گی‘‘۔

پس جب ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف عدول کیا جائے تو گویا یہ ایک رائے کی دلیل میں عدول کرنے والوں کے نزدیک فساد کا ظہور ہے، جو اس اجماع کو ختم کردیتا ہے یہ بھی اس تشریح پر ہے جو بعض احناف نے کی ہے، ورنہ دوسرے فقہاء اور اکثر اصولیین احناف نے اس طرح کے اجماع کو قابل اعتناء ہی نہیں سمجھا ہے؛ بلکہ خود بعض فقہاء احناف نے ایسے اجماع کو دلیل ظنی قرار دیا ہے‘‘۔ (تیسیر التحریر: ۲۴۷ / ۳، الباب الرابع فی الاجماع۔ دیکھئے: محاضرات اصول فقہ: ۴۰۱)

(۳) چند شرائط کے ساتھ جائز

اس طرح دیکھا جائے تو زیادہ مناسب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تلفیق مطلقاً جائز ہے اور نہ ناجائز، البتہ اسے چند شرائط کے ساتھ مقید کیا جاسکتا ہے؛ یعنی بعض صورتوں میں تلفیق کا جواز ہے اور بعض میں نہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اگر تلفیق کا مقصد تلاش سہولت اور خواہش نفس کی پیروی ہو اور اس کے پیچھے کوئی واقعی ضرورت کارفرمانہ ہو تو یہ جائز نہیں؟ کہ اگر اس کی ممانعت نہ کی جائے تو تلاعب بالدین کا دروازہ کھل جائے گا، اور حلال وحرام کی حدیں بے معنی ہوکر رہ جائیں گی۔

(۲) تلفیق کسی چیز پر عمل کے بعد پھر اس سے رجوع کو مستلزم ہو تو یہ بھی ناجائز ہے، مثلاً ایک شخص نے عورت کے ولی کے بغیر نکاح کیا اور اس کے ساتھ رہا، پھر اس کو تین طلاق دی، اب طلاق کے بعد امام شافعی کے اس قول کو

اختیار کرنا چاہتا ہے کہ ولی کے بغیر عورت کا نکاح ہی نہیں ہوسکتا، اور چوں کہ ایسی عورت محل طلاق تھی ہی نہیں؛ اس لئے اس پر طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو یہ جائز نہیں، عام طور پر اس پر فقہاء کا اتفاق پایا جاتا ہے، شامی کا بیان ہے: وإن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً. (ردالمحتار: ۱/ ۵۱، مقدمہ) ''جس حکم خاص میں کسی فقیہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اس کی تقلید کر چکا ہے، بالاتفاق مقلد اس سے رجوع نہیں کرسکتا''۔

اور اس پر ابن امیر الحاج اور امیر بادشاہ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ لکھتے ہیں:

نقل الآمدي وابن الحاجب الاجماع على عدم جواز رجوع المقلد فيما قلد به وقال الزركشي ليس كما قالا، ففي كلام غيرهما ما يقتضي جريان الخلاف بعد العمل ايضا. (تيسير التحرير: ۴/ ۲۵۳، التقرير والتحبير: ۳/ ۳۵۰، واللفظ للتيسير)

''آمدی اور ابن حاجب نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ مقلد اس عمل میں رجوع نہیں کرسکتا جس میں تقلید کر چکا ہے، اور زرکشی نے کہا ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے جو ان دونوں نے کہی ہے؟ چنانچہ دوسرے اہل علم کے کلام سے ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی اختلاف موجود ہے، (اور یہ متفق علیہ اصول نہیں)''۔

پس گو مسئلہ اختلافی ہے، مگر عمومی طور پر اہل علم اس رائے کے قائل ہیں، (أصول الفقه الاسلامي للزحيلي: ۲/ ۱۱۴۹) اسی طرح تلفیق کی ایسی صورت جس سے قضاء قاضی کے ٹوٹنے کی نوبت آتی ہو جائز نہیں، جیسے بیوی کو طلاق بتہ دی اور قاضی نے اس پر تین طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگایا اور زوجین میں علاحدگی کا فیصلہ کردیا، پھر اس نے یہ رائے اختیار کی کہ اس سے طلاق رجعی ہی واقع ہوتی ہے تو اب اس کیلئے روا نہیں کہ دوبارہ نکاح کے برقرار رہنے کا حکم لگائے۔ (۲)

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی عدول کیلئے یہی شرط لگائی ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں:

وانا اختار في الجواز شرط أن لا ينقض قضاء قاضيه - (عقد الجيد: ۶۳)

''میں تلفیق کے جائز ہونے کیلئے اس شرط کا قائل ہوں کہ اس کیوجہ سے قاضی کا فیصلہ ٹوٹنے نہ پائے''۔

(۴) البتہ ضرورت کی بنا پر امت کو مشقت اور واقعی حرج سے بچانے کیلئے۔ جس میں کسی نص قطعی یا اجماع امت کی مخالفت لازم نہ آتی ہو۔ جس طرح جزوی عدول وانتقال کی گنجائش ہے، اسی طرح عدول کی ایسی صورت بھی جائز ہوگی جو تلفیق یعنی ایک مرکب عمل کو مستلزم ہو۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ کی رائے

قاضی صاحبؒ نے اس موضوع پر بھرپور بحث کی ہے، متقدمین ومتاخرین فقہاء کی رائیں نقل کی ہیں، اور پھر

خلاصہ بحث اس طرح لکھا ہے :'' وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا اور خواہشات نفس کی پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کیلئے حیلہ ہو؛ لیکن صحیح مقاصد کیلئے درج ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے''۔

اس کے بعد آپ نے تین شرطیں نقل کی ہیں:

(۱) تقلید کے طور پر کئے عمل سے رجوع لازم نہ آئے، مثلاً طلاق البتہ کو تین طلاق مان کر نافذ کر دیا؛ لیکن پھر نیت بدل جائے اور اسے ایک طلاق تصور کرنے لگے۔

(۲) لازم اجماعی حکم سے رجوع لازم نہ آتا ہو؛ یعنی پہلے تقلید کے طور عمل کرنے کی وجہ سے جو صورت لازم آتی ہے وہ ختم نہ ہوتی، جیسے بغیر ولی کے نکاح میں امام ابوحنیفہ کی تقلید اور طلاق کے وقوع کی بات ہو تو رجوع کرتے ہوئے امام شافعی کی تقلید کی جائے کہ ان کے نزدیک بغیر ولی کے کاح منعقد نہیں ہوتا تو طلاق کا کوئی معنی نہیں۔

(۳) علماء کے نوادر اور شاذ اقوال اختیار نہ کرے، جنہیں امت نے مسترد کر دیا ہے۔ (دیکھئے: مباحث فقہیہ: ۱۹۹)

انفرادی فتوی میں تلفیق

اس سلسلہ میں محتاط پہلو یہ ہے کہ انسان خود کو اس سے بچائے، یہ تشہی کی جانب لے جانے والی شئی ہے، قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ نے تلفیق کی بحث کے اختتام پر جو کچھ لکھا ہے وہ اصل ہے، آپ رقمطراز ہیں:'' خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم تلفیق اور تتبع رخص کو مطلقاً مباح قرار دیں تو یہ امت کیلئے فتنہ اور آزمائش ہوگی، اور شریعت کی ہتک حرمت ہوگی، کیونکہ یہ دونوں اباحت پسندی، آزادی، لہو ولعب اور خواہش کی پیروی کا سبب بنیں گے، ہاں اگر قابل اعتماد فقہائے کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کیلئے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں، تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بالخصوص جب یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں انجام پائے''۔ واللہ اعلم (دیکھئے: مباحث فقہیہ: ۲۰۰)

محور دوم: تتبع رخص

شریعت تمام تر سہولت اور یسر پر مبنی ہے، کتاب وسنت کے نصوص اس بات پر دال ہیں کہ تیسیر اور تخفیف (نرمی اور آسانی) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (بقرہ: ۱۸۵) ''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، اور وہ تم پر سختی نہیں چاہتا''۔ اس مفہوم کی متعدد آیتیں

اور روایتیں پائی جاتی ہے،(نساء:۲۸، مائدہ:۶) وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں، اس کے علاوہ شریعت نے رخص کا ایک مستقل شعبہ رکھا ہے جہاں پریشانی اور مشکل کے وقت کتاب وسنت کی روشنی میں قطعی طور پر سہولت فراہم کرتی ہے، یعنی دین مجموعی اعتبار سے سہولت فراہم کرتا ہے تو وہیں اس سہولت میں اگر کہیں دشواری پیش آجائے تو پھر مزید رخصت عنایت کی جاتی ہے، مثلاً سفر میں چار کی جگہ دو رکعت نماز، جمع بین الصلاتین، بیماری میں نماز کے متفرق مسائل، معذور پر جہاد کا حکم، حج میں استطاعت کی قید وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد ایک تیسرا شعبہ ہے جہاں رخصتوں کا تتبع کیا جاتا ہے، زیر نظر بحث اسی سے متعلق ہے، اس لئے کہ اولین دو بحثیں یعنی دین کا سہل پر مبنی ہونا اور احکام میں تخفیف ورخصت کا ہونا تو قطعی ہے، ان میں کوئی بحث نہیں کہ تتبع کیا جائے، یہ کتاب وسنت کے موافق ہے، علامہ شاطبی نے دو قسمیں بیان کر کے لکھا ہے: **فإن كان الأول فرجوعه إلى الرخصة مطلوب .(الموافقات: ۳۳۳۹/ ۱ دار المعرفة)** البتہ اس میں بحث ہے کہ مسائل کے درمیان اگر کوئی رخص کا تتبع کرے تو کیا حکم ہوگا؟ یہ حکم چونکہ ظنی ہے اور مسائل کے درمیان اس کا وجود پایا جاتا ہے اس لئے علماء کی آراء اہمیت رکھتی ہیں، یہ اسوجہ سے بھی اہم ہے کہ انسان خطا اور نفس کا غلام ہوتا ہے کہ اگر اسے مطلق آزاد چھوڑ دیا جائے تو یقیناً تتبع رخص میں وہ اس حد تک گزر جائے گا کہ شاذ روایات بھی اس کے نزدیک معتبر پائیں گی۔

تتبع رخص لغت واصطلاح

تتبع کا معنی تلاش کرنا، جستجو کرنا، تو وہیں رخص، رخصۃ اور خیصہ کے مختلف معانی بیان کئے جاتے ہیں، ایک معنی نرم، ملایم کے ہوتے ہیں، والرُّخْصُ ضدّ الغلاء.. یعنی سامان کی قیمت کم ہوجانے کو بھی اس سے تعبیر کیا جاتا ہے،(لسان العرب، تاج العروس: رخص) اسی طرح اس کا ایک مفہوم اللہ کی تعالی نہی کے بعد اس میں امر کا بھی ہوتا ہے۔ **(المصباح المنير: فَيَقَالُ رَخَّصَهُ اللَّهُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ، مادة: ر، خ، ص)** اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ. (احمد: ۲/ ۱۰۸)**

امام غزالی نے اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مشکل کے بعد کسی آسانی کا حکم دیا جانا رخص ہے:

وَفِي الشَّرِيعَةِ عِبَارَةٌ عَمَّا وُسِّعَ لِلْمُكَلَّفِ فِي فِعْلِهِ لِعُذْرٍ وَعَجْزٍ عَنْهُ مَعَ قِيَامِ السَّبَبِ الْمُحَرِّمِ(المستصفى: ۱/ ۹۸، ط الأميرية- بولاق)

قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی لکھتے ہیں: تتبع رخص کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر مسئلے میں فقہاء اور مجتہدین کے مذاہب اور اقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو، اور مشہور ائمہ کرام میں سے کسی ایک امام کے مذہب کا پابند نہ رہے اور اس اختیار وانتخاب کی بنیاد دلائل کی قوت، یا ورع، تقوی اور احتیاط پر

نہ ہو، بلکہ فقہاء کے کسی قول اور رائے کے اختیار کرنے کی بنیاد محض تخفیف، یسر اور سہولت ہو''۔ (مباحث فقہیہ: ۱۷۲)

فقہاء کی بحثیں

متقدمین ومتاخرین کے درمیان یہ مسئلہ ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے کہ تتبع رخص کیا حیثیت ہے؟

حنفی فقیہ اور اصولی امام ابن ہمام التزام تقلید اور تتبع رخص پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کسی معین مجتہد کی اتباع کو اس وجہ سے لازم قرار دیا گیا ہے کہ لوگوں کو تتبع رخص سے روکا جائے، ورنہ ایک عامی انسان ہر مسئلے میں اس مجتہد کے قول کو اختیار کرلے گا، جو اس کے حق میں آسان معلوم ہو، مجھے معلوم نہیں کہ عقلاً، یا نقلی اس کی کوئی ممانعت ہے اور کسی انسان کا کسی ایسے مجتہد کے آسان قول پر عمل کرنا جس میں اجتہاد کی تمام مطلوبہ صلاحیتیں پائی جاتی ہوں میری واقفیت کی حد تک ممنوع نہیں ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے جو امت کیلئے آسان ہو''۔ (فتح القدیر لابن ہمام: ۶/ ۳۶۰)

علامہ شوکانی تتبع رخص کے بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اگر مقلد ہر مذہب کے آسان قول کو اختیار کرے تو ابو اسحق مروزی کہتے ہیں کہ اسے ناسق قرار دیا جائے گا، ابن ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نبیذ کے مسئلہ میں اہل کوفہ (حنفیہ) کے قول پر اور سماع موتی کے مسئلے میں اہل مدینہ کے قول پر اور متعہ کے مسئلہ میں اہل مکہ کے قول پر عمل کرے تو وہ فاسق ہو جائے گا، اور حنابلہ کے قاضی نے خاص طور پر مجتہد کو فاسق قرار دیا جب کہ مجتہد کا اجتہاد رخصت تک نہ پہونچے اور عامی جو اس مسئلہ اور رخصت میں اس مجتہد کی اتباع کرلے، حالانکہ وہ اس مسئلہ میں تقلید کی وجہ سے اتباع نہیں کر رہا ہے (بلکہ تتبع رخص کی خاطر ایسا کر رہا ہے) تو چونکہ اس اتباع کی وجہ سے اس نے اپنے فریضہ تقلید میں کوتاہی کی اس لئے فاسق قرار پائے گا، ہاں اگر عامی تقلید کرتے ہوئے رخصت پر عمل کرے تو اسے فاسق نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے اس شخص کی تقلید کی جسے اجتہاد کا حق ہے، اور ابن عبد السلام نے کہا کہ اس کے فعل کو دیکھا جائے گا، چنانچہ اگر اس نے ایسا کام کیا جس کا شریعت میں حرام ہونا مشہور ہے تو وہ گنہ گار ہوگا ورنہ نہیں؟'' (ارشاد الفحول للشوکانی: ۲/ ۳۷)

محمد امین حسینی حنفی جو امیر بادشاہ کے لقب سے مشہور ہیں ابن ہمام کی کتاب 'التحریر' کی شرح 'تیسیر التحریر' میں لکھتے ہیں: ''اور اس سے (یعنی عامی شخص کیلئے اپنے پہلے مجتہد کے علاوہ دوسرے کی اتباع کے جواز اور اس مسئلہ میں تنگی نہ ہونے سے) یہ مسئلہ مستنبط کیا جاتا ہے کہ اس کیلئے مذاہب کا رخصتوں پر عمل کرنا جائز ہے، یعنی پیش آمدہ مسائل میں مختلف مذاہب میں سے ایسے قول کو اختیار کرنا جو اس کیلئے آسان ہو (اور اس میں کوئی شرعی مانع نہ ہو) کیونکہ انسان

کواس کا اختیار ہے کہ وہ اس مسلک کو اختیار کرے جو اس کیلئے آسان ہو بشرطیکہ اس مکلف کیلئے اس آسان مسلک کو اختیار کرنے کی گنجائش ہو، پھر گنجائش کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا: اور یہ ہے کہ اس نے اس آسان قول کے مخالف دوسرے قول پر اس مسئلے میں عمل نہ کیا ہو، (اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں امت کیلئے آسانی ہوتی اسے پسند کرتے تھے) صحیح بخاری کی روایت جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس میں 'عنہم' کا لفظ آیا ہے اور ایک روایت میں "مایخفف عنہم" کا لفظ ہے، اس سے بھی مراد امت ہی ہے اور اس مسئلے میں انہوں نے مختلف صحیح احادیث کا تذکرہ کیا ہے جو اس معنی پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر سے جو منقول ہے کہ عوام کیلئے بالاتفاق تتبع رخص جائز نہیں ہے، تو ابن عبدالبر سے اس کا صحیح طور پر منقول ہونا ہمیں تسلیم نہیں اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو دعوی اجماع کی صحت تسلیم نہیں ہے، اور کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رخصتوں کے تلاش کرنے والے کے فاسق قرار دیئے جانے کے سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں، قاضی ابویعلی نے فاسق قرار دینے والی روایت کو تاویل نہ کرنے والے اور غیر مقلد پر محمول کیا ہے، اور ایک متاخر عالم، یعنی علامہ قرافی نے اپنے امام مقلد کے سوا کسی اور کی تقلید کے جواز کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے، کہ غیر کی تقلید پر کوئی ایسی چیز مرتب نہ ہو جس کو وہ دونوں مجتہد ممنوع قرار دیتے ہیں، اور وہ اس طور پر کہ فعل ایسے طریقہ پر واقع ہو کہ دونوں مجتہد بیک وقت اس کے بطلان کا حکم لگائیں، کیونکہ اس صورت میں اس نے اسی مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کر کے پہلے مجتہد کی مخالفت کی، اور دوسرے مجتہد کی مخالفت کی اس چیز میں کہ ان کے نزدیک اس عمل کی صحت اس کے کرنے پر موقوف نہیں چنانچہ جو شخص وضو اور غسل میں اعضاء مغسولہ کے رگڑنے کی عدم فرضیت میں امام شافعی کی تقلید کرے اور بلا شہوت عورت کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کے سلسلے میں امام مالک کی تقلید کرے اور نماز پڑھ لے تو وہ وضو دلک (رگڑنے) کے ساتھ ہو تو اس کی نماز امام مالک کے نزدیک صحیح ہوگی، ورنہ امام مالک اور امام شافعی دونوں کے نزدیک نماز باطل ہوگی"۔ (تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۴ مصطفی البابی العلمی)

پھر محمد امین حنفی امیر بادشاہ نے امام قرافی کی شرط سے بحث کی ہے، اور اس پر تنقید کی ہے، قرافی کے قول پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: "مذکورہ صورت میں دونوں اماموں کے نزدیک نماز باطل ہونے کا قول تسلیم نہیں کیوں کہ مثلاً: امام مالک نے یہ نہیں کہا ہے کہ جو شخص عدم مہر میں امام شافعی کی تقلید کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس طرح امام شافعی نے یہ نہیں کہا ہے کہ جو شخص نکاح میں گواہوں کے نہ ہونے میں امام مالک کی اتباع کرے اس کا نکاح باطل ہے، اور ان کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ قرافی کی ذکر کردہ صورت، یعنی ایک آدمی کسی چیز میں دو امام کی اتباع کرے، پھر کسی اور چز میں دونوں کے خلاف کرے، بخلاف اس صورت کے جس کا اعتراض میں ذکر کیا گیا، کیوں کہ اس میں ایک شخص نے ایک امام کی تقلید کی اور ان تمام چیزوں میں ان کے مسلک کی رعایت کی جن پر عمل کی

صحت موقوف ہے، تو ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے، لہذا ایک صورت پر صحت کا حکم لگانے سے دوسری صورت کی صحت لازم نہیں آتی''۔

اس کے بعد امیر بادشاہ مقلد کے اپنے امام کے علاوہ دوسرے امام کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے سلسلے میں بعض علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''امام علائی نے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے قول کو دو صورتوں میں ترجیح دی ہے''۔

ا۔ جب کہ دوسرے امام کا مذہب زیادہ احتیاط پر مبنی ہو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اپنے امام کے مخالف قول کی دلیل زیادہ قوی اور راجح نظر آئے؛ کیونکہ مکلف شرعا اپنے نبی کی اتباع پر مامور ہے، یہ امام احمد اور امام قدوری سے منقول قول کے موافق ہے، اس کو علماء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جن میں ابن صلاح اور ابن ہمدان بھی ہیں''۔ (تیسیر التحریر لامیر بادشاہ: ۴/ ۲۵۵)

امام شاطبی کسی حال میں بھی تتبع رخص مذاہب کو مباح قرار نہیں دیتے، اور اس سے سختی کے ساتھ روکتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''اور بعض متأخرین ان لوگوں پر جو تتبع رخص مذاہب سے روکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ کسی مسلک کی طرف صرف مکمل طور پر منتقل ہونا جائز ہے، اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر مانع کی مراد ان چار امور کے ماسوا ہو جس میں قضاء قاضی ٹوٹ جاتا ہے تب تو تسلیم ہے، اور اگر مانع کی مراد وہ چیزیں ہیں جن میں مکلف کیلئے توسیع ہے تو تسلیم نہیں ہے، اگر اس کے خلاف نہ ہو، بلکہ **نبی علیه الصلوة و السلام کاقول 'بعثت بالحنیفیة السمحة** (میں سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں) اس کے جواز کا تقاضا کرتا ہے؛ کیونکہ یہ بندوں پر ایک قسم کی مہربانی ہے اور شریعت بندوں کو مشقت میں ڈالنے کیلئے نہیں آئی ہے، بلکہ اس کا مقصد مصالح ہے اور ماقبل کی بحث سے قاری پر واضح ہے کہ اس کلام کی حیثیت کیا ہے؛ کیونکہ 'حنیفیہ سمحہ' میں جس توسیع کا ذکر ہے وہ اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جو اپنے اصول پر جاری ہے، اور تتبع رخص وتشہی کی بنیاد پر ائمہ کے اقوال کو اختیار کرنا اپنے اصول کے مطابق نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ محض دعوی ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں: تتبع رخص میں خواہشات نفسانی کی طرف میلان ہے، اور شریعت خواہشات کی اتباع سے روکتی ہے، لہذا یہ متفق علیہ اصول سے متصادم ہے اور اللہ تعالی کے درج ذیل قول سے بھی متصادم ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء: ۵۹)

''پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اللہ اور رسول ﷺ کے حوالہ کر لیا کرو' اور یہ اختلافی مسئلہ بھی محل نزاع ہے، لہذا اسے خواہشات نفس کی طرف لوٹانا صحیح نہ ہوگا، بلکہ اسے شریعت کی طرف لوٹانا ضروری ہوگا۔ اور وہ دونوں اقوال میں سے راجح کو بیان کرنا ہے، جس کی اتباع واجب ہے، نہ کہ اس قول کی

اتباع جواس کی خواہش کے موافق ہو۔

اور بسا اوقات بعض لوگوں نے ایسی جگہوں میں اس کی اجازت دی جس میں ضرورت تقاضا کرتی ہو اور حاجت مجبور کرتی ہو' الضرورات تبیح المحظورات' کے فقہی اصول کے پیش نظر تو ایسے مواقع پر مکلف ایسے پہلو کو اختیار کرے گا جو غرض کے موافق ہو، یہاں تک کہ اگر مسئلہ کی نوعیت ایسی ہو کہ اس میں کوئی ضرورت داعی نہ ہو اور قول مرجوح اور اپنے مسلک سے باہر کے قول کو اختیار کرنے کی حاجت نہ ہو تو اس میں اپنے مسلک، یا راجح مسلک والے قول کو اختیار کیا جائے گا تو یہ بھی سابق طرز ہی کے قبیل سے ہے؛ کیونکہ اس کا خلاصہ خواہش کے موافق کو اختیار کرنا ہے، اور ضرورت کے مواقع شریعت سے معلوم ہیں، تو اگر یہ مسئلہ ان موانع ضرورت میں سے ہوگا، تو صاحب مسلک امام نے اسے صاحب شرع سے لے کر ضرور بیان کیا ہوگا، پھر تو اس سے دوسرے مسلک کی طرف منتقل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ مسئلہ ان مواقع ضرورت میں سے نہیں ہے تو کسی سمجھنے والے کا ایسا سمجھنا کہ وہ اس قبیل سے ہے، صریح غلطی ہے اور نا قابل قبول دعوی ہے (الموافقات فی اصول الشریعہ للشاطبی: ۴/ ۱۴۵)

فقہی اور اصولی مباحث کا خلاصہ

فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ بیان کیا جائے تو اسے چار آراء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) تتبع رخص میں حرج نہیں

اجتہادی امور اور مجتہد فیہ مسائل کے دلائل ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان میں ندرت نہیں ہے، لہذا کسی ایک امام کے قول پر عمل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا ممنوع ہو؛ کیونکہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ حق ان کے قول میں منحصر ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر رائے میں غلطی اور صحت دونوں کا احتمال ہے؛ لیکن ہر مجتہد گمان کرتا ہے کہ وہ جس مسلک پر ہے اور جسے اس نے اپنے اجتہاد سے صحیح سمجھا ہے غالب گمان کے مطابق وہ حق ہے؛ لیکن اس میں غلطی کا بھی احتمال ہے، اور جو رائے ان کے مخالف ہے وہ غالب گمان کی رو سے غلط ہے؛ لیکن اس کے صحیح ہونے کا بھی احتمال ہے، لہذا اگر ایک مکلف نے زیادہ سہل اور آسان قول کو اختیار کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے حرج کو دور فرمایا ہے اور بندوں کی سہولت اور آسانی ملحوظ رکھی ہے، علامہ ابن ہمام اس نظریہ کے سب سے بڑے حامی ہیں، فتح القدیر میں انہوں نے اسے مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔

فقہاء حنفیہ کے یہاں اس سلسلہ میں بہت سی نظیریں موجود ہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک مدیون کی کوئی ایسی چیز حاصل ہوگئی، جو دین کی جنس سے ہو تو وہ اپنا دین وصول کرسکتا ہے، اگر خلاف جنس شئے حاصل ہوئی ہو تو اس سے دین وصول نہیں کرسکتا؟ لیکن امام شافعی کے نزدیک وصول کرسکتا ہے، اس پر امام حصکفی نے 'المجتبی' کے حوالہ سے نقل کیا ہے

کہ اس میں زیادہ وسعت ہے؛ لہٰذا ازراہ ضرورت اس پر عمل کیا جاسکتا ہے:

وهو أوسع فيعمل به عند الضرورة، شامی نے اس پر قہستانی سے یہ توجیہ نقل کی ہے:

وان لم يكن مذهبنا فإن الإنسان يعذر في العمل به عند الضرورة .(ردالمحتار: كتاب السرقه، ۴/۹۵)

''گو ہمارا یہ مذہب نہیں ہے، مگر آدمی ضرورت کے مواقع پر اس پر عمل کرنے میں معذور ہے''۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے عمدۃ الاحکام کی کتاب الکراہیت سے نقل کیا ہے:

سور الكلب والخنزير نجس خلافاً لمالك وغيره ولو أفتى بقول مالك جاز. (عقد الجيد: ۴۷)

''کتے اور سور کا جوٹھا ناپاک ہے، بخلاف امام مالک وغیرہ کے، تو اگر امام مالک کے قول پر فتوی دے دیا جائے تو جائز ہے''۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، شوہر میں بعض عیوب وامراض پیدا ہوجانے کی صورت میں تفریق کا حق، مفقود الخبر کی زوجہ کیلئے تفریق کا حق، تعلیم قرآن اور اذان وامامت پر اجرت، کمیشن ایجنٹ (سمسار) کا کاروبار وغیرہ کتنے ہی مسائل ہیں، جن میں فقہاء متاخرین نے دوسرے مکاتب فقہ کی آراء سے فائدہ اٹھا کر اُمت کو مشقت سے بچایا ہے اور 'اختلاف أمتي رحمة' کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔

(۲) تتبع رخص ممنوع ہے

بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ تتبع رخص قطعاً ممنوع ہے؛ کیونکہ اس کا محرک تشہی خواہش نفس کی پیروی ہے، ایسا انسان شریعت کی پیروی کرنا نہیں چاہتا بلکہ خواہشات پر چلنا چاہتا ہے، لہٰذا قطعا اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، علامہ شاطبی نے لکھا ہے: ''تتبع رخص خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہونا ہے اور شریعت اتباع ہوی سے روکتی ہے؛ لہٰذا یہ اس متفق علیہ اصول کے خلاف ہے''۔ (الموافقات: ۴/ ۱۴۵) اس سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے علامہ ابن حزم نے اس ممانعت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (مراتب الاجماع، ص: ۱۷۵)

(۳) تلفیق نہ ہو

رخصتوں کی اتباع اس طور پر جائز ہے کہ تلفیق کی نوبت نہ آئے، ابن ہمام کے الفاظ میں ہیں:

وقيده متأخر بأن لا يترتب عليه ما يمنعانه، فمن قلد الشافعي في عدم الدلك، ومالكا في عدم نقض اللمس بلا شهوة وصلى، إن كان الوضوء بدلك صحت وإلا بطلت عندهما.

''متاخرین میں سے ایک صاحب علم نے قید لگائی ہے کہ دو مجتہدین کی رائے کی پیروی سے ایسی صورت نہ

پیدا ہو جائے جس کو بحیثیت مجموعی دونوں منع کرتے ہوں، جیسے بدن کے نہ ملنے میں شافعی کی تقلید کی اور بلا شہوت مس مرأۃ ناقض وضوء نہیں، اس میں امام مالک کی تقلید کی، اور نماز پڑھی تو اگر وضوء میں بدن ملا تھا تو نماز صحیح ہوگئی؛ ورنہ دونوں ہی کے نزدیک نماز باطل ہوگئی''۔ابن ہمام کے شارحین نے وضاحت کی ہے کہ یہ شخص متاخر علامہ قرافی مالکی ہیں۔(التقریر والتحبیر: ۳/ ۳۵۲، تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۲)

(۴) ضرورت اور سہولت کا خیال

عام حالتوں میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر ضرورت متقاضی ہو اور قوی عذر موجود ہو تو مبتلی بہ کیلئے ایسے قول کو اختیار کرنا جائز ہے جس میں یسر اور سہولت ہو، علامہ زرکشی نے نقل کیا ہے:

الثالثة أن يقصد بتقليده الرخصه في ما هو محتاج اليه لحاجة لحقته أو ضرورة لحقته فيجوز أيضاً الا أن اعتقد رجحان مذهب امامه ويقصد تقليده الأعلم فيمتنع وهو صعب والأولى الجواز. (البحر المحيط: ۶/۳۲۳)

''تیسری شرط یہ ہے کہ وہ رخصت کی پیروی ایسی صورت میں کر رہا ہو، جس میں وہ کسی پیش آمدہ حاجت یا ضرورت کی وجہ سے اس کا محتاج ہو، تو یہ صورت بھی جائز ہے، مگر یہ کہ وہ اپنے امام کے مذہب کے راجح ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور نیت عالم تر فقیہ کی تقلید کی ہو، تو ایسی صورت میں دوسرے فقیہ کے یہاں موجود رخصت کی پیروی جائز ہوگی، یہ مشکل اور صحیح تر رائے یہ ہے کہ اس صورت میں جائز ہے''۔

زرکشی ہی نے امام نووی کے فتاوی سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی مقلد کی بابت دریافت کیا گیا:

هل يجوز أن يقلد غير مذهب في رخصة لضرورة ونحوها؟(رسم المفتي: ۷۰، ط:سعيديه سهارنپور)

''کیا اس کیلئے ضرورت وغیرہ کی بنا پر دوسرے مذہب کی رخصت کی تقلید جائز ہوگی''...تو امام نووی نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔

تتبع رخص کی دلائل

جن فقہاء کرام نے تتبع رخص سے منع کیا ہے وہ عام طور تشہی اور خواہشات کی اتباع کو اصل قرار دیا ہے، بلاشبہ شریعت اس سے روکتی ہے، مثلاً ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا؛ لیکن اسے اندیشہ ہوا کہ اس جرم کی بنیاد پر اسپر حد زنا قائم کی جائے گی، اس لئے اس نے ولی اور گواہ کے بغیر اس عورت سے شادی کر لی اور اس نے بالغہ عورت سے نکاح کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو اختیار کر لیا، جن کے نزدیک بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے بھی

ہوسکتا ہے، اور گواہ کے سلسلہ میں امام مالک کا قول اختیار کرلیا جن کے نزدیک بغیر گواہی کے بھی نکاح ہوجاتا ہے، اس میں شبہ نہیں اس شخص نے شریعت کا مزاق بنایا ہے، جس کو کوئی فقیہ یا عام شخص بھی درست قرار نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد جن لوگوں نے اجازت دی ہے یا مشروط اجازت دی ہے ان کے نزدیک یہی فکر ہے کہ شریعت تمام تر سہل ہے اور سہل کی تلاش کو روا رکھتی ہے، یہ کوئی امر قبیح نہیں ہے، اس کی مثال ہوسکتی ہے کہ زوج مفقود الخبر کے مسئلہ میں اور بعض دوسرے مسائل میں فقہاء حنفیہ نے امام مالک کے قول کو اختیار کیا ہے، اسی طرح فقہاء شافعیہ نے فقہ مالکی اور فقہ حنفی کے بعض اقوال اختیار کئے ہیں، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تلفیق اور تتبع رخص میں فرق

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ تتبع رخص اور تلفیق میں کوئی فرق نہیں؛ لیکن بغائر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں فرق ہے، تتبع رخص بوقت ضرورت کسی امام کے قول پر عمل کرنا ہے جبکہ تلفیق ایک ہی عمل میں متفرق امام کے قول پر عمل کرنا ہے، مثلاً کسی باوضو شخص نے بغیر کسی رکاوٹ کے خاتون کو لمس کرلیا، اسی کے بدن سے سبیلین کے علاوہ نجاست جیسے خون نکلا، اب یہ وضو مس مرأۃ کی بنا پر شوافع کے نزدیک اور خون نکلنے کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک ٹوٹ چکا ہے، اب جب وہ اس وضو کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو وہ صحت صلاۃ میں تلفیق کرنے والا ہوگا، جو بالاجماع درست نہیں ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَأَنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالإِجْمَاعِ, وَأَنَّ الرُّجُوعَ عَنْ التَّقْلِيدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ اتِّفَاقًا, وَهُوَ الْمُخْتَارُ فِي الْمَذْهَبِ....

اسی طرح علامہ شامی کی تحریر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تلفیق میں پہلے عمل کا اثر باقی رہتا ہے اور اگر پہلے عمل کا اثر ختم ہوگیا ہو تو وہ تلفیق نہیں ہے، اسے تتبع رخص کہیں گے، مثلاً ایک دن ایک فقیہ کے مسلک پر نماز ظہر ادا کی اور دوسرے دن دوسرے فقیہ کے مسلک پر تو یہ تلفیق نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار: ۱/ ۵۱)

تلفیق کی اجازت مشروط ہے، جب کہ سہولت کی تلاش اس طرح ہو کہ اپنے مسلک میں دشواری اور تنگی کا سامان ہو۔ (تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۴)

دور حاضر میں تتبع رخص

اس میں کوئی شبہ نہیں دور جدید میں ترقی اور ٹکنالوجی، حکومت وسیاست اور بدلتے اقدار واعمال کے درمیان کسی ایک مسلک پر اکتفا تقریباً ناممکن ہے، یہ تو ہر دور میں رہا ہے کہ ایک مسلک نے دوسرے مسلک سے استفادہ کیا ہے؛ لیکن اس دور میں اس کی ضرورت کہیں اور زیادہ بڑھ گئی ہے، آج مسائل اس قدر پیچیدہ ہوگئے ہیں کہ ان کا حل

مشکل ہوگیا ہے بالخصوص تجارتی معاملات، جدید ایجادات کے مسائل، لیکن یہ بات کسی طرح مناسب نہ ہوگی کہ ہر مکلف کو رخصت دی جائے کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل میں اپنی خواہش کے مطابق جس قول کو چاہے اختیار کرے، یہاں تک کہ وہ ایک ہی دن میں کسی مسئلہ میں امام شافعی کے مسلک پر عمل کرے اور اگر غرض پوری نہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے مسلک پر عمل کرنے لگے، یہ عمل انسان کے دل میں شریعت کی تخفیف پیدا کرے گا، دین کے تعلق سے استہزاء لازم آئے گا، اسلئے اس کے اصول وضوابط کا خیال رکھتے ہوئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

تتبع رخص کی شرطیں

(۱) فقہ کا اصول ہے کہ 'الامر اذا ضاق اتسع' یعنی اگر معاملہ تنگی میں پڑ جائے، مبتلی بہ کیلئے دشواری ہو تو اس کیلئے گنجائش ہوگی کہ وہ تتبع رخص سے کام لے، جس سے رفع حرج ومشقت لازم آئے۔

(۲) رفع حرج کے وقت انسان کو اپنی صلاحیت ولیاقت کا خیال رکھنا ضروری ہے، اگر کوئی مقلد محض ہے تو اسے چاہئے کہ فقہاء ودانشوران علم سے معلوم کرے اور ان کے مطابق عمل کرے، ورنہ تشہی وخواہشات کی اتباع کے زمرے میں شامل ہوگا۔

(۳) کوشش ہونی چاہئے کہ پہلے اپنے مسلک میں ائمہ کے قول کا تتبع کرے، اس کے بعد ائمہ اربعہ کو ترجیح دے، اس لئے کہ ان ائمہ کے مسائل عرصہ دراز سے امت مسلمہ کے مابین مفتق علیہ رہے ہیں اور ثقہ راویوں سے ہوکر ہم تک پہنچے ہیں، ان کے علاوہ مسالک کے تعلق سے ثقہ بات کہنا دشوار ہے، ان مسالک میں تنظیم اور تواتر کی بھی دشواری پیش آتی ہے۔

(۴) عصر حاضر میں ترقی وتعمیر اور گلوبل ولیج نے بہت سے مسائل کھڑے کئے ہیں، بالخصوص تجارتی، سفارتی اور صنعت کاری وغیرہ کے مسائل بے حد پیچیدہ ہوگئے ہیں، چنانچہ وہ مسائل جن سے امت مسلمہ کا عمومی مفاد منسلک ہو ان میں تتبع رخص بہتر عمل ہے، مگر یہ انفرادی نہیں بلکہ اجماعی اجتہاد سے حل کئے جائیں اور شریعت کے کلی مقاصد، ومصالح کا خیال رکھتے ہوئے معاملہ طے پائے۔ (دیکھئے: مباحث فقہیہ: ۱۸۲)

تلفیق اور تتبع رخص

مولانا محمد انیس ندوی
معلم جامعہ ریاض العلوم کھجرانہ اندور

محور اول: تلفیق بین المذاھب

لغت میں تلفیق کا معنی: ملانا ہے، یہ ''لَفّقَ'' کا مصدر ہے، ''لَفق'' کے مادہ کا لغت میں ایک سے زائد مفہوم ہے، اور یہ ملانے، موافقت کرنے اور مزین جھوٹ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور ''تِلفاق'' یا ''لِفاق'' (کسرہ کے ساتھ): وہ دو کپڑے ہیں جن میں ایک کے ساتھ دوسرے کو جوڑا گیا ہو (القاموس، اللسان، المصباح، مادہ: ''لفق'')۔

اصطلاح میں تلفیق کہتے ہیں:

''ھو الاتیان بکیفیۃ لا یقول بھا مجتھد'' (عمدۃ التحقیق فی التقلید و التلفیق: ۹۱)

کسی ایسی کیفیت کو اپنا لینا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو یعنی کسی ایک مسئلہ میں دو یا دو سے زائد مذہب اس طرح اختیار کر لیئے جائیں کہ اُن سے ایک ایسی مرکب حالت وجود میں آجائے کہ وہ ان مذاہب میں سے کسی میں بھی جائز نہ ہو، مثلاً کوئی شخص اس بات میں کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حنفیہ کے قول کو اختیار کر لے اور مذہب شافعیہ کو اس مسئلے میں اختیار کر لے کہ بہتے ہوئے خون سے وضو نہیں ٹوٹتا اور پھر وہ (وضو کر کے) اس کے بعد نماز پڑھے کہ وہ عورت کو بھی چھو چکا ہے اور اُس کا خون بھی بہہ چکا ہے۔ اب اُس کی یہ نماز دونوں میں سے کسی ایک مذہب کے مطابق بھی درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص کسی عورت سے بغیر ولی، بغیر مہر اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لے تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت کا قائل کوئی بھی نہیں ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

فقہاء ''تلفیق'' کا استعمال ملانے کے معنی میں بھی کرتے ہیں، جیسا کہ اس عورت کے بارے میں جس کا خون منقطع ہو گیا ہو اور وہ ایک دن خون دیکھے، ایک دن سفیدی یا دو دو دن دیکھے اس طور پر کہ یہ انقطاع پندرہ دن سے زیادہ نہ ہو، یہ شافعیہ کے یہاں اظہر کے بالمقابل کچھ لوگوں کا قول ہے۔

اور یہی حال مسبوق کے لئے نماز جمعہ میں ملائی ہوئی رکعت کا ہے، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ جمعہ پہلی

رکعت کے رکوع اور دوسری رکعت کے سجدہ سے ملفق رکعت سے مل جاتا ہے، شافعیہ نے اس کا ذکر بھیڑ میں پھنسنے والے کے بارے میں کیا، کہ اگر بھیڑ کی وجہ سے وہ پہلی رکعت کا سجدہ نہ کر سکے یہاں تک کہ امام نے جمعہ کی دوسری رکعت کا رکوع شروع کر دیا تو اس کے متعلق شافعیہ نے لکھا ہے کہ ایسا شخص ایک قول کے مطابق اپنی نماز کی ترتیب کی رعایت کرے گا اور اب سجدہ کرے گا، اور اصح یہ ہے کہ اپنے پہلے رکوع کو شمار وحساب میں رکھے گا، اس لئے کہ اس نے اس رکوع کو اس کے وقت پر کیا ہے اور دوسرا رکوع محض عذر کی بنا پر کیا، تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر بھول کر مسلسل دو رکوع کر لے، لہذا اس کی رکعت پہلی رکعت کے رکوع اور دوسری رکعت کے سجدہ سے جس کو اس نے اس میں کیا ہے، ملفق ہوگی، اور اس کے ذریعہ اصح قول کے مطابق جمعہ مل جائے گا، اس لئے کہ یہ حدیث مطلق ہے: ''من أدرك ركعة من الجمعة فليصل إليها أخرى'' (جس کو جمعہ کی ایک رکعت مل جائے اس میں دوسری رکعت ملائے) اور اس شخص کو ایک رکعت مل گئی ہے اور ''تلفیق'' معذور کے حق میں نقص نہیں۔

مالکیہ کی رائے اس قول کے مطابق جس میں مسافت کے اعتبار میں سمندری سفر اور خشکی کے سفر میں فرق نہیں کیا جاتا ہے، یہ ہے کہ اگر اس کا کچھ سفر سمندر میں اور کچھ خشکی پر ہو تو وہ ''تلفیق'' کرے گا، یعنی مطلقاً بلا تفصیل ایک کی مسافت دوسرے سے ملائے گا، زرقانی میں ہے: خشکی کی مسافت اور سمندر کی مسافت میں تلفیق کرے گا، اگر سمندر میں چپو کے ذریعہ یا چپو اور ہوا کے ذریعہ چلے لیکن اگر سمندر میں صرف ہوا کے ذریعہ چلا ہو تو وہ خشکی کی سابقہ مسافت میں جو قصر سے کم ہے قصر نہیں کرے گا، لہذا تلفیق نہیں ہوگی۔

کفارہ کے روزے میں ''تلفیق'' سے مراد دو مہینوں میں سے پہلے مہینہ کو تیسرے مہینہ سے ملا کر پورا کرنا ہے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ظہار یا قتل یا رمضان کے دن میں عمداً جماع کرنے کا کفارہ روزہ کے ذریعہ ادا کرنے والا اگر دو ماہ کا روزہ چاند کے لحاظ سے شروع کرے تو یہ کافی ہے، حتی کہ اگر دونوں مہینے ناقص (تیس دن کے نہ) ہوں تب بھی، اسی طرح بالاتفاق اگر ایک مہینہ ناقص اور دوسرا کامل ہو تو تب بھی کافی ہے، اسی طرح اگر چاند کا اعتبار کئے بغیر ساٹھ روزے رکھ لے تو بھی بالاتفاق کافی ہے، اسی طرح بالاتفاق اگر روزہ درمیان ماہ سے شروع کرے، پھر اس کے بعد والے مہینہ میں چاند کے اعتبار سے روزہ رکھے، پھر پہلے مہینہ کی تکمیل تیسرے مہینہ سے ''تلفیق'' کے طور پر کرے اور ایام کی تعداد ساتھ ہو جائے تو یہ کافی ہے۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ ارتداد کے اثبات کے لئے ایسے اقوال میں دو گواہیوں کے درمیان ''تلفیق'' جائز ہے، جن کے الفاظ الگ الگ ہوں اور معانی ایک ہوں، مثلاً ایک شخص گواہی دے کہ اس نے کہا: اللہ نے موسی سے باتیں نہیں کیں، اور دوسرے نے اس کے خلاف یہ گواہی دی کہ اس نے کہا ہے: اللہ نے ابراہیم کو دوست نہیں بنایا، تو قاضی اس کے ارتداد کے اثبات کے لئے ان دونوں گواہیوں کو جمع کرے گا، لیکن اگر ایک گواہی قول پر ہو مثلاً اس کے خلاف

یہ گواہی دے کہ اس نے کہا: ہر جنس میں ڈرانے والے آئے ہیں، اور دوسری گواہی عمل پر ہو مثلاً یہ کہ اس نے قرآن شریف گندگی میں ڈالا، یا دونوں مختلف افعال پر ہوں مثلاً قرآن شریف گندگی میں ڈالنا، اور جنیو باندھنا تو ''تلفیق'' نہیں ہوگی۔

اسی طرح فقہاء ''تلفیق'' کا استعمال ایک مسئلہ میں مختلف روایات کے درمیان تطبیق اور جمع کرنے کے معنی میں بھی کرتے ہیں، جیسا کہ حنفیہ کے یہاں بھاگے ہوئے غلام کو واپس کرنے کے محتنانہ ثابت کرنے والی روایتوں کے درمیان تطبیق کے معاملہ میں ہے۔

وہ فروعی مسائل جہاں ''تلفیق'' ہوتی ہے ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) شریعت کے وہ احکام جو آسانی پر مبنی ہیں، جن میں لوگوں کے حالات کے اعتبار سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے جیسے کہ عبادات محضہ ہیں ان میں ''تلفیق'' جائز ہے، کیونکہ ان کا مقصد اللہ کے حکم کو بغیر مشقت و دشواری کے پورا کرنا ہے، لہذا ان میں غلو نہ کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ غلو ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اور عبادات مالیہ میں احتیاط سختی ضروری ہے کیونکہ اس میں نرمی کرنے سے فقراء کے حقوق ضائع ہونے کا خطرہ ہے، لہذا زکوٰۃ دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ نہ تو ضعیف قول کو اختیار کرے اور نہ ہی کسی ایسے مسلک سے تلفیق کرے جو فقراء کے حقوق کو ضائع کرنے کے زیادہ قریب ہو، اور مفتی پر واجب ہے کہ اس قسم کے مسائل میں مستفتی کی حالت کی رعایت کرتے ہوئے ایسا فتویٰ دے جس میں زیادہ احتیاط ہو اور جو زیادہ مناسب ہو۔

(۲) وہ فروعی مسائل جو تقویٰ اور احتیاط پر مبنی ہیں، جو ممنوعات سے متعلق ہیں، وہ سب احتیاط اور تقویٰ کو اختیار کرنے پر مبنی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایسی چیز سے منع کرتا ہے جو مضر ہو، لہذا ان میں تسامح اور تلفیق صرف شرعی ضرورت ہی کے وقت جائز ہوگا، کیونکہ ضرورتیں ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہیں، اسی لئے حدیث میں ہے کہ: ''ما نھیتکم عنہ فاجتنبوہ، وما أمرتکم بہ فأتوا منہ ما استطعتم'' (البخاری: ۷۲۸۸، مسلم: ۱۳۳۷) جن چیزوں سے میں نے تم کو منع کیا ہے ان سے باز رہو اور جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے استطاعت کے مطابق ان پر عمل کرو۔

اسی طرح ممنوع چیزوں میں تلفیق اس لئے بھی جائز نہیں ہے کہ اس کا دارومدار عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی وجہ سے تقویٰ اور احتیاط پر ہے:

''ما اجتمع الحرام و الحلال إلا غلب الحرام الحلال'' (البیھقی: ۱۳۸۷۸)

جب حرام وحلال اکٹھا ہوتے ہیں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے، اور دوسری حدیث ہے:.

دع ما یریبک إلی ما لا یریبک'' (الترمذی: ۲۵۱۸)

اس چیز کو جو تمھیں شک میں ڈالے چھوڑ کر اسے اپنا لو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

جہاں تک تعلق ہے ان ممنوعات کا جو حقوق العباد سے متعق ہیں تو ان میں ''تلفیق'' جائز نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصد حقوق کی حفاظت، ایذاء رسانی اور ظلم وزیادتی سے روکنا ہے، لہذا ان میں تلفیق جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ایک طرح کا مذکورہ مقصد کو فوت کرنے کا حیلہ مل جائے گا۔

(۳) وہ فروعات جو لوگوں کی مصلحت اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے متعلق ہیں، ان میں معاملات، حدود، نکاح وطلاق سے متعلق احکام اور عشر، خراج، معادن کے خمس جیسے اُموال کی ادائیگی شامل ہے، لہذا نکاح اور اس سے متعلق احکام کا اصل مقصد زوجین اور ان کے بچوں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے اور یہ اسی وقت پورے طور پر ممکن ہے جبکہ رشتۂ زوجیت محفوظ اور خوشگوار ہو جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ''ف إمساک بمعروف أوتسریح ب إحسان'' لہذا ہر وہ چیز جو اس مقصد کو پورا کرے اس پر عمل کیا جائے گا، اگرچہ وہ بعض مواقع میں ''تلفیق'' تک پہونچادے، البتہ اس بات کا لحاظ ہونا چاہیئے کہ تلفیق کو نکاح وطلاق کے احکام کے ساتھ کھلواڑ کا ذریعہ نہ بنایا جائے، ورنہ تلفیق ممنوع ہوگی۔

اور جہاں تک تعلق ہے معاملات کا، اور اموال کی ادائیگی کا، اور مقررہ حدود، اور زندگی کی حفاظت جیسے احکام کا، جن میں انسانیت کی مصلحت اور لوازمات زندگی کی رعایت کی گئی ہے، تو ان میں ہر اس مذہب کو اختیار کیا جائے گا جو بندوں کی مصلحت وبھلائی سے قریب تر ہو اگرچہ اس سے تلفیق لازم آئے، کیونکہ اس میں ایسی مصلحت کو پورا کرنے کی سعی وکوشش ہے جو شریعت کا اصل مقصود ہے، اور کیونکہ لوگوں کی مصلحتیں زمانہ، عرف، تہذیب وتمدن، اور علاقے کی تبدیلی کی وجہ سے بدلتی رہتی ہیں، اور مصالح شرعیہ کا معیار ہر وہ چیز ہے جس سے کلیات خمسہ (دین، نفس، نسل، عقل، مال) کی حفاظت ہو سکے، قرآن وسنت اور اجماع سے ہر طرح کی مصلحت کی حفاظت شرعا مقصود ہے، اور انھیں کا نام مصلحت مرسلہ مقبولہ ہے (القول السدید فی بعض مسائل ال إجتھاد والتقلید: ص: ۸۳۔ ۸۲)۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نقل کرتے ہیں:

والخلاصة: إن ضابط جواز التلفيق، وعدم جوازه: هو أن كل ما أفضى إلى تفويض دعائم الشريعة والقضاء على سياستها وحكمتها فهو محظور وخصوصاً الحيل، وأن كل ما يؤيد دعائم الشريعة، وما ترمي إليه حكمتها وسياستها لإسعاد الناس في الدارين بتيسير العبادات عليهم وصيانة مصالحهم في المعاملات، فهو جائز مطلوب (أصول الفقه الإسلامي: ص، ۱۱۵۳).

اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بیشک تلفیق کے جواز اور عدم جواز کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ تلفیق جو شریعت کی بنیادوں میں تبدیلی کرنے اور اس کے اصول وحکمتوں کے خلاف فیصلہ کرنے کی باعث ہو وہ ممنوع ہے خاص طور پر حیلوں کو اختیار کرکے، اور ہر وہ تلفیق جو شریعت کی بنیادوں اور اس کی حکمتوں واصولوں کے مقاصد کو

مضبوط کرے، لوگوں کے لئے عبادات میں آسانی پیدا کرے اور معاملات میں ان کے مصالح کی حفاظت کرے، تاکہ لوگ دونوں جہان کی کامیابی حاصل کرسکیں، تو وہ تلفیق جائز اور مطلوب ہے۔

محمد بن عبدالعظیم مکی حنفی رومیؒ نے تلفیق ممنوع کی دو قسمیں بیان کی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

ليس القول بجواز التلفيق مطلقاً، وإنما هو مقيد في دائرة معينة، فمنه ما هو باطل لذاته، كما إذا أدى إلى إحلال المحرمات كالخمر والزنا ونحوهما، ومنه ما هو محظور لا لذاته، بل لما يعرض له من العوارض (القول السديد في بعض مسائل الإجتهاد والتقليد: ص: ۸۰)

تلفیق کے جواز کا قول مطلق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک محدود دائرہ ہے، لہذا اس کی ایک قسم ''باطل لذاتہ'' ہے جیسے کہ تلفیق حرام چیزوں کو حلال کردے مثلاً شراب، زنا یا ان جیسی چیزیں ہیں، اور اس کی دوسری قسم ''ممنوع لغیرہ'' یعنی جو موانع وعوارض کے پیش آنے کی وجہ سے ممنوع ہو۔

قاضی مجاہد الاسلامؒ ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کے آٹھویں سالانہ اجلاس کے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وللأصوليين والفقهاء في قضية التلفيق ثلاثة مذاهب، كما ظهر من نصوص الفقهاء التي قدمناها في هذا البحث: المذهب الأول: جواز التلفيق مطلقاً المذهب الثاني: منع التلفيق مطلقاً. المذهب الثالث: إباحة التلفيق بشروط:

مسئلۂ تلفیق کے سلسلے میں فقہاء اور اُصولیین کے تین مسلک ہیں جیسا کہ فقہاء کے ان عبارتوں سے معلوم ہوا جن کو ہم نے اس بحث میں پہلے بیان کردیا: (۱) تلفیق مطلق جائز ہے، (۲) تلفیق مطلق ناجائز ہے (۳) تلفیق کچھ شرطوں کے ساتھ مباح ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پہلا مسلک (تلفیق کی مطلق اجازت دینا) بہت خطرناک ہے، خاص طور سے ہمارے اس دور میں جس میں خواہشات نفسانی کا غلبہ اور خوف خدا کی کمی ہے، اگر ہم نے اس مسلک کو اس آزادانہ دور میں اختیار کیا تو یقیناً یہ چیز شریعت کو معطل کرنے کی باعث ہوگی اور دین بس لوگوں کے لئے کھلواڑ اور مذاق بن کر رہ جائے گا۔

اس کے برخلاف دوسرے مسلک (تلفیق سے مطلق منع کرنا) کو اختیار کرنا باوجود اس کے کہ یہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اس زمانے کے تقاضے کے خلاف ہوگا، کیونکہ اگر ہم نے کسی خاص مسلک کی مطلق قید لگادی، تو نئے فقہی مسائل کا شرعی حل ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا، لہذا اس طرح کی قید بہت زیادہ تنگی اور دشواری کا باعث ہوگی، حالانکہ فقہی مسالک کا تعدد اللہ کی طرف سے رحمت اور ایک طرح کی گنجائش ہے، اور تمام مسالک کا سرچشمہ قرآن و سنت ہی ہیں، لہذا موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں مختلف فقہاء اور مجتہدین کی آراء سے ہمارے لئے

فائدہ اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، چاہے ان مسائل کا تعلق اقتصادیات سے ہو یا سماجیات سے ہو یا ان کے علاوہ دوسرے باب سے متعلق ہوں، البتہ مقصد رخصت تلاش کرنا نہ ہو بلکہ امت سے مشقت ودشواری کو دور کرنا ہو۔ (مجمع الفقہ الاسلامی: العدد الثامن، الجزء الأول: ۳۳۹ص)

تلفیق درج ذیل حالات میں ممنوع ہے جس کا ذکر ''مجمع الفقہ الاسلامی'' نے اپنے آٹھویں سالانہ اجلاس میں ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے کیا ہے:

أ- إذا أدى إلى الأخذ بالرخص لمجرد الهوى، أو الإخلال بأحد الضوابط المبينة في مسألة الأخذ بالرخص۔

ب- إذا أدى إلى نقض حكم القضاء۔

ج- إذا أدى إلى نقض ما عمل به تقليداً في واقعة واحدة.

د- إذا أدى إلى مخالفة الإجماع أو ما يستلزمه۔

هـ- إذا أدى إلى حالة مركبة لا يقرها أحد من المجتهدين۔ (مجمع الفقه الاسلامي: العدد الثامن، الجزء الأول: ۶۴۰ص)

(الف) جب اس کا نتیجہ محض خواہش نفسانی کی خاطر سہولت حاصل کرنا ہو یا فقہی مذاہب کی سہولتوں سے استفادہ کے جو قواعد ہیں، اُن میں سے کسی ضابطے کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ (ب) جب اس سے کسی قاضی کے فیصلے کو مسترد کرنا لازم آئے۔ (ج) جب کسی معاملے میں کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے ایک عمل کر چکا ہو اور اب دوسرے مجتہد کا قول لے کر اسے توڑنا چاہتا ہو۔ (د) جب تلفیق کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت کی جائے، یا کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے جو اجماع کی مخالفت کو مستلزم ہو۔ (ہ) جب تلفیق کے نتیجے میں کوئی ایسی مرکب حالت وجود میں آجائے جو مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک بھی معتبر نہ ہو۔

ساتویں صدی ہجری سے سے پہلے فقہاء کے یہاں ''تلفیق'' کا کوئی ذکر نہیں ملتا، عام طور پر دسویں صدی ہجری کے بعد متاخرین فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر نے تلفیق کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، یہی بات علامہ شامی نے لکھی ہے: ''وان الحكم الملفق باطل بالاجماع''۔ شیخ علی اجہوری شافعی اور علامہ قرآنی مالکیؒ سے بھی تلفیق کی ممانعت نقل کی گئی ہے، ''تلفیق'' کی وجہ سے خرق اجماع کی نوبت آتی ہے، اور جہاں تک ابن حجرؒ اور شامیؒ کا دعویٰ ہے کہ تلفیق کی حرمت پر اجماع ہے، تو یہ ایک ایسا دعوی ہے کہ اس کو ثابت کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے خود شامیؒ کی ''تنقیح حامدیہ'' سے نقل کیا ہے کہ شیخ طرطوسیؒ اور ابوالسعودؒ اس کو جائز قرار دیتے تھے، یہی بات اب ابن نجیمؒ جیسے بلند پایہ حنفی فقیہ نے بیع وقف کے ایک مسئلہ میں کہی ہے، بزازیہ میں بھی

تلفیق کو جائز قرار دیا گیا ہے، ابن عرفہ مالکیؒ اور علامہ عودیؒ کی بھی یہی رائے منقول ہے، علامہ بیجوریؒ اور شفشائیؒ وغیرہ نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہی نقل کیا ہے اور جواز کو ترجیح دیا ہے، (اصول الفقہ الاسلامی: ج:۲،ص:۱۱۴۷)۔

خاتم المحققین علامہ ابن ہمامؒ کا رجحان بھی تلفیق کے جواز ہی کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے بعض متاخرین سے تلفیق کی ممانعت نقل کی ہے، لیکن اس پر نہ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور نہ اپنے مذاق ومزاج کے مطابق اس پر دلائل قائم کئے ہیں، فرماتے ہیں:

"وقیده متأخر ..... بأن لا یترتب علیه ما یمنعانه فمن قلد الشافعي في عدم الدلك ومالكا في عدم نقض اللمس بلا شهوة صلى" (تیسیر التحریر: ج:۴، ص:۲۵۴)

امام قرافی نے قید لگائی ہے کہ ایسی صورت واقع نہ ہونے پائے جس کو دونوں ہی منع کرتے ہوں، جیسے کہ کوئی شخص (وضو میں) جسم کے نہ ملنے میں شافعی کی اور بلا شہوت عورت کو چھونے کی وجہ سے وضو نہ ٹوٹنے میں مالک کی تقلید کرے اور نماز ادا کرے۔

تحریر کے شارح امیر بادشاہ نے تلفیق کو جائز قرار دیا ہے تلفیق کے مانعین کی دلیل اور رائے پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهذا الفارق لا نسلم ان یکون موجبا للحکم بالبطلان وکیف نسلم والمخالفة في بعض الشروط أهون من المخالفة في الجمیع فیلزم الحکم بالحجة في الأهون بالطریق الأولی ومن یدعی وجود فارق او وجود دلیل آخر علی بطلان صورة التلفیق علی خلاف الصورة الأولی فعلیه البرهان" (تیسیر التحریر: ج:۴، ص:۲۵۵)

ہمیں تسلیم نہیں کہ یہ ایسا فارق ہے کہ حکم کے باطل ہونے کا باعث ہوگا اور اسے کیونکر تسلیم کیا جائے جب کہ تمام شرطوں میں مخالفت بعض شرطوں میں مخالفت سے کم تر ہے، لہذا اس سے کم تر مخالفت کی صورت میں بدرجہ اولی اس عمل کے درست ہونے کا حکم لگایا جانا چاہئے اور جس کا دعوی ہے کہ کوئی وجہ فرق یا کوئی اور دلیل پہلی صورت کے برخلاف تلفیق کے باطل ہونے پر موجود ہے تو اسے دلیل پیش کرنی چاہئے۔

یہی رائے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، اور انہوں نے بڑی قوت اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے، تاہم موجودہ حالات میں حرص وہوس اور اتباع نفس کا جیسا کچھ غلبہ ہے، اس کا تقاضا یہی ہے کہ تلفیق کی ایسی کھلی چھوٹ نہ دیدی جائے، ہاں کہیں کسی مسئلہ میں اجتماعی وقت پیدا ہو جائے، ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول ضروری ہو جائے اور صورت حال یہ ہو کہ تلفیق سے بچ کر اس کا حل کرنا مشکل ہو تو علماء اور اصحاب افتاء اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ ایسے مواقع پر اس نقطۂ نظر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں (عِقد الجید: ۲۶۔۲۷)۔

مفتی محمد تقی عثمانی تلفیق کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں فقہاء اور اُصولیین کی بہت سی عبارتوں کا جائزہ لینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ ابن نجیمؒ اور ابن ملا فروحؒ نے واضح طور پر تلفیق کو جائز قرار دیا ہے، ابن ہمامؒ کی بات سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تلفیق کی ممانعت متاخرین نے کی ہے، چاروں مذاہب کے جمہور متاخرین فقہاء نے تلفیق سے منع کیا ہے جیسا کہ آپ علامہ قرافی مالکیؒ کی عبارت پہلے پڑھ چکے ہیں اور شوافع میں سے ابن العطارؒ نے بھی اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ میرے سامنے جو بات واضح ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ یہ ہے کہ تلفیق سے روکنا ہی راجح ہے، کیونکہ اس پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مذاہب کے ساتھ ذاتی لذتوں کی غرض سے کھلواڑ کرنا خواہشات نفس کی پیروی کرنا ہے، اس کی ممانعت تو واضح طور پر قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہے:

فَأَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص:۲۶)

(لہذا تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کرو اور نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، یقین رکھو کہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا تھا)۔ اگر تلفیق کے دروازے کا چوپٹ کھول دیا جائے تو اس کا نتیجہ خواہش نفسانی کی پیروی اور شرعی پابندیوں سے بالکل آزادی کی شکل میں ہی سامنے آئے گا، البتہ وہ تلفیق جو ممنوع ہے اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی ایک مسئلہ میں دو مذاہب کو ایسے اختیار کرلے کہ جس سے ایک ایسی شکل وجود میں آجائے کہ کوئی بھی خاص اُس مسئلے میں اس صورت کے جائز ہونے کا قائل نہ ہو (اُصول الافتاء وآدابہ:۲۵۵)۔

تلفیق کے جواز کے قائلین کے دلائل: (۱) بلاشبہ تلفیق سے منع کرنا اس تقلید کے عدم جواز کا باعث بنے گا جس کو خود تلفیق کے مانعین نے عوام پر واجب کیا ہے کیونکہ تلفیق کا دارومدار تقلید ہی کی اس سوچ وفکر پر ہے جو بعد میں آئی، بایں طور کہ سائل نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے زمانے میں ان سے جو چاہتا سوال کرتا تھا تو وہ اس کو بغیر اس پر اپنا قول لازم کئے فتویٰ دیتے تھے۔ (۲) تلفیق کی ممانعت اس اصول کو توڑ دیتی ہے جو بیان کیا جاتا ہے ''اختلاف الأئمۃ رحمۃ للأمۃ'' ائمہ کا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔ (۳) تلفیق کی ممانعت ان بنیاد (یعنی آسانی، نرمی اور مشقت ودشواری کو دور کرنا) سے متصادم ہوگی جس پر شریعت قائم ہے۔ (۴) بلاشبہ تلفیق کے عدم جواز کا حکم عوام الناس کی عبادات کو باطل کرنے کا باعث ہے مثلاً اگر کسی شخص نے وضو کیا اور امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے سر کے کچھ حصہ کا مسح کرلیا، تو اس کا وضو صحیح ہے، پھر اگر کچھ دیر کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے

ہوئے اس نے اپنے عضوتناسل کو چھولیا، تو اس کی نماز بھی جائز ہوگئی، کیونکہ اس مقلد شخص کا وضو بالاتفاق صحیح ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شرمگاہ کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے، لہذا اگر ایک شخص نے امام صاحبؒ کی تقلید کرلی بغیر اس وضو کو توڑے ہوئے جو امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے، تو برابر وہ وضو باقی رہے گا امام صاحبؒ کی تقلید کرتے ہوئے، اور اس وقت یہ نہیں کہا جائیگا کہ دونوں مذہب میں یہ وضو باطل ہے، اس لئے کہ دونوں مسئلے الگ الگ ہیں کیونکہ امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے وضو صحت کے ساتھ مکمل ہو چکا ہے، اور امام صاحبؒ کی تقلید کرتے ہوئے عضوتناسل کے چھونے کے بعد برابر باقی ہے، لہذا امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا وضو کی صحت کو مسلسل باقی رکھنے میں ہے نہ کہ ابتداء صحت میں۔ (۵) بعض حنفیہ کا دعویٰ ہے کہ تلفیق کی ممانعت پر اجماع قائم ہے، تو یہ دعویٰ یا تو اہل مذہب کے اتفاق کے اعتبار سے ہے یا اکثریت کے اعتبار سے یا پھر سماع کے اعتبار سے ہے، ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ دلیل ان حضرات کے دعوے کے خلاف ہے۔ القول السدید فی بعض مسائل الاجتہاد والتقلید ص ۸۰)۔

اگر دو مسئلے الگ الگ باب کے ہوں تو وہاں تلفیق یعنی الگ الگ مذہب اختیار کرنے کی ممانعت نہیں ہے، یہ وہ مسئلہ ہے جس سے علامہ ابن فروحؒ نے استدلال کیا ہے کہ متاخرین حنفیہ میں سے بہت سے حضرات نے آئمہ ثلاثہؒ کے قول پر فتوی دیا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے کوئی مصلحت واضح ہو جائے تو وہ غائب شخص کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے جب کہ اصل مذہب حنفیہ میں قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے ''جامع الفصولین'' سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ففي مثل هذا لو برهن على الغائب وغلب علي ظن القاضي أنه حق لا تزوير ولا حيلة فيه، فينبغي أن يحكم عليه وله، وكذا للمفتي أن يفتي بجوازه دفعاً للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع''(ردالمحتار: ۸ ج۔ ۹۷ ص)

ان جیسی صورتوں میں (یعنی جب غائب کو قاضی کے ہاں حاضر کرنے میں سخت دشواری ہو تو) اگر غائب شخص کے خلاف گواہ آجائیں اور قاضی کا غالب گمان بھی یہ ہو کہ سائل حق پر ہے اور اس میں کوئی دھوکہ بازی یا حیلہ سازی نہیں ہے تو قاضی کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ غائب کے حق میں بھی اور اس کے خلاف بھی فیصلہ دے سکتا ہے۔ مفتی کیلئے بھی مناسب ہے کہ حرج کو دور کرنے اور ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اس پر فتوئی دے تاکہ لوگوں کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔

اس (قضاء علی الغائب کے جواز) کی تائید اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو فتح القدیر کے ''باب المفقود'' میں ہے:

''وهو لا يجوز إلا إذا رآه القاضي) أي إذا رأى القاضي المصلحة في الحكم للغائب وعليه فحكم فإنه ينفذ لأنه مجتهد فيه''(فتح القدیر: ج: ۶، ص ۱۳۳)

غائب شخص پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ قاضی اُس کے حق میں یا اس کے برخلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت سمجھے اور پھر فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔ (متفقہ اور قطعی مسئلہ نہیں ہے)۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''قُلْتُ: وظاهره ولو كان القاضي حنفياً ولو في زماننا، ولا ينافي ما مر لأن تجويز هذا للمصلحة والضرورة'' (ردالمحتار: ۸ ج۔۷ ۹ ص) میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ حنفی قاضی بھی ایسا فیصلہ کر دے اور وہ قاضی بھی ہمارے زمانے کا ہو تو بھی یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ یہ بات گزشتہ بحث کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں قضاء علی الغائب کو جائز قرار دینا مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ ان تصریحات کی بنیاد پر اگر کوئی قاضی قضاء علی الغائب میں جمہور فقہاء کے مذہب کو اختیار کر لیتا ہے تو اس پر یہ لازم نہیں ہوگا کہ وہ اپنے تمام فیصلوں میں ان کے مذہب ہی کو لازم پکڑے

''لأن مسألة القضاء على الغائب ومسألة الشفعة للجار مسألتان مستقلتان من بابين، ولا يلزم أنه إن أخذ بقول الشافعي رحمه الله تعالى في باب أن لا يأخذ بمذهب الحنفية في باب آخر''. (أصول الإفتاء وآدابه: ۲۵۷)۔

لہذا اگر قاضی نے پڑوسی کے حق میں شفعہ کا فیصلہ کر دیا (جو مذہب حنفی ہے) اور مدعیٰ علیہ غائب تھا، تو اس کا نتیجہ تلفیق ممنوع نہیں نکلے گا، کیونکہ قضاء علی الغائب کا مسئلہ اور پڑوسی کیلئے شفعہ کا حق ثابت ہونے کا مسئلہ دونوں دو الگ الگ ابواب کے مستقل مسائل ہیں (جب کہ ممنوع وہ تلفیق ہے، جو ایک باب کے مسئلہ میں ہو) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر اُس نے ایک باب (قضاء) میں امام شافعیؒ کا قول اختیار کر لیا تو اب وہ دوسرے باب (شفعہ) میں مذہب حنفیہ اختیار نہ کرے۔

اس موقف کی تائید اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو فتاوی ہندیہ میں ''ذخیرہ'' کے حوالے سے نقل کی گئی ہے:

''اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو ہم نے بتا دیا کہ جو قاضی فاسق گواہوں کی بناء پر غائب کے بارے میں فیصلہ کر دے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کی بناء پر غائب کے نکاح کے بارے میں فیصلہ کر دے تو اُس کا یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ حالانکہ جو امام شافعیؒ قضاء علی الغائب کو جائز کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح میں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں اور فاسق کی بھی گواہی بالکل غیر معتبر ہے۔ لیکن یہاں (اس ظاہری شبہ کے جواب میں) یہ کہا گیا ہے کہ ان دونوں مسائل میں سے ہر ایک مجتہد فیہ ہے، لہذا اگر قاضی ان میں اپنے اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کرے گا تو وہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا''۔ (الفتاوی الھندیۃ ج ۲ ص ۳۵۹)

یہاں تک تو اُس تلفیق کی بات ہوگئی جو دو الگ الگ باب کے مسائل میں ہو تو یہ جائز ہے۔

نیز مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

”وهذا بخلافِ مَنْ أخذ بمذهب الشافعية في عدم انتقاض الوضوء بالدم السائل، وبمذهب الحنفية بعدمه بمس المرأة، فإن المسألتين من باب واحد، فلا يُعَدُّ متوضئاً على كلا المذهبين“(أصول الإفتاء وآدابه:۲۵۷)

اس کے برخلاف جو شخص اس مسئلہ میں مذہب شافعیہ کو اختیار کر لیتا ہے کہ بہنے والے خون سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس مسئلے میں مذہب حنفیہ کو لے لیتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا (تو یہ تلفیق درست نہیں) کیونکہ یہ دونوں مسائل ایک ہی باب کے ہیں۔ ایسا کرنے کی صورت میں تو وہ دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب پر بھی باوضو نہیں سمجھا جائے گا۔

یہی موقف ہے جس کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسئلہ تلفیق میں معتدل ترین قول قرار دیا ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں: ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول اعدل الاقوال (معتدل ترین بات) ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق الاجماع (اجماع کے مخالف) کی اجازت نہ ہو اور دو عمل جداگانہ ہوں تو ان میں تلفیق کی اجازت دی جائے، گو ظاہراً خلاف اجماع لازم آتا ہو مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع رأس (چوتھائی سر) سے کم کا مسح کرے تو حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع رأس سے کم کا، تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا اور تلفیق خارق اجماع ہے، اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہرا اس صورت میں بھی خرق اجماع لازم آتا ہے کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہے اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جدا عمل ہے اور نماز جدا اس واسطے یہ تلفیق منع نہیں (مقدمۃ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ: حاشیہ، ۲۷)۔

اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے حرمت مصاہرت (سسرالی رشتوں کی بناء پر ثابت ہونے والی حرمت) کے ثبوت میں حنفیہ کے مذہب پر فتوی دیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (پنچایت) کے سامنے فسخ نکاح کے جائز ہونے میں مالکیہ کے مذہب پر فتوی دیا۔ کیونکہ یہ دونوں الگ الگ معاملے ہیں لہذا ان سے وہ تلفیق لازم نہیں آتی جو ممنوع ہو (مقدمۃ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ: ۵۱)۔

تلفیق کے موضوع پر ایسی ہی ایک قرارداد مجمع الفقہ الاسلامی (اسلامی فقہ اکیڈمی) نے اپنے آٹھویں سالانہ اجلاس میں منظور کی تھی۔

لا يجوز الأخذ برخص المذاهب الفقهية لمجرد الهوى، لأن ذلك يؤدي إلى التحلل من التكليف،

وإنما يجوز الأخذ بالرخص بمراعاة الضوابط التالية:

أ- أن تكون أقوال الفقهاء التي يترخص بها معتبرة شرعاً ولم توصف بأنها من شواذ الأقوال.

ب- أن تقوم الحاجة إلى الأخذ بالرخصة، دفعاً للمشقة سواء أكانت حاجة عامة للمجتمع أم خاصة أم فردية

ج- أن يكون الآخذ بالرخص ذا قدرة على الاختيار، أو أن يعتمد على من هو أهل لذلك۔

د- ألا يترتب على الأخذ بالرخص الوقوع في التلفيق الممنوع الآتي بيانه في (البند٦).

هـ- ألا يكون الأخذ بذلك القول ذريعة للوصول إلى غرض غير مشروع.

و-أن تطمئن نفس المترخص للأخذ بالرخصة۔(مجمع الفقه الاسلامی :العدد الثامن، الجزء الأول: ۶۴۰ ص)

فقہی مذاہب کی سہولتوں کو محض خواہش نفسانی کی خاطر اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کا نتیجہ شرعی احکام کی پابندی سے آزادی ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل ضوابط کی رعایت رکھتے ہوئے کسی فقہی مذہب میں دی گئی سہولت کو اختیار کیا جاسکتا ہے: (الف) جن فقہاء کا قول اختیار کیا جارہا ہے وہ قول معتبر ہو اور اقوال شاذہ میں سے نہ ہو، اس قول کو اختیار کرنا کسی حقیقی مشقت کو دور کرنے کے لئے واقعتا ضروری ہوگیا ہو۔ (ب) خواہ یہ ضرورت معاشرے کی حاجت عامہ یا خاصہ کی شکل میں ہو یا انفرادی ضرورت کی صورت میں۔ (ج) ایسے قول کو اختیار کرنے والا ایسے اہل علم میں سے ہو جو اقوال فقہاء میں انتخاب کی صلاحیت رکھتا ہو، یا ایسا شخص ہو جو کسی ایسے اہل شخص پر اعتماد کر رہا ہو۔ (د) سہولت پر مبنی قول کو اختیار کرنے سے وہ تلفیق لازم نہ آئے جو ممنوع ہے اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۶ میں آرہا ہے (آگیا ہے)۔ (ھ) سہولت پر مبنی قول کو اختیار کرنے سے کوئی غیر مشروع مقصد پورا کرنا مطلوب نہ ہو۔ (و) اس سہولت کو اختیار کرنے پر متعلقہ شخص کا ضمیر مطمئن ہو۔

لہذا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لئے تلفیق بین المذاہب کا استعمال مذکورہ بالا شرطوں کا لحاظ کرتے ہوئے کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں بشرطیکہ تلفیق ممنوع لازم نہ آئے جیسا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی اس پر عمل کرتے ہوئے ؒ فرماتے ہیں کہ عورت یا اس کے اولیا ءطلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں؛ بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی با ضابطہ تحقیق شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد حکم کرے، اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ وتفریق نہیں ہوسکتی۔ اور جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو، یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار نہ

ہو، یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو، تو اس صورت میں فقہ حنفی کے مطابق تو عورت کی علیحدگی کے لئے بغیر خاوند کے طلاق وغیرہ کی کوئی صورت نہیں اور حتی الوسع لازم ہے کہ خلع وغیرہ کی کوشش کرے۔

لیکن اگر خاوند کسی طرح نہ مانے یا بوجہ مجنون یا لاپتہ ہونے کے اس سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دین دار مسلمانوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت جن کا عدد کم از کم تین ہو پنچایت کرے اور واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق حکم کر دے تو یہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے، حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے، مگر فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بھی بعض متأخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالک کے مذہب پر فتوی دیدیا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے درمنتقی سے قہستانی کا (جو چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) قول نقل کیا ہے:

لو أفتى به في موضع الضرورة لا بأس به على ما أظن. (ص: ۵۱۰، ج: ۳)

اور ایک عرصہ سے ارباب فتوی اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول پر فتوی دینا اختیار کر لیا ہے، اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا، لیکن جب تک عورت صبر کر سکے اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے، ہاں بوقت ضرورت شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہو سکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جاوے، اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں، اور ایسے ہی مواقع کے لئے یہ فتوی مرتب کیا گیا ہے (الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ: ۸۶)۔

محور دوم: تتبع رخص

لفظ ''رخص'' متعدد معانی کے لئے بولا جاتا ہے جن میں سے اہم معانی اجمالاً بیان کئے جا رہے ہیں: (الف) چھونے کی جگہ کا نرم ہونا، اگر چھونے کی جگہ نرم و نازک ہو تو اس کے لئے ''رخص البدن رخاصۃ'' بولتے ہیں، مذکر کی صفت ''رخص'' راء کے فتحہ اور خاء معجمہ کے سکون کے ساتھ اور ''رخیص'' ہے اور مونث کی صفت ''رخصۃ'' و ''رخصۃ'' ہے۔ (ب) بھاؤ کا گر جانا، کہا جاتا ہے: ''رخص الشئ رخصا'' را کے ضمہ اور خاء کے سکون کے ساتھ)، اس کی صفت ''رخیص'' ہے جو غلاء (گراں) کی ضد ہے (لسان العرب)۔ (ج) کسی کام سے منع کر دینے کے بعد اس کی اجازت دینا، اگر کسی کو کسی امر کی اجازت دیدی جائے تو اس کے لئے ''رخص له فی الامر'' بولتے ہیں، اس کا اسم ''غرفۃ'' کی طرح ''فعلۃ'' کے وزن پر ''رخصۃ'' ہے، اور یہ سختی کی ضد ہے یعنی رخصت کاموں میں آسانی کو چاہتی ہے، اگر

شریعت کسی کام کو آسان وسہل کر دے تو اس کے لئے ''رخص الشرع في كذا ترخيصا''اور ''أرخص ارخاصا'' بولتے ہیں (المصباح المنیر)۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يكره أن تؤتى معصيته'(أحمد: ۵۸۶۶) بے شک اللہ تعالی پسند فرماتے ہیں کہ اس کی رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جائے جیسا کہ اس کو ناپسند فرماتے ہیں اس کی نافرمانی کا ارتکاب کیا جائے۔

مادۂ رخصت: جیسے ''رخص''، ''ارخص''اور ''رخصة'' ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ما بال أقوام يرغبون عما رخص لي فيه'' (مسلم: ۲۳۵۶) ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس سے اعراض کرتے ہیں جس میں میرے لئے رخصت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے نظر کی وجہ سے جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے، اور شکار کی جزاء کے بارے میں حدیث ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''عليكم برخصة الله التي رخص لكم'' (مسلم: ۱۱۱۵) تم اللہ کی رخصت اختیار کرو جو اس نے تمہیں دی ہے یعنی روزے رکھو اگر شکار کے بدلہ چوپایہ دینا تمہارے لئے دشوار ہو خواہ اس کی کوئی وجہ ہو۔

شرعا امر اصلی کو تخفیف وتسہیل میں تبدیل کرنا، جیسے ''صلاۃ المسافر'' صلاۃ (نماز) کی اصل چار رکعت والی نماز میں چار ہی رکعت ہیں، لیکن مسافر کی سہولت کے لئے ان کو دو کر کے تسہیل کر دی گئی، اصل پر عمل کرنے کا نام ''عزیمة'' ہے اور دی ہوئی سہولت واجازت کا نام ''رخصة'' ہے، حدیث میں ہے:

''إن الله جَلَّ ثَنَاؤُهُ يُحِبُّ أَن يُؤْخَذَ بِرُخَصِهِ كما يُحِبُّ أن تؤتى عَزَائِمُهُ''

اللہ کو جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنا پسند ہے اسی طرح رخصتوں کو اپنانا بھی پسند ہے (القاموس الوحید: ۶۱۰)۔

اور اس کی اصطلاحی تعریف امام غزالیؒ نے یہ کی ہے:

''عبارة عما وُسِّعَ للمكلف في فعله لعذر وعجز عنه، مع قيام السبب المحرم'' (المستصفیٰ فی علم الأصول: ج: ۱، ص: ۳۳۰)

حرام ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے مکلف کو اس کی اجازت دے دی جائے تو یہ رخصت ہے۔

رخصت کی مشروعیت: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے، اور وہ اپنے بندوں اور ان کے حالات سے پوری طرح باخبر ہے، لہذا اس نے دین میں کوئی دشواری نہیں رکھی ہے، دین کے اندر یہی سہولت اور آسانی وہ بنیاد ہے جس پر رخصت کے حکم کا دارومدار ہے ، اور اسی لئے شریعت میں رخصت کو معتبر ماننے پر علماء کا اجماع ہے، اور اللہ کی کتاب بھی اس پر شاہد ہے: (۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ

الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ "(البقرۃ:۱۸۵)اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا۔(۲)دوسری جگہ ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء:۲۸)

اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے اور انسان تو کمزور پیدا ہی کیا گیا ہے۔

(۳)مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ "(المائدۃ:٦)

خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے۔

(۴)"هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ "(الحج:۷۸)

اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

(۵)"مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ "(الأحزاب:۳۸)

پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔

(٦)"لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ ولا على المريض حرج "(النور:٦١)

نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف۔

(۷)"ليس على الضعفاء ولا على المرضى ولَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ "(التوبۃ:۹۱)

کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (سامان جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو میسر نہیں جبکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ (اور احکام میں) خلوص رکھیں۔

(۸)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إن الدين يسر ولا ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه "(مسلم:۲۸۱٦)

بلا شبہ دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین میں سختی کرنے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔

(۹)دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن الله تعالى لم يبعثني مُعَنِّتاً ولا مُتَعَنِّتاً، ولكن بعثني معلماً ميسراً "(مسلم:۱۴۷۸)

اللہ تعالی نے مجھے سختی کرنے والا اور تکلیف پہنچانے والا بنا کر نہیں بھیجا لیکن اللہ نے مجھے معلم اور آسان کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۱۰)ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بعثت بالحنيفية السمحة "(أحمد:۲۲۳۴۵)

مجھے آسانی والا دین حنیف دے کر بھیجا گیا ہے۔

اقسام رخصت: رخصت کی تقسیم مختلف اعتبارات سے کی جاتی ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(الف) رخصت کے حکم کے اعتبار سے: اس اعتبار سے رخصت کی تقسیم قدیم وجدید قول میں شافعیہ کرتے ہیں، اور اس اعتبار سے ان کے نزدیک رخصت کی چار قسمیں ہیں (الأشباہ و النظائر للسیوطی: ۸۲) (پہلی قسم): واجب رخصتیں: جیسے مضطر کا حرام چیزوں کو کھانا اور حرام مشروبات کو پینا صحیح اور مشہور قول یہی ہے، (دوسری قسم): مندوب رخصتیں، جیسے تین دن یا اس سے زائد سفر کرنے والے مسافر کے لئے قصر، مخطوبہ (منگیتر) کو دیکھنا۔ (تیسری قسم) مباح رخصتیں: اس کی مثال میں وہ عقود بیان کئے جاتے ہیں جو خلاف قیاس جائز ہیں، جیسے سلم، عریہ، مضاربت، مساقات، اجارہ اور جعل وغیرہ جو لوگوں کی حاجت کی وجہ سے مباح کئے گئے ہیں۔ (چوتھی قسم): وہ رخصتیں جو خلاف اولی ہیں: جیسے رمضان میں اس مسافر کے لئے افطار کرنا جس پر روزہ رکھنا کوئی زیادہ دشوار نہ ہو، اور اس شخص کا تیمم کرنا جسے پانی مناسب قیمت سے زیادہ میں مل رہا ہو اور وہ اس کے خریدنے پر قادر ہو۔

(ب) حقیقت ومجاز کے اعتبار سے: اس اعتبار سے رخصت کی تقسیم پر سلف وخلف تمام حنفیہ متفق ہیں اور اس اعتبار سے ان کے نزدیک رخصت کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔ (قسم اول): حقیقی رخصتیں: یہ وہ رخصتیں ہیں جو ان عزیمتوں کے مقابلہ میں آتی ہیں جن پر قیام دلائل کی وجہ سے عمل جاری ہو، اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) وہ رخصت جسے شریعت نے حرمت اور سبب حرمت کے ایک ساتھ موجود ہونے کے باوجود مباح کیا ہے، اور یہ سب سے اعلی درجہ کی رخصت ہے۔ (۲) وہ رخصت جسے شریعت نے سبب حرمت کے قائم ہونے اور حرمت کی تراخی کے ساتھ مباح کیا ہے: جیسے رمضان میں مسافر کے لئے افطار، اس لئے کہ افطار کو حرام کرنے والا سبب (یعنی رمضان کے مہینہ کا ہونا) موجود ہے، لیکن روزہ کا وجوب یا افطار کی حرمت علی الفور موجود نہیں بلکہ تراخی کے ساتھ ثابت ہے، قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَر"

(اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار کرنا لازم ہے)۔ اس قسم میں بھی حنفیہ کے نزدیک عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کرنے سے اولی ہے، یعنی ان کے نزدیک روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہے۔

(قسم دوم): مجازی رخصتیں: ان رخصتوں کو فقہاء کی اصطلاح میں "رخصت اسقاط" بھی کہتے ہیں اور حقیقی رخصتوں کی طرح، فقہاء نے ان کی بھی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) وہ دشوار احکام جو سابقہ امتوں پر فرض تھے اور اس امت مسلمہ سے ساقط کر دیئے گئے جیسے کہ توبہ کے صحیح ہونے کے لئے اپنے آپ کو قتل کرنا، اور کھال و کپڑے کو ناپاکی کی جگہ سے کاٹنا۔ (۲) وہ چیزیں جو بندوں سے ساقط کر دی گئیں لیکن فی الجملہ وہ مشروع ہیں تو ساقط ہونے کی

حیثیت سے وہ مجازی رخصتیں ہیں اور فی الجملہ مشروع ہونے کی حیثیت سے وہ حقیقی رخصتوں کے مشابہ ہیں، جیسے سلم اور اسی کے مانند وہ دیگر عقود جو حاجت کی وجہ سے مباح ہیں، اس اعتبار سے یہ مجازی رخصتیں ہیں اس لئے کہ ان کے مقابلہ میں عزیمتیں نہیں ہیں۔

(ج) تخفیف کے اعتبار سے رخصتوں کی تقسیم: اس اعتبار سے (یعنی جو طاری ہونے والے احکام کے ساتھ خاص ہے) رخصتوں کی چھ قسمیں ہیں:

(پہلی قسم): تخفیف اسقاط، یہ اس وقت ہوتی ہے جب کوئی عذر پایا جائے یا اس کے لئے کوئی سبب موجود ہو جیسے بیماری یا شدید سردی، یا آندھی اور بارش کی وجہ سے جماعت کے لئے جانا ساقط ہو جاتا ہے۔ (دوسری قسم): تخفیف تنقیص: اس کی مثال ان ارکان نماز میں کمی کرنا جن کے ادا کرنے سے مریض عاجز ہو جیسے رکوع وسجود وغیرہ کو حسب استطاعت ادا کرنا۔ (تیسری قسم): تخفیف ابدال: اس کی مثال جیسے وضوء وغسل کو تیمم سے بدل دینا، (چوتھی قسم): تخفیف تقدیم: اس کی مثال عصر کو ظہر میں اور عشاء کو مغرب میں مقدم کرنا جسے جمع تقدیم کہتے ہیں، اور اس کے جواز پر فقہاء نے متعدد حالات میں صراحت کی ہے جیسے سفر، مرض اور خوف ۔ (پانچویں قسم): تخفیف تاخیر: اس کی مثال: ظہر کو عصر تک اور مغرب کو عشاء تک مؤخر کرنا، جزئیات کی کتابوں میں یہ جمع تاخیر سے معروف ہے، یہ سفر میں، مزدلفہ میں، مرض اور بارش کی وجہ سے اور ان کے علاوہ تاخیر کو مباح کرنے والے دیگر اعذار کی صورت میں ہوتی ہے۔ (چھٹی قسم): مانع کے باقی رہتے ہوئے تخفیف اباحت: اس کی مثال: ڈھیلے سے استنجاء کرنے والے کی نماز کا صحیح ہونا حالانکہ پاخانہ کا اثر باقی رہتا ہے جو بغیر پانی کے پورے طور پر ختم نہیں ہوتا۔

(د) اسباب کے اعتبار سے رخصتوں کی تقسیم: یہ تقسیم اصول رخصت کو زیادہ منضبط کرنے والی اور اس کی جزئیات کو زیادہ جمع کرنے والی سمجھی جاتی ہے اور اس اعتبار سے رخصت کی چند قسمیں ہیں جن میں سے دو نقل کی جاتی ہیں: (۱) وہ رخصتیں جن کا سبب ضرورت ہو: بسا اوقات مکلف خطرہ اور شدید مشقت کی ایسی حالت میں پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے جان یا آبرو یا عقل یا مال وغیرہ میں نقصان کا خوف ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں حرام کا ارتکاب اس کے لئے متعین اور مباح ہو جاتا ہے، یا ترک واجب، یا اس کی تاخیر درست ہو جاتی ہے تاکہ اس سے ضرر کا دفعیہ ہو جائے، البتہ اس میں شرعی قیود کی پابندی لازم ہے، اسی بنیاد پر فقہاء نے اصول کے قریبی قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ مقرر فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "الضرورات تبیح المحظورات" (ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں) اس قاعدہ کو دو کلی قاعدوں کے فروغ میں سے شمار کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں "إذا ضاق الأمر اتسع" (جب معاملہ میں تنگی ہوتی ہے تو وسعت آجاتی ہے) اور "الضرر یزال" (ضرر ختم کر دیا جاتا ہے)۔ (۲) وہ رخصتیں جن کا سبب حاجت ہو: حاجت کی دو قسمیں ہیں، عام اور خاص، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو چیزیں دفع ضرر کے لئے مباح ہیں، وہ دفع

حاجت کے لئے بھی مباح ہیں، یعنی ان دونوں کا حکم ایک ہے، البتہ حاجت کے حکم میں استمرار ہے اور خاص طور پر اس صورت میں جب حاجت عام ہو، اور ضرورت کا حکم قیام ضرورت کی مدت تک ہے، اس لئے کہ ضرورت بقدر ضرورت ہی ہوتی ہے، اسی طرح فقہاء اس پر متفق ہیں کہ محرمات کی دو قسمیں ہیں (۱) محرمات لذاتہ (۲) محرمات لغیرہ: اول میں عام طور پر رخصت نہیں دی جاتی الا یہ کہ کسی مصلحت ضروریہ کی حفاظت مقصود ہو، اور دوسری قسم میں رخصت دی جاتی ہے یہاں تک کہ حاجت والی مصلحت کی حفاظت کے لئے بھی دے دی جاتی ہے، البتہ اگر چہ بعض حالات ہی میں سہی، لیکن حرام لغیرہ میں حرام لذاتہ جیسا معاملہ ہوتا ہے، اس بنیاد اور اس سے پہلی بنیاد ہی کے پیش نظر یہ فقہی قاعدہ بنا کہ: ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة'' (کبھی حاجت ضرورت کے درجہ میں ہو جاتی ہے)۔ (خلاصہ موسوعہ فقہیہ)

''تتبع رخص'' (رخصتوں کی تلاش وجستجو کرنا) کے بارے میں غور وخوض کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ ''رخصت'' جو اصولیوں کے نزدیک معروف ومشہور ہے اور جو ''عزیمت'' کی ضد ہے اور قرآن وسنت، فقہاء واصولیین سے ثابت ہے، جس میں فقہاء واصولیین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ اس کے معنیٰ میں نہیں ہے، بلکہ ''تتبع رخص'' سے مراد جیسا کہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نقل فرماتے ہیں یہ ہے:

''أن يختار الإنسان من أقوال الفقهاء والمجتهدين ومذاهبهم في كل مسألة ما يكون أسهل وأخف وأيسر (مجمع الفقه الاسلامي: العدد الثامن، الجزء الأول: ص، ۳۲۴)

کہ انسان ہر مسئلہ میں فقہاء ومجتہدین کے اقوال ومسالک میں سے اس مسلک کو اختیار کرے جو سب سے زیادہ سہل، ہلکا اور آسان ہو۔ یعنی وہ معروف ومشہور ائمہ میں سے کسی امام کے مسلک کا پابند نہ ہو، اور نہ ہی اس کے انتخاب کا معیار دلائل کی پختگی یا تقویٰ واحتیاط ہو، بلکہ فقہاء کے اُقوال وآراء کے انتخاب میں اس کا مدار تخفیف، آسانی اور سہولت پر ہو۔

لیکن اس طرح اجتہادی مذاہب کی رخصتوں کو تلاش کرنا اور ان کے پیچھے دوڑنا جب کہ اوپر ذکر کئے گئے اسباب میں سے کوئی سبب بھی نہ ہو تو یہ شرعی احکام سے راہ فرار اختیار کرنا اور ذمہ داری سے چھٹکارا حاصل کرنا، اور اوامر ونواہی کی عزیمتوں کو ضائع کرنا ہے، اور عبادت میں حق اللہ کا انکار کرنا اور بندوں کے حقوق کو ختم کرنا سمجھا جائے گا، جو شارع حکیم کے مقصد کے خلاف ہے جس میں عام طور پر تخفیف اور خاص طور پر رخصت کی ترغیب دی گئی ہے، قرآن کا ضابطہ تو یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں خواہشات نفس کی پیروی نہ کی جائے بلکہ اللہ کے اس ارشاد کی طرف رجوع کیا جائے:

''فإن تنازعتم في شيئ فردوه إلى الله والرسول'' (النساء: ۵۹)

کہ اگر تم کسی حکم کے سلسلے میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی لوٹاؤ۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے امام غزالی کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ''تتبع رخص فی المذاھب'' جائز نہیں ہے (أصول الفقہ الاسامی: ج:۲،ص:۱۱۵۴)،علامہ شاطبیؒ ''تتبع رخص'' کے بارے بالتفصیل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقد حكى ابن حزم الإجماع على أن ذلك فسق لا يحل'' (الموافقات: ج:۵، ص:۸۲)

ابن حزمؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، کہ یہ عمل فسق ہے جو حلال نہیں ہے۔

نیز ابن حزم اندلسیؒ دوسرے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لو أخذت برخصة كل عالم اجتمع فيك الشر كله'' (الإحكام فی أصول الأحكام: ج:۶، ص:۱۷۹)

اگر تو ہر عالم کی دی ہوئی رخصت کو اختیار کرلے گا تو تیرے اندر تمام کا تمام شر جمع ہوجائے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

''لو أنَّ رجلاً عَمِلَ بقول أهل الكوفة في النبيذ، وأهل المدينة في السماع وأهل مكة في المتعة، كان فاسقا'' (إرشاد الفحول: ص:۱۱۰۷، الطبع: دار الفضيلة، الرياض)

اگر کوئی آدمی نبیذ میں اہل کوفہ کے قول پر سماع میں اہل مدینہ کے قول پر اور متعہ میں اہل مکہ کے قول پر عمل کرے تو وہ فاسق ہوگا۔

علامہ شاطبیؒ کچھ علماء کے أقوال نقل کرتے ہیں:

''فقال أبو إسحاق المروزي: يفسق۔ وقال ابن أبي هريرة: لا يفسق. وقال ابن عبد السلام: إنَّه ينظر إلى الفعل الذي فعله، فإنْ كانَ مِمَّا اشتهر تحريمه في الشرع أثِم، وإلاَّ لم يأثَم. وفي ''السنن'' للبيهقي عن الأوزاعي: من أخذ بنوادر العلماء خرج عن الإسلام. (حوالۂ سابق)

ابو اسحاق مروزی کہتے ہیں ایسا شخص فاسق ہے، ابن ابوھریرہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص فاسق نہیں ہے۔ابن عبدالسلام کہتے ہیں کہ اس کے عمل کو دیکھا جائے گا، اگر اس کی حرمت شریعت میں مشہور ومعروف ہے تو وہ گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، امام بیہقیؒ کی سنن میں امام اوزاعیؒ کے حوالے سے منقول ہے کہ جس شخص نے علماء کے نادر اقوال کو لیا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

امام بیہقیؒ نے اِسماعیل قاضیؒ کے واسطے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے:

''دخلت على المعتضد، فدفع إليَّ كتابا نظرت فيه، وقد جُمعَ فِيهِ الرخص من زلل العلماء، وما احتج به كل منهم، فقلت: مصنف هذا زنديق، فقال: لم تصح هذه الأحاديث؟ (فقلت: الأحاديث) على ما رُويت، ولكن من أباح المسكر، لم يبح المتعة، ومن أباح المتعة، لم يبح الغناء والمسكر، وما من

عالم إلا وله زَلَّةٌ ، ومَن جمع زلل العلماء، ثم أخذ بها ذهب دينه ، فأمر المعتضد بإحراق ذلك الكتاب''(حوالۂ سابق)

قاضی اسماعیل ایک روز معتضد عباسی کے پاس گئے تو خلیفہ نے ایک کتاب انہیں پیش کی اور ان سے کہا کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں اس کے مؤلف نے اس میں علماء کی لغزشوں سے رخصتوں کو جمع کر رکھا تھا تو قاضی اسماعیل نے اس میں غور کرنے کے بعد کہا: اس کا مصنف زندیق ہے، خلیفہ نے کہا: کیا یہ احادیث صحیح نہیں، تو قاضی نے کہا: صحیح تو ہیں لیکن جس نے مسکر کو مباح کہا ہے اس نے متعہ کو مباح نہیں کہا ہے، اور جس نے متعہ کو مباح کہا ہے اس نے غناء و مسکر کو مباح نہیں کہا، اور کوئی عالم ایسا نہیں جس کی کوئی لغزش نہ ہو، اور جو علماء کی لغزشوں کو جمع کرے پھر ان پر عمل کرے اس کا دین رخصت ہو جائے گا، تو معتضد نے اس کتاب کو جلا دینے کا حکم دیا (حوالۂ سابق)۔

قاضی مجاھد الاسلامؒ نے ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کے ایک مقالے میں یہ بات نقل کی ہے کہ فقہاء و اُصولیین کے اُقوال کی چھان بین اور تحقیق کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''تتبع رخص'' کے مسئلہ میں ان کے تین مسلک ہیں: (۱) مطلق ناجائز ہے (۲) بغیر قیود و شرائط کے مطلق جائز ہے (۳) عام حالات میں ممنوع ہے اور خاص حالات میں ضرورت یا مرض یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے جائز ہے۔

ان میں سب سے اعلیٰ مسلک عدم جواز کا ہے، حتی کہ بعض لوگ اس پر اجماع کے قائل ہیں، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ رخصتوں کی تلاش و جستجو خواہشات نفس کی پیروی کرنے کی وجہ سے ہے، جبکہ خواہشات نفس کی پیروی کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے، اور ''تتبع رخص'' متفق علیہ اصول کے خلاف ہے، اس سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم نے اس کو مباح قرار دیدیا تو تکلیف ختم ہو جائے گی، حالانکہ شریعت نے انسان کو کچھ ایسے احکام کا بھی مکلف بنایا ہے جن میں اس کے لئے مشقت بھی ہے۔

جو فقہاء ''تتبع رخص'' کے مطلق جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ محض شریعت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنا ہے، اور قرآن و سنت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنے کے بے شمار دلائل موجود ہیں، اور شریعت میں کوئی مانع ایسا نہیں ہے جو انسان کو ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنے سے روکے۔

جہاں تک تعلق ہے خاص حالات میں کسی ضرورت یا عذر یا مرض کی وجہ سے رخصت کے تلاش کرنے کا تو یہ مخصوص شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے جس طرح خواہشات نفس سے منع کیا ہے اسی طرح احکام میں سہولت و آسانی کی بھی رعایت کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وما جعل علیکم فی الدین

حرج‘‘ (الحج:۷۸) لہذا اس مسئلہ میں دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری ہے، اور جن حضرات نے ’’تتبع رخص‘‘ کی ممانعت پر اجماع نقل کیا ہے میرا خیال یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ انسان ہر مذہب کے سب سے آسان حکم کو بغیر ضرورت وعذر کے محض اپنی خواہش نفس کو پوری کرنے کے لئے اختیار کرے، کیونکہ اگر یہ دروازہ کھولا جائے گا تو یہ عمل بہت سے احکام شرعیہ کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہوگا اور دین مذاق بن کر رہ جائے گا، جس کا سہارا لے کر انسان مختلف مسائل میں محض خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مختلف فقہاء کے اُقوال کا انتخاب کرے گا، خاص طور پر نئے تجارتی احکام میں، ایک ہی مسئلہ میں ایک دن امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرے گا اور دوسرے دن امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر عمل کرے گا۔۔ (مجمع الفقہ الاسلامی: العدد الثامن، الجزء الأول: ۲۷۔۲۸۔۳۲۹، ص)

تلفیق اور تتبع رخص کے درمیان چند پہلوؤں سے کچھ فرق ہیں:

(۱) ’’تتبع رخص‘‘ مسائل مختلفہ میں سے سب سے آسان اور ہلکے قول کو لینے کا نام ہے، اور ’’تلفیق‘‘ ایک ہی مسئلہ میں دو اُقوال کو جمع کر لینے کا نام ہے۔ (۲) تلفیق سے کبھی کبھی ایک ایسا قول جدید وجود میں آجاتا جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہیں ہوتا جبکہ تتبع رخص سے کوئی قول جدید وجود میں نہیں آتا بلکہ کسی ایسی رخصت پر عمل کیا جاتا ہے جس کا کوئی فقیہ قائل ہوتا ہے۔ (۳) تلفیق کبھی کبھی علماء کے اِجماع کی مخالفت کا باعث بنتی ہے جبکہ تتبع رخص میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک فقیہ کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ (۴) تتبع رخص اکثر مقصود ومطلوب ہوتی ہے اور تلفیق کبھی مقصود ہوتی ہے اور کبھی بلا قصد وارادہ واقع ہوجاتی ہے۔ (۵) تتبع رخص کی اصطلاح تلفیق کے مقابلے میں زیادہ مستعمل ہے۔ یہ فرق ان حضرات کے نزدیک ہیں جن کے یہاں تلفیق کا دائرہ تنگ ہے، اور جن حضرات کے یہاں اس میں وسعت ہے، میرا خیال یہ ہے کہ تتبع رخص تلفیق ہی کا ایک جزء ہے۔ (تتبع الرخص بین الشرع والواقع للتویجری: ۲۶، کتاب التمذھب لخالد الرویتع: ۹۰۔۱۰۹۱، عمدۃ التحقیق للبانی: ۱۲۱، أصول الفقہ الاسلامی لبدران ابوالعینین: ۴۹۱)۔

دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے نیز مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال بھی کر سکتے ہیں، لیکن درج ذیل شرائط کے ساتھ جن کا ذکر قاضی مجاھد الاسلامؒ نے ’’مجمع الفقہ الاسلامی‘‘ کے آٹھویں سالانہ اجلاس کے مقالہ میں کیا ہے:

> ’’(۱) قاعدہ کلیہ ہے ’’إذا ضاق الأمر اتّسع‘‘ (جب کسی کام میں تنگی پیدا ہوجائے تو اس میں وسعت دی جائے گی) لہذا اگر مبتلیٰ بہ کے سامنے کوئی ایسی تنگی، حرج اور دشواری پیش آجائے جس کو وہ برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس مسئلہ میں مشقت ودشواری کو دور کرنے کے لئے کسی دوسرے امام کے کسی قول پر عمل کر لے۔ (۲) اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل علم وارباب فتاویٰ سے پوچھ لے جو دین کے نگہبان ہیں اور جن کے اندر علم کی گہرائی اور تقوی کی بلندی ہے تاکہ وہ شیطان کے چنگل اور نفس کی اتباع

سے بچ جائے، کیونکہ بہت سے عام لوگ ضرورت اور اتباع نفس کے درمیان تمیز نہیں کر پاتے ہیں۔(۳) اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کے ان مذاہب سے باہر نہ جائے جو منظم ومرتب ہیں جن پر صدیوں سے عمل ہوتا آرہا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ جو مذاہب کتابوں میں منقول ہیں ان میں سے اکثر نہ تو متواتر ہیں اور نہ ہی ثقہ راویوں سے منقول ہیں اور نہ ہی یہ شخص ان کے شرائط وضوابط سے واقف ہوتا ہے۔(۴) اگر عموم بلویٰ کی وجہ سے اجتماعی مسئلہ پیش آئے یا حالات کی تبدیلی اور نئے نئے عرف وعادات کے وجود میں آنے کی وجہ سے کوئی مسئلہ پیدا ہو، خاص طور پر وہ مسئلہ لوگوں کے تجارتی اور صنعتی معاملات میں، یا تاجروں، کاریگروں اور پیشہ وروں کی عادات میں پیدا ہو، یا بین الاقوامی معاملات میں پیش آئے، تو اہل علم اور اہل تقویٰ فقہاء کے لئے جائز ہے بلکہ واجب ہے کہ وہ اس طرح کے نئے اور پیچیدہ مسائل میں اجتماعی اجتہاد وغور وخوض کے ذریعے شرعی مقاصد اور اس کے قواعد کلیہ کی رعایت کرتے ہوئے نئے حالات کے تقاضے کے مطابق ان کو حل کریں، اور اس کے لئے کسی متعینہ امام کے قول سے دوسرے امام کے قول کی طرف عدول کرنا پڑے تو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ قول شاذ نہ ہو اور نہ ہی نصوص سے متصادم ہو۔''

تلخیص

محور اول: تلفیق بین المذاہب

(۱) تلفیق کے لغوی معنی: ملانا ہے اور اصطلاحی حقیقت ہے ''**هو الاتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد**''، فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال، مختلف معنی کے لیے کرتے ہیں۔

(۲) وہ فروعی مسائل جہاں ''تلفیق'' ہوتی ہے ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) شریعت کے وہ احکام جو آسانی پر مبنی ہیں، جن میں لوگوں کے حالات کے اعتبار سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے جیسے کہ عبادات محضہ ہیں ان میں ''تلفیق'' جائز ہے (۲) وہ فروعی مسائل جو تقویٰ اور احتیاط پر مبنی ہیں، جن کا تعلق ممنوعات سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایسی چیز سے منع کرتا ہے جو مضر ہو، لہذا ان میں تسامح اور تلفیق صرف شرعی ضرورت ہی کے وقت جائز ہوگا، کیونکہ ضرورتیں ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہیں (۳) وہ فروعات جو لوگوں کی مصلحت اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے متعلق ہیں، ان میں معاملات، حدود، نکاح وطلاق سے متعلق احکام اور عشر، خراج، معادن کے خمس جیسے اُموال کی ادائیگی شامل ہے، ان میں ہر اس مذہب کو اختیار کیا جائے گا جو بندوں کی مصلحت وبھلائی سے قریب تر ہو اگرچہ اس سے تلفیق لازم آئے۔

(۳) جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل: پہلا مسلک (تلفیق کی مطلق

اجازت دینا) بہت خطرناک ہے، خاص طور سے ہمارے اس دور میں جس میں خواہشات نفسانی کا غلبہ اور خوف خدا کی کمی ہے، اگر ہم نے اس مسلک کو اس آزادانہ دور میں اختیار کیا تو یقینا یہ چیز شریعت کو معطل کرنے کی باعث ہوگی اور دین بس لوگوں کے لئے کھلواڑ اور مذاق بن کر رہ جائے گا۔

اس کے برخلاف دوسرے مسلک (تلفیق سے مطلق منع کرنا) کو اختیار کرنا باوجود اس کے کہ یہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اس زمانے کے تقاضے کے خلاف ہوگا، کیونکہ اگر ہم نے کسی خاص مسلک کی مطلق قید لگادی، تو نئے فقہی مسائل کا شرعی حل ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا، لہذا اس طرح کی قید بہت زیادہ تنگی اور دشواری کا باعث ہوگی، حالانکہ فقہی مسالک کا تعدد اللہ کی طرف سے رحمت اور ایک طرح کی گنجائش ہے، اور تمام مسالک کا سرچشمہ قرآن وسنت ہی ہیں۔

(۴) اگر دو مسئلے الگ الگ باب کے ہوں تو وہاں تلفیق کی ممانعت نہیں ہے، اور اگر دونوں مسائل ایک ہی باب کے ہوں تو اس میں تلفیق درست نہیں ہے۔

(۵) نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاھب کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اس میں جن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا، مقالہ میں ملاحظہ فرمالیں۔

(۶) مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں بھی مقالہ میں موجود شرطوں کے ساتھ ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لاسکتے ہیں۔

محور دوم: تتبع رخص:

(۱) لفظ ''رخصۃ'' متعدد معانی کے لئے بولا جاتا ہے، اس کا اسم ''غرفۃ'' کی طرح ''فعلۃ'' کے وزن پر ''رخصۃ'' ہے، اور یہ سختی کی ضد ہے یعنی رخصت کاموں میں آسانی کو چاہتی ہے، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: **''عبارة عما وُسِّعَ للمكلف في فعله لعذر وعجز عنه، مع قيام السبب المحرم''(المستصفیٰ فی علم الأصول: ج: ۱، ص: ۳۳۰)۔**

(۲) فقہاء واُصولیین کے اَقوال کی چھان بین اور تحقیق کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''تتبع رخص'' کے مسئلہ میں ان کے تین مسلک ہیں: (۱) مطلق ناجائز ہے (۲) بغیر قیود وشرائط کے مطلق جائز ہے (۳) عام حالات میں ممنوع ہے اور خاص حالات میں ضرورت یا مرض یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے جائز ہے۔

(۳) رخصت کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے چند اہم قسموں کو مقالہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) تتبع رخص ناجائز کہنے والوں کی دلیل یہ کہ رخصتوں کی تلاش وجستجو خواہشات نفس کی پیروی کرنے کی وجہ

سے ہے ،جبکہ خواہشات نفس کی پیروی کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے ، اور ''تتبع رخص'' متفق علیہ اصول کے خلاف ہے ،اللہ کا حکم تو یہ ہے ''ف اِن تنازعتم فی شیئ فردوہ اِلی اللہ والرسول'' (النساء:۵۹)،اس سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم نے اس کو مباح قرار دیدیا تو تکلیف ختم ہوجائے گی ،حالانکہ شریعت نے انسان کو کچھ ایسے احکام کا بھی مکلف بنایا ہے جن میں اس کے لئے مشقت بھی ہے۔

جو فقہاء ''تتبع رخص'' کے مطلق جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ محض شریعت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنا ہے،اور قرآن وسنت میں سہولت اور آسانی کا طلب کرنے کے بے شمار دلائل موجود ہیں ''وما جعل علیکم فی الدین حرج''،اور شریعت میں کوئی مانع ایسا نہیں ہے جو انسان کو ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنے سے روکے۔

تلفیق بین المذاھب اور تتبع رخص

مولانا ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی
خادم التدریس جامعہ نعمانیہ، قاضی پیٹ، وی کوٹہ ضلع چتور (آندھرا پردیش)

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على رسوله الامين و من تبعهم باحسان الى يوم الدين اما بعد!

تمہید: اسلام ربانی مذہب ہے اس کے تمام تر اصول وضوابط فطرت انسانی کے عین مطابق ہے کیونکہ اس کا منبع اور سرچشمہ کتاب وسنت ہے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی نفس وخواہشات کی پیروی کرے گا تو وہ دونوں جہاں میں خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہوگا، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ ہر اس عمل سے روکتی ہے جو نفس اور خواہش کے مقتضی کے موافق ہو، ابتداء اسلام میں خواص کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی خشیت وللّٰہیت، تقوی طہارت اور شریعت پر عمل کرنا آسان وسہل تھا، بعد میں ان چیزوں میں کمی آنے لگی اسی وجہ سے علماء ربانیین نے عامی کیلئے تقلید کو لازم قرار دیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی اتباع کرے، اب بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایک بات کسی ایک امام کی لیں اور دوسری بات کسی اور امام کی لیں اسی طرح تیسرے، چوتھے کے ساتھ کریں اسی کو تلفیق بین المذاھب کہا جاتا ہے۔

(۱) تلفیق کی لغوی واصطلاحی حقیقت

اس کی حقیقت اہل لغت نے اس طرح بیان کی ہے کہ یہ باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے معنی ایک کنارہ کو دوسرے کنارہ کے ساتھ ملا دینے کے ہیں۔

التلفيق مصدر لفق ضم شقة الى اخرى

تلفیق مصدر ہے لفق باب تفعیل کا جس کے معنی ہیں ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملانا۔

اور فقہاء کی اصطلاح میں تلفیق کے معنی ہیں متعدد مذاہب کو ایک عمل میں اس طرح جمع کر دیا جائے کہ کسی بھی ایک مذہب کے مطابق وہ عمل صحیح نہ ہو سکے۔

التلفيق هو القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في اى مذهب من المذاهب تلفیق کسی عمل کو چند مذاہب کے مابین جمع کر کے اس طرح کرنا کہ ان مذاہب میں سے کسی

بھی مذہب کے مطابق اس عمل کی صحت ممکن نہ ہو۔ (فتاوی قاسمیہ: جلد ا، صفحہ: ۲۰۱، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

فقہا واصولین کے نزدیک تلفیق کا استعمال

فقہاء کا استعمال ماقبل ذکر ہوا کہ ائمہ متبوعین کے مستنبط کئے ہوئے مسائل پر ہی عمل کرنا لیکن ایک عمل ایک مسلک سے اور دوسرا عمل دوسرے مسلک سے لے کر اس پر عمل کرنا اس طور پر کہ ان مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کے مطابق اس عمل کی درستگی ممکن نہ ہو۔ اور اصولین کے نزدیک اس معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ ایسا عمل کرنا جو کسی بھی مجتہد سے ثابت نہ ہو:

هو الاتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد (عمدة التحقيق في التقليد و التلفيق: ص/ ۱۸۳)

(۲) تلفیق کی قسمیں جائز وناجائز اور ان کے دلائل

تلفیق سے متعلق حضرت مفتی شبیر صاحب قاسمی دامت برکاتہم (صدر مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد) اپنی کتاب فتاوی قاسمیہ جلد: ۱/ ۲۱۸ میں تفصیل سے کلام کرنے کے بعد خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں:

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ تلفیق کی کل نو (۹) قسمیں ہیں، ان کو اس طرح بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ امت کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: (۱) مجتہد مطلق، دوسری قسم (۲) مجتہد مقید، تیسری قسم (۳) مقلد محض۔ مسئلہ تلفیق کو سمجھنے کے لئے ان تینوں قسموں کی حیثیت کا اعتبار لازم ہے۔

مجتہد مقید: اس کی تلفیق کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں: (۱) الگ الگ دو مسئلوں میں تلفیق۔ (۲) دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق۔ (۳) عمل واحد میں مجتہد مقید کی تلفیق۔ اور (۴) ایک وقت میں دو عمل کی تلفیق۔

مقلد مقید: اس کی تلفیق کی پانچ قسمیں ہوسکتی ہیں: (۱) عمل واحد میں تلفیق (۲) متعدد عمل کی تلفیق (۳) مقلد مقید کی دو وقتوں میں دو عمل کی تلفیق (۴) مقلد مقید کی الگ الگ دو مسئلوں میں اپنی رائے سے تلفیق (۵) مذہب واحد میں مقلد مقید کی تلفیق۔

اس کے بعد حضرت مفتی شبیر صاحب دامت برکاتہم تلفیق کے نو قسموں کے جائز وناجائز کے بارے میں لکھتے ہیں:

مجتہد مقید کی تلفیق کے چار قسموں میں سے اول الذکر دونوں قسمیں مجتہد مقید کے لئے دائرہ جواز میں تو داخل ہوجاتی ہیں، مگر مستحسن نہیں ہے۔ اور مؤخر الذکر دونوں قسمیں مجتہد کے لئے بھی دائرہ جواز میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔

مقلد مقید کی تلفیق کے پانچ قسموں میں سے اول الذکر چاروں قسمیں مقلد محض کے لئے دائرہ جواز میں داخل نہیں ہوتی ہیں۔ اور صرف مؤخر الذکر جو مذہب واحد سے متعلق ہے وہ مقلد محض میں سے اصحاب تمیز کیلئے تو جواز کے دائرہ میں تو آجاتی ہے، مگر عوام جہلاء کے لئے اپنے مسلک کے مفتی سے فتوی حاصل کئے بغیر یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (ج ا رص/ ۲۱۸)

تلفیق کے جواز کے مانعین کے دلائل

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہم العالی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے تلفیق کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ حصکفی بھی اس پر اجماع کے مدعی ہیں الحکم الملفق باطل بالاجماع اور علامہ شامی بھی اس کے مؤید ہیں حصکفی کی اس عبارت پر کہتے ہیں:

المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة، مثاله متوضئ سال من بدنه دم ولمس امرأة ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي، والتلفيق باطل فصحته منتفية.

تلفیق کے جواز کے قائلین کے دلائل

جولوگ تقلید شخصی کو لازم قرار نہیں دیتے ان کے ہاں تلفیق میں چنداں قباحت نہیں، ابن ہمام اس نقطہ نظر کے بڑے وکیل ہیں اور ان کے شاگرد امیر بادشاہ نے مانعین کی دلیل کا رد کیا ہے ابن نجیم بھی چوں کہ ایک فقہ سے دوسری دفقہ کی طرف عدول کو درست سمجھتے ہیں اس لئے ان کا بھی تلفیق کو جائز قرار دینا عجب نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

قال في الفتاوى البزازية من كتاب الصلاة من فصل زلة القارى ومن علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء في القرأة آخذا بمذهب الامام الشافعي، فقال الباقو هجي مذهبه من غير الفاتحة فقال اخذت من مذهبه للاطلاق وتركت القيد لما تقرر فى كلام محمدان المجتهديتبع الدليل لا القائل حتى صح القضاء بصحة النكاح بعبارة النساء على الغائب انتهى. (محاضرات اصول فقه: صفحه: ۳۹۱، كتب خانه نعيميه ديوبند)

(۳) تلفیق کو مطلقا جائز و ناجائز قرار دینا اور ان کے دلائل

تلفیق کا مطلقا جواز

یہ قول حنفیہ میں امیر بادشاہ، ابن نجیم، ابن ملا فروخ موروی کا ہے، جب کہ حنبلیہ میں حسن شطی اس کے قائل ہیں۔

والذي اذهب اليه واختاره القول بجواز التقليد فى التلفيق، لا بقصد تتبع ذالك، لان من تتبع الرخص فسق، بل من حيث وقع ذالك اتفاقا، خصوصا من العوام الذين لا يسعهم غير ذالك.

اور وہ جو میرا رجحان ہے اور میں جس قول کو اختیار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تقلید کا جائز ہونا ہے تلفیق میں لیکن آسانی کا ارادہ نہ ہو، اس لئے کہ رخصتوں کو تلاش کرنے والا فاسق ہوجاتا ہے بلکہ اگر ایسا اتفاقا ہوجائے خصوصا ان عام لوگوں کے لئے جن کو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(عمدة التحقيق في التقليد والتلفيق: ۱۹۴، دار القادرى، دمشق: ۱۹۹۷/۶)

تلفیق کا مطلقا عدم جواز

حنفیہ میں ابن قاسم قطلو بغا، حسن شرنبلالی حصکفی ، اس کے مطلقا عدم جواز کے قائل ہیں مؤخر الذکر دونوں حضرات نے مطلقا ممانعت کا قول علامہ قطلو بغا سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اقفسی شافعی سے اخذ کیا ہے، مشائخ حنفیہ میں سے کسی حنفی فقیہ کی یہ رائے نہیں شافعیہ میں ابن حجر ہیثمی ،فقہاء، حنبلیہ میں سفارینی مطلق عدم جواز کے قائل ہیں۔

ولقد كان بعض اشياخنا. اعزهم الله تعالى. توقف في القول ببطلان التلفيق افنازعته في ذالك، ثم اني اتيته بعد بهذه الصورة... فرجع عن قوله، وقال: التلفيق باطل.

ہمارے بعض بزرگ ۔ اللہ تعالی ان کی عزت بڑھائے۔ تلفیق کے باطل ہونے کے سلسلہ میں توقف کئے ہوئے تھے، میں نے اس سلسلے میں ان سے گفتگو کی اور میں نے اس کی چند صورتوں کا تذکرہ کیا تو ان بزرگوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور فرمایا: کہ تلفیق باطل ہے۔

التحقيق في بطلان التلفيق: ۱۷۲، دار الصميعي، رياض)

(۴) تلفیق: بعض فقہی ابواب میں جائز اور بعض میں ناجائز

شریعت کے احکام بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں: ایک قطعی الثبوت جو نص سے ثابت ہوتے ہیں اور دوسرا جو اس طرح کے نہیں ہیں، اول الذکر میں تلفیق جائز نہیں ہے اور ثانی الذکر میں جائز ہے۔ حافظ معظم شاہ اپنے مقالہ شرعی احکام میں تلفیق اور رخصتیں اور تلاش کرنے کا حکم" میں لکھتے ہیں: تلفیق کا محل اجتہادی مسائل ہیں کہ تقلید اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے اور چونکہ تلفیق تقلید کی صورت میں ہوتی ہے اس وجہ سے جہاں تقلید ہوگی وہاں پر تلفیق کا تصور ممکن ہے۔ جہاں عقائد اور ایسے احکام کا تعلق ہے جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو وہاں پر تلفیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (معارف اسلامی، جنوری تا جون ۶ / ۲۰۲۰)

(۵) نئے مسائل کے حل لئے تلفیق: کن شرطوں کے ساتھ

عصر حاضر میں جدید مسائل کے حل کے لئے چند شرطوں کے ساتھ تلفیق درست ہے، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ وہ تلفیق ممنوع ہے جس کا مقصد واجبات وفرائض سے رہائی حاصل کرنا، خواہشات نفس کی پیروی اور محرمات شرع کے ارتکاب کے لئے حیلہ جوئی ہو، لیکن صحیح مقاصد کے لئے درج ذیل شرائط کے ساتھ تلفیق جائز ہے۔

اول: تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہے اس سے رجوع لازم نہ آئے۔

دوم: یہ کہ اس سے اس کے لازم اجماعی سے رجوع لازم نہ آتا ہو۔

سوم: یہ کہ علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے۔

پھر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی رائے لکھتے ہیں:

ہاں اگر قابل اعتماد فقہاء کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لئے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں، تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جب یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں انجام پائے۔

(مباحث فقہیہ: ۱۹۹، ایفا پبلیکیشنز)

(۱) مفتیان کرام کا بوقت ضرورت انفرادی فتاوی میں تلفیق کا استعمال

''مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں اگر ضرورت محسوس کریں تو مذکورہ بالا شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں، لیکن تنہا کوئی مفتی یہ کام نہیں کرے بلکہ بقول حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ: یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں انجام پائے۔''

(حوالہ مذکورہ بالا) محور دوم: تتبع رخص

(۱) تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت

لغت میں ''رخص بسکون الخا، آسانی اور سہولت کو کہتے ہیں۔

واما الرخصة في اللغة: بتسكين الخاء، فعبارة عن التيسير والتسهيل.

اور اصطلاح میں ''شرعی احکام میں رخصت وہ ہے جو محرم سبب موجود ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہو، علامہ آمدی لکھتے ہیں:

الرخصة ما شرع من الاحكام لعذر مع قيام السبب المحرم. الاحكام في أصول الاحكام: ج۱، ص / ۱٦٧، دار الصميعي، رياض)

س (۲) تتبع رخص کے بارے میں فقہا و اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ

تتبع رخص کے بارے میں فقہا و اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کرتے ہوئے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

پس فقہاء اور علمائے اصول کے اقوال کی تلاش و تفحص کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے تین نقطہائے نظر ہیں: اول یہ کہ تتبع رخص مطلقا ممنوع ہے، خواہ تیسیر اور تخفیف کی غرض سے ہو، یا اعراض و امراض کی وجہ سے ہو۔ دوم: تتبع رخص مطلقا جائز ہے، اس کے لئے کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ سوم: عام حالات میں تتبع رخص ممنوع ہے اور خاص حالات مثلا: ضرورت، یا مرض، یا کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ (مباحث فقہیہ: ۱۷۸)

(۳) تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام و دلائل

حضرت مفتی محمد زید صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم (استاذ: دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو)

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

تتبع رخص کی دو قسمیں ہیں: حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان اللہ یحب ان تو تي رخصه کما یحب ان تو تی عزائمه،

یعنی اللہ تعالی یہ پسند فرماتے ہیں کہ ان کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ ان کی مقرر کردہ عزیمتوں پر عمل کیا جائے اور تتبع رخص، جس کو علماء فقہاء نے مذموم قرار دیا ہے وہ عام رخصتوں پر نہیں بلکہ وہ رخصت ہے جو نفس کی خواہش کے مطابق نصوص میں تاویل کر کے نکالی جائے۔ (فقہ حنفی کے اصول وضوابط: ۱۴۵، ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا لکھنو)

ڈاکٹر محمد طہ حمیدی نے اپنی کتاب "التلفیق و اثرہ في المعاملات المالیة المعاصرة" میں تتبع رخص کے احکام کے بارے میں فقہاء کے تین اقوال نقل کئے ہیں:

اول مخففین: ان میں بعض حنفیہ (ابن ہمام) اور بعض مالکیہ (دسوئی) ہیں۔ یہ حضرات اسے مطلقا درست مانتے ہیں۔ (علامہ شامی نے بھی اختلاف مجتہدین کے حوالے سے کچھ ایسی ہی بات ذکر فرمائی ہے۔)

دوم: مشددین: ان میں اکثر مالکیہ، بعض شوافع اور اکثر حنابلہ ہیں جو اسے بالکل درست نہیں سمجھتے۔ بعض نے تو اجماع کا دعوی بھی کیا ہے۔

سوم: متوسطین: یہ قرافی اور چند کا مذہب ہے اور مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی اسے ترجیح دی ہے اس کے مطابق ان شرائط کے ساتھ رخصت پر عمل درست ہے: (الف) شاذ قول نہ ہو (ب) کوئی ضرورت عام یا خاص ہو (ج) تلفیق لازم نہ آئے (د) کوئی غیر مشروع چیز حاصل کرنا مقصد نہ ہو (ہ) عمل کرنے والے کا دل مطمئن ہو۔ (صفحہ: ۲٤، مطبعہ الرمال الجزائر)

س (۴) تتبع رخص! جائز و ناجائز کہنے والوں کے دلائل

تتبع رخص کو ناجائز کہنے والوں کا کہنا ہے کہ ایسا شخص شریعت کی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ علامہ ابن حزم اور علامہ ابن حزم اور علامہ ابن عبد البر نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لو اخذت برخصة کل عالم اجتمع فیك الشر کله"

اگر تو نے ہر عالم کے (رخصت والے) قول پر عمل کیا تو تجھ میں ساری برائیاں جمع ہو جائے گی۔

معارف اسلامی: جنوری تا جون ۶ / ۲۰۲۰۰)

تتبع رخص کو جائز کہنے والوں کا کہنا ہے کہ مقصود اگر آسانی اور سہولت ہو، احکام شریعت کے ساتھ کھلواڑ، نصوص کی مخالفت اور قضائے قاضی کی خلاف ورزی مقصود نہ ہو تو سہولت کے لئے اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے چنانچہ قرافی کہتے ہیں:

ان من قلد مالكا في المياه والارواث، وترك الالفاظ في العقود، يكون مخالفا لتقوى الله تعالى، وليس كذالك. (عمدة التحقيق في التقليد والتلفيق: ص: ۲۱۳)

جو شخص پانی اور گوبر کی طہارت میں امام مالک کی اتباع کرے اور عقود میں زبانی ایجاب وقبول نہ کرے تو اس میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ یہ سب رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔

(۵) تتبع رخص اور تلفیق! دونوں ایک ہے یا کچھ فرق

حافظ معظم شاہ اپنے مقالہ شرعی احکام میں تلفیق اور رخصتیں تلاش کرنے کا حکم میں دونوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

تلفیق اور تتبع رخص کبھی ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور کبھی الگ بھی ہوتے ہے۔

اس لئے بعض علماء نے تلفیق اور تتبع الرخص کو ایک شمار کیا ہے تاہم اس کی وضاحت درج ذیل ہے: (۱) اگر تلفیق والی صورت وجود میں آجائے لیکن اس میں مقصد اور نیت آسانیوں کی تلاش نہ ہو اور نہ ہی اتباع ہواء ہو تو یہ تلفیق ہوگی اور تتبع رخص نہیں کہلائے گا۔ (۲) اگر مختلف مسائل فقہیہ میں سے اقوال لے کر ان پر عمل کیا جائے اور وہ ایک ہی مسئلہ میں نہ ہوں تو یہ تبع رخص ہوگا۔ تلفیق نہ ہوگی۔ (۳) کبھی تلفیق اور تتبع رخص دونوں بیک وقت پائے جائیں گے۔ جیسے تلفیق والی صورت وجود میں آجائے اور اس میں نیت اور مقصد اتباع ہواء ہو اور محض آسانیوں کی تلاش ہو۔ پس تلفیق اور تتبع رخص میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی ہے اور دوسرا مادہ افتراقی ہے۔ (معارف اسلامی، جنوری تا جون ۶ / ۲۰۲۰)

(۱) نئے مسائل کے حل کیلئے تتبع رخص اور اس کی شرطیں

جدید مسائل کے لئے تتبع رخص کی مدد دو شرطوں کے ساتھ لی جا سکتی ہے، عصر حاضر کے محقق عالم دین حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

قول راجح: اس مسئلہ میں جس قول کی طرف میرا رجحان ہے اس میں قدرے تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ تتبع رخص عام حالات میں تشہی، لہولعب اور خواہشات کی پیروی کی بنیاد پر ناجائز ہے، ہاں اگر کسی خاص مسئلہ میں عذر، یا مرض کی ضرورت کی بنیاد پر ہو تو مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایک مجتہد کے قول پر عمل کو ضروری قرار دیں تو عصر حاضر کے مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنا نہ ہوگا، بالخصوص نئے تجارتی معاملات میں، اور نہ یہ بات کسی طرح مناسب ہوگی کہ ہر مکلف کو اس کی رخصت دی جائے کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل میں اپنی خواہش کے

مطابق جس قول کو چاہے اختیار کرے۔ مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ائمہ کے اقوال میں آسان قول کو اختیار کرنے کے سلسلے میں کوئی ضابطہ مقرر کر دیا جائے، تاکہ تباہ کن اباحت پسندی اور دین سے متنفر کرنے والی تنگی دونوں کا سد باب ہو سکے اس سلسلہ میں درج ذیل اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) الامر اذا ضاق اتسع، مشہور فقہی قاعدہ ہے، اس کی رو سے جب کسی مسئلہ میں تنگی پیدا ہوگی تو شریعت اس تنگی کو دور کر کے وسعت پیدا کرے گی۔

(۲) لیکن اس صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ ان ارباب علم و ذکر اور اصحاب فتوی سے رجوع کرے جو دین کا گہرا علم رکھتے ہوں اور ورع و تقوی کی صفت سے متصف ہوں۔

(۳) اس پر لازم ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب سے تجاوز نہ کرے۔

(۴) لیکن اگر مسئلہ عموم بلوی کی وجہ سے اجتماعی ہو گیا ہو، یا ایسا مسئلہ ہو جو حالات اور زمانہ کی تبدیلی، یا نئے عرف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، خاص طور پر لوگوں کے معاملات، مثلا: تجارت، صنعت و حرفت اور تجار، صنعت کار اور اہل پیشہ کی عادات سے متعلق ہو، خصوصا بین الاقوامی معاملات میں، تو ایسی صورت میں علماء راسخین اور اصحاب تقوی فقہاء کرام پر لازم ہے کہ وہ ان مشکلات اور پیچیدہ مسائل کا حل شریعت کے مقاصد اور قواعد کلیہ کی روشنی میں نئے حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ تلاش کریں اور ان کے لئے ائمہ ہدی میں سے کسی ایک کے قول سے دوسرے کے قول کی طرف درج ذیل شرطوں کے ساتھ عدول کرنا جائز ہے: (۱) دوسرا قول شاذ نہ ہو۔ (۲) نص سے ٹکراتا نہ ہو۔

مباحث فقہیہ: صفحہ: ۱۸۱، ایفا پبلیکیشنز، دہلی)

(۷) مفتیان کرام کا ضرورت کے وقت انفرادی فتاوی میں تتبع رخص

مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کر سکتے ہیں، حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم تلفیق اور تتبع رخص کو مطلقا مباح قرار دیں تو یہ امت کے لئے فتنہ اور آزمائش ہوگی، اور شریعت کی ہتک حرمت ہوگی، کیونکہ یہ دونوں اباحت پسندی، آزادی، لہو و لعب اور خواہش کی پیروی کا سبب بنیں گے، ہاں اگر قابل اعتماد فقہائے کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لئے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بالخصوص جب یہ کام علماء راسخین کے اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں انجام پائے۔

واللہ اعلم بالصواب

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

مولانا اسجد حسن ندوی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو اپنے ماننے والوں کو ہر دور، ہر خطے اور ہر حالت میں قابلِ عمل اور متوازن شریعت عطا کرتا ہے، اسی اصول کے تحت اسلامی فقہ نے مختلف مکاتبِ فکر اور اجتہادی آراء کو جنم دیا، جو درحقیقت دین کی وسعت، لچک اور امت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہیں۔

حالات کی پیچیدگی، اور نئے مسائل نے مزید یہ تقاضا پیدا کر دیا ہے کہ بعض اوقات مختلف مذاہب کی آراء سے استفادہ کیا جائے تاکہ امت کو مشکلات سے نکالا جا سکے اور ان کے لیے آسانی اور سہولت فراہم کی جائے، اسی تناظر میں ''تلفیق بین المذاہب'' اور ''تتبع رخص'' جیسے اہم اور نازک فقہی تصورات سامنے آئے، انہیں دونوں اصطلاح کو سامنے رکھ کر ''مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ'' نے سال رواں کے سیمینار کے لیے کچھ سوالات مقرر کیے ہیں، اس مقالہ میں انہیں سوالوں کا جواب قلم بند کیا گیا ہے۔

[۱] تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لئے کرتے ہیں؟

تلفیق یہ عربی زبان کا لفظ ہے، باب تفعیل کا مصدر ہے، جو باب ضرب سے لفق سے مشتق ہے، معنی ہے "ضم شقۃ إلی أخری" ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملانا، کہا جاتا ہے: "لفق الثوب" جس کا معنی ہے ایک کپڑے کو دوسرے کے ساتھ ملا کر سی دینا" القاموس الوحید: (ص: ۱۴۸۶) (لغۃ الفقہاء ۱۴۴)

تلفیق بین المذاہب" یہ ایک فقہی اصطلاح ہے، اور فقہی اصطلاح کی رو سے تلفیق بین المذاہب کا مطلب ہوتا ہے کہ مختلف فقہی مذاہب کے مختلف اقوال کی روشنی میں ایک ایسی نئی صورت کو اختیار کرنا جو کسی مذہب کے مطابق نہ ہو، یعنی ایک عمل میں دو یا زیادہ مذاہب کے اقوال کو اس طرح جمع کرنا کہ ان کا مجموعہ کسی ایک بھی مذہب کے اصول یا ضابطے کے مطابق صحیح نہ ہو۔

''التلفیق ان الاخذ فی الاحکام الفقهیة بقول أکثر من مذهب فی أبواب متفرقة أو باب واحد أو فی أجزاء الحکم الواحد''.

''تلفیق یہ ہے کہ احکام فقہیہ میں ایک سے زائد مذاہب کو مختلف ابواب، یا ایک باب، یا ایک مسئلہ کے مختلف اجزاء میں جمع کر دینا''۔

[محمد بن عبدالرزاق،التلفيق موقف الاصوليين منه (كويت: وزارة الاوقاف والشؤون الاسلاميه، ۱۴۳۴ھ)،ص:۱۵۰]

"التلفيق: هو القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا في أي مذهب من المذاهب" (لغة الفقهاء:۱۴۴]

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی اپنی کتاب قاموس الفقہ میں تلفیق کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ تلفیق سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔(القاموس الفقہ :ج:۲ج:۵۳۲)

حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب فتاویٰ نویسی کے رہنما اصول میں لکھتے ہیں کہ "تلفیق کا حقیقۃً اطلاق اس شکل پر ہوگا جس میں (عمل واحد کی صورت میں) خرق اجماع لازم آرہا ہو اور دو عمل ہونے کی شکل میں) تتبع بالرخص پائی جارہی ہو۔[فتاویٰ نویسی کے رہنما اصول:۴۱۰]

[۲] تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی شکل جائز ہے اور کونسی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

تلفیق (یعنی مختلف فقہی مذاہب کی آراء کو جمع کرنا) کی دو قسم فقہاء نے ذکر کی ہیں۔(تلفیق حقیقی اور تلفیق حکمی)

تلفیق حقیقی:

تلفیق حقیقی یعنی ایسے قول کو اپنایا جائے جس کا قائل کوئی نہ ہو، مذہب اربعہ سے بھی خارج ہو، اور کسی ایک پر عمل کی صورت میں خرق اجماع لازم آرہا ہو، اور دونوں پر عمل کرنے کی صورت میں تتبع رخص پائی جارہی ہو، تلفیق حقیقی کے سلسلے میں شیخ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں:

"متي عمل عبادة او معاملة ملفقة أخذا لها من كل مذهب قولا لا يقول به صاحب المذهب الآخر فقد خرج عن المذاهب الأربعة و اخترع له مذهبا خامسا فعبارته باطلة و معاملته صحيحة و متلاعب في الدين الأخ". (خلاصة التحقيق:۱۷)

[یعنی کسی عبادت اور معاملہ کو ملا جلا کر اس طرح انجام دیا جائے کہ ہر مذہب سے ایسا قول لیا جائے جس کا قائل کوئی دوسرا مذہب والا نہ ہو اور وہ معاملہ مذاہبِ اربعہ سے خارج ہو جائے اور ایک پانچواں مذہب ہو جائے تو ایسی عبادت باطل ہے اور ایسا معاملہ صحیح نہیں ہے، اور ایسا کرنے والا گویا دین سے کھلواڑ کرنے والا ہے]

تلفیق حقیقی کا حکم:

تلفیق حقیقی کسی بھی صورت میں کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد محض۔ شیخ النابلسی لکھتے

ہیں:

" إذا كان المجتهد لا يسوغه التلفيق إذا أدي إجتهاده إليه علي حسب ما قدمناه فكيف بالمقلد القاصر" (خلاصة التحقيق: ۴۴)

[جب ایک مجتہد جو اجتہاد کر سکتا ہے اس کے باجود اس کو تلفیق کی اجازت نہیں ہے تو مقلد عاجز کے لیے اس کا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے؟]

تلفیق مجازی:

تلفیق کی دوسری قسم تلفیق مجازی ہے، جس پر محض لغوی معنی کے اعتبار سے تلفیق کا اعتبار کیا جاتا ہے، در حقیقت وہ تلفیق نہیں ہے، کیوں کہ اس میں دوسرے مذہب کو اس طرح اختیار کیا جاتا ہے کہ اس سے کوئی امر خرق اجماع لازم نہیں آتا ہے، جیسے ایک شخص وضو میں چوتھائی سر سے کم پر مسح کیا اور نماز میں قرات فاتحہ خلف الامام چھوڑ دی یعنی وضو شافعیہ کے مطابق کیا اور نماز حنفیہ کے مطابق پڑھی بظاہر اس میں خرق اجماع نظر نہیں آتا ہے مگر چوں کہ یہ تلفیق الگ الگ اعمال ہیں اسی لیے اس تلفیق کو تلفیق حقیقی کی طرح ممنوع نہیں کہینگے۔ اور تلفیق غیر حقیقی یعنی مجازی اگر مجتہد ضرورت کے پیشِ نظر کرے تو یہ جائز ہے۔

[۳] جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز اور نا جائز کہتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

تلفیق بین المذاہب کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، حافظ ابن حجر اور علامہ شامی نے تلفیق کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے،

" و إن الحكم الملفق باطل بالإجماع" (كتاب الصلاة/باب الأذان ۵۵)

اس رائے کے بارے میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی لکھتے ہیں کہ" یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ اس کو ثابت کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں" [قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۳]

بیش تر علماے کرام کے نزدیک تلفیق سرے سے ممنوع ہے، شیخ علی اجہوری شافعی اور علامہ قرافی مالکی بھی تلفیق کی ممانعت کے قائل ہیں، کیونکہ تلفیق کی وجہ سے خرق اجماع لازم کی نوبت آتی ہے۔ (قاموس الفقہ ۲/ ۵۳۳/ تیسیر التحریر: ۴/ ۲۵۴)۔

جب کہ بعض دیگر فقہا نے اس کو جائز قرار دیا ہے، جائز کہنے والے فقہا میں نمایاں نام علامہ شہاب الدینؒ مالکی قرافی، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن القیمؒ اور عبد الرحمن معلمیؒ ہیں۔ (التلفیق فی الاجتھاد والتقلید، ڈاکٹر ناصر المیمان، ص ۱۸۱)

موجودہ زمانے میں بین الاقوامی اسلامی فقہی فورم (جدہ، سعودی عرب) نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے، لیکن کچھ شرطوں کے ساتھ، کیونکہ موجودگی حالات میں حرص وہوس کا جیسا غلبہ ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا جائے کھلی چھوٹ نہ دی جائے۔

ذیل میں ان کی تجویز کردہ شرائط کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے:

۱۔تلفیق کے نتیجے میں کسی ممنوع وحرام چیز کا جواز برآمد نہ ہوتا ہو۔

۲۔تلفیق کی رو سے مسلمان حاکمِ وقت کا کوئی فیصلہ مسترد نہ ہوتا ہو۔

۳۔تلفیق سے کسی معمول بہ تقلیدی حکم کا ابطال نہ ہوتا ہو۔

۴۔اجماع یا اس کے لوازمات متأثر نہ ہوتے ہوں۔

۵۔کوئی ایسا حکم یا حالت ترکیب نہ پاتی ہو جس پر کبھی کسی مجتہد کا عمل نہیں رہا۔

[۴] تلفیق بین المذاھب بعض فقہی ابواب میں جائز ہے اور بعض میں جائز نہیں ہے، اس طرح کی تفصیل ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب اصول فقہ میں کی ہے جس کا خلاصہ یہاں پر لکھا جارہا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ عقائد، ایمان اور اخلاق سے متعلق ابواب میں تلفیق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اوران ابواب میں تلفیق سے کام لینا درست نہیں ہے۔

جہاں تک بات فروعی اور اجتہادی مسائل کی ہے تو اس کو ڈاکٹر صاحب نے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم: "مابني في الشريعة على اليسر و التسامح مع إختلافه بإختلاف أحوال المكلفين"

دوسری قسم: "مابني على الورع و الإحتياط"

تیسری قسم: "مايكون مناطه مصلحة العباد و سعادتهم"

پہلی قسم جس کا تعلق عبادات سے ہے تو عبادات میں ضرورت کے پیشِ نظر تلفیق جائز ہے، دوسری قسم جس کا تعلق محظورات یعنی ممنوعات سے ہے تو اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اس صورت میں شرعی ضرورت کی بنیاد ہی پر تلفیق کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

اور تیسری صورت جن کا تعلق معاملات سے ہے تو اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اگر ان کی اصل تحریم ہو تو اس میں تلفیق ممنوع ہے، لیکن اگر ان کی بنیاد انسانی مصلحتوں پر ہو تو اس میں تلفیق کی اجازت ہوگی۔

[۵] کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاھب کا استعمال کا جاسکتا ہے، اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنا اور امت کی صحیح رہنمائی کرنا یہ ایک بڑا مسئلہ ہے، لہذا اگر اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین المذاھب ہر عمل کرنے کی ضرورت آن پڑے تو ضروری شرائط کی رعایت کے ساتھ عمل کرسکتا ہے، یا نہیں کرسکتا ہے؟ تو اس سلسلے میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ " اگر معتمد فقہاء کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لیے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے" (مباحث فقیہہ: ۱۴۲)

وہ ضروری شرائط درج ذیل ہیں:

ذیل ان شرائط کو بھی ذکر کیا جارہا ہے جن کو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے:

[۱] تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہو اس سے رجوع نہ لازم آئے۔

[۲] اس سے لازمی اجماع سے رجوع نہ لازم آتا ہو

[۳] علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے

[مباحث فقیہہ: ۱۴۱]

جہاں تک بات ہے انفرادی طور پر فتاویٰ دینے میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق پر عمل کرنے کی ہے تو اس کی اجازت ضروری شرطوں کے ساتھ بھی نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں تشہی اور خرق اجماع کا امکان زیادہ ہے

تتبع رخص

[۱] تتبع الرخص کی لغوی اور اصطلاحی معنی:

عربی زبان میں تتبع کا معنی ہے تلاش کرنا، اور رخصت کے لغوی معنی تسہیل، تخفیف، تیسیر کے آتے ہیں۔ (مقاییس اللغۃ، ابن فارس، ج ۲، ص ۵۰۰۔ لسان العرب، ابن منظور، ج ۷، ص ۴۰)

اصطلاحی تعریف:

تتبع رخص یہ بھی ایک فقہی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایسی فقہی رخصتوں کو چن چن کر اختیار کرنا جو مختلف مذاہب کے یہاں موجود ہیں، محض خواہش نفس یا آسانی کے لیے، بغیر شرعی ضرورت یا مجبوری کے۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب مباحث فقیہہ میں لکھتے ہیں: " کہ تتبع رخص کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں فقہاء اور مجتہدین کے مذاہب واقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو، اور مشہور ائمہ کرام میں سے کسی ایک امام کا پابند نہ رہے، اور اس انتخاب واختیار کی بنیاد دلائل کی قوت یا ورع تقوی اور احتیاط پر نہ ہو بلکہ فقہاء کے کسی قول اور رائے کے اختیار کرنے کی بنیاد محض تخفیف، یسر اور سہولت ہو" (

مباحث فقہیہ: ۱۲۳)

[۲] تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کے یہاں مختلف آراء موجود ہیں، بعض متقدمین اور متاخرین فقہاء کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے کہ اگر کسی مکلف نے آسان اور سہل قول کو اختیار کیا ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے حرج اور تنگی کو دور کیا ہے، آسانی اور سہولت فراہم کیا ہے۔

دوسرے بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ تتبع رخص قطعاً ممنوع ہے کیونکہ اس کا مقصد تشہی اور خواہش نفس کی پیروی ہے، اور ایسے انسان خواہشات پر چلنا چاہتا ہے۔

جب کہ تیسری رائے یہ ہے کہ عام حالتوں میں تتبع رخص درست نہیں ہے ہاں اگر ضرورت متقاضی ہو تو ایسے قول کو اختیار کرنا جائز ہے جس میں یسر وتیسیر ہو۔

[۳] تتبع رخص کے جائز کہنے والے اور ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

وہ حضرات جو عدم جواز کے قائل ہیں یعنی جن کے نزدیک تتبع رخص ناجائز ہے، ان کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ انسان تتبع رخص کے ذریعے سے خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہے نہ کہ شریعت کی، اور شریعت میں خواہش نفسانی کی پیروی جائز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" فإن تنازعتم في شئ فردوه إلي الله و الرسول " اس سے معلوم ہوا کہ انسان صرف وصرف قرآن و حدیث ہی پیروی کرسکتا ہے اس کے علاوہ انسان کے لیے کسی بھی چیز کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے، اسی لئے یہ حضرات عدم جواز کے قائل ہیں۔

وہ حضرات جو جواز کے قائل ہیں، اور تتبع رخص کو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت پر کوئی واضح دلیل قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ کی سنت مبارکہ سے بھی ہمیں اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو اللہ رسول نے آسان کو اختیار کیا اور مشکل کو چھوڑ دیا۔ **"ما خير بين شيئين إلا إختار أيسرهما"** (بخاري) اسی طرح اللہ کے رسول نے ایک موقع پر اور فرمایا: **إن هذا الدين يسر و لم يشاد الدين أحد إلا غلبه.**

[۴] تبع رخص اور تلفیق بین المذاھب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا ہے؟

تتبع رخص اور تلفیق بین المذاھب دونوں ایک نہیں ہیں، دونوں میں فرق ہے، نیچے ان فروق کو قلم بند کیا جارہا ہے۔

۱۔ تتبع کے ذریعے سے اختلافی مسائل میں آسان قول پر عمل ہوتا ہے، جب کہ تلفیق کے ذریعے کسی ایک مسئلے میں دو یا دو سے زیادہ اقوال کو جمع کرکے ان سے کسی شرعی حکم کا استنباط کیا جاتا ہے۔

۲۔تلفیق کے ذریعے فقہا کے اقوال میں تصرف کر کے ایسا حکم نکالا جا سکتا ہے جو کسی مجتہد نے کبھی مستنبط نہ کیا ہو، جب کہ تتبع میں صرف موجودہ اقوال کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی اپنا مطلوب حاصل کیا جاتا ہے۔

۳۔تلفیق کا عمل بسا اوقات اجماع کی مخالفت کا سبب بن جاتا ہے، جب کہ تتبع میں نقضِ اجماع کا امکان نہیں ہوتا۔

(5/6) دور حاضر کے نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کی جا سکتی ہیں تو ان کی شرطیں کیا ہیں؟

یہی سوال تلفیق بین المذاھب سے متعلق بھی تھا تو اس سلسلے میں یہ کہا گیا تھا، کچھ شرطوں کے ساتھ اجتماعی اجتہاد میں اس کی اجازت ہوگی اسی طرح تتبع رخص کی بھی اجتماعی اجتہاد میں اجازت ہوگی، جیسا کہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے: "اگر اعتماد فقہاء کرام دور جدید کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور امت سے حرج اور تنگی کو دور کرنے کے لیے ضروری شرائط کے ساتھ رخصت اور تلفیق اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کریں تو میری رائے میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے" (مباحث فقیہہ: 142)

وہ ضروری شرائط درج ذیل ہیں:

ذیل ان شرائط کو بھی ذکر کیا جا رہا ہے جن کو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے:

(1) تقلید کے طور پر جو عمل ہو چکا ہو اس رجوع نہ لازم آئے۔

(2) اس سے لازمی اجماع سے رجوع نہ لازم آتا ہو

[3] علماء کے نادر اور شاذ اقوال کو اختیار نہ کرے

(مباحث فقیہہ: 141)

جہاں تک بات انفرادی طور پر ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص پر عمل کی بات ہے تو اس کی اجازت نہیں ہوگی کیونکہ انفرادی طور پر غلطی کا قوی امکان ہے (واللہ اعلم بالصواب)